بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

خصوصی شمارہ بعنوان **جماعت احمدیہ اور خدمت قرآن**

شمارہ
52-53
شرح چندہ
سالانہ 550 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
50 پاؤنڈ یا 80 ڈالر امریکن
80 کینیڈین ڈالر یا 60 یورو
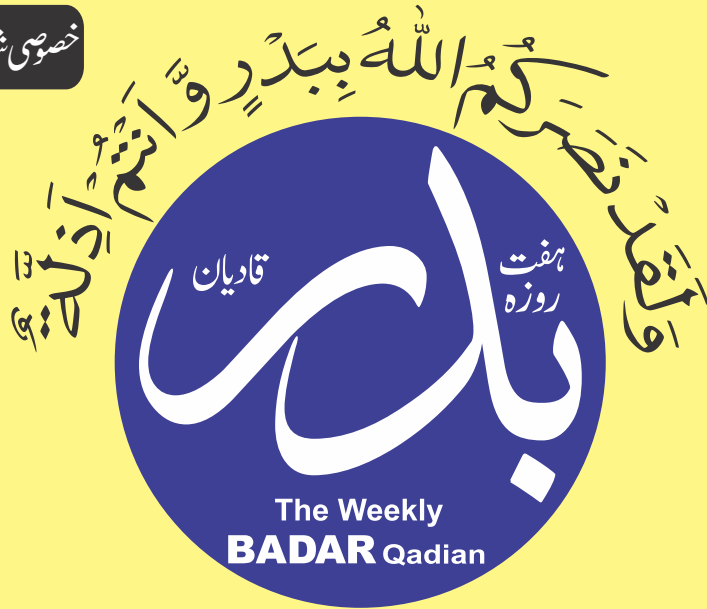
جلد
64
ایڈیٹر
منصور احمد
نائبین
قریشی محمد فضل اللہ
تنویر احمد ناصر ایم اے

Postal Reg. No. GDP/001/2015-15 24-31 دسمبر 2015ء 24-31 فتح 1394 ہش 12-19 ربیع اوّل 1436 ہجری قمری

اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہاماً فرمایا:

اَلۡخَیۡرُ کُلُّہٗ فِی الۡقُرۡاٰنِ

ہر قسم کی خیر اور بھلائی قرآن مجید میں ہے۔ (کشتی نوح صفحہ 24 الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

امام الزمان حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امام مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کو قرآن مجید سے اس قدر عشق و محبت تھا کہ چودہ سو سال میں اس کی نظیر پیش نہیں کی جا سکتی۔ قرآن مجید کی محبت میں آپ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

جمال و حسن قرآں نور جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

دِل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گِرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

مورخہ 19 تا 26 اکتوبر 2015 بنگلور میں بک فیسٹیول کا انعقاد ہوا جس میں جماعت احمدیہ بنگلور کی طرف سے بک سٹال لگایا گیا۔ اس بک سٹال میں مختلف زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم کے نسخے بھی رکھے گئے۔ مسلم جماعت احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے دُنیا کی 72 زبانوں میں قرآن مجید کے ترجمہ کی توفیق عطا فرمائی جس سے جماعت احمدیہ کو پوری دُنیا میں قرآن مجید کی تعلیم کی اشاعت کی توفیق مل رہی ہے۔ اس طرح کے بک سٹال ہر سال ہزاروں کی تعداد میں پوری دُنیا میں لگائے جاتے ہیں اور غیروں تک قرآن مجید کی امن بخش تعلیم پہنچائی جاتی ہے۔

جلسہ سالانہ برطانیہ 2015ء کے چند دلکش مناظر

جلسہ سالانہ یُو. کے 2015 کے موقع پر بھارت سے شامل ہونے والے نمائندگان اپنے پیارے آقا حضور ایدہ اللہ کے ساتھ
حضور کے دائیں طرف محترم فاتح احمد خان ڈاہری صاحب وکیل تعمیل وتنفیذ برائے بھارت نیپال بھوٹان تشریف فرما ہیں
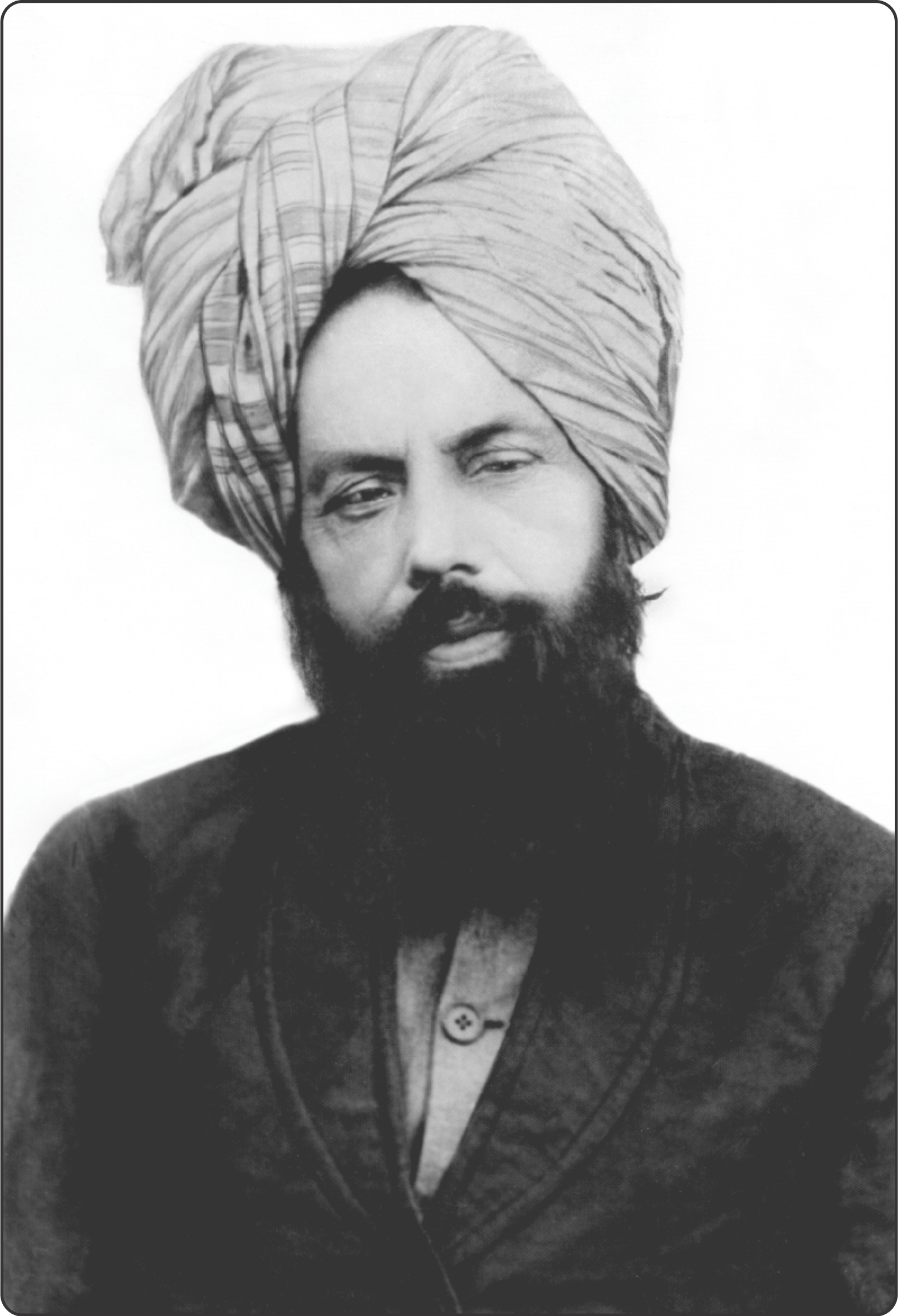
شبیہ مبارک حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام (1835ء - 1908ء)
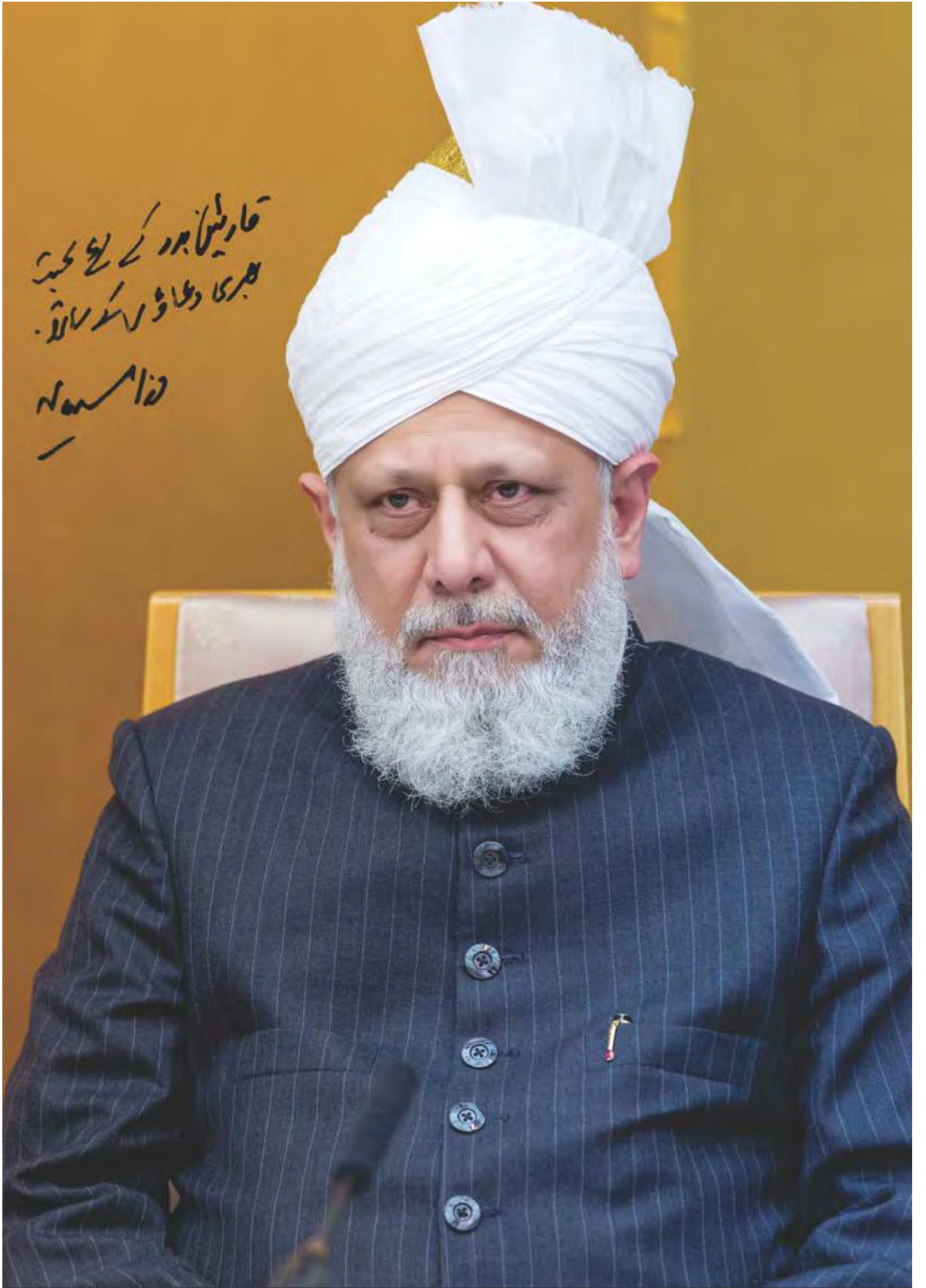
سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خصوصی پیغام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم
وعلی عبدہ المسیح الموعود
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھوالناصر

لندن
27/11/15

پیارے قارئین ہفت روزہ بدر۔قادیان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی ہے کہ ہفت روزہ بدر کو جلسہ سالانہ کے موقع پر ''جماعت احمدیہ اور خدمت قرآن'' کے نام سے ایک خصوصی شمارہ شائع کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔ مجھ سے اس موقع پر پیغام بھجوانے کی درخواست کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ بدر کے اس نمبر کو ہر لحاظ سے خیر و برکت کا موجب بنائے۔ آمین

ہمارے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ کے اس دورِ ''آخرین'' میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو احیائے دین اور قیام شریعت کے لئے مبعوث فرمایا تھا تا کہ خدا تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہانوں کی طرف جو رسول بنا کر بھیجا تھا اس کے سب اغراض و مقاصد آپ کے روحانی فرزند جلیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ پورے فرمائے۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:

اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد حیات میں وہ تمام متفرق ہدایتیں جو حضرت آدم سے حضرت عیسیٰ تک تھیں قرآن شریف میں جمع کی گئیں لیکن مضمون آیت قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں عملی طور پر پورا نہیں ہو سکا کیونکہ کامل اشاعت اس پر موقوف تھی کہ تمام ممالک مختلفہ یعنی ایشیا اور یورپ اور افریقہ اور امریکہ اور آبادیٔ دنیا کے انتہائی گوشوں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی تبلیغ قرآن ہو جاتی اور یہ اس وقت غیر ممکن تھا بلکہ اسوقت تک تو دنیا کی کئی آبادیوں کا ابھی پتہ بھی نہیں لگا تھا اور دور دراز سفروں کے ذرائع ایسے مشکل تھے کہ گویا معدوم تھے۔ بلکہ اگر وہ ساٹھ برس الگ کر دیئے جائیں جو اس عاجز کی عمر کے ہیں تو ۱۲۵۷ ہجری تک بھی اشاعت کے وسائل کاملہ گویا کالعدم تھے اور اس زمانہ تک امریکہ کل اور یورپ کا اکثر حصہ قرآنی تبلیغ اور اس کے دلائل سے بے نصیب رہا ہوا تھا بلکہ دُور دُور ملکوں کے گوشوں میں تو ایسی بے خبری تھی کہ گویا وہ لوگ اسلام کے نام سے بھی ناواقف تھے غرض آیت موصوفہ بالا میں جو فرمایا گیا تھا کہ اے زمین کے باشندو! مَیں تم سب کی طرف رسول ہوں عملی طور پر اس آیت کے مطابق تمام دنیا کو ان دنوں سے پہلے ہرگز تبلیغ نہیں ہو سکی اور نہ اتمام حجت ہوا کیونکہ وسائل اشاعت موجود نہیں تھے۔ اور نیز زبانوں کی اجنبیت سخت روک تھی۔ اور نیز یہ کہ دلائل حقانیت اسلام کی واقفیت اس پر موقوف تھی کہ اسلامی ہدایتیں غیر زبانوں میں ترجمہ ہوں اور یا وہ لوگ خود اسلام کی زبان سے واقفیت پیدا کر لیں۔ اور یہ دونوں امر اس وقت غیر ممکن تھے۔ لیکن قرآن شریف کا یہ فرمانا کہ وَمَنْۢ بَلَغَ یہ امید دلاتا تھا کہ ابھی اور بہت سے لوگ ہیں جو ابھی تبلیغ قرآنی اُن تک نہیں پہنچی۔ ایسا ہی آیت وَّاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ اس بات کو ظاہر کر رہی تھی کہ گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ہدایت کا ذخیرہ کامل ہو گیا مگر ابھی اشاعت ناقص ہے (تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 260 تا 261)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس اقتباس کی روشنی میں یہ دور تبلیغِ قرآنی کا دور ہے۔ اور یہ خدمت آپ کی جماعت کے سپرد کی گئی ہے۔ خدمتِ قرآن کے بنیادی پہلو تو یہی ہیں کہ قرآن کریم کے محاسن سے سب دنیا کو روشناس کرایا جائے۔ قرآن شریف پر ہونے والے اعتراضات اور حملوں کے جواب دیئے جائیں۔ مسلمانوں میں قرآن کریم کے متعلق پائی جانے والی غلطیوں کا ازالہ کیا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ قرآن کریم کے دنیا کی مختلف زبانوں میں تراجم کروا کر شائع کئے جائیں۔ یہ ساری خدمات جماعت احمدیہ خدا کے فضل سے نہایت احسن رنگ میں بجالا رہی ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ساری زندگی قرآن شریف کی خدمت پر کمربستہ رہے اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء کی راہنمائی اور ہدایات کی روشنی میں آپ کی پیاری جماعت خدمتِ قرآن کی عظیم الشان مہم کو جاری رکھے ہوئے ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے وقت کے حالات کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اُس وقت مسلمانوں میں قرآن شریف کے متعلق بہت سے غلط عقیدے پائے جاتے تھے۔ کچھ لوگ سمجھتے تھے کہ قرآن شریف میں تبدیلی ہو

گئی ہے اور اس کے کچھ حصے چھپنے سے رہ گئے ہیں۔ بعض کا یہ عقیدہ تھا کہ قرآن کریم کے کچھ حصے منسوخ ہیں۔ کچھ قرآن کریم کے مضامین کی ترتیب پر اور مضامین کے تکرار پر اعتراض اُٹھاتے تھے۔ اسی طرح کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ قرآن شریف ایک مجمل کتاب ہے اور اس میں محض موٹی موٹی باتیں بیان ہوئی ہیں اور اخلاقی اور تمدنی اور معاشرتی باتوں کی تفصیل نہیں ہے۔ کچھ ایسے ناسمجھ بھی تھے جو قرآن کریم کی تعلیمات کو وقتی سمجھتے تھے۔ اسی طرح بہت سے مسلمان قرآن شریف کو محض ایک متبرک کتاب سمجھتے تھے اور انہوں نے اس کی تلاوت اور مطالب پر غور چھوڑ دیا تھا۔ ان حالات میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک بہادر جرنیل کی صورت میں خدمتِ اسلام اور خدمت قرآن کا علم اُٹھا کر میدان میں اُترے اور آپ نے نہ صرف ان غلط فہمیوں کا ازالہ فرمایا بلکہ قرآن پر کئے جانے والے ہر قسم کے اعتراضات کا ٹھوس دلائل کے ساتھ جواب دیا۔ آپ نے قرآن کریم کی تعلیمات اور اس کے مضامین لوگوں کو سمجھائے اور اپنی کتاب ''برکات الدعا'' میں قرآن کریم کی تفسیر کے بنیادی اصول بھی بیان فرمائے۔ نیز آپ نے اپنی تحریرات میں قرآن کریم کے محاسن کو ایسی عمدگی سے بیان فرمایا کہ اس وقت کے مشہور ترین مسلمان علماء آپ کی اس خدمت قرآن پر یہ کہتے ہوئے عش عش کر اُٹھے کہ گزشتہ تیرہ صدیوں میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی جانشینی میں آپ کے خلفاء نے بھی قرآن کریم اور اسلامی تعلیمات کی سب دنیا میں تبلیغ کو ہمیشہ مقدم رکھا ہے اور اس مقصد کے حصول کے لئے دنیا کی مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کی اشاعت کے کام پر خاص توجہ دی ہے۔ چنانچہ اب تک خدا کے فضل سے دنیا کی 70 سے زائد زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم پر کام مکمل ہو چکا ہے اور خلیفۂ وقت کی رہنمائی میں بڑے تواتر کے ساتھ اور منظم طریق پر جماعت یہ کام جاری رکھے ہوئے ہے۔ لاریب یہ ایسی خدمت ہے کہ سارے عالمِ اسلام کو مل کر بھی اس انداز کی خدمتِ قرآن کی توفیق نصیب نہیں ہوئی۔

پس ہم تو انشاء اللہ آئندہ بھی قرآن کریم کی نشر و اشاعت کا کام کرتے رہیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے پاک کلام کے تراجم دنیا کے چپے چپے پر عام کر دیئے جائیں تاکہ زیادہ سے زیادہ سعید روحیں جلد تر اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے دیگر مسلمان بھائی بھی ذرا غور کریں کہ انہیں ایسی خدمت کی توفیق کیوں نہیں مل رہی۔ اس کی بنیادی وجہ صرف یہی نظر آتی ہے کہ وہ اُس خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے منکر ہیں جس کی خبر ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔ کیونکہ قرآن کریم اور احادیث سے یہی پتہ چلتا ہے کہ اسلام اور قرآن شریف کی تعلیمات کی سب دنیا میں اشاعت حضرت مسیح موعود اور آپ کے بعد خلافت احمدیہ ہی کے ذریعہ مقدر کی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اتمام نعمت کی صورتیں دراصل دو ہیں۔ اوّل تکمیل ہدایت دوم تکمیل اشاعتِ ہدایت۔ اب تم غور کر کے دیکھو تکمیل ہدایت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کامل طور پر ہو چکی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مقدر کیا تھا کہ تکمیل اشاعت ہدایت کا زمانہ دوسرا زمانہ ہو جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بروزی رنگ میں ظہور فرماویں اور وہ زمانہ مسیح موعود اور مہدی کا زمانہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (الصف: 10) اس شان میں فرمایا گیا ہے۔ تمام مفسرین نے بالاتفاق اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ یہ آیت مسیح موعود کے زمانہ سے متعلق ہے۔'' (ملفوظات جلد 2 صفحہ 134)

پس آج ہم سب دنیا کے مسلمانوں کو یہ دعوت دیتے ہیں کہ آئیں اور اس زمانہ کے امام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں داخل ہو جائیں اور آپ کی جانشینی میں قائم خلافت احمدیہ کی بیعت میں آ کر خدمت قرآن کے کاموں میں ہمارے ساتھ شامل ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ عامۃ المسلمین کو ہماری یہ دعوت قبول کرنے کی توفیق دے اور ہمیں یہ توفیق عطا فرمائے کہ ہم آئندہ بھی خدمت قرآن کا علم پہلے سے بڑھ کر بلند سے بلند تر کرتے چلے جائیں۔ اور ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ غلبہ اسلام کا الٰہی وعدہ جلد تر اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں۔

والسلام

خاکسار

مرزا مسرور

(مرزا مسرور احمد)

خلیفۃ المسیح الخامس

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

"ہر طبقے اور ہر مزاج تک قرآن کا پیغام پہنچائیں"

قارئین اخبار بدر و احبابِ جماعت احمدیہ کو جلسہ سالانہ قادیان 2015 بہت بہت مبارک ہو۔ قارئین کرام کو علم ہے کہ جلسہ سالانہ قادیان کے موقع پر ادارہ بدر کو اخبار کا خصوصی شمارہ شائع کرنے کی توفیق ملتی ہے۔ اس خصوصی شمارہ کے لئے حضور پُرنُور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ''جماعت احمدیہ اور خدمتِ قرآن'' کے عنوان کی منظوری مرحمت فرمائی ہے اور باوجود بے انتہا مصروفیت کے آپ نے قارئین اخبار بدر کے لئے بصیرت افروز و رُوح پرور پیغام بھی عنایت فرمایا ہے۔ اس کے لئے ہم حضور پُرنُور ایدہ اللہ تعالیٰ کے بے حد مشکور ہیں۔ آپ کا پیغام اس شمارہ کی خاص زینت ہے۔ اللہ تعالیٰ پیارے آقا کی ہر آن تائید و نصرت فرماتا چلا جائے اور ہمیں حضور کے منشاء کے مطابق اپنی زندگیاں گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

جماعت احمدیہ مسلمہ دراصل حقیقی اسلام کا ہی دوسرا نام ہے کیونکہ اللہ اور اس کے رسول سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق ہی اس کا قیام عمل میں آیا۔ اللہ تعالیٰ نے جیسا کہ اس کا وعدہ تھا سیّدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو اس زمانے کا امام مہدی و مسیح موعود بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپؑ نے 1889ء میں جماعت کی بنیاد رکھی۔ آج جماعت احمدیہ مسلمہ کے قیام کو 126 سال ہو گئے۔ تب سے لیکر اب تک جماعت احمدیہ بحیثیت مجموعی خدمتِ قرآن میں لگی ہوئی ہے۔ بحیثیت مجموعی سے ہماری مراد یہ ہے کہ ہزاروں کی تعداد میں جماعت کے نہایت نہایت قابل احترام مبلغین و معلمین ہیں اُن کا تو یہ فرض منصبی ہے ہی، لیکن افرادِ جماعت بھی اپنے اپنے دائرہ میں اپنی اپنی استطاعت کے مطابق خدمتِ قرآن میں مصروف ہیں۔ یہ جماعت کی طاقت کا ایک خاص راز ہے کہ اس کا ہر فرد مبلّغِ اسلام اور مبلّغِ قرآن ہے۔ اس راز کا تو جماعت کے ہر فرد کو علم ہے اس لئے ہم ان سے کیا عرض کریں، ہاں اس موقع پر ہم اپنے غیر احمدی بھائیوں کی خدمت میں نہایت ادب سے عرض کرتے ہیں، جو ہمیں کافر کہتے ہیں اور اسلام کا دشمن سمجھتے ہیں، کہ جماعت احمدیہ 126 سال سے خدمتِ قرآن میں مصروف ہے۔ اور آج اگر دنیا میں حقیقی رنگ میں کوئی خدمتِ قرآن مجید پر کمر بستہ ہے تو وہ جماعت احمدیہ ہی ہے۔

ہمارے غیر احمدی بھائیوں کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ پیارے آقا سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی ''کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ وَاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ'' اور پیشگوئی ''اِنَّ لِمَھْدِیِّنَا اٰیَتَیْنِ'' کے مطابق اور قرآن مجید کی پیشگوئی ''وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ'' اور پیشگوئی ''لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ'' کے مطابق اسلام کا غلبہ امام مہدی اور مسیح موعود کی جماعت سے ہی وابستہ ہے۔ پس پوری دُنیا میں اسلام کا غلبہ جس جماعت سے وابستہ ہے، اشاعتِ اسلام اور خدمتِ قرآن کی توفیق بھی اُسی جماعت کو ملنی تھی۔ کسی اَور کو یہ توفیق ہرگز نہیں مل سکتی تھی۔ چنانچہ آج جماعت احمدیہ پوری دُنیا میں خدمتِ اسلام اور خدمتِ قرآن کا جو عظیم الشان کام کر رہی ہے اس سے صاف ثابت ہے کہ یہی امام مہدی اور مسیح موعود کی جماعت ہے۔ پس یہ دونوں باتیں لازم و ملزوم ہیں۔ جو امام مہدیؑ و مسیح موعودؑ کی جماعت ہوگی وہی خدمتِ قرآن کرے گی اور جو خدمتِ قرآن کرے گی وہ امام مہدیؑ و مسیح موعودؑ کی جماعت ہوگی۔ پس ہمارا یہ چیلنج ہے، کوئی ثابت کرکے دکھائے کہ اسلام کے کسی بھی فرقہ کو جماعت احمدیہ سے زیادہ خدمتِ اسلام اور خدمتِ قرآن کی توفیق مل رہی ہو۔ اگر کوئی ایسا کرنا چاہے گا تو اُسے ندامت اور شرمندگی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

جماعتِ احمدیہ کی خدمتِ قرآن کا عظیم الشان کارنامہ جیسا کہ ذکر کیا گیا اس کی 126 سالہ تاریخ پر محیط ہے، جسے چند صفحات میں سمیٹا نہیں جا سکتا تھا۔ قارئین جب اس خصوصی شمارہ کی ورق گردانی کریں گے تو انہیں احساس ہوگا کہ یہ بھی آنا چاہئے تھا اور وہ بھی۔ ہم نے جماعت احمدیہ کی خدمتِ قرآن کی ایک ادنیٰ جھلک پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہمیں اس امر کا اعتراف ہے کہ بہت سے عناوین جو آنے چاہئے تھے نہیں آ سکے۔

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں :

اس زمانے میں قرآن کریم کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے آپ سے کام لیا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کام لیا ہے اور یہی کام ہر احمدی کا ہے کہ ہر طبقے اور ہر مزاج تک اس پیغام کو پہنچائیں اور ہر جگہ اس کام کو سرانجام دیتے ہوئے آپ علیہ السلام کی بیعت میں آنے کا حق ادا کریں۔

نیز فرمایا : یہ قرآن کریم ہے اور صرف قرآن کریم ہے جو امن اور سلامتی پھیلانے کی اور شدت پسندی کے خاتمے کی تعلیم دیتا ہے۔ پس اس تعلیم کا اِدراک حاصل کرنے کی ہر ایک کو ضرورت ہے اس تعلیم کو اپنے اوپر لاگو کرنے کی ضرورت ہے۔ اس تعلیم پر عمل کریں اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اپنے عملی نمونوں سے دُنیا کو بتائیں کہ آج قرآن کریم کی حفاظت کے کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں توفیق بخشی ہے اور یہ اس کا فضل ہے۔ قرآن کریم کی صحیح تفسیر اور تشریح ہی اس کی معنوی حفاظت ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھیجا ہے اور ہمیں آپ علیہ السلام کو ماننے کی توفیق دے کر اس کام کے لئے ہمیں چن لیا...... پس یہ خوبصورت تعلیم دنیا میں پھیلانے کا کام سرانجام دینا ہر احمدی کی ذمہ داری ہے اور اس ذمہ داری کی ادائیگی کے لئے ہر احمدی لڑکے لڑکی مرد عورت کو کوشش کرنی چاہئے۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ 11 دسمبر 2015)

اللہ تعالیٰ ہمیں حضور پُرنُور ایدہ اللہ کے ارشاد کے مطابق اپنا عملی نمونہ قرآن مجید کے مطابق بنانے اور دُنیا کے کونے کونے اور چپے چپے میں قرآن مجید کی امن بخش تعلیم کو پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ (منصور احمد مسرور)

"جماعت احمدیہ اور خدمت قرآن نمبر"

فہرست مضامین

★★★ ★★★ ★★★

قرآن مجید کا عظیم الشان مقام و مرتبہ
قرآن مجید کی آیاتِ بیّنات کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن مجید کی لفظی و معنوی حفاظت کا وعدہ

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ۝ (الحجر : 10)

ترجمہ :: یقیناً ہم نے ہی یہ ذکر اُتارا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

نوٹ: حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تشریح میں اپنے ترجمۃ القرآن کے فوٹ نوٹ میں فرماتے ہیں : ’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کی حفاظت کا جو وعدہ فرمایا گیا ہے یہ ابدی ہے۔ جب بھی قرآن کی طرف غلط معنے منسوب کئے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے کسی روحانی وجود کو اُن کی اصلاح کے لئے مبعوث فرما دیتا ہے۔‘‘

قرآن مجید کے مطالب و معانی زمانہ کی ضرورت کے مطابق نازل ہوتے رہتے ہیں

وَ اِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا عِنۡدَنَا خَزَآئِنُہٗ ۫ وَ مَا نُنَزِّلُہٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعۡلُوۡمٍ (الحجر : 22)

ترجمہ :: اور کوئی چیز نہیں مگر ہمارے پاس اس کے خزانے ہیں اور ہم اسے نازل نہیں کرتے مگر ایک معلوم اندازے کے مطابق۔

کوئی بھی چیز قرآن کریم سے باہر نہیں رکھی گئی

مَا فَرَّطۡنَا فِی الۡکِتٰبِ مِنۡ شَیۡءٍ (الانعام : 39)

ترجمہ :: ہم نے کتاب میں کوئی چیز بھی نظر انداز نہیں کی۔

قرآن مجید کا ایک شعشہ بھی منسوخ نہیں

مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰیَۃٍ اَوۡ نُنۡسِہَا نَاۡتِ بِخَیۡرٍ مِّنۡہَاۤ اَوۡ مِثۡلِہَا ؕ اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ۝ (البقرہ : 107)

ترجمہ :: جو آیت بھی ہم منسوخ کر دیں یا اُسے بھلا دیں، اُس سے بہتر یا اُس جیسی ضرور لے آتے ہیں کیا تُو نہیں جانتا کہ اللہ ہر چیز پر جسے وہ چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے۔

قرآن مجید میں کوئی اختلاف نہیں

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ ؕ وَ لَوۡ کَانَ مِنۡ عِنۡدِ غَیۡرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوۡا فِیۡہِ اخۡتِلَافًا کَثِیۡرًا۝ (النساء : 83)

ترجمہ :: پس کیا وہ قرآن پر تدبّر نہیں کرتے حالانکہ اگر وہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔

وَ اِنَّہٗ لَتَنۡزِیۡلُ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝ نَزَلَ بِہِ الرُّوۡحُ الۡاَمِیۡنُ ۝ عَلٰی قَلۡبِکَ لِتَکُوۡنَ مِنَ الۡمُنۡذِرِیۡنَ ۝ بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیۡنٍ ۝ (الشعراء : 193 تا 196)

ترجمہ :: اور یقیناً یہ تمام جہانوں کے ربّ کی طرف سے اتارا ہوا (کلام) ہے۔ جسے روح الامین لے کر اُترا ہے۔ تیرے دل پر تا کہ تو ڈرانے والوں میں سے ہو جائے۔ کھلی کھلی عربی زبان میں (ہے)۔

قرآن مجید افتراء نہیں ہے

وَ مَا کَانَ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنُ اَنۡ یُّفۡتَرٰی مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ وَ لٰکِنۡ تَصۡدِیۡقَ الَّذِیۡ بَیۡنَ یَدَیۡہِ وَ تَفۡصِیۡلَ الۡکِتٰبِ لَا رَیۡبَ فِیۡہِ مِنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ۝ (یونس: 38)

ترجمہ :: اور یہ قرآن ایسا نہیں کہ اللہ سے الگ رہ کر (محض) افترا کر لیا جائے لیکن یہ اس کی تصدیق (کرتا) ہے جو اس کے سامنے ہے اور اس کتاب کی تفصیل ہے جس میں کوئی شک نہیں ربّ العالمین کی طرف سے ہے۔

قرآن کریم بے نظیر کتاب ہے

قُلۡ لَّئِنِ اجۡتَمَعَتِ الۡاِنۡسُ وَ الۡجِنُّ عَلٰۤی اَنۡ یَّاۡتُوۡا بِمِثۡلِ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لَا یَاۡتُوۡنَ بِمِثۡلِہٖ وَ لَوۡ کَانَ بَعۡضُہُمۡ لِبَعۡضٍ ظَہِیۡرًا۝ (بنی اسرائیل :89)

ترجمہ :: تُو کہہ دے کہ اگر جنّ و انس سب اکٹھے ہو جائیں کہ اس قرآن کی مثل لے آئیں تو وہ اس کی مثل نہیں لا سکیں گے خواہ ان میں سے بعض بعض کے مددگار ہوں۔

قرآن مجید بہترین ہدایت دینے والی کتاب ہے

اِنَّ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنَ یَہۡدِیۡ لِلَّتِیۡ ہِیَ اَقۡوَمُ وَ یُبَشِّرُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ الَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَہُمۡ اَجۡرًا کَبِیۡرًا۝ (بنی اسرائیل : 10)

ترجمہ :: یقیناً یہ قرآن اس (راہ) کی طرف ہدایت دیتا ہے جو سب سے زیادہ قائم رہنے والی ہے اور اُن مومنوں کو جو نیک کام کرتے ہیں بشارت دیتا ہے کہ اُن کے لئے بہت بڑا اجر (مقدر) ہے۔

قرآن مجید مومنین کے لئے شفاء اور رحمت ہے

وَ نُنَزِّلُ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ مَا ہُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحۡمَۃٌ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۙ وَ لَا یَزِیۡدُ الظّٰلِمِیۡنَ اِلَّا خَسَارًا۝ (بنی اسرائیل : 83)

ترجمہ :: اور ہم قرآن میں سے وہ نازل کرتے ہیں جو شفاء ہے اور مومنوں کے لئے رحمت ہے اور وہ ظالموں کو گھاٹے کے سوا کسی اور چیز میں نہیں بڑھاتا۔

قرآن مجید ایک عظیم فصیح و بلیغ کتاب ہے جس میں کوئی کجی نہیں

وَ لَقَدۡ ضَرَبۡنَا لِلنَّاسِ فِیۡ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنِ مِنۡ کُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّہُمۡ یَتَذَکَّرُوۡنَ۝ قُرۡاٰنًا عَرَبِیًّا غَیۡرَ ذِیۡ عِوَجٍ لَّعَلَّہُمۡ یَتَّقُوۡنَ۝ (الزمر : 28،29)

ترجمہ :: اور یقیناً ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لئے ہر قسم کی مثال بیان کر دی ہے تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ ایک عظیم فصیح و بلیغ قرآن جس میں کوئی کجی نہیں، تا کہ وہ تقویٰ اختیار کریں۔

......★......★......★......

قرآن مجید کا عظیم الشان مقام و مرتبہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کی روشنی میں

✡ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ ۔

(بخاری کتاب فضائل القراٰن باب خیرکم من تعلم القرآن)

حضرت عثمان بن عفانؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن کریم سیکھتا اور دوسروں کو سکھاتا ہے۔

✡ عَلَیْکُمْ بِالْقُرْاٰنِ فَاتَّخِذُوْہُ اِمَامًا وَّ قَائِدًا ، فَاِنَّہٗ کَلَامُ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ الَّذِیْ ھُوَ مِنْہُ وَاِلَیْہِ یَعُوْدُ. فَاٰمِنُوْا بِمُتَشَابِھِہٖ وَاعْتَبِرُوْا بِاَمْثَالِہٖ۔

(کنزل العمال کتاب الاذکار من قسم الاقوال الباب السابع، الفصل الاوّل فی فضائل تلاوت القرآن)

ترجمہ :: تم قرآن کو لازم پکڑو اور اس کو امام اور قائد بنالو کیونکہ یہ ربّ العالمین کا کلام ہے جو اسی سے نکلا ہے اور اسی کی طرف لوٹ جائے گا۔ پس اس کے متشابہ پر ایمان لاؤ اور اس کی مثالوں سے عبرت و سبق حاصل کرو۔

✡ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ اِذَا دَخَلَ الْجَنَّۃَ اِقْرَأْ وَاصْعَدْ فَیَقْرَأُ وَیَصْعَدُ بِکُلِّ اٰیَۃٍ دَرَجَۃً حَتّٰی یَقْرَأَ اٰخِرَ شَیْءٍ مَعَہٗ۔ (سنن ابن ماجہ کتاب الادب باب ثواب القرآن)

ترجمہ :: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حافظ قرآن جنت میں داخل ہوگا تو اس سے کہا جائے گا کہ تم قرآن کریم کی تلاوت کرتے جاؤ اور بلندیٔ درجات حاصل کرتے جاؤ پس وہ قرآن کریم کی تلاوت کرتا جائے گا اور درجات میں بلندی کی منازل طے کرتا جائے گا حتی کہ آخری آیت کی تلاوت تک جو اسے یاد ہوگی وہ بلندی درجات حاصل کرتا چلا جائے گا۔

✡ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : اِنَّ الَّذِیْ لَیْسَ فِیْ جَوْفِہٖ شَیْءٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ کَالْبَیْتِ الْخَرِبِ

(ترمذی فضائل القراٰن باب من قرأ حرفاً)

حضرت ابنِ عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسکو قرآن کریم کا کچھ حصہ بھی یاد نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے۔

✡ عَنْ رَافِعِ بْنِ الْمُعَلّٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : اَلَا اُعَلِّمُكَ اَعْظَمَ سُوْرَۃٍ فِی الْقُرْاٰنِ قَبْلَ اَنْ تَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ؟ فَاَخَذَ بِیَدِیْ فَلَمَّا اَرَدْنَا اَنْ نَخْرُجَ قُلْتُ : یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّكَ ! اِنَّكَ قُلْتَ لَاُعَلِّمَنَّكَ اَعْظَمَ سُوْرَۃٍ فِی الْقُرْاٰنِ، قَالَ : اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ھِیَ السَّبْعُ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِیْمُ الَّذِیْ اُوْتِیْتُہٗ ۔

(بخاری کتاب فضائل القراٰن باب فضل فاتحۃ الکتاب)

حضرت رافع بن معلّیؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا۔ کیا میں تجھے مسجد سے نکلنے سے پہلے قرآن مجید کی سب سے بڑی سورۃ نہ سکھاؤں۔ پھر آپؐ نے میرا ہاتھ پکڑا۔ جب ہم باہر نکلنے لگے تو میں نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ نے قرآن کریم کی سب سے بڑی سورۃ مجھے سکھانے کے متعلق فرمایا تھا۔ اس پر آپؐ نے کہا یہ سورۃ اَلْحَمْد ہے، یہ سبعِ مثانی ہے۔ یعنی اس کی سات آیتیں بار بار نازل ہوئیں اور بار بار پڑھی جائیں گی۔ یہی وہ قرآنِ عظیم ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔

✡ عَنْ بَشِیْرِ بْنِ عَبْدِ الْمُنْذِرِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنْ لَمْ یَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ فَلَیْسَ مِنَّا ۔

(ابوداؤد کتاب الصّلٰوۃ باب کیف یستحب الترتیل فی القراءۃ)

حضرت بشیرؓ بن عبدالمنذر بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قرآن مجید خوش الحانی سے اور سنوار کر نہیں پڑھتا اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

✡ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ الْاُتْرُجَّۃِ رِیْحُھَا طَیِّبٌ وَطَعْمُھَا طَیِّبٌ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ لَا یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ التَّمْرَۃِ طَعْمُھَا طَیِّبٌ وَلَا رِیْحَ لَھَا وَمَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ کَمَثَلِ الرَّیْحَانَۃِ رِیْحُھَا طَیِّبٌ وَطَعْمُھَا مُرٌّ وَّمَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِیْ لَا یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ کَمَثَلِ الْحَنْظَلَۃِ طَعْمُھَا مُرٌّ وَلَا رِیْحَ لَھَا ۔ (ابوداؤد کتاب الادب باب من یؤمران یجالس)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن کریم پڑھنے والے مومن کی مثال نارنگی کی سی ہے کہ جس کا مزہ بھی اچھا ہوتا ہے اور خوشبو بھی عمدہ ہوتی ہے اور اس مومن کی مثال جو قرآن کریم کی تلاوت نہیں کرتا وہ کھجور کی طرح ہے کہ اس کا مزہ تو اچھا ہے لیکن اسکی خوشبو نہیں ہوتی۔ اور اس فاجر کی مثال جو قرآن کریم کی تلاوت کا عادی ہے گلِ ریحان کی طرح ہے جس کی خوشبو تو اچھی ہوتی ہے لیکن اس کا مزہ کڑوا ہوتا ہے اور اس فاجر کی مثال جو قرآن کریم نہیں پڑھتا حَنظَل کی طرح ہے جس میں مہک اور خوشبو بھی نہیں ہوتی اور اس کا مزہ بھی تلخ اور کڑوا ہوتا ہے۔

✡ لَا حَسَدَ اِلَّا فِی اثْنَتَیْنِ رَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ الْقُرْاٰنَ فَھُوَ یَتْلُوْہُ اٰنَاءَ اللَّیْلِ وَاٰنَآءَ النَّھَارِ وَرَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ مَالًا فَھُوَ یُنْفِقُہٗ اٰنَاءَ اللَّیْلِ وَاٰنَاءَ النَّھَارِ

(بخاری کتاب التوحید، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم رَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ الْقُرْاٰنَ فَھُوَ یَقُوْمُ بِہٖ)

ترجمہ :: دو شخص قابل رشک ہیں ایک وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی نعمت عطا فرمائی ہو اور وہ رات اور دن کی مختلف گھڑیوں میں اس کی تلاوت کرتا ہے اور دوسرا وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مالی فراخی عطا فرمائی ہو اور وہ اس سے رات دن اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔

✡ مَنْ قَرَاَ الْقُرْاٰنَ وَعَمِلَ بِمَا فِیْہِ اُلْبِسَ وَالِدَاہُ تَاجًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ضَوْءُہٗ اَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِیْ بُیُوْتِ الدُّنْیَا لَوْ کَانَتْ فِیْکُمْ فَمَا ظَنُّکُمْ بِالَّذِیْ عَمِلَ بِھٰذَا ۔ (سنن ابی داؤد کتاب الوتر باب فی ثواب قرأۃ القرآن)

ترجمہ :: جس نے قرآن کریم پڑھا اور اس پر عمل کیا قیامت کے دن اس کے والدین کو ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی اس سورج سے بھی زیادہ ہوگی جو دُنیاوی گھروں کو روشن کرتا ہے اور اگر تمہارے پاس یہ سورج ہو اور اس کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جو اس قرآن کریم پر عمل کرتا ہو۔

……★……★……★……

قرآن مجید کا عظیم الشان مقام و مرتبہ

سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کے پاکیزہ کلمات کی روشنی میں

یہ تو ظاہر ہے کہ ہر ایک چیز کی بڑی خوبی یہی سمجھی جائے گی کہ جس غرض کے پورا کرنے کے لئے وہ وضع کی گئی ہے اُس غرض کو بوجہ احسن پوری کر سکے مثلاً اگر کسی بیل کو قلبہ رانی کے لئے خریدا گیا ہے تو اُس بیل کی یہی خوبی دیکھی جائے گی کہ وہ بیل قلبہ رانی کے کام کو بوجہ احسن ادا کر سکے اسی طرح ظاہر ہے کہ اصلی غرض آسمانی کتاب کی یہی ہونی چاہئے کہ اپنے پیروی کرنے والے کو اپنی تعلیم اور تاثیر اور قوت اصلاح اور اپنی رُوحانی خاصیت سے ہر ایک گناہ اور گندی زندگی سے چھڑا کر ایک پاک زندگی عطا فرماوے اور پھر پاک کرنے کے بعد خدا کی شناخت کے لئے ایک کامل بصیرت عطا کرے اور اُس ذات بے مثل کے ساتھ جو تمام خوشیوں کا سرچشمہ ہے محبت اور عشق کا تعلق بخشے کیونکہ درحقیقت یہی محبت نجات کی جڑھ ہے اور یہی وہ بہشت ہے جس میں داخل ہونے کے بعد تمام کوفت اور تلخی اور رنج و عذاب دُور ہو جاتا ہے اور بلاشبہ زندہ اور کامل کتاب الہامی وہی ہے جو طالب خدا کو اِس مقصود تک پہنچاوے اور اُس کو سفلی زندگی سے نجات دے کر اس محبوب حقیقی سے ملاوے جس کا وصال عین نجات ہے اور تمام شکوک وشبہات سے مَخلصی بخش کر ایسی کامل معرفت اس کو عطا کرے کہ گویا وہ اپنے خدا کو دیکھ لے اور خدا کے ساتھ ایسے مستحکم تعلقات اُس کو بخش دے کہ وہ خدا کا وفادار بندہ بن جائے............

غرض ایک عقلمند اور منصف مزاج آدمی کے نزدیک اس بات کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں ہے کہ خدا کی کتاب کا فرض یہی ہے کہ وہ خدا کو ملاوے اور خدا کی ہستی کے بارہ میں یقین کے درجہ تک پہنچاوے اور خدا کی عظمت اور ہیبت دل میں بٹھا کر گناہ کے ارتکاب سے روک دے ورنہ ہم ایسی کتاب کو کیا کریں جو نہ دل کا گند دور کر سکتی ہے اور نہ ایسی پاک اور کامل معرفت بخش سکتی ہے جو گناہ سے نفرت کرنے کا موجب ہو سکے۔ یاد رہے کہ گناہ کی رغبت کا جذام نہایت خطرناک جذام ہے اور یہ جذام کسی طرح دور ہی نہیں ہو سکتا جب تک کہ خدا کی زندہ معرفت کی تجلیات اور اُس کی ہیبت اور عظمت اور قدرت کے نشان بارش کی طرح وارد نہ ہوں اور جب تک کہ انسان خدا کو اُس کی مہیب طاقتوں کے ساتھ ایسا نزدیک نہ دیکھے جیسے وہ بکری کہ جب شیر کو دیکھتی ہے کہ صرف وہ اُس سے دو قدم کے فاصلہ پر ہے انسان کو یہ ضرورت ہے کہ وہ گناہ کے مہلک جذبات سے پاک ہو اور اس قدر خدا کی عظمت اُس کے دل میں بیٹھ جائے کہ وہ بے اختیار کرنے والی نفسانی شہوات کی خواہش کہ جو بجلی کی طرح اس پر گرتی اور اس کے تقویٰ کے سرمایہ کو ایک دم میں جلا دیتی ہے وہ دور ہو جاوے............

اِسلئے میں ہر ایک پر یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ وہ کتاب جو ان ضرورتوں کو پورا کرتی ہے وہ قرآن شریف ہے اُس کے ذریعہ سے خدا کی طرف انسان کو ایک کشش پیدا ہو جاتی ہے اور دُنیا کی محبت سرد ہو جاتی ہے اور وہ خدا جو نہایت نہاں در نہاں ہے اُس کی پیروی سے آخر کار اپنے تئیں ظاہر کرتا ہے اور وہ قادر جس کی قدرتوں کو غیر قومیں نہیں جانتیں قرآن کی پیروی کرنے والے انسان کو خدا خود دکھا دیتا ہے اور عالم ملکوت کا اُس کو سیر کراتا ہے اور اپنے اَنَا الْمَوْجُوْد ہونے کی آواز سے آپ اپنی ہستی کی اُس کو خبر دیتا ہے............

ہمارا مشاہدہ اور تجربہ اور اُن سب کا جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں اس بات کا گواہ ہے کہ قرآن شریف اپنی رُوحانی خاصیت اور اپنی ذاتی روشنی سے اپنے سچے پیرو کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور اُس کے دل کو منور کرتا ہے اور پھر بڑے بڑے نشان دکھلا کر خدا سے ایسے تعلقات مستحکم بخش دیتا ہے کہ وہ ایسی تلوار سے بھی ٹوٹ نہیں سکتے جو ٹکڑہ ٹکڑہ کرنا چاہتی ہے۔ وہ دل کی آنکھ کھولتا ہے اور گناہ کے گندے چشمہ کو بند کرتا ہے اور خدا کے لذیذ مکالمہ مخاطبہ سے شرف بخشتا ہے اور علوم غیب عطا فرماتا ہے اور دُعا قبول کرنے پر اپنے کلام سے اطلاع دیتا ہے اور ہر ایک جو اُس شخص سے مقابلہ کرے جو قرآن شریف کا سچا پیرو ہے خدا اپنے ہیبت ناک نشانوں کے ساتھ اس پر ظاہر کر دیتا ہے کہ وہ اُس بندہ کے ساتھ ہے جو اس کے کلام کی پیروی کرتا ہے۔ (روحانی خزائن جلد 23، چشمہ معرفت صفحہ 291 تا 295)

سب سے سیدھی راہ اور بڑا ذریعہ جو انوار یقین اور تواتر سے بھرا ہوا اور ہماری روحانی بھلائی اور ترقی علمی کے لئے کامل رہنما ہے قرآن کریم ہے جو تمام دنیا کے دینی نزاعوں کے فیصل کرنے کا متکفل ہو کر آیا ہے جس کی آیت آیت اور لفظ لفظ ہزارہا طور کا تواتر اپنے ساتھ رکھتی ہے اور جس میں بہت سا آبِ حیات ہماری زندگی کے لئے بھرا ہوا ہے اور بہت سے نادر اور بیش قیمت جواہر اپنے اندر مخفی رکھتا ہے جو ہر روز ظاہر ہوتے جاتے ہیں۔ یہی ایک عمدہ محک ہے جس کے ذریعہ سے ہم راستی اور ناراستی میں فرق کر سکتے ہیں۔ یہی ایک روشن چراغ ہے جو عین سچائی کی راہیں دکھاتا ہے۔ بلا شبہ جن لوگوں کو راہ راست سے مناسبت اور ایک قسم کا رشتہ ہے اُن کا دل قرآن شریف کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے اور خدائے کریم نے اُن کے دل ہی اس طرح کے بنا رکھے ہیں کہ وہ عاشق کی طرح اپنے اس محبوب کی طرف جھکتے ہیں اور بغیر اس کے کسی جگہ قرار نہیں پکڑتے اور اس سے ایک صاف اور صریح بات سن کر پھر کسی دوسرے کی نہیں سنتے اس کی ہر یک صداقت کو خوشی سے اور دوڑ کر قبول کر لیتے ہیں اور آخر وہی ہے جو موجب اشراق اور روشن ضمیری کا ہو جاتا ہے اور عجیب در عجیب انکشافات کا ذریعہ ٹھہرتا ہے اور ہر یک کو حسب استعداد معراج ترقی پر پہنچاتا ہے۔ راستبازوں کو قرآن کریم کے انوار کے نیچے چلنے کی ہمیشہ حاجت رہی ہے اور جب کبھی کسی حالتِ جدیدہ زمانہ نے اسلام کو کسی دوسرے مذہب کے ساتھ ٹکرا دیا ہے تو وہ تیز اور کارگر ہتھیار جو فی الفور کام آیا ہے قرآن کریم ہی ہے۔ ایسا ہی جب کہیں فلسفی خیالات مخالفانہ طور پر شائع ہوتے رہے تو اس خبیث پودہ کی بیخ کنی آخر قرآن کریم ہی نے کی اور ایسا اس کو حقیر اور ذلیل کر کے دکھلا دیا کہ ناظرین کے آگے آئینہ رکھ دیا کہ سچا فلسفہ یہ ہے نہ وہ۔ حال کے زمانہ میں بھی جب اوّل عیسائی واعظوں نے سر اُٹھایا اور بدفہم اور نادان لوگوں کو توحید سے کھینچ کر ایک عاجز بندہ کا پرستار بنانا چاہا اور اپنے مغشوش طریق کو سوفسطائی تقریروں سے آراستہ کر کے اُن کے آگے رکھ دیا اور ایک طوفان ملک ہند میں برپا کر دیا آخر قرآن کریم ہی تھا جس نے انہیں پسپا کیا کہ اب وہ لوگ کسی باخبر آدمی کو منہ بھی نہیں دکھلا سکتے اور اُن کے لمبے چوڑے عذرات کو یُوں الگ کر کے رکھ دیا جس طرح کوئی کاغذ کا تختہ لپیٹے۔

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 381-382)

خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔ افسوس اُن لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اُس پر مقدم رکھتے ہیں۔ تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدّق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے۔ اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلاواسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک

نہ ہوتے۔ اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں دی گئی۔ اگر بجائے توریت کے یہودیوں کو دی جاتی تو بعض فرقے ان کے قیامت سے منکر نہ ہوتے۔ پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے۔ یہ بڑی دولت ہے۔ اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی۔ قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔ انجیل کا لانے والا وہ روح القدس تھا جو کبوتر کی شکل پر ظاہر ہوا۔ جو ایک ضعیف اور کمزور جانور ہے جس کو بلی بھی پکڑ سکتی ہے۔ اسی لئے عیسائی دن بدن کمزوری کے گڑھے میں پڑتے گئے اور روحانیت ان میں باقی نہ رہی۔ کیونکہ تمام ان کے ایمان کا مدار کبوتر پر تھا۔ مگر قرآن کا روح القدس اس عظیم الشان شکل میں ظاہر ہوا تھا جس نے زمین سے لیکر آسمان تک اپنے وجود سے تمام ارض وسما کو بھر دیا تھا۔ پس کجا وہ کبوتر اور کجا یہ تجلّی عظیم جس کا قرآن شریف میں بھی ذکر ہے۔ قرآن ایک ہفتہ میں انسان کو پاک کر سکتا ہے اگر صوری یا معنوی اعراض نہ ہو۔ قرآن تم کو نبیوں کی طرح کر سکتا ہے اگر تم خود اس سے نہ بھاگو۔ بجز قرآن کس کتاب نے اپنی ابتدا میں ہی اپنے پڑھنے والوں کو یہ دعا سکھلائی اور یہ اُمید دی کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ یعنی ہمیں اپنی ان نعمتوں کی راہ دکھلا جو پہلوں کو دکھلائی گئی جو نبی اور رسول اور صدیق اور شہید اور صالح تھے پس اپنی ہمتیں بلند کر لو اور قرآن کی دعوت کو ردّ مت کرو۔ وہ تمہیں وہ نعمتیں دینا چاہتا ہے جو پہلوں کو دی تھیں۔

(کشتی نوح، صفحہ 24-25)

۞ قرآن شریف نے تمہارے لئے بہت پاک احکام لکھے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ تم شرک سے بکلی پرہیز کرو کہ مشرک سرچشمۂ نجات سے بے نصیب ہے۔ تم جھوٹ نہ بولو کہ جھوٹ بھی ایک حصہ شرک ہے۔ قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ صرف بدنظری اور شہوت کے خیال سے نامحرم عورتوں کو مت دیکھ اور بجز اس کے دیکھنا حلال۔ بلکہ وہ کہتا ہے کہ ہرگز نہ دیکھ نہ بدنظری سے اور نہ نیک نظری سے کہ یہ سب تمہارے لئے ٹھوکر کی جگہ ہے۔ بلکہ چاہئے کہ نامحرم کے مقابلہ کے وقت تیری آنکھ خوابیدہ رہے۔ تجھے اس کی صورت کی کچھ خبر نہ ہو۔ مگر اُسی قدر جیسا کہ ایک دھندلی نظر سے ابتدا نزول الماء میں انسان دیکھتا ہے۔ قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ اتنی شراب مت پیئو کہ مست ہو جاؤ۔ بلکہ وہ کہتا ہے کہ ہرگز نہ پی ورنہ تجھے خدا کی راہ نہیں ملے گی اور خدا تجھ سے ہم کلام نہیں ہوگا اور نہ پلیدیوں سے پاک کرے گا۔ اور وہ کہتا ہے کہ یہ شیطان کی ایجاد ہے۔ تم اس سے بچو۔ قرآن تمہیں انجیل کی طرح فقط یہ نہیں کہتا کہ اپنے بھائی پر بے سبب غصہ مت ہو۔ بلکہ وہ کہتا ہے کہ نہ صرف اپنے ہی غصہ کو تھام بلکہ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ پر عمل بھی کر اور دوسروں کو بھی کہتا رہ کہ ایسا کریں۔ اور نہ صرف خود رحم کر بلکہ رحم کیلئے اپنے تمام بھائیوں کو وصیت بھی کر۔ اور قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ بجز زنا کے اپنی بیوی کی ہر ایک ناپاکی پر صبر کرو اور طلاق مت دو۔ بلکہ وہ کہتا ہے کہ اَلطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِيْنَ قرآن کا یہ منشا ہے کہ ناپاک پاک کے ساتھ رہ نہیں سکتا۔ پس اگر تیری بیوی زنا تو نہیں کرتی مگر شہوت کی نظر سے غیر لوگوں کو دیکھتی ہے اور اُن سے بغل گیر ہوتی ہے اور زنا کے مقدمات اُس سے صادر ہوتے ہیں گو ابھی تکمیل نہیں ہوئی اور غیر کو اپنی برہنگی دکھلا دیتی ہے اور مشرکہ اور مفسدہ ہے اور جس پاک خدا پر تو ایمان رکھتا ہے اُس سے وہ بیزار ہے۔ تو اگر وہ باز نہ آوے تو تو اُسے طلاق دے سکتا ہے کیونکہ وہ اپنے اعمال میں تجھ سے علیحدہ ہو گئی۔ اب تیرے جسم کا ٹکڑہ نہیں رہی۔ پس تیرے لئے اب جائز نہیں ہے کہ تو دیّوثی سے اس کے ساتھ بسر کرے کیونکہ اب وہ تیرے جسم کا ٹکڑہ نہیں ایک گندہ اور متعفن عضو ہے جو کاٹنے کے لائق ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ باقی عضو کو بھی گندہ کر دے اور تو مر جاوے۔ اور قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا۔ کہ ہرگز قسم نہ کھا۔ بلکہ بے ہودہ قسموں سے تمہیں روکتا ہے۔ کیونکہ بعض صورتوں میں قسم فیصلہ کیلئے ایک ذریعہ ہے اور خدا کسی ذریعۂ ثبوت کو ضائع کرنا نہیں چاہتا۔ کیوں کہ اس سے اُس کی حکمت تلف ہوتی ہے۔ یہ طبعی امر ہے کہ جب کوئی انسان ایک متنازعہ فیہ امر میں گواہی نہ دے تب فیصلہ کیلئے خدائی گواہی کی ضرورت ہے۔ اور قسم خدا کو گواہ ٹھہرانا ہے۔ اور قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ ہر ایک جگہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ وہ کہتا ہے جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ یعنی بدی کا بدلہ اُسی قدر بدی ہے جو کی گئی لیکن جو شخص عفو کرے اور گناہ بخش دے اور اِس عفو سے کوئی اصلاح پیدا ہوتی ہو نہ کوئی خرابی۔ تو خدا اس سے راضی ہے۔ اور اُسے اُس کا بدلہ دے گا پس قرآن کے رو سے نہ ہر ایک جگہ انتقام محمود ہے اور نہ ہر یک جگہ عفو قابل تعریف ہے۔ بلکہ محل شناسی کرنی چاہئے۔ اور چاہئے کہ انتقام اور عفو کی سیرت بپابندیٔ محل اور مصلحت ہو۔ نہ بے قیدی کے رنگ میں۔ یہی قرآن کا مطلب ہے۔ اور قرآن انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ اپنے دشمنوں سے پیار کرو۔ بلکہ وہ کہتا ہے کہ چاہئے کہ نفسانی رنگ میں تیرا کوئی بھی دشمن نہ ہو اور تیری ہمدردی ہر ایک کے لئے عام ہو مگر جو تیرے خدا کا دشمن، تیرے رسول کا دشمن اور کتاب اللہ کا دشمن ہے وہی تیرا دشمن ہوگا۔ سو تو ایسوں کو بھی دعوت اور دُعا سے محروم نہ رکھ۔ اور چاہئے کہ تو ان کے اعمال سے دشمنی رکھے نہ ان کی ذات سے۔ اور کوشش کرے کہ وہ درست ہو جائیں۔ اور اس بارے میں فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى یعنی خدا تم سے کیا چاہتا ہے۔ بس یہی کہ تم تمام نوع انسان سے عدل کے ساتھ پیش آیا کرو۔ پھر اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ ان سے بھی نیکی کرو جنہوں نے تم سے کوئی نیکی نہیں کی۔ پھر اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ تم مخلوقِ خدا سے ایسی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ کہ گویا تم اُن کے حقیقی رشتہ دار ہو۔ جیسا کہ مائیں اپنے بچوں سے پیش آتی ہیں۔ کیونکہ احسان میں ایک خودنمائی کا مادہ بھی مخفی ہوتا ہے۔ اور احسان کرنے والا کبھی اپنے احسان کو جتلا بھی دیتا ہے۔ لیکن وہ جو ماں کی طرح طبعی جوش سے نیکی کرتا ہے وہ کبھی خودنمائی نہیں کر سکتا۔ پس آخری درجہ نیکیوں کا طبعی جوش ہے جو ماں کی طرح ہو۔ اور یہ آیت نہ صرف مخلوق کے متعلق ہے بلکہ خدا کے متعلق بھی ہے۔ خدا سے عدل یہ ہے کہ اس کی نعمتوں کو یاد کر کے اس کی فرمانبرداری کرنا۔ اور خدا سے احسان یہ ہے کہ اس کی ذات پر ایسا یقین کر لینا کہ گویا اس کو دیکھ رہا ہے۔ اور خدا سے اِيْتَآءِ ذِي الْقُرْبٰى یہ ہے کہ اُس کی عبادت نہ تو بہشت کی طمع سے ہو اور نہ دوزخ کے خوف سے۔ بلکہ اگر فرض کیا جائے کہ نہ بہشت ہے اور نہ دوزخ ہے۔ تب بھی جوش محبت اور اطاعت میں فرق نہ آوے۔ اور انجیل میں کہا گیا ہے کہ جو لوگ تم پر لعنت کریں اُن کے لئے برکت چاہو۔ مگر قرآن کہتا ہے کہ تم اپنی خودی سے کچھ بھی نہ کرو۔ تم اپنے دل سے جو خدا کی تجلّیات کا گھر ہے فتویٰ پوچھو کہ ایسے شخص کے ساتھ کیا معاملہ چاہئے۔ پس اگر خدا تمہارے دل میں ڈالے کہ یہ لعنت کرنے والا قابل رحم ہے اور آسمان میں اُس پر لعنت نہیں تو تم بھی لعنت نہ کرو۔ تا خدا کے مخالف نہ ٹھہرو۔ لیکن اگر تمہارا کانشنس اس کو معذور نہیں ٹھہراتا اور تمہارے دل میں ڈالا گیا ہے کہ آسمان پر اس شخص پر لعنت ہے تو تم اس کے لئے برکت نہ چاہو جیسا کہ شیطان کیلئے کسی نبی نے برکت نہیں چاہی اور کسی نبی نے اس کو لعنت سے آزاد نہیں کیا۔ مگر کسی کی نسبت لعنت میں جلدی نہ کرو کہ بہتیری بدظنیاں جھوٹی ہیں اور بہتیری لعنتیں اپنے ہی پر پڑتی ہیں۔ سنبھل کر قدم رکھو اور خوب پڑتال کر کے کوئی کام کرو اور خدا سے مدد مانگو کیونکہ تم اندھے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ عادل کو ظالم ٹھہراؤ۔ اور صادق کو کاذب خیال کرو۔ اس طرح تم اپنے خدا کو ناراض کر دو اور تمہارے سب نیک اعمال جبط ہو جاویں۔ (کشتی نوح، صفحہ 26 تا 28)

۞ ایسا ہی انجیل میں ہے کہ جب تو دعا مانگے تو اپنی کوٹھڑی میں جا مگر قرآن سکھاتا ہے کہ اپنی دُعا کو ہر ایک موقع پر پوشیدہ مت کرو۔ بلکہ تم لوگوں کے روبرو اور اپنے بھائیوں کے مجمع کے ساتھ بھی کھلی کھلی طور پر دعا کیا کرو۔ تا اگر کوئی دعا منظور ہو تو اس مجمع کیلئے ایمان کی ترقی کا موجب ہو۔ اور تا دوسرے لوگ بھی دُعا میں رغبت کریں۔ (کشتی نوح، صفحہ 30)

......★......★......★......

قرآن مجید کا عظیم الشان مقام و مرتبہ

حکیم الامّت سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے کلمات طیبات کی روشنی میں

سورہ فاتحہ میں آئندہ پیش آنے والی تمام خبریں موجود ہیں

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

۞ قرآن مجید شروع ہوتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سے۔ یہ وہ آیت ہے جس سے تمام مذاہب کا ردّ ہوتا ہے۔ نہ یسوعیوں کا خداوند اقنوم ثالث رہ سکتا ہے۔ نہ رحم بلا مبادلہ کے بہانے کسی بے گناہ کو پھانسی چڑھانا پڑتا ہے اور نہ آریوں کا مادہ جو رُوح ازلی ابدی بن سکتا ہے نہ تناسخ والوں کی کوئی دلیل باقی رہتی ہے۔ نہ سوفسطائیوں کو آنے کی تاب ہے اور نہ برہموؤں کو مسئلہ الہام میں تردّد رہ سکتا ہے اور نہ شیعہ صحابہ کرامؓ پر اعتراض کر سکتے ہیں۔ نہ دہریہ کسی حجّت نیّرہ کی بنا پر خدا کی ہستی کے منکر رہ سکتے ہیں۔ یہ تو ایک آیت کے متعلق ہے اگر سات آیتیں پڑھی جائیں تو پھر تمام مذاہب کی صداقتوں کا عطر مجموعہ اس میں ملتا ہے۔ اور دُنیا کے آخر تک پیش آنے والے دینی اہم واقعات کی خبر اس میں موجود ہے۔ ان تمام مفاسد وعقائد فاسدہ کا ابطال ہے جو دُنیا میں پیدا ہوئے یا ہو سکتے ہیں۔ اور ان اعمال صالحہ وعقائد صحیحہ کا تذکرہ ہے جو انسان کی رُوحانی وجسمانی ترقیات کے لئے ضروری ہے۔

(حقائق الفرقان جلد اوّل صفحہ 5)

قرآن جیسی دلربا، راحت بخش کتاب مَیں نے نہیں دیکھی

۞ مَیں نے دُنیا کی بہت سی کتابیں پڑھی ہیں اور بہت ہی پڑھی ہیں مگر ایسی کتاب دُنیا کی دلربا راحت بخش لذّت دینے والی جس کا نتیجہ دُکھ نہ ہو نہیں دیکھی جس کو بار بار پڑھتے ہوئے، مطالعہ کرتے ہوئے اور اس پر فکر کرنے سے جی نہ اُکتائے، طبیعت نہ بھر جائے، اور یا بدخُو دل اُکتا جائے اور اسے چھوڑ نہ دینا پڑا ہو۔ مَیں پھر تم کو یقین دلاتا ہوں کہ میری عمر، میری مطالعہ پسند طبیعت، کتابوں کا شوق اس امر کو ایک بصیرت اور کافی تجربہ کی بنا پر کہنے کے لئے جرأت دلاتے ہیں کہ ہرگز ہرگز کوئی کتاب ایسی موجود نہیں ہے، اگر ہے تو وہ ایک ہی کتاب ہے، وہ کون سی کتاب؟ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ۔ کیسا پیارا نام ہے۔ مَیں سچ کہتا ہوں کہ قرآن شریف کے سوا کوئی ایسی کتاب نہیں ہے کہ اس کو جتنی بار پڑھو، جس قدر پڑھو اور جتنا اس پر غور کرو اُسی قدر لطف اور راحت بڑھتی جاوے گی۔ طبیعت اُکتانے کے بجائے چاہے گی کہ اَور وقت اس پر صرف کرو عمل کرنے کے لئے کم از کم جوش پیدا ہوتا ہے اور دل میں ایمان یقین اور عرفان کی لہریں اُٹھتی ہیں۔ (حقائق الفرقان، جلد اوّل صفحہ 34)

کوئی صداقت ایسی نہیں جو قرآن میں نہ ہو

۞ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جبرائیل کا کوئی دشمن ہو سکتا ہے جبکہ وہی نیک تحریکوں کا سرچشمہ ہے۔ اسی نے نازل کیا ہے یہ قرآن تیرے قلب پر۔ آئندہ جو ہوگا وہ دنیا دیکھ لے گی۔ مگر موجودہ تعلیمات دُنیا میں جس قدر ہیں ان ساری پاک تعلیموں اور نیک تحریکوں کا عطر نکالو پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے مقابلہ کرو تو وہ سب کچھ اس میں موجود ہوگا اور مَیں (نورالدین) اس بات کا گواہ ہوں کہ مَیں نے ساری بائبل کو دیکھا ہے اور تین (سام، یجُر اور رگ) ویدوں کو خوب سنا ہے۔ پھر دساتیر کو بہت توجہ سے پڑھا ہے اور برہموؤں کی کتابوں کو دیکھا۔ یہی کتابیں میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کی ہیں۔ ان سب میں کوئی ایسی صداقت نہیں جو قرآن مجید میں نہ ہو اور پھر اتم نہ ہو۔ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ وَهُدًی وَّبُشْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ۔ (حقائق الفرقان، جلد اوّل صفحہ 201)

علوم قرآن تقویٰ سے ملتے ہیں

۞ علوم جو قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں درس تدریس سے آ ہی نہیں سکتے۔ بلکہ وہ تقویٰ اور محض تقویٰ سے ملتے ہیں۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ۔ اگر محض درس تدریس سے آ سکتے تو پھر قرآن مجید میں مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ (الجمعہ:6) کیوں ہوتا۔ (حقائق الفرقان، جلد اوّل صفحہ 436)

بڑے بڑے محقق قرآن کے برخلاف کچھ ثابت نہیں کر سکے

۞ جس قدر نئی تحقیقات والے ہیں وہ تمام کلام اللہ کے دشمن ہیں۔ ہر ایک اپنے اپنے رنگ میں قرآن پر حملہ کرنا چاہتا ہے یورپ کے تاریخ دان، نجومی، اسٹرانومر، سائنٹسٹ، ڈاکٹر وغیرہ ہر عالم اپنے علم کی رُو سے قرآن کی مخالفت پر آمادہ ہے۔ لیکن ان میں سے کامیابی کسی کو نہیں ہوتی اور قرآن کسی سچی بات سے بھی کہیں مخالفت نہیں کرتا۔ اسی لئے مَیں ہمیشہ نئی تحقیقات کا متلاشی رہتا ہوں۔ ہر ایک نئی ایجاد اور کتاب کو دیکھتا ہوں لیکن آج تک مجھے ثابت نہیں ہوا کہ قرآن کی تکذیب کسی طرح سے بھی ہوئی ہے پھر میرے جیسے آدمی کو تو بہت سے مشکلات کا سامنا ہے کیونکہ مَیں قرآن میں ناسخ منسوخ کا قائل نہیں ہوں۔ لغت عرب سے باہر نہیں جاتا۔ حدیثوں کو مانتا ہوں۔ باوجود اس کے مَیں نے کسی سچی بات کو قرآن سے باہر نہیں دیکھا......اس وقت عیسائی مذہب کے بڑے بڑے عالم حیران ہیں کہ مسیح کی اصل کلام کدھر گئی اور اس کا کچھ پتہ نہیں ملتا۔ پہلے بعض لوگوں نے فیصلہ کیا تھا کہ متی کی انجیل پرانی انجیل ہے لیکن اب اس کی مخالفت ہوئی ہے۔ توریت میں بھی جھگڑا ہے کہ آیا وحی ہے یا نہیں لیکن ادھر اسلام میں دیکھو کہ ہر صدی میں نیا قرآن سنایا جاتا ہے اور ہر مجدد آتا ہے وہ قرآن ہی کو پیش کرتا ہے۔ اور باوجود اس قدر زمانہ گذرنے کے قرآنی مذہب میں کوئی اختلاف نہیں۔ بعضوں کا یہ خیال ہے کہ پچاس برس کے بعد مجدّد آتا ہے مگر میرا مذہب یہ ہے کہ ہر وقت ایک قوم خادمِ قرآن، خادم حق اور صدق ضرور موجود رہتی ہے۔ اس تمام (بات) کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کا ابتدا اور انتہا ایک ہی طرز پر ہے۔ جاہلوں اور عالموں سے یہ ایک نئی آواز سے بولتا ہے۔ بڑے بڑے محقق باوجود بڑی بڑی کوشش کے قرآن کے برخلاف کوئی بات ثابت نہیں کر سکے۔ اور یہ کہ قرآن محفوظ ہے اس کا مذہب محفوظ ہے۔ اس کے اصل میں کوئی اختلاف نہیں ہوا۔ (حقائق الفرقان، جلد دوم صفحہ 46،45)

قرآن انسانی ضرورتوں اور اس کی مجبوریوں کا پورا علم رکھتا ہے

۞ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو کافی نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے کہ

مثنوی مولوی معنوی ......☆...... ہست قرآن در زبانِ پہلوی

جیسے شعر بنائے گئے۔ لوگ قرآن شریف کو چھوڑ کر راگ وغیرہ کی طرف بھی لذّت کے لئے توجہ کرتے ہیں مگر اس کا اثر دیرپا نہیں ہوتا۔ (حقائق الفرقان، جلد دوم صفحہ 327)

۞ قرآن شریف چونکہ اللہ علیم وحکیم کی کتاب ہے اس لئے وہ انسانی ضرورتوں اور اس کی مجبوریوں کا پورا علم اور فلسفہ اپنے اندر رکھتا ہے۔ (حقائق الفرقان، جلد دوم صفحہ 316)

......★......★......★......

قرآن مجید کا عظیم الشان مقام و مرتبہ

سیّدنا المصلح الموعود حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے کلمات طیبات کی روشنی میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآنی دولت اس قدر لُٹائی ہے کہ جس کا کوئی انتہا نہیں

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

۞ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک الہام بھی ہے کہ اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰن۔ تمام قسم کی خیر اور بھلائی قرآن کریم میں ہی ہے۔ پس جو شخص قرآنی معارف لُٹاتا ہے وہ بالفاظ دیگر خیر تقسیم کرتا ہے اور یہی کام مسیح موعود علیہ السلام کا بتایا گیا تھا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ قرآنی دولت اس قدر لُٹائی ہے کہ جس کا کوئی انتہا نہیں۔ اس دولت کا انکار غیروں نے تو کرنا ہی تھا خود مسلمانوں نے بھی بدقسمتی سے اس کو لینے سے انکار کر دیا۔ وہ لوگ جنہوں نے اس دولت کو نہیں لیا وہ اس کی عظمت کو کیا سمجھ سکتے ہیں۔ ہم لوگ جنہوں نے اس دولت کو قبول کیا ہے ہم جانتے ہیں کہ اس کی کیا عظمت ہے اور یہ کتنی قیمتی اور بے مثال چیز ہے۔ ہم نے تو اس دولت سے اس قدر حصہ پایا ہے کہ ہمارے گھر بھر گئے ہیں...... آج تک ایک دفعہ بھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی نے میرے سامنے قرآن کریم کے خلاف کوئی اعتراض کیا ہو اور پھر اُسے شرمندگی نہ ہوئی ہو۔ بلکہ اُسے ضرور شرمندہ ہونا پڑا ہے۔ اور اب بھی میرا دعویٰ ہے کہ خواہ کوئی کتنا بڑا عالم ہو وہ اگر قرآن کریم کے خلاف میرے سامنے کوئی اعتراض کرے گا تو اُسے ضرور شکست کھانی پڑے گی اور وہ شرمندہ اور لاجواب ہوئے بغیر نہیں رہ سکے گا۔ مَیں یوروپ بھی گیا ہوں، مَیں مصر بھی گیا ہوں، میں شام بھی گیا ہوں اور میں ہندوستان میں بھی مختلف علوم کے ماہرین سے ملتا رہا ہوں مگر ایک دفعہ بھی ایسا نہیں ہوا کہ مَیں نے علمی اور مذہبی میدان میں خدا تعالیٰ کے فضل سے فتح نہ پائی ہو۔ بلکہ جب بھی انہوں نے مجھ سے کوئی گفتگو کی ہے انہیں ہمیشہ میری فوقیت اور میرے دلائل کی مضبوطی کو تسلیم کرنا پڑا ہے۔ (تفسیر کبیر جلد دہم صفحہ 357)

قرآن کریم کا ایک ایک لفظ قابلِ عمل ہے

۞ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم کا کوئی حصہ منسوخ نہیں اس کا ایک ایک لفظ قابلِ عمل ہے اور یہ قیامت تک قائم رہنے والی شریعت ہے۔ میں نے ایک دفعہ رؤیا میں دیکھا کہ میں کسی کو کہتا ہوں کہ قرآن کریم کا ہر لفظ اور ہر زبر اور ہر زیر اپنے اندر معنے رکھتی ہے اور قرآن کریم میں چھوٹے چھوٹے فرق سے اُس کے معنی بدلتے جاتے ہیں اور اس میں جس قدر حکمتیں ہیں کوئی کتاب ان کی مثال پیش نہیں کرسکتی۔ مگر یہ ضروری نہیں کہ ساری حکمتیں ہر شخص پر کھل جائیں۔ ہاں ہر زمانہ میں قرآن کریم کے کچھ نئے معنے کھلتے ہیں اور اُن کے علاوہ کچھ زائد معنے ہوتے ہیں جو خدا تعالیٰ نے اگلوں کے لئے رکھے ہوتے ہیں اور یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہیگا یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔ (تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 98)

یہ خیال بھی نہیں کیا جاسکتا کہ قرآن کریم کی بعض آیات منسوخ ہوں

۞ قرآن کریم سب کا سب قابل عمل ہے۔ چنانچہ اپنی وفات کے دن تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کے تمام احکام کے عامل رہے اور اس پر عمل کرواتے رہے۔ اور قرآن کریم بھی کھلے الفاظ میں اپنے محفوظ ہونے کی شہادت دے رہا ہے جیسا کہ آیت اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ سے ظاہر ہے۔ پس ان واقعات کی موجودگی میں یہ خیال بھی نہیں کیا جاسکتا کہ قرآن کریم کی بعض آیات منسوخ ہوں۔ اِس وقت جو قرآن کریم دنیا میں موجود ہے اُس میں سے ایک آیت بھی منسوخ نہیں۔ اور اس میں ہرگز کوئی اختلاف نہیں جس کے مٹانے کے لئے قیاساً ہمیں کسی نسخ کے جواز کا فتویٰ دینا پڑے۔ وہ اپنی موجودہ صورت میں کامل اور بے عیب ہے اور اسلام کے تمام مخالفین مِل کر بھی اگر اس میں کوئی اختلاف ثابت کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے اور ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے دعویٰ سے کہتے ہیں کہ اگر کوئی ایسا شخص جو علمی حیثیت رکھتا ہو یا کوئی مخالفِ جماعت، قرآن کریم میں اختلاف ثابت کرنا چاہے تو ہم قرآن کریم سے ہی اُس کا ردّ کر سکتے ہیں۔ (تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 101)

جس چیز نے مٹ جانا ہو اُسے نام نہیں دیا جاتا

۞ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ جس چیز نے مٹ جانا ہو اُسے نام نہیں دیا جاتا۔ چونکہ اس امت نے قیامت تک رہنا تھا اس لئے اسے مسلم نام دے دیا گیا۔ اسی طرح آپ کی تعلیم کو بھی ایک نام دے دیا گیا یعنی قرآن۔ پہلی کتابوں مثلاً تورات اور انجیل وغیرہ کا نام خدا تعالیٰ نے نہیں رکھا لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کتاب کا نام قرآن خود خدا تعالیٰ نے رکھا ہے۔ غرض خدا تعالیٰ خود اپنی طرف سے اُن کو نام دیتا ہے جنہوں نے قائم رہنا ہوتا ہے۔ (تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 205)

قرآنی شریعت کو آتشی شریعت کیوں کہا گیا؟

۞ قرآنی شریعت کو آتشی شریعت اِس لئے کہا گیا ہے کہ آتش کے دو فائدے ہوتے ہیں۔ اول جلانا دوسرے نُور دینا۔ گرم پانی یا گرم لوہا دوسری چیز کو جلا تو سکتا ہے مگر وہ کسی کو نور نہیں دے سکتا۔ مگر آگ جلانے کے علاوہ نور بھی دیتی ہے۔ پس آتشی شریعت کہہ کر بتایا گیا ہے کہ وہ ایسی شریعت ہوگئی جو دو کام کرے گی۔ اُس میں ایک طرف تو نار ہوگئی اور دوسری طرف نور ہوگا۔ وہ ایک طرف تو تمام گندی اور بُری باتوں کو جلا کر راکھ کر دیگی اور دوسری طرف لوگ اُس سے نور حاصل کرینگے۔ (تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 39)

قرآن کریم پر کسی بھی حملہ کا معقول اور مدلل جواب دے سکتا ہوں

’’اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرا دعویٰ ہے کہ اس مامور کی اتباع کی برکت سے کسی علم کا متبع خواہ قرآن کریم کے کسی مسئلہ پر حملہ کرے مَیں اس کا معقول اور مدلّل جواب دے سکتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر ذی علم کو ساکت کرسکتا ہوں خواہ وقتی جوش کے ماتحت وہ علی الاعلان اقرار کرنے کے لئے تیار نہ ہو۔ مَیں نے اس کا ربع صدی سے زیادہ عرصہ میں تجربہ کیا ہے۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ جب سے اس میدان میں داخل ہوا ہوں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ظاہر و باطن میں کبھی مجھے اس بارہ میں شرمندہ ہونے کا موقع نہیں ملا۔

(تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ 52، زیر تفسیر الحجر آیت 10)

قرآن شروع سے اب تک محفوظ صورت میں لکھا ہوا چلا آرہا ہے

۞ قرآن کریم ہی ایک ایسی کتاب ہے۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات پر صحابہؓ کو لکھی ہوئی ملی۔ اور صرف مسلمان ہی دُنیا میں دعویٰ کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا قرآن شروع سے اب تک محفوظ صورت میں لکھا ہوا چلا آرہا ہے۔ یہ خصوصیت کسی اور الہامی کتاب کو ہرگز حاصل نہیں۔ (تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 101)

......★......★......★......

قرآن مجید کا عظیم الشان مقام و مرتبہ

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات کی روشنی میں

تمام آسمانی کتابوں کی خوبیاں اور صداقتیں قرآن کے اندر آ گئی ہیں

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

۞ قرآن کریم نے یہ دعویٰ مختلف آیات میں کیا ہے جن میں سے بعض مَیں اس وقت اپنے دوستوں کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سورۃ الانعام میں فرماتا ہے وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ یعنی یہ قرآن ایک ایسی کتاب ہے اور ایک ایسی شریعت ہے جو مُبٰرَكٌ ہے۔ تمام آسمانی کتابوں کی خوبیاں اور ان کی بنیادی صداقتیں گویا بہہ کر اس کے اندر آ گئی ہیں۔ اب تم اس کتاب مبارک کی کامل پیروی کرو۔ (اتَّبِعُوْهُ) اس سے تمہیں دو فائدے پہنچیں گے۔ ایک تو یہ کہ تم خدا کی پناہ میں آ جاؤ گے۔ خدا تمہاری ڈھال بن جائے گا اور وہ تمام شیطانی وساوس سے تمہیں بچائے گا کیونکہ اس کتاب مبارک کی اتباع کے بغیر تقویٰ کی صحیح راہوں کا عرفان بھی حاصل نہیں ہوتا اور ان پر چل کر اللہ تعالیٰ کی کامل حفاظت کے اندر بھی انسان نہیں آ سکتا اور دوسرا نتیجہ اس کا یہ نکلے گا کہ تُرْحَمُوْنَ اللہ تعالیٰ کے رحم کے تم مستحق ٹھہرو گے اور اس کے انعامات بے پایاں کے نتیجہ میں جسمانی اور روحانی آسودگی حاصل ہوگی۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ 5 مئی 1967)

قرآن کریم میں اس قدر نُور ہے کہ دنیا کی کوئی روشنی اس کے نور سے مقابلہ نہیں کر سکتی

۞ قرآن کریم ایک عظیم کتاب ہے اس میں اتنا حسن ہے کہ انسانی احساس اس کا احاطہ نہیں کر سکتا اور یہ مبالغہ نہیں کیونکہ یہ حسن اس قسم کا ہے کہ عقل احساس انسانی کو بھی حسن بخشتا ہے اور قرآن کریم میں اس قدر نُور ہے کہ دنیا کی کوئی روشنی اس کے نور سے مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس لئے نہیں کہ یہ ہماری خوش فہمی ہے بلکہ اس لئے کہ ہمارے ربّ نے یہ فرمایا ہے کہ سورج کو بھی نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے طفیل دیا گیا تو جو طفیلی انوار ہیں ان کا مقابلہ حقیقی انوار سے نہیں کیا جا سکتا۔

پھر یہ کتاب احسان سے بھری ہوئی ہے دُنیا کا کون سا فرد بشر ہے جس پر قرآن کریم نے احسان نہیں کیا۔ اگر مسلمان قرآن کریم پر پوری طرح عمل کرنے والے ہوں تو دنیا کے ہر فرد بشر کو اس کے احسان کی زنجیروں کے اندر جکڑ لیں۔ ہماری اپنی سستی ہے۔ احسان کرنے کی راہیں تو موجود ہیں۔ احسان کا منبع تو موجود ہے۔ احسان کی تعلیم اور ہدایت تو موجود ہے، انسانی فطرت میں راہِ احسان پر چلنے کی قوت اور استعداد تو موجود ہے۔ ہم سستی کرتے ہیں اور جس حد تک سستی کرتے ہیں دنیا کو اس کے احسانوں سے محروم کر دیتے ہیں تو جہاں تک قرآنی تعلیم کا تعلق ہے قرآن کریم بنی نوع انسان پر اس قدر احسان کرتا ہے کہ دنیا میں کسی ماں کے بچہ نے اس قدر احسان کرنے والی کتاب پیش نہیں کی۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ 28 مارچ 1969)

قرآن کو چھوڑ کر کوئی عزت اور فتح نہیں مل سکتی

۞ قرآن کریم کے بغیر، قرآن کریم کی برکات کو چھوڑ کر، قرآن کریم کے نور سے پیٹھ پھیرتے ہوئے، قرآن کریم کو معزز نہ جان کر اپنے دلوں سے باہر نکال پھینکتے ہوئے، ہم خدا کی نگاہ میں کوئی عزت، کوئی بلندی، کوئی رفعت، کوئی کامیابی، کوئی کامرانی اور کوئی فتح حاصل نہیں کر سکتے۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ 15 جولائی 1966)

زندگی کا کوئی لمحہ قرآن کریم کی ہدایت اور قرآن کریم کے اوامر و نواہی کے خلاف نہ ہو

۞ سارے روحانی علوم جو انسان کو درکار ہیں وہ قرآن کریم کے اندر اللہ تعالیٰ نے رکھے ہوئے ہیں۔ قرآن کریم کی ہر آیت کے بے شمار بطون ہیں، اُن میں یہ علوم رکھے ہوئے ہیں۔ ان روحانی علوم کو اور قرآنی علوم کو حاصل کرنے کے لئے کتاب مکنون میں سے ان کو باہر نکالنے کے لئے لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ کی رُو سے تزکیہ نفس کی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر یہ کام نہیں ہو سکتا۔ پس جماعت کا فرض ہے کہ وہ تزکیہ نفس کی طرف توجہ کرے اور ہر آن خدا تعالیٰ سے لرزاں اور ترساں رہتے ہوئے اس بات کا خیال رکھے کہ اس کی زندگی کا کوئی لمحہ قرآن کریم کی ہدایت اور قرآن کریم کے اوامر و نواہی کے خلاف نہ ہو بلکہ جس چیز سے روکا گیا ہے ہمارا ہر لمحہ اس سے رکنے والا ہو اور جس چیز کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے ہماری زندگی کا ہر لمحہ اس کے مطابق اعمال بجالانے والا ہو۔ اس کے نتیجہ میں وہ علوم عطا کئے جائیں گے جو علیٰ وجہ البصیرت ہوں گے اور ایک روشنی اپنے ساتھ رکھیں گے جو اعمال اور افعال کی راہوں کو واضح اور منور کرنے والے ہوں گے اور جو خرابیاں علوم ظاہری کی بد استعمالی کے نتیجہ میں پیدا ہوئی ہیں وہ خرابیاں دُور ہوں گی اور انسان کو سکھ اور آرام اور چین ملے گا۔ انسان کی خیر خواہی آج ہم سے یہ تقاضا کرتی ہے۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ 22/اپریل 1977)

تمہارے لئے یہ ضروری ہے کہ تم اس کتاب کی پیروی کرنے والے بنو

۞ یہی وہ کتاب ہے جس کے ہوتے ہوئے کسی اور ہدایت کی انسان کو ضرورت نہیں رہتی۔ ہر زمانہ کے مسائل کو یہ سلجھا دیتی ہے۔ روحانی علوم کے نہ ختم ہونے والے چشمے اس سے پھوٹتے ہیں اور مادی علوم کی بنیادی صداقتیں اور اصول اس میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔

پس اگر تم روحانیت میں ترقی حاصل کرنا چاہتے ہو، یا دنیوی علوم میں فوقیت اور رفعت کے مقام تک پہنچنا چاہتے ہو تو تمہارے لئے یہ ضروری ہے کہ تم اس کتاب کی پیروی کرنے والے بنو۔ اگر تم اس کتاب کی آواز کی طرف متوجہ نہ ہو گے، اس کی وہ قدر نہیں کرو گے جو کرنی چاہئے تو نہ روحانی میدان میں تم کوئی ترقی حاصل کر سکو گے اور نہ دنیوی علوم میں دوسروں سے مقابلہ کرنے کی طاقت اپنے اندر پیدا کر سکو گے۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ 29 جولائی 1966)

......★......★......★......

قرآن مجید کا عظیم الشان مقام و مرتبہ

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات کی روشنی میں

تین باتیں جن کی طرف قرآن کریم مومن کو متوجہ کرتا ہے

۞ قرآن کریم نے مذہب کا اور خود اپنا جو خلاصہ شروع میں پیش کیا ہے وہ تین لفظی ہے۔ سورۃ البقرہ کی پہلی آیت میں تو کتاب کا تعارف ہے اور اس کی تعلیم کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا الٓمّٓ ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ اور اگلی آیت میں اس ساری تعلیم کا خلاصہ یہ بیان فرمایا الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ یعنی ایمان بالغیب، اقامت الصلوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ۔ اگلی آیت یعنی الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ میں پہلی آیت کی تفسیر بیان فرمائی کہ غیب کے کیا معنی ہیں، مومن اقامت صلوٰۃ کی تعلیم کس سے لیتے ہیں، کس طرح اس کا حق ادا کرتے ہیں اور انفاق فی سبیل اللہ جو دراصل بنی نوع انسان کے حقوق کی ادائیگی ہے وہ کیسے اختیار کرتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا کہ مومن یہ سب باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھتے ہیں۔ جیسا کہ آپؐ سے پہلے بھی خدا نے جو بزرگ بھیجے تھے ان سے لوگ سیکھتے رہے تھے اور آئندہ بھی سچی تعلیم وہی سکھائے گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے خدا ہی سے پائے گا۔ پس اس نظام کا خلاصہ بیان فرمادیا جس کے ذریعے انسان ایمان بالغیب سیکھتا ہے اور یہ نظام خود ایمان بالغیب کا ہی حصہ ہے۔ پھر وہ اقامت صلوٰۃ یعنی حقوق اللہ کی تعلیم حاصل کرتا ہے اور پھر انفاق فی سبیل اللہ یعنی بنی نوع انسان کے حقوق ادا کرنے کے اسلوب سیکھتا ہے۔ الغرض پہلی تین باتیں جن کی طرف قرآن کریم مومن کو متوجہ کرتا ہے جن کے بغیر نہ وہ متقی بن سکتا ہے نہ وہ شک سے پاک ہوسکتا ہے اور نہ ہی ہدایت کی کوئی بھی منزل پاسکتا ہے وہ ہے ایمان بالغیب، اقامت الصلوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ۔ (خطبات طاہر جلد 2، صفحہ 187)

روحانی دنیا کی سائنٹفک کتاب

۞ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ آیت اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ کی تشریح میں فرماتے ہیں : قرآن کریم حیرت انگیز عقل و دانش کی ایک ایسی کتاب ہے جو انسانی فطرت کی غلطیوں کی اصلاح کے ساتھ اس کے اخذ کئے ہوئے نتیجوں کی درستی کرتی ہے۔ اور پھر اس کی صحیح راہنمائی بھی فرماتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حسنات طاقتور ہیں اور بدیاں کمزور ہیں۔ وہ قومیں جن میں تم بدیاں دیکھتے ہو دراصل ان میں پہلے خوبیاں اور حسنات غائب ہونا شروع ہوئیں......روحانی دنیا کی یہ سائنٹفک کتاب حیرت انگیز طور پر ایسی ایسی اصطلاحیں استعمال فرماتی ہے اور ایسے ایسے مضامین پر روشنی ڈالتی ہے کہ انسانی عقل وہاں تک پہنچ ہی نہیں سکتی۔ قرآنی نقطۂ نگاہ کا علم ہوجانے کے بعد جب آپ تدبر اور غور کریں تو آپ قرآنی بیانات کو حیرت انگیز طور پر سچا پائیں گے۔ پس یہ بنیادی بات ہے کہ نیکی ایک مثبت پہلو ہے اور بدی نیکی کے فقدان کا نام ہے۔ جوں جوں نیکی کم ہوگی بدی زیادہ ہونی شروع ہوجائے گی۔ یہ ناممکن ہے کہ نیکی موجود ہو اور پھر بدی اندر داخل ہوجائے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اگر معاشرہ کی اصلاح چاہتے ہو تو نیکیوں میں سے سب سے اعلیٰ نیکی اختیار کرو۔ عبادات قائم کرو اور عبادات سے اپنے اوقات کو گھیر لو اور کوئی گنجائش بھی باقی نہ چھوڑو جہاں عبادات کا پہرا نہ لگا ہو۔ عبادتیں جو حسن عطا کریں گی وہ تمہاری برائیوں کے دُور کرنے کا ذمہ دار ہوجائے گا۔ (خطبات طاہر جلد 2، صفحہ 404)

قرآن کریم ہر خطرہ سے وقت پر آگاہ کرتا چلا جاتا ہے

۞ قرآن کریم ہدایت کی ایک ایسی کتاب ہے جو ہر اس انسان کو جو اس سے ہدایت چاہتا ہے پہلے قدم سے لیکر اس کے منتہا تک ہدایت کے تمام اسلوب سکھاتی چلی جاتی ہے۔ اور ہر قدم پر ساتھ دیتی ہے یہ ایک ایسی راہنما کتاب ہے جو منازل کے تمام خطرات سے واقف ہے اور ہر قدم پر جس قسم کے ابتلاء مسافر کو یا سالک کو پیش آسکتے ہیں ان سے بکلی باخبر ہے اور ہر اس مسافر کو جو راہِ ہدایت کا مسافر ہے اور قرآن کریم سے راہنمائی چاہتا ہے ہر خطرہ سے وقت پر آگاہ کرتی چلی جاتی ہے۔ اور اس سے بچنے کے طریق سکھلاتی چلی جاتی ہے نئے حوصلے عطا کرتی چلی جاتی ہے۔ غرض یہ کہ ایک لمحہ کے لئے بھی راہِ سلوک پر چلنے والے کا ساتھ نہیں چھوڑتی۔ جب ہم اس پہلو سے قرآن کریم پر غور کرتے ہیں تو حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ کا معنی خوب سمجھ آتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب اُن کے لئے جو اس سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں پورے خلوص، تقویٰ اور عزم کے ساتھ کہ ہم اس کی بتائی ہوئی راہوں پر چلیں گے ایسے مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ لوگوں کے لئے یہ ہر لحاظ سے کافی ہے۔ اور اس کے بعد کسی اَور چیز کی حاجت نہیں رہتی۔ (خطبات طاہر جلد 2، صفحہ 579)

قرآن کریم ہر مضمون کے ہر پہلو کو بیان فرماتا ہے

۞ قرآن کریم ایک کامل کتاب ہونے کے لحاظ سے ہر مضمون کے ہر پہلو کو بیان فرماتا ہے اور ہر خطرہ کو پیش نظر رکھ کر اس کا حل پیش کرتا ہے......کیسی حیرت انگیز کتاب ہے جوں جوں آپ اس پر غور کریں اس کے عاشق ہوتے چلے جاتے ہیں۔ کسی مضمون کا کوئی باریک سے باریک پہلو ایسا نہیں ہے جو یہ آپ پر کھولتی نہ ہو......مومن کے لئے تو قرآن بہت کافی کتاب ہے۔ آغاز سے لیکر انجام تک کے سارے حالات جو بیان کرنے کے لائق ہیں وہ بیان کردیتا ہے۔
(خطبات طاہر جلد 2، صفحہ 585)

قرآن اپنی اقدار کی خود حفاظت کرسکتا ہے

۞ جو لوگ قرآن کریم کا اندازِ بیان سمجھتے ہیں وہ یہ بات بھی سمجھتے ہیں کہ قرآن کریم کے دفاع کے لئے باہر سے کسی مدد کی ضرورت نہیں۔ قرآن اپنی اقدار کی خود حفاظت کرسکتا ہے اور باہر سے کسی مدد کا محتاج نہیں۔ بعض قرآنی آیات دوسری آیات کی تفسیر کرتی ہیں اور اُن کے معانی واضح کردیتی ہیں۔ (خطبات طاہر جلد 1، صفحہ 172)

قرآن کریم ایک عظیم الشان طاقت ہے

۞ قرآن کریم کو چھوڑ کر جب آپ ایک طریق اختیار کرتے ہیں تو ہر چیز اُلٹ جایا کرتی ہے۔ اس کو کہتے ہیں کتاب کا کمال کہ کھیلنے نہیں دیتی اپنے آپ سے۔ جب آپ اس سے کھیلنے کی کوشش کریں گے، جس طرح بڑی طاقت کی بجلی ہو اس کا غلط استعمال دھکا دیتا ہے، بعض دفعہ ہلاک کردیتا ہے تو قرآن تو اتنی قوی کتاب ہے، اس کے قانون کے مطابق آپ اس کو استعمال کریں تو ایک عظیم الشان طاقت ہے۔ اس کے اندرونی قانون کے برعکس جب بھی اس کو استعمال کرنے کی کوشش کریں گے یہ ہلاک کردے گی آپ کو۔ دنیا کی بجلیاں کیا حیثیت رکھتی ہیں اس کے مقابل پر، یہ تو وہ کلام ہے کہ اگر پہاڑ بھی جرأت کریں اور بڑی بڑی دنیا کے عظمتوں کے پہاڑ بھی ہوں یعنی بڑی بڑی قومیں ہوں تو ان کو بھی یہ قرآن پارہ پارہ کرسکتا ہے ایک جھٹکے میں ......قرآن کریم ایسی کامل کتاب ہے کہ ہر احتمال کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کا بھی ذکر فرماتی ہے اور کوئی احتمال بھی باقی نہیں چھوڑتی۔ (خطبات طاہر جلد 1، صفحہ 420)

......★......★......★......

قرآن مجید کا عظیم الشان مقام و مرتبہ

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات کی روشنی میں

قرآن میں تمام خوبیاں شامل کر دی گئی ہیں
یہی ایک تعلیم ہے جو ہر ایک قسم کی کمی سے پاک ہے

❁ قرآن کریم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ پاک کتاب ہے اور ہر قسم کے ممکنہ عیب سے پاک ہے اور نہ صرف پاک ہے بلکہ ہر قسم کی حسین اور خوبصورت تعلیم اس میں پائی جاتی ہے جس کا کوئی مقابلہ ہی نہیں ہے۔اور اس میں وہ تمام خوبیاں شامل کر دی گئی ہیں جن کی پہلے صحیفوں میں کمی تھی اور اب یہی ایک تعلیم ہے جو ہر ایک قسم کی کمی سے پاک ہے۔ بلکہ اس تعلیم پر عمل کر کے ہر برائی سے بچا جا سکتا ہے۔اور نہ صرف بچا جا سکتا ہے بلکہ اس کی تعلیم پر عمل کرنے اور اس تعلیم کو لاگو کرنے سے ہی اپنی اور دُنیا کی اصلاح ممکن ہے۔ یعنی یہ تعلیم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری یہی اب دنیا کی اصلاح کی، دنیا میں نیکیاں رائج کرنے کی، دنیا میں امن قائم کرنے کی، دنیا میں عبادت گزار پیدا کرنے کی، دنیا میں ہر طبقے کے حقوق قائم کرنے کی ضمانت ہے۔

(خطبات مسرور جلد 3، صفحہ 127، مطبوعہ قادیان)

اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جذب کرنے کے لئے
ضروری ہے کہ ہم میں سے ہر ایک قرآن کریم پڑھے

❁ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جذب کرنے کے لئے اور فرشتوں کے حلقے میں آنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم میں سے ہر ایک قرآن کریم پڑھے اور اس کو سمجھے، اپنے بچوں کو پڑھائیں، انہیں تلقین کریں کہ وہ روزانہ تلاوت کریں۔ اور یاد رکھیں کہ جب تک ان چیزوں پہ عمل کرنے کے ماں باپ کے اپنے نمونے بچوں کے سامنے قائم نہیں ہوں گے اس وقت تک بچوں پہ اثر نہیں ہو گا۔اس لئے فجر کی نماز کے لئے بھی اٹھیں اور اس کے بعد تلاوت کے لئے اپنے پر فرض کریں کہ تلاوت کرنی ہے پھر نہ صرف تلاوت کرنی ہے بلکہ توجہ سے پڑھنا ہے اور پھر بچوں کی بھی نگرانی کریں کہ وہ بھی پڑھیں، انہیں بھی پڑھائیں۔ جو چھوٹے بچے ہیں ان کو بھی پڑھایا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قرآن کریم پڑھنے کا طریقہ بھی سکھایا ہے، کس طرح پڑھنا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر صاف صاف پڑھو اور اس کے غرائب پر عمل کرو۔(مشکوٰۃ المصابیح) غرائب سے مراد اس کے وہ احکام ہیں جو اللہ تعالیٰ نے فرض کئے ہیں اور وہ احکام ہیں جن کو کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ جب قرآن کریم اس طرح ہر گھر میں پڑھا جا رہا ہو گا، غور ہو رہا ہو گا، ہر حکم جس کے کرنے کا خدا تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے اس پر عمل ہو رہا ہو گا اور ہر وہ بات جس کے نہ کرنے کا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اس سے بچ رہے ہوں گے، اس سے رک رہے ہوں گے تو ایک پاک معاشرہ بھی قائم کر رہے ہوں گے۔ عبادتوں کے معیاروں کے ساتھ ساتھ آپ کے اخلاق کے معیار بھی بلند ہو رہے ہوں گے۔ آپس کی رنجشیں دور کرنے کی بھی کوشش ہو رہی ہو گی۔ جھوٹی اناؤں اور عزتوں سے بھی بچ رہے ہوں گے۔ تقویٰ پر قدم مارتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی بھی آپ کوشش کر رہے ہوں گے۔(ایضاً صفحہ 565)

قرآن کی تعلیم کو سمجھنے کے لئے پاک دل ہونا ضروری ہے

❁ قرآن کی تعلیم تو تمام قسم کی تعلیموں اور ضابطۂ حیات کا مجموعہ ہے۔ روحانیت کے اعلیٰ معیاروں کی یہ تعلیم دیتی ہے۔ اخلاق کے اعلیٰ معیاروں کی تعلیم دیتی ہے۔ ہر معمولی عقل رکھنے والے اور اعلیٰ فہم و ادراک رکھنے والے کے لئے اس میں بیان ہے۔ پس اس میں ایک یہ بھی بات ہے کہ اگر تمہیں سمجھ نہیں آتی تو اعتراض کرنے کی بجائے اپنی عقلوں پر روؤ، نہ کہ قرآن پر اعتراض کرو۔ قرآن کی تعلیم تو انسانی فطرت کے عین مطابق ہے لیکن اس کو سمجھنے کے لئے پاک دل ہونا ضروری ہے اور ایک مزکّی کی ضرورت ہے۔ آج جماعت احمدیہ ہے جو اس کا فہم و ادراک اس مزکّی سے حاصل کر کے آگے پہنچاتی ہے۔ آؤ اس سے یہ فہم و ادراک حاصل کرو۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عقل دے اور اس انجام سے محفوظ رکھے جس کی خدا تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی ہے۔ (خطبات مسرور، جلد 6، صفحہ 96)

قرآن میں ہر بات موجود ہے

❁ یہ ہے اس کتاب کی خوبصورتی کہ ہر نئی دریافت جو آج کا تعلیم یافتہ انسان کرتا ہے خدا تعالیٰ کی اس آخری کتاب میں پہلے سے اس کا تصور موجود ہے بلکہ وضاحت موجود ہے۔ اب یہ انسان کی بنائی ہوئی کتابیں اس کا مقابلہ کیا کر سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ چیلنج ہے کہ نہ تو تم اس جیسی کتاب لا سکتے ہو، نہ اس جیسی ایک آیت بنا سکتے ہو۔ پس یہ وہ آخری کتاب ہے جو اس عظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری جس کا زمانہ قیامت تک ہے۔(خطبات مسرور، جلد 6، صفحہ 35)

قرآن نے کسی پہلو کو احاطہ کئے بغیر نہیں چھوڑا

❁ اپنی چھوٹی چھوٹی باتوں پر جو قرآن کریم کی اعلیٰ تعلیم اور احکامات ہیں ان کو قربان نہیں کرنا چاہئے۔ پس ہر احمدی کو قرآن کریم کو پڑھنے اور سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ یہ ایسی عظیم کتاب ہے کہ کوئی پہلو ایسا نہیں جس کا اس نے احاطہ نہ کیا ہو۔ پس معاشرے کے امن کے لئے بھی، اپنی روحانی ترقی کیلئے بھی، خدا کا قرب پانے کے لئے بھی انتہائی ضروری ہے کہ ہم قرآن کریم کے احکامات تلاش کر کے ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ اور یہ تبھی ہو سکتا ہے جب ہم باقاعدہ تلاوت کرنے والے اور اس پر غور کرنے والے ہوں گے۔

(خطبات مسرور، جلد 7، صفحہ 423)

قرآن کریم کا ہر ہر لفظ خدا تعالیٰ کی طرف لے جانے والا ہے

❁ قرآن کریم وہ کتاب ہے جس کا ہر ہر لفظ خدا تعالیٰ کی طرف لے جانے والا، تقویٰ پر قائم کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کی طرف جانے والے راستوں کی راہنمائی کرنے والا ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم خدا تعالیٰ کے قرب کے معیاروں کو حاصل کرنا چاہتے ہو، اور اس تعلیم کو سمجھنا چاہتے ہو جو قرآن کریم میں بیان کی گئی ہے تو قرآن کریم پڑھنے سے پہلے خالص ہو کر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرو کہ وہ تمہیں شیطان کے وسوسوں اور حملوں سے بچائے اور اس تعلیم پر عمل کرنے کی توفیق دے جو تم پڑھ رہے ہو۔ کیونکہ یہ ایسا بیش قیمت خزانہ ہے جس تک پہنچنے سے روکنے کے لئے شیطان ہزاروں روکیں کھڑی کرے گا اور اگر شیطان سے بچنے کی دعا نہ کی تو تمہیں پتہ ہی نہیں چلے گا کہ کس وقت شیطان نے کس طرف سے تمہیں اللہ تعالیٰ کے پیغام کو سمجھنے سے روک دیا ہے۔ باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے لیکن شیطان کی گرفت میں آنے کی وجہ سے اس کلام کو پڑھنے سے تمہاری راہنمائی نہیں ہو سکے گی۔ پس پہلی بات تو یہ کہ قرآن کریم کو خالص اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آ کر پڑھو ورنہ سمجھ نہیں آئے گی۔ اس لئے ایک جگہ فرمایا کہ وَلَا یَزِیۡدُ الظّٰلِمِیۡنَ اِلَّا خَسَارًا کہ ظالموں کو قرآن کریم خسارے میں بڑھاتا ہے حالانکہ مومنوں کے لئے یہی نفع رساں ہے۔ (خطبات مسرور جلد ہفتم صفحہ 418، مطبوعہ قادیان 2012)

……★……★……★……

قرآن کریم کی اہمیت، اس کے مقام، اس کی تلاوت، اس پر تدبّر، اس پر عمل کرنے کی ضرورت اور اس کے انسانی زندگی پر اثرات سے متعلق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کے حوالہ سے پُر معارف بیان اور احباب جماعت کو ان امور کی طرف توجہ دینے کی تاکیدی نصائح

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 11 رجولائی 2014ء بمطابق 11 وفا 1393 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے درج ذیل آیت کی تلاوت فرمائی۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ۔ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۔ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۔يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۔وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔(البقرۃ:186)

اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ: رمضان کا مہینہ جس میں قرآن انسانوں کے لئے ایک عظیم ہدایت کے طور پر اتارا گیا اور ایسے کھلے نشانات کے طور پر جن میں ہدایت کی تفصیل اور حق و باطل میں فرق کر دینے والے امور ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے اس مہینے کو دیکھے تو اس کے روزے رکھے اور جو مریض ہوں یا سفر پر ہوں تو گنتی پوری کرنا دوسرے ایام میں ہوگا۔ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا اور چاہتا ہے کہ تم سہولت سے گنتی کو پورا کرو اور اس ہدایت کی بنا پر اللہ کی بڑائی بیان کرو جو اس نے تمہیں عطا کی اور تاکہ تم شکر کرو۔

قرآن کریم کی اہمیت، اس کے مقام، اس پر عمل کرنے کی ضرورت اور کس طرح عمل کرنا ہے، کن لوگوں کے لئے یہ زندگی پیدا کرنے کا ذریعہ بنتا ہے، انسانی زندگی پر اس کے کیا اثرات ہیں، غرض کہ بیشمار باتیں ہیں جن کی تفصیل ہمیں اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں بتائی ہے۔ اس لئے کہ نہ صرف ہم اس عظیم شرعی کتاب پر عمل کر کے اپنی روحانی، دینی، اخلاقی ترقی کے سامان کریں بلکہ دنیاوی ترقی کے بھی سامان کریں۔ اور اس آیت میں جس کی میں نے تلاوت کی ہے رمضان کے مہینے کے ساتھ جوڑ کر قرآن کریم کی برکات کا رمضان کے ساتھ تعلق قائم فرمایا ہے اور رمضان کے تعلق کو قرآن کے ساتھ قائم کر کے رمضان کی اہمیت مزید اجاگر کی گئی ہے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ کہہ کر بتایا کہ اس آخری شرعی اور کامل کتاب کا تعلق رمضان سے ہے اور جو شخص چاہتا ہے کہ اپنے ایمان میں ترقی کرے، جو چاہتا ہے کہ اس آخری اور مکمل کتاب اور شریعت کو دنیا میں پھیلائے اور دنیا اس کو جان لے، جو شخص چاہتا ہے کہ اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لے جانے کی کوشش کرے، جو شخص چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرے اور فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ کی آواز سنے تو پھر رمضان اور قرآن کا حق ادا کرے، ان کے آپس کے تعلق کو جانے۔ اس مہینے میں یہ فاصلے جو عام دنوں اور مہینوں میں بہت دُور لگتے ہیں سمیٹ کر قریب کر دیئے ہیں۔ پس ایک مومن اس مہینے سے جتنا بھی فیض پا سکتا ہے اسے پانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ آیت کے اس حصّے کے بارہ میں مفسّرین نے لکھا ہے کہ رمضان کے روزوں کی اتنی اہمیت ہے کہ اس کے بارے میں قرآن کریم میں خاص طور پر احکام نازل کئے گئے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے بھی فرمایا کہ: ’’شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ ... یہی ایک فقرہ ہے جس سے ماہِ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے‘‘۔

(البدر جلد 1 نمبر 7، 12 دسمبر 1902ء صفحہ 52 کالم 2)

اور پھر یہ بھی فرمایا کہ اس عظمت کی وجہ سے روزے کا اجر بھی بہت بڑا اور عظیم ہے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 4 صفحہ 257)

لیکن ان کے لئے جو ان روزوں اور قرآن کے آپس کے تعلق کا بھی حق ادا کریں اور اس کا حق یہ ہے کہ روزوں کے ساتھ قرآن کریم کو پڑھیں۔ اس پر غور کریں۔ اس کی تفسیریں سنیں یا پڑھیں۔ کیونکہ جہاں تک میرا علم ہے مَیں نے جائزہ لیا ہے ہم میں سے بھی بہت سے ایسے، ہیں بڑی تعداد ایسی ہے جو رمضان میں بھی قرآن کریم کا حق ادا کرنے کی کوشش نہیں کرتے، پورا نہیں پڑھتے۔ مطلب یہ ہے کہ جس توجہ سے پڑھنا چاہئے اس طرح نہیں پڑھتے۔ اگر پڑھا بھی تو بے دلی سے تھوڑا سا پڑھ لیا۔ تو بہرحال اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

پھر شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ کے ایک یہ معنی بھی ہیں کہ اس مہینے میں قرآن کا نزول شروع ہوا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی یہی روایت ہے کہ جبریل ہر سال رمضان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نازل شدہ قرآن کا دور کیا کرتے تھے اور آپ کے وصال کے سال یہ دور دو مرتبہ کیا گیا۔ دو دفعہ قرآن کریم دہرایا گیا۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن باب کان جبریل یعرض القرآن علی النبی ﷺ)

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوہ اور اللہ تعالیٰ کے خاص منشاء سے آپ کا یہ طریق ہمیں توجہ دلاتا ہے کہ ہم قرآن کریم کو کم از کم ایک بار تو ضرور رمضان میں ختم کرنے کی کوشش کریں اور جیسا کہ مَیں نے کہا اس پر غور بھی کریں۔ جب غور کریں گے، پڑھیں گے، سمجھیں گے تو تبھی ہم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر عمل کرنے والے ہو سکیں گے کہ هُدًى لِّلنَّاسِ۔ کہ انسانوں کے لئے ہدایت ہے۔ ان انسانوں کے لئے ہدایت ہے جو اس سے ہدایت لینا چاہتے ہیں اور ہدایت پڑھے اور سمجھے بغیر تو نہیں مل سکتی۔

پس اس کا پڑھنا اور پڑھ کر سمجھنا ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ ہدایت دلائل کے ساتھ ہے۔ تم لوگوں کو صرف یہ حکم نہیں دے دیا کہ تم اس کو پڑھو، اس میں ہدایت ہے بلکہ ہر ہدایت کی دلیل دی گئی ہے۔ اس کو سمجھو، پڑھو اور اپنے اوپر لاگو کرو کیونکہ دلائل کے ساتھ سمجھی ہوئی بات پر عمل دل کی گہرائی سے ہو سکتا ہے، حقیقی رنگ میں ہو سکتا ہے۔ اس ہدایت کی روح کو سمجھتے ہوئے ہو سکتا ہے۔ پھر یہ کہ بَيِّنَات کے ساتھ، دلائل کے ساتھ جو ہدایت ہے اس کو دوسروں تک پہنچانے اور غیروں کو سمجھانے میں بھی آسانی پیدا ہوتی ہے اور یوں قرآن کریم کے ذریعہ تبلیغ کا، ایک جہاد کا جو حکم ہے وہ بھی پورا ہوتا ہے۔ اور پھر یہ بھی اعلان فرمایا کہ اس میں فرقان بھی ہے۔ ایسے ٹھوس اور بیّن دلائل ہیں جو حق اور باطل میں فرق کر دیتے ہیں۔ اس پر عمل کرنے والا بھی دوسروں سے مختلف نظر آتا ہے۔ جو بھی قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کر رہا ہے وہ دوسروں سے بہرحال مختلف نظر آئے گا۔ اس کی عملی اور روحانی اور اعتقادی حالت بھی دوسروں سے نمایاں طور پر اعلیٰ درجے پر پہنچی ہوگی۔ اور قرآن کے مقابل پر جب ہم دوسروں سے بات کرتے ہیں تب بھی جب ہم قرآن کی دلیل سے بات کریں گے تو قرآن کے مقابل پر کوئی اور کتاب یا کوئی اور دین کھڑا ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ اس میں ایسی تعلیمات ہیں، ایسے تاریخی شواہد ہیں، دوسرے دینوں کے مقابل پر ایسے دلائل ہیں جو روز روشن کی طرح اپنی برتری ثابت کر دیتے ہیں۔ اس کتاب کے شروع سے آخر تک خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونے اور اب تک اپنی اصلی حالت میں محفوظ رہنے کا قرآن کریم اعلان کرتا ہے اور ہمیشہ محفوظ رہنے کا قرآن کریم اعلان کرتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رمضان کے مہینے میں روزوں کے ساتھ جو ایک مجاہدہ ہے اس علم و عرفان کے خزانے کو پڑھنے اور سیکھنے کی بھی کوشش کرو اور اس کی تعلیمات کو اپنی زندگیوں کا حصہ بناؤ۔ اس کے احکامات پر غور کرو اور اپنی زندگیوں پر لاگو کرو۔ اس کے بھولے ہوئے حصے کو اس مہینے میں بار بار دہرا کر تازہ کرو۔ اس کی تعلیمات کی جگالی کر کے اس مہینے میں اپنا جائزہ لو کہ کس حد تک تم قرآن کریم پر عمل کر رہے ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ ہمیں فرماتا ہے کیونکہ یہی باتیں ہیں جو دنیا و عاقبت سنوارنے والی بنتی ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

’’یعنی قرآن میں تین صفتیں ہیں اول یہ کہ جو علوم دین لوگوں کو معلوم نہیں رہے تھے ان کی طرف ہدایت فرماتا ہے۔ دوسرے جن علوم میں پہلے کچھ اجمال چلا آتا تھا ان کی تفصیل بیان کرتا

ہے۔ تیسرے جن امور میں اختلاف اور تنازع پیدا ہو گیا تھا ان میں قول فیصل بیان کر کے حق اور باطل میں فرق ظاہر کرتا ہے۔‘‘ (براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 225 حاشیہ نمبر 11)

پس یہ ایک ایسی جامع کتاب ہے اور مکمل کتاب ہے جس کا کوئی ثانی نہیں جس میں ہر چیز مکمل طور پر بیان کر دی۔ تمام پرانے دینوں کی غلطیاں نکال دیں۔ تمام پرانی کتابوں کی کمیاں پوری کر دیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہم پر یہ بھی احسان ہے کہ اس نے ہمیں اس زمانے میں پیدا کیا اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ماننے کی توفیق بھی عطا فرمائی اور یہ توفیق دے کر آپ کے ذریعہ سے قرآن کریم کی اہمیت و معرفت جاننے کے سامان بھی مہیا فرمائے۔ قرآن کریم کے علوم و معرفت کے خزانے آپ نے ہمارے سامنے پیش فرمائے۔ اس کا صحیح ادراک تو آپ کی کتب پڑھنے سے ہوتا ہے اور ہوسکتا ہے۔ بہرحال اس وقت میں قرآن کریم کے بارے میں آپ کے چند اقتباسات رکھوں گا جس سے قرآن کریم کے مقام و اہمیت کا پتا چلتا ہے۔ اور اس بارے میں ادا کرنے والی ہماری کیا ذمہ داریاں ہیں، ان کی طرف توجہ ہوتی ہے تا کہ ہم ان باتوں کو سامنے رکھ کر قرآن کریم کے پڑھنے پڑھانے اور عمل کرنے کی طرف توجہ دیں۔ جو آیت میں نے تلاوت کی ہے یہ تو اس کے صرف اتنے حصے کی میں نے تھوڑی سی وضاحت کی ہے۔

اب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض اقتباسات آپ کے سامنے رکھوں گا۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

’’خاتم النبیّین کا لفظ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بولا گیا ہے بجائے خود چاہتا ہے اور بالطبع اسی لفظ میں یہ رکھا گیا ہے کہ وہ کتاب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے وہ بھی خاتم الکتب ہو اور سارے کمالات اس میں موجود ہوں اور حقیقت میں وہ کمالات اس میں موجود ہیں۔ کیونکہ کلام الٰہی کے نزول کا عام قاعدہ اور اصول یہ ہے کہ جس قدر قوت قدسی اور کمال باطنی اس شخص کا ہوتا ہے اس قدر قوت اور شوکت اس کلام کی ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی اور کمال باطنی چونکہ اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کا تھا جس سے بڑھ کر کسی انسان کا نہ کبھی ہوا اور نہ آئندہ ہوگا اس لئے قرآن شریف بھی تمام پہلی کتابوں اور صحائف سے اس اعلیٰ مقام اور مرتبہ پر واقع ہوا ہے جہاں تک کوئی دوسرا کلام نہیں پہنچا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی استعداد اور قوت قدسی سب سے بڑھی ہوئی تھی اور تمام مقاماتِ کمال آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی نقطہ پر پہنچے ہوئے تھے۔ اس مقام پر قرآن شریف جو آپ پر نازل ہوا کمال کو پہنچا ہوا ہے۔ اور جیسے نبوت کے کمالات آپ پر ختم ہو گئے اسی طرح پر اعجاز کلام کے کمالات قرآن شریف پر ختم ہو گئے۔ آپ خاتم النبیّین ٹھہرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب خاتم الکتب ٹھہری۔ جس قدر مراتب اور وجوہ اعجاز کلام کے ہو سکتے ہیں ان سب کے اعتبار سے آپ کی کتاب انتہائی نقطہ پر پہنچی ہوئی ہے۔ یعنی کیا باعتبار فصاحت و بلاغت، کیا باعتبار ترتیب مضامین، کیا باعتبار تعلیم، کیا باعتبار کمالاتِ تعلیم، کیا باعتبار ثمراتِ تعلیم۔ غرض جس پہلو سے دیکھو اسی پہلو سے قرآن شریف کا کمال نظر آتا ہے اور اس کا اعجاز ثابت ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف نے کسی خاص امر کی نظیر نہیں مانگی بلکہ عام طور پر نظیر طلب کی ہے یعنی جس پہلو سے چاہو مقابلہ کرو خواہ بلحاظ فصاحت و بلاغت، خواہ بلحاظ مطالب و مقاصد، خواہ بلحاظ تعلیم، خواہ بلحاظ پیشگوئیوں اور غیب کے جو قرآن شریف میں موجود ہیں۔ غرض کسی رنگ میں دیکھو یہ معجزہ ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 26۔27۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر قرآن کریم کی اہمیت بیان فرماتے ہوئے آپ ہمیں توجہ دلاتے ہیں۔ فرمایا کہ:

’’اگر ہمارے پاس قرآن نہ ہوتا اور حدیثوں کے یہ مجموعے ہی مایہ ناز ایمان و اعتقاد ہوتے (اگر صرف حدیثوں پر ہی اعتقاد کرنا ہے) تو ہم قوموں کو شرمساری سے منہ بھی نہ دکھا سکتے۔‘‘ فرمایا:

’’میں نے قرآن کے لفظ میں غور کی تب مجھ پر کھلا کہ اس مبارک لفظ میں ایک زبردست پیشگوئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہی قرآن یعنی پڑھنے کے لائق کتاب ہے اور ایک زمانہ میں تو اَور بھی زیادہ یہی پڑھنے کے لائق کتاب ہوگی۔ جبکہ اور کتابیں بھی پڑھنے میں اس کے ساتھ شریک کی جائیں گی۔ اُس وقت اسلام کی عزت بچانے کے لئے اور بطلان کا استیصال کرنے کے لئے یہی ایک کتاب پڑھنے کے قابل ہوگی اور دیگر کتابیں قطعاً چھوڑ دینے کے لائق ہوں گی۔ فرقان کے بھی یہی معنی ہیں۔ یعنی یہی ایک کتاب حق و باطل میں فرق کرنے والی ٹھہرے گی اور کوئی حدیث کی یا اور کوئی کتاب اس حیثیت اور پایہ کی نہ ہوگی۔ اس لئے اب سب کتابیں چھوڑ دو اور رات دن کتاب اللہ ہی کو پڑھو۔ بڑا بے ایمان ہے وہ شخص جو قرآن کریم کی طرف التفات نہ کرے اور دوسری کتابوں پر ہی رات دن جھکا رہے۔ ہماری جماعت کو چاہیے کہ قرآن کریم کے شغل اور تدبّر میں جان و دل سے مصروف ہو جائیں اور حدیثوں کے شغل کو ترک کریں۔ بڑے تأسّف کا مقام ہے کہ قرآن کریم کا وہ اعتناء اور تدارس نہیں کیا جاتا جو احادیث کا کیا جاتا ہے۔ اس وقت قرآن کریم کا حربہ ہاتھ میں لو تو تمہاری فتح ہے۔ اس نور کے آگے کوئی ظلمت ٹھہر نہ سکے گی۔‘‘

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 386۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر اصلاح کے ذرائع بیان کرتے ہوئے آپ نے ایک جگہ فرمایا کہ:

’’تبدیلی اور اصلاح کس طرح ہو؟ اس کا جواب وہی ہے کہ نماز سے جو اصل دعا ہے‘‘۔ پہلی بات نماز۔ پھر فرمایا: ’’قرآن شریف پر تدبر کرو۔ اس میں سب کچھ ہے۔ نیکیوں اور بدیوں کی تفصیل ہے اور آئندہ زمانے کی خبریں ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 102۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پس پہلی چیز جو ہے نمازوں کی طرف توجہ ہے۔ اور اِن دنوں میں تو خاص طور پر باجماعت نمازوں کی طرف توجہ ہونی چاہئے، خاص اہتمام ہونا چاہئے۔ اور پھر قرآن کریم کا کیونکہ رمضان سے تعلق ہے اس لئے ان دنوں میں اگر پڑھنے کی عادت ڈال لیں اور سوچنے کی اور سمجھنے کی عادت ڈال لیں، اپنے اوپر اس تعلیم کو لاگو کرنے کی عادت ڈال لیں تو وہ پھر آئندہ بھی کام آتی ہے۔

فرمایا کہ: ’’نیکیوں اور بدیوں کی تفصیل ہے اور آئندہ زمانے کی خبریں ہیں وغیرہ۔ بخوبی سمجھ لو کہ یہ وہ مذہب پیش کرتا ہے جس پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا کیونکہ اس کے برکات اور ثمرات تازہ بتازہ ملتے ہیں۔ انجیل میں مذہب کو کامل طور پر بیان نہیں کیا گیا۔ اس کی تعلیم اُس زمانے کے حسب حال ہو تو ہو لیکن وہ ہمیشہ اور ہر حالت کے موافق ہرگز نہیں۔ یہ فخر قرآن مجید ہی کو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ہر مرض کا علاج بتایا ہے اور تمام قویٰ کی تربیت فرمائی ہے اور جو بدی ظاہر کی ہے اس کے دُور کرنے کا طریق بھی بتایا ہے۔ اس لئے قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہو اور دعا کرتے رہو اور اپنے چال چلن کو اس کی تعلیم کے ماتحت رکھنے کی کوشش کرو۔‘‘

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 102۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ بیان فرماتے تھے کہ ایک دفعہ پاکستان کے ایک وزیر ماؤ زے تنگ کے زمانے میں چائنا (China) کے دورے پر گئے۔ انہوں نے ماؤ صاحب سے پوچھا کہ آپ نے اپنی قوم میں یہ انقلاب پیدا کیا ہے اس کی وجہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا تم مجھ سے کیا پوچھتے ہو۔ جاؤ اپنے نبی کا اُسوہ دیکھو اور اپنے قرآن کریم کو پڑھو اور اس پر عمل کرو تو تمہیں سب کچھ مل جائے گا۔ تو غیروں کو بھی جو عقلمند ہیں چاہے وہ مانیں نہ مانیں لیکن قرآن کریم میں ایک نور نظر آتا ہے۔

پھر قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل کرنے سے کیا انقلاب آتے ہیں؟ اس بارے میں معجزات کے بارے میں آپؑ فرماتے ہیں کہ:

’’دوسرا معجزہ قرآن شریف کا جو ہمارے لئے حکم مشہود و محسوس کا رکھتا ہے‘‘ (بڑا واضح ہے)

’’وہ عجیب و غریب تبدیلیاں ہیں جو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بہ برکت پیروی قرآن شریف و اثر صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہور میں آئیں۔ جب ہم اس بات کو دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ مشرف بہ اسلام ہونے سے پہلے کیسے اور کس طریق اور عادت کے آدمی تھے اور پھر بعد شرف صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و اتباع قرآن شریف کس رنگ میں آئے اور کیسے عقائد میں، اخلاق میں، چلن میں، گفتار میں، رفتار میں، کردار میں اور اپنی جمیع عادات خبیثہ حالت سے منتقل ہو کر نہایت طیب اور پاک حالت میں داخل کئے گئے تو ہمیں اس تاثیر عظیم کو دیکھ کر جس نے ان کے زنگ خوردہ وجودوں کو ایک عجیب تازگی بخشی اور روشنی اور چمک بخش دی تھی اقرار کرنا پڑتا ہے کہ یہ تصرف ایک خارق عادت تصرف تھا جو خاص خدا تعالیٰ کے ہاتھ نے کیا۔‘‘

(ایک عیسائی کے تین سوال اور ان کے جوابات روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 447)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور قرآن کریم کی تعلیم پر عمل اور وجوہات پہلے آپ نے بیان کر دیں۔ پھر آپؑ فرماتے ہیں:

’’پھر یہ امر بھی ہر یک منصف پر ظاہر ہے کہ وہی جاہل اور وحشی اور یاوہ اور ناپارساطبع لوگ اسلام میں داخل ہونے اور قرآن کو قبول کرنے کے بعد کیسے ہو گئے اور کیونکر تاثیرات کلام الٰہی اور صحبت نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت ہی تھوڑے عرصہ میں ان کے دلوں کو یکلخت ایسا مبدّل

کردیا کہ وہ جہالت کے بعد معارف دینی سے مالا مال ہوگئے اور محبت دنیا کے بعد الٰہی محبت میں ایسے کھوئے گئے کہ اپنے وطنوں، اپنے مالوں، اپنے عزیزوں، اپنی عزتوں، اپنی جان کے آراموں کو اللہ جل شانہ کے راضی کرنے کے لئے چھوڑ دیا۔ چنانچہ یہ دونوں سلسلے ان کی پہلی حالت اور اس نئ زندگی کے جو بعد اسلام انہیں نصیب ہوئے قرآن شریف میں ایسی صفائی سے درج ہیں کہ ایک صالح اور نیک دل آدمی پڑھنے کے وقت بے اختیار چشم پُرآب ہوجاتا ہے۔ پس وہ کیا چیز تھی جوان کو اتنی جلدی ایک عالَم سے دوسرے عالَم کی طرف کھینچ کر لے گئی۔ وہ دو ہی باتیں تھیں۔ ایک یہ کہ وہ نبی معصوم اپنی قوت قدسیہ میں نہایت ہی قوی الاثر تھا، ایسا کہ نہ کبھی ہوا اور نہ ہوگا۔ دوسری خدائے قادر و مطلق حیّ قیوم کے پاک کلام کی زبردست اور عجیب تاثیریں تھیں کہ جو ایک گروہ کثیر کو ہزاروں ظلمتوں سے نکال کر نور کی طرف لے آئیں۔ بلاشبہ یہ قرآنی تاثیریں خارق عادت ہیں کیونکہ کوئی دنیا میں بطور نظیر نہیں بتلا سکتا کہ کبھی کسی کتاب نے ایسی تاثیر کی۔ کون اس بات کا ثبوت دے سکتا ہے کہ کسی کتاب نے ایسی عجیب تبدیل و اصلاح کی جیسی قرآن شریف نے کی۔......لاکھوں مقدّسوں کا یہ تجربہ ہے کہ قرآن شریف کے اتباع سے برکات الٰہی دل پر نازل ہوتی ہیں اور ایک عجیب پیوند مولیٰ کریم سے ہوجاتا ہے۔ خدائے تعالیٰ کے انوار اور الہام ان کے دلوں پر اترتے ہیں اور معارف اور نکات ان کے مونہہ سے نکلتے ہی ایک قوی توکّل ان کو عطا ہوتی ہے اور ایک محکم یقین ان کو دیا جاتا ہے اور ایک لذیذ محبت الٰہی جو لذت وصال سے پرورش یاب ہے ان کے دلوں میں رکھی جاتی ہے۔ اگر ان کے وجودوں کو ہاون مصائب میں پیسا جائے اور سخت شکنجوں میں دے کر نچوڑا جائے تو ان کا عرق بجز حبِّ الٰہی کے اور کچھ نہیں۔''

(سرمہ چشم آریہ روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 77 تا 79 حاشیہ)

ان کو بیشک جتنا مرضی پیسیں جس طرح گرائنڈر میں پیستے ہیں اور سخت شکنجوں میں نچوڑیں، ان کا عرق نکالیں اگر کوئی ایسی چیز کسی انسان کے پاس نکالنے کی ہو تو ایسے لوگ جو ہیں جو قرآن کی تعلیم پر غور کرنے والے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق رکھنے والے ہیں ان کا آخری نتیجہ کیا نکلے گا۔ یہی کہ محبت الٰہی کا عرق ان میں سے نکلے گا اور کچھ بھی نہیں ہوگا۔

فرمایا ''دنیا ان سے ناواقف اور وہ دنیا سے دُورتر و بلندتر ہیں۔ خدا کے معاملات ان سے خارق عادت ہیں۔ انہیں پر ثابت ہوا ہے کہ خدا ہے۔ انہیں پر کھلا ہے کہ ایک ہے۔ جب وہ دعا کرتے ہیں تو وہ ان کی سنتا ہے۔ جب وہ پکارتے ہیں تو وہ انہیں جواب دیتا ہے۔ جب وہ پناہ چاہتے ہیں تو وہ ان کی طرف دوڑتا ہے۔ وہ باپوں سے زیادہ ان سے پیار کرتا ہے اور ان کی درودیوار پر برکتوں کی بارش برساتا ہے۔ پس وہ اس کی ظاہری و باطنی و روحانی وجسمانی تائیدوں سے شناخت کئے جاتے ہیں اور وہ ہر یک میدان میں ان کی مدد کرتا ہے۔ کیونکہ وہ اس کے اور وہ ان کا ہے۔ یہ باتیں بلاثبوت نہیں۔'' (سرمہ چشم آریہ روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 77 تا 79 حاشیہ)

پھر آج بھی ترقی کا یہی گر ہے کہ قرآنی تعلیمات پر عمل کیا جائے۔ صرف مان لینا کافی نہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ: ''اصل یہی ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں سکھایا ہے جب تک مسلمان قرآن شریف کے پورے متبع اور پابند نہیں ہوتے وہ کسی قسم کی ترقی نہیں کرسکتے۔ جس قدر وہ قرآن شریف سے دور جارہے ہیں اسی قدر وہ ترقی کے مدارج اور راہوں سے دور جارہے ہیں۔ قرآن شریف پر عمل ہی ترقی اور ہدایت کا موجب ہے''۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 379۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے دوبارہ آپ نے فرمایا۔ پہلے بھی مَیں نے یہ اقتباس پڑھا ہے کہ:

''سو تم ہوشیار رہو اور خدا کی تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم بھی نہ اٹھاؤ۔ مَیں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔ اور حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل تھے۔ سو تم قرآن کو تدبّر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْآن۔ کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔ افسوس ان لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں۔ تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدّق یا مکذّب قیامت کے دن قرآن ہے۔'' یہی بتائے گا کہ تمہارے میں ایمان کیسا تھا؟ تصدیق کرے گا یا جھٹلائے گا۔

فرمایا: ''اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلا واسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے''۔ (کوئی کتاب ایسی نہیں جو تمہیں ہدایت دے جب تک قرآن میں سے نہیں گزرو گے۔ جب تک اس میں قرآن کریم کی تعلیمات کا ذکر نہیں ہوگا۔) فرمایا: ''خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ مَیں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں دی گئی اگر بجائے توریت کے یہودیوں کو دی جاتی تو بعض فرقے ان کے قیامت سے منکر نہ ہوتے۔ پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے۔ یہ بڑی دولت ہے۔ اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مُضغہ کی طرح ہوتی''۔ (بڑے گندے لوتھڑے کی طرح ہوتی۔)'' قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔''

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 27-26)

پھر اس کی اہمیت بیان فرماتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ:

''قرآن مجید ایک ایسی پاک کتاب ہے جو اس وقت دنیا میں آئی تھی جبکہ بڑے بڑے فساد پھیلے ہوئے تھے اور بہت سی اعتقادی اور عملی غلطیاں رائج ہوگئی تھیں اور قریباً سب کے سب لوگ بد اعمالیوں اور بدعقیدگیوں میں گرفتار تھے۔ اس کی طرف اللہ جل شانہ قرآن مجید میں اشارہ فرماتا ہے۔ ظَھَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔ یعنی تمام لوگ کیا اہل کتاب اور کیا دوسرے سب کے سب بدعقیدگیوں میں مبتلا تھے اور دنیا میں فسادِ عظیم برپا تھا۔ غرض ایسے زمانے میں خدا تعالیٰ نے تمام عقائد باطلہ کی تردید کے لئے قرآن مجید جیسی کامل کتاب ہماری ہدایت کے لئے بھیجی جس میں کُل مذاہب باطلہ کا ردّ موجود ہے اور خاص کر سورۃ فاتحہ میں جو پنج وقت ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے اشارہ کے طور پر کُل عقائد کا ذکر ہے۔''

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 31۔ ایڈیشن 1984ء مطبوعہ لندن)

پھر آپ فرماتے ہیں کہ:

''(قرآن میں) جس قدر خداوند قادر مطلق نے تمام دنیا کے مقابلہ پر، تمام مخالفوں کے مقابلہ پر، تمام دشمنوں کے مقابلہ پر، تمام منکروں کے مقابلہ پر، تمام دولتمندوں کے مقابلہ پر، تمام زور آوروں کے مقابلہ پر، تمام بادشاہوں کے مقابلہ پر، تمام حکیموں کے مقابلہ پر، تمام فلاسفروں کے مقابلہ پر، تمام اہل مذہب کے مقابلہ پر ایک عاجز ناتوان بے زر، بے زور ایک اُمّی ناخوان بے علم، بے تربیت کو اپنی خداوندی کے کامل جلال سے کامیابی کے وعدے دیئے ہیں، کیا کوئی ایمانداروں اور حق کے طالبوں میں سے شک کرسکتا ہے کہ یہ تمام مواعید کہ جو اپنے وقتوں پر پورے ہوگئے اور ہوتے جاتے ہیں یہ کسی انسان کا کام ہے؟''

(براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 267-266 حاشیہ نمبر 11)

تلاوت کے آداب کے بارے میں کسی نے سوال کیا تھا کہ قرآن شریف کس طرح پڑھا جائے؟ آپ نے فرمایا:

''قرآن شریف تدبر و تفکّر و غور سے پڑھنا چاہئے۔ حدیث شریف میں آیا ہے رُبَّ قَارٍ یَلْعَنُہُ الْقُرْاٰن۔ یعنی بہت ایسے قرآن کریم کے قاری ہوتے ہیں جن پر قرآن کریم لعنت بھیجتا ہے۔ جو شخص قرآن پڑھتا اور اس پر عمل نہیں کرتا اس پر قرآن مجید لعنت بھیجتا ہے۔ تلاوت کرتے وقت جب قرآن کریم کی آیت رحمت پر گزر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ سے رحمت طلب کی جاوے اور جہاں کسی قوم کے عذاب کا ذکر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ کے عذاب سے خدا تعالیٰ کے آگے پناہ کی درخواست کی جاوے اور تدبر و غور سے پڑھنا چاہئے اور اس پر عمل کیا جاوے۔''

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 157۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر یہ بیان فرماتے ہوئے کہ تلاوت کی غرض کس طرح پوری ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا:

''لوگ قرآن شریف پڑھتے ہیں مگر طوطے کی طرح یونہی بغیر سوچے سمجھے چلے جاتے ہیں جیسے ایک پنڈت اپنی پوتھی کو اندھا دھند پڑھتا جاتا ہے، نہ خود سمجھتا ہے اور نہ سننے والوں کو پتا لگتا ہے۔ اسی طرح پر قرآن شریف کی تلاوت کا طریق صرف یہ رہ گیا ہے کہ دو چار سپارے پڑھ لئے اور کچھ معلوم نہیں کہ کیا پڑھا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ سُر لگا کر پڑھ لیا اور قاف اور عین کو پورے طور پر ادا کردیا۔ قرآن شریف کو عمدہ طور پر اور خوش الحانی سے پڑھنا بھی ایک اچھی بات ہے۔''

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 429-428۔ ایڈیشن 1984ء مطبوعہ لندن)

حدیث میں بھی آیا ہے کہ اچھی تلاوت کرنی چاہئے۔

(سنن ابی داؤد کتاب الصلاۃ باب استحباب الترتیل فی القراءۃ حدیث نمبر 1468)

''مگر قرآن شریف کی تلاوت کی اصل غرض تو یہ ہے کہ اس کے حقائق اور معارف پر اطلاع ملے اور انسان ایک تبدیلی اپنے اندر پیدا کرے۔ یاد رکھو کہ قرآن شریف میں ایک عجیب وغریب اور سچا فلسفہ ہے۔ اس میں ایک نظام ہے جس کی قدر نہیں کی جاتی۔ جب تک نظام اور ترتیب قرآنی کو مدّنظر نہ رکھا جاوے اس پر پورا غور نہ کیا جاوے قرآن شریف کی تلاوت کے اغراض پورے نہ ہوں گے۔''

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 429-428۔ ایڈیشن 1984ء مطبوعہ لندن)

پھر یہ بیان فرماتے ہوئے کہ کلام اللہ کی تلاوت سے محبت الٰہی پیدا ہوتی ہے، آپ فرماتے ہیں:

''پرستش کی جڑ تلاوت کلام الٰہی ہے کیونکہ محبوب کا کلام اگر پڑھا جائے یا سنا جائے تو ضرور سچے محب کے لئے محبت انگیز ہوتا ہے اور شورش عشق پیدا کرتا ہے''۔

(سرمہ چشم آریہ روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 283)

فرمایا کہ دلوں کی سختی کا علاج بھی قرآن کریم میں ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

''انسان کو چاہئے کہ قرآن شریف کثرت سے پڑھے اور جب اس میں دعا کا مقام آوے تو دعا کرے اور خود بھی خدا سے وہی چاہے جو اس دعا میں چاہا گیا ہے۔ جہاں عذاب کا مقام آوے تو اس سے پناہ مانگے اور بداعمالیوں سے بچے جس کے باعث وہ قوم تباہ ہوئی۔......دل کی اگر سختی ہو تو اس کے نرم کرنے کے لئے یہی طریق ہے کہ قرآن شریف کو ہی بار بار پڑھے۔ جہاں جہاں دعا ہوتی ہے وہاں مومن کا بھی دل چاہتا ہے کہ یہی رحمتِ الٰہی میرے بھی شامل حال ہو۔ قرآن شریف کی مثال ایک باغ کی ہے کہ ایک مقام سے انسان کسی قسم کا پھول چنتا ہے پھر آگے چل کر اور قسم کا چنتا ہے۔ پس چاہئے کہ ہر ایک مقام کے مناسب حال فائدہ اٹھاوے''۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 519۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

فرمایا کہ قرآن کریم کے بعد اب کسی اور الہامی کتاب کی ضرورت نہیں بالکل کامل اور مکمل کتاب ہے۔ فرماتے ہیں'' قرآن شریف ایسے زمانے میں آیا تھا کہ جس میں ہر ایک طرح کی ضرورتیں کہ جن کا پیش آنا ممکن ہے پیش آ گئی تھیں۔ یعنی تمام امور اخلاقی اور اعتقادی اور قولی اور فعلی بگڑ گئے تھے اور ہر ایک قسم کا افراط تفریط اور ہر یک نوع کا فساد اپنی انتہا کو پہنچ گیا تھا اس لئے قرآن شریف کی تعلیم بھی انتہائی درجے پر نازل ہوئی۔ پس انہی معنوں سے شریعت فرقانی مختتم اور مکمل ٹھہری اور پہلی شریعتیں ناقص رہیں۔ کیونکہ پہلے زمانوں میں وہ مفاسد کہ جن کی اصلاح کے لئے الہامی کتابیں آئیں وہ بھی انتہائی درجہ پر نہیں پہنچے تھے۔ اور قرآن شریف کے وقت میں وہ سب اپنی انتہا کو پہنچ گئے تھے۔ پس اب قرآن شریف اور دوسری الہامی کتابوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی کتابیں اگر ہر ایک طرح کے خلل سے محفوظ بھی رہتیں پھر بھی بوجہ ناقص ہونے تعلیم کے ضرور تھا کہ کسی وقت کامل تعلیم یعنی فرقان مجید ظہور پذیر ہوتا''۔ (اگر اس وقت کے لحاظ سے مکمل بھی تھیں تو تب بھی کیونکہ اس وقت کی ضروریات اَور تھیں اس لئے تعلیم پھر بھی نامکمل رہنی تھی اور قرآن کریم کا ظہور بہرحال ہونا تھا۔) فرمایا'' مگر قرآن شریف کے لئے اب یہ ضرورت درپیش نہیں کہ اس کے بعد کوئی اور کتاب بھی آوے۔ کیونکہ کمال کے بعد اور کوئی درجہ باقی نہیں۔ ہاں اگر یہ فرض کیا جائے کہ کسی وقت اصول حقہ قرآن شریف کے وید اور انجیل کی طرح مشرکانہ اصول بنائے جائیں گے اور تعلیم توحید میں تبدیل اور تحریف عمل میں آوے گی یا اگر ساتھ اس کے یہ بھی فرض کیا جائے جو کسی زمانے میں وہ کروڑہا مسلمان جو توحید پر قائم ہیں وہ بھی پھر طریق شرک اور مخلوق پرستی کا اختیار کر لیں گے تو بیشک ایسی صورتوں میں دوسری شریعت اور دوسرے رسول کا آنا ضروری ہو گا مگر دونوں قسم کے فرض محال ہیں''۔ (کوئی سوال نہیں پیدا ہوتا کہ یہ ہو)

(براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 102-101 حاشیہ نمبر 9)

پھر آپ فرماتے ہیں کہ:

''یاد رکھو قرآن شریف حقیقی برکات کا سرچشمہ اور نجات کا سچا ذریعہ ہے۔ یہ ان لوگوں کی اپنی غلطی ہے جو قرآن شریف پر عمل نہیں کرتے۔ عمل نہ کرنے والوں میں سے ایک گروہ تو وہ ہے جس کو اس پر اعتقاد ہی نہیں اور وہ اس کو خدا تعالیٰ کا کلام ہی نہیں سمجھتے۔ یہ لوگ تو بہت دُور پڑے ہوئے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور نجات کا شفا بخش نسخہ ہے اگر وہ اس پر عمل نہ کریں تو کس قدر تعجب اور افسوس کی بات ہے۔ ان میں سے بہت سے تو ایسے ہیں جنہوں نے ساری عمر میں کبھی اسے پڑھا ہی نہیں۔ پس ایسے آدمی جو خدا تعالیٰ کے کلام سے ایسے غافل اور لاپرواہ ہیں اُن کی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص کو معلوم ہے کہ فلاں چشمہ نہایت ہی مصفّٰی اور شیریں اور خُنک ہے اور اس کا پانی بہت سی امراض کے واسطے اکسیر اور شفا ہے۔ یہ علم اس کو یقینی ہے لیکن باوجود اس علم کے اور باوجود پیاسا ہونے اور بہت سی امراض میں مبتلا ہونے کے وہ اس کے پاس نہیں جاتا تو یہ اس کی کیسی بدقسمتی اور جہالت ہے۔ اسے تو چاہئے تھا کہ وہ اس چشمہ پر منہ رکھ دیتا اور سیراب ہو کر اس کے لُطف اور شفا بخش پانی سے حظ اٹھاتا مگر باوجود علم کے اس سے ویسا ہی دور ہے جیسا کہ ایک بے خبر۔ اور اس وقت تک اس سے دور رہتا ہے جب موت آ کر خاتمہ کر دیتی ہے۔ اس شخص کی حالت بہت ہی عبرت بخش اور نصیحت خیز ہے۔ مسلمانوں کی حالت اس وقت ایسی ہی ہو رہی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ ساری ترقیوں اور کامیابیوں کی کلید یہی قرآن شریف ہے جس پر ہم کو عمل کرنا چاہیے مگر نہیں۔ اس کی پرواہ بھی نہیں کی جاتی۔ ایک شخص جو نہایت ہمدردی اور خیر خواہی کے ساتھ اور پھر نری ہمدردی ہی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے حکم اور ایماء سے اس طرف بلاوے تو اسے کذّاب اور دجّال کہا جاتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا قابل رحم حالت اس قوم کی ہو گی۔ مسلمانوں کو چاہیے تھا اور اب بھی ان کے لیے یہی ضروری ہے کہ وہ اس چشمہ کو عظیم الشان نعمت سمجھیں اور اس کی قدر کریں۔ اس کی قدر یہی ہے کہ اس پر عمل کریں۔ اور پھر دیکھیں کہ خدا تعالیٰ کس طرح ان کی مصیبتوں اور مشکلات کو دور کر دیتا ہے۔ کاش مسلمان سمجھیں اور سوچیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے یہ ایک نیک راہ پیدا کر دی ہے اور وہ اس پر چل کر فائدہ اُٹھائیں۔''

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 140۔141۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر آپ فرماتے ہیں کہ:

''یہ سچ ہے کہ اکثر مسلمانوں نے قرآن شریف کو چھوڑ دیا ہے لیکن پھر بھی قرآن شریف کے انوار و برکات اور اس کی تاثیرات ہمیشہ زندہ اور تازہ بتازہ ہیں۔ چنانچہ مَیں اس وقت اس ثبوت کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے اپنے وقت پر اپنے بندوں کو اس کی حمایت اور تائید کے لیے بھیجتا رہا ہے۔ کیونکہ اس نے وعدہ فرمایا تھا۔ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ (الحجر: 10)۔ یعنی بے شک ہم نے ہی اس ذکر (یعنی قرآن شریف) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ قرآن شریف کی حفاظت کا جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ توریت یا کسی اور کتاب کے لیے نہیں۔ اس لیے ان کتابوں میں انسانی چالاکیوں نے اپنا کام کیا۔ قرآن شریف کی حفاظت کا یہ بڑا زبردست ذریعہ ہے کہ اس کی تاثیرات کا ہمیشہ تازہ بتازہ ثبوت ملتا رہتا ہے اور یہود نے چونکہ توریت کو بالکل چھوڑ دیا ہے اس لئے ان میں کوئی اثر اور قوت باقی نہیں رہی جو ان کی موت پر دلالت کرتی ہے۔''

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 117-116، ایڈیشن 1984 مطبوعہ لندن)

پھر بڑے درد کے ساتھ آپ نے ایک نصیحت فرمائی۔ فرمایا

''تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کے لئے رُوئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم۔'' (کشتی نوح روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 13)

یہ چند اقتباسات قرآن کریم کی اہمیت و تلاوت کی طرف توجہ دلانے، اور تعلیم پر غور کرنے اور عمل کرنے کی طرف توجہ دلانے کے لئے مَیں نے پڑھے ہیں تاکہ ہم میں سے ہر ایک کو ان کی طرف توجہ پیدا ہو اور اس رمضان میں ہم اس اہم خزانے سے فیض پانے والے ہوں۔ جیسا کہ شروع میں مَیں نے کہا اس کو پڑھیں اور غور کریں اور جو چیزیں بھول گئے ہیں۔ بعض لوگوں نے بعض آیات یاد بھی کی ہوتی ہیں لیکن بھول گئے، ان کو دہرائیں، یاد کریں۔ جو احکامات نظروں سے اوجھل ہو گئے ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عشق قرآن مجید

(سید کلیم الدین احمد، قاضی سلسلہ مرکزیہ قادیان)

دل میں یہی ہے ہردم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے
(حضرت مسیح موعودؑ)

سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کو قرآن مجید سے اس کے بے نظیر معنوی اور ظاہری محاسن کی وجہ سے بے حد عشق تھا۔ جیسا کہ اس شعر سے ظاہر ہے کہ اے میرے آسمانی آقا تیری طرف سے آیا ہوا یہ مقدس صحیفہ ہے جسے بار بار چومنے اور اس کے ارد گرد طواف کرنے کیلئے میرا دل بے چین رہتا ہے۔ آپ علیہ السلام قرآن مجید کے بے نظیر معنوی اور ظاہری محاسن کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یقیناً سمجھو کہ جس طرح یہ ممکن نہیں کہ ہم بغیر آنکھوں کے دیکھ سکیں یا بغیر کانوں کے سن سکیں یا بغیر زبان کے بول سکیں اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ بغیر قرآن کے اس پیارے محبوب کا منہ دیکھ سکیں۔ میں جوان تھا اب بوڑھا ہوا مگر میں نے کوئی نہ پایا جس نے بغیر اس پاک چشمہ کے اس کھلی کھلی معرفت کا پیالہ پیا ہو۔'' (اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 442)

نیز فرماتے ہیں کہ

سب سے سیدھی راہ اور بڑا ذریعہ جو انوار یقین اور تواتر سے بھرا ہوا اور ہماری روحانی بھلائی اور ترقی علمی کے لئے کامل رہنما ہے قرآن کریم ہے جو تمام دنیا کے دینی نزاعوں کے فیصل کرنے کا متکفل ہو کر آیا ہے جس کی آیت آیت اور لفظ لفظ ہزار ہا طور کا تواتر اپنے ساتھ رکھتی ہے اور جس میں بہت سا آبِ حیات ہماری زندگی کے لئے بھرا ہوا ہے اور بہت سے نادر اور بیش قیمت جواہر اپنے اندر مخفی رکھتا ہے جو ہر روز ظاہر ہوتے جاتے ہیں۔ یہی ایک عمدہ محک ہے جس کے ذریعہ سے ہم راستی اور ناراستی میں فرق کر سکتے ہیں۔ یہی ایک روشن چراغ ہے جو عین سچائی کی راہیں دکھاتا ہے۔ بلاشبہ جن لوگوں کو راہ راست سے مناسبت اور ایک قسم کا رشتہ ہے اُن کا دل قرآن شریف کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے اور خدائے کریم نے اُن کے دل ہی اس طرح کے بنا رکھے ہیں کہ وہ عاشق کی طرح اپنے اس محبوب کی طرف جھکتے ہیں اور بغیر اس کے کسی جگہ قرار نہیں پکڑتے اور اس سے ایک صاف اور صریح بات سن کر پھر کسی دوسرے کی نہیں سنتے اس کی ہر یک صداقت کو خوشی سے اور دوڑ کر قبول کر لیتے ہیں اور آخر وہی ہے جو موجب اشراق اور روشن ضمیری کا ہو جاتا ہے اور عجیب در عجیب انکشافات کا ذریعہ ٹھہرتا ہے اور ہر یک کو حسب استعداد معراج ترقی پر پہنچاتا ہے۔ راستبازوں کو قرآن کریم کے انوار کے نیچے چلنے کی ہمیشہ حاجت رہی ہے اور جب کبھی کسی حالتِ جدیدہ زمانہ نے اسلام کو کسی دوسرے مذہب کے ساتھ ٹکرا دیا ہے تو وہ تیز اور کارگر ہتھیار جو فی الفور کام آیا ہے قرآن کریم ہی ہے۔ ایسا ہی جب کہیں فلسفی خیالات مخالفانہ طور پر شائع ہوتے رہے تو اس خبیث پودہ کی بیخ کنی آخر قرآن کریم ہی نے کی اور ایسا اس کو حقیر اور ذلیل کر کے دکھلا دیا کہ ناظرین کے آگے آئینہ رکھ دیا کہ سچا فلسفہ یہ ہے نہ وہ

(ازالہ اوہام، صفحہ نمبر 382-381)

آپؑ اپنی تصنیف کشتی نوح میں قرآن مجید کو تدبر سے پڑھنے اور اس سے بے انتہا محبت کرنے اور اسکے تمام احکامات پر جان و دل سے عمل کرنے کے بارے میں فرماتے ہیں:

''میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل تھے۔ سو تم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اس سے بہت پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا اَلْخَیْرُ کُلُّهٗ فِی الْقُرْآن کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ یہی بات سچی ہے۔ افسوس ان لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں۔ تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلاواسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں دی گئی اگر بجائے توریت کے یہودیوں کو دی جاتی تو بعض فرقے ان کے قیامت سے منکر نہ ہوتے۔ پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے۔ یہ بڑی دولت ہے۔ اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی۔ قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔''

(کشتی نوح، روحانی خزائن، جلد 19 صفحہ 26-27)

ان اقتباسات سے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اس بے انتہا عشق کا اندازہ ہوتا ہے جو آپ کے دل میں قرآن مجید سے ہے۔ آپؑ کی کتب اور ملفوظات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نہ صرف خود قرآن مجید کا کثرت سے مطالعہ کرتے تھے بلکہ دوسروں کو بھی بار ہا قرآن مجید پڑھنے پڑھانے، سننے سنانے کی تاکید و تلقین فرماتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص نے سوال کیا کہ حضور قرآن شریف کس طرح پڑھا جائے اس پر آپ علیہ السلام نے فرمایا:

''قرآن شریف تدبر و تفکر و غور سے پڑھنا چاہئے۔ حدیث شریف میں آیا ہے: رُبَّ قَارِءٍ یَلْعَنُهُ الْقُرْآنُ۔ یعنی بہت ایسے قرآن کریم کے قاری ہوتے ہیں جن پر قرآن کریم لعنت بھیجتا ہے۔ جو شخص قرآن پڑھتا اور اس پر عمل نہیں کرتا اس پر قرآن مجید لعنت بھیجتا ہے۔ تلاوت کرتے وقت جب قرآن کریم کی آیت رحمت پر گزر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ سے رحمت طلب کی جاوے اور جہاں کسی قوم کے عذاب کا ذکر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ کے عذاب سے خدا کے آگے پناہ کی درخواست کی جاوے اور تدبر و غور سے پڑھنا چاہئے اور اس پر عمل کیا جاوے۔'' (ملفوظات، جلد پنجم صفحہ 157)

پھر فرماتے ہیں:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قرآن شریف غم کی حالت میں نازل ہوا ہے۔ تم بھی اسے غم ہی کی حالت میں پڑھا کرو۔'' (ملفوظات، جلد سوم صفحہ 152)

حضور علیہ السلام اپنی جماعت کو کثرت سے قرآن مجید پڑھنے پڑھانے کے متعلق تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اب سب کتابیں چھوڑ دو اور رات دن کتاب الٰہی کو پڑھو۔ بڑا بے ایمان ہے وہ شخص جو قرآن کریم کی طرف التفات نہ کرے اور دوسری کتابوں پر ہی رات دن جُھکا رہے۔ ہماری جماعت کو چاہئے کہ قرآن کریم کے شغل اور تدبر میں جان و دل سے مصروف ہو جائیں اور حدیثوں کے شغل کو ترک کر دیں۔ بڑے تعجب کا مقام ہے کہ قرآن کریم کا وہ اعتنا اور تدارس نہیں کیا جاتا جو احادیث کا کیا جاتا ہے۔ اس وقت قرآن کریم کا حربہ ہاتھ میں لو تو تمہاری فتح ہے۔ اس نور کے آگے کوئی ظلمت ٹھہر نہ سکے گی۔'' (ملفوظات، جلد اول، صفحہ 386)

نیز فرماتے ہیں:

''قرآن کو بہت پڑھنا چاہئے اور پڑھنے کی توفیق خدا تعالیٰ سے طلب کرنی چاہئے کیونکہ محنت کے سوا انسان کو کچھ نہیں ملتا۔ کسان کو دیکھو کہ جب وہ زمین میں ہل چلاتا ہے اور قسم قسم کی محنت اٹھاتا ہے تب پھل

جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزّت پائیں گے

جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے اُن کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا

''تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کیلئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کیلئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔''

(کشتی نوح، روحانی خزائن، جلد 19 صفحہ 13-14)

حاصل کرتا ہے۔ مگر محنت کیلئے زمین کا اچھا ہونا شرط ہے۔ اسی طرح انسان کا دل بھی اچھا ہو۔ سامان بھی عمدہ ہو۔ سب کچھ کر بھی سکے تب جا کر فائدہ پاوے گا۔ لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى۔ دل کا تعلق اللہ تعالیٰ سے مضبوط باندھنا چاہئے۔ جب یہ ہوگا تو دل خود خدا سے ڈرتا رہے گا اور جب دل ڈرتا رہتا ہے تو خدا تعالیٰ کو اپنے بندے پر خود رحم آجاتا ہے اور پھر تمام بلاؤں سے اسے بچاتا ہے۔''

(ملفوظات، جلد سوم، صفحہ 233)

ایک شخص نے عرض کی کہ حضور میرے واسطے دعا کی جاوے کہ میری زبان قرآن شریف اچھی طرح ادا کرنے لگے۔ قرآن شریف ادا کرنے کے قابل نہیں اور چلتی نہیں۔ میری زبان کھل جاوے، فرمایا کہ

''تم صبر سے قرآن شریف پڑھتے جاؤ اللہ تعالیٰ تمہاری زبان کو کھول دے گا۔ قرآن شریف میں یہ ایک برکت ہے کہ اس سے انسان کا ذہن صاف ہوتا ہے اور زبان کھل جاتی ہے۔ بلکہ اطباء بھی اس بیماری کا اکثر یہ علاج بتایا کرتے ہیں۔'' (ملفوظات، جلد سوم، صفحہ 105)

حضور علیہ السلام کو قریب سے دیکھنے والے اور آپ کے ساتھ ملنے جلنے والے اس بات کے گواہ ہیں کہ آپ کو قرآن مجید سے بے انتہا عشق اور مطالعہ کا شغف تھا۔ چند ایک روایتیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں جن سے آپ کے قرآن مجید سے بے انتہا عشق کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

''مرزا دین محمد صاحب ساکن لنگر وال ضلع گورداسپور کا بیان ہے کہ میں اپنے بچپن سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھتا آیا ہوں اور سب سے پہلے میں نے آپ کو مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کی زندگی میں دیکھا تھا۔ جب میں بالکل بچہ تھا۔ آپ کی عادت تھی کہ رات کو عشاء کے بعد جلد سو جاتے تھے اور پھر ایک بجے کے قریب تہجد کیلئے اٹھ کھڑے ہوتے تھے اور تہجد پڑھ کر قرآن کریم کی تلاوت فرماتے رہتے۔ پھر جب صبح کی اذان ہوتی تو سنتیں گھر میں پڑھ کر نماز کیلئے مسجد میں جاتے اور باجماعت نماز پڑھتے۔''

(سیرت المہدی، حصہ سوم، صفحہ 513-514)

اسی طرح مرزا سلطان احمد صاحب نے بیان کیا ہے کہ ''والد صاحب تین کتابیں بہت کثرت کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ یعنی قرآن مجید، مثنوی رومی اور دلائل الخیرات اور کچھ نوٹ بھی لیا کرتے تھے اور قرآن شریف بہت کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔''

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 199)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام دعویٰ سے قبل ملازمت کے سلسلہ میں سیالکوٹ میں مقیم تھے اس وقت کے حالات بیان کرتے ہوئے محترم مولوی میر حسن صاحب سیالکوٹی بیان کرتے ہیں کہ:

''حضرت مرزا صاحب پہلے محلہ کشمیریاں میں جو اس عاصی پُر معاصی کے غریب خانہ کے بہت قریب ہے، عمرہ نامی کشمیری کے مکان پر کرایہ پر رہا کرتے تھے۔ کچہری سے جب تشریف لاتے تھے تو قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف ہوتے تھے۔ بیٹھ کر کھڑے ہو کر، ٹہلتے ہوئے تلاوت کرتے تھے اور زار زار رویا کرتے تھے۔ ایسی خشوع وخضوع سے تلاوت کرتے تھے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔''

(سیرت المہدی، حصہ اول، صفحہ 252)

پھر ایک روایت مائی حیات بی بی صاحبہ بنت فضل دین صاحب سے مروی ہے جو حضور کے سیالکوٹ میں ملازمت کے زمانے کی ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تعلق سے بیان کرتی ہیں کہ:

''آپ کی عادت تھی کہ جب کچہری سے واپس آتے تو پہلے میرے باپ کو بلاتے اور ان کو ساتھ لیکر مکان میں جاتے۔ مرزا صاحب کا زیادہ تر ہمارے والد صاحب کے ساتھ ہی اُٹھنا بیٹھنا تھا۔ ان کا کھانا بھی ہمارے ہاں ہی پکتا تھا۔ میرے والد ہی مرزا صاحب کو کھانا پہنچایا کرتے تھے۔ مرزا صاحب اندر جاتے اور دروازہ بند کر لیتے اور اندر صحن میں جا کر قرآن پڑھتے رہتے تھے۔ میرے والد صاحب بتایا کرتے تھے کہ مرزا صاحب قرآن مجید پڑھتے پڑھتے بعض وقت سجدہ میں گر جاتے ہیں اور لمبے لمبے سجدے کرتے ہیں اور یہاں تک روتے ہیں کہ زمین تر ہو جاتی ہے۔ مائی صاحبہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی باتیں بتلاتے ہوئے متعدد دفعہ کہا میں قربان جاؤں آپ کے نام پر۔'' (سیرت المہدی، حصہ سوم، صفحہ 595)

اسی طرح حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی ؓ کا بیان ہے کہ:

''منشی عبدالواحد صاحب ایک زمانہ میں بٹالہ میں تحصیل دار ہوتے تھے۔ منشی عبدالواحد صاحب بٹالہ سے اکثر اوقات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے والد حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کو ملنے کیلئے جایا کرتے تھے اور وہ یہ بیان کرتے تھے کہ اس وقت حضرت صاحب کی عمر چودہ پندرہ سال کی ہوگی اور بیان کرتے تھے کہ اس عمر میں حضرت صاحب سارا دن قرآن شریف پڑھتے رہتے اور حاشیہ پر نوٹ لکھتے رہتے تھے اور مرزا غلام مرتضیٰ صاحب حضرت صاحب کے متعلق اکثر فرماتے تھے کہ میرا یہ بیٹا کسی سے غرض نہیں رکھتا۔ سارا دن مسجد میں رہتا ہے اور قرآن شریف پڑھتا رہتا ہے۔ منشی عبد الواحد صاحب قادیان بہت دفعہ آتے جاتے تھے۔ ان کا بیان تھا کہ میں نے حضرت صاحب کو ہمیشہ قرآن پڑھتے دیکھا ہے۔''

(سیرت المہدی، حصہ چہارم، صفحہ 26)

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خشوع وخضوع اور تدبر سے تلاوت قرآن مجید کی بے شمار شہادتیں ہیں۔ میاں فخر الدین صاحب ملتانی کا بیان ہے کہ:

''جب 1907ء میں حضرت بی بی صاحبہ (ام المومنین ؓ) لاہور تشریف لے گئیں تو ان کی واپسی کی اطلاع آنے پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان کو لانے کیلئے بٹالہ تشریف لے گئے۔ حضرت صاحب پالکی میں بیٹھ کر روانہ ہوئے۔ جسے آٹھ کہار باری باری اٹھاتے تھے۔ قادیان سے نکلتے ہی حضرت صاحب نے قرآن شریف کھول کر اپنے سامنے رکھ لیا اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت شروع فرمائی اور میں غور کے ساتھ دیکھتا گیا کہ بٹالہ تک حضرت صاحب سورۃ فاتحہ ہی پڑھتے چلے گئے اور دوسرا ورق نہیں اُلٹا۔ راستہ میں ایک دفعہ نہر پر حضرت صاحب نے اتر کر پیشاب کیا اور پھر وضو کر کے پالکی میں بیٹھ گئے اور اس کے بعد پھر اسی طرح سورۃ فاتحہ کی تلاوت میں مصروف ہو گئے۔''

(سیرت المہدی، حصہ دوم، صفحہ 395)

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی ؓ اپنے ایک خواب کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ:

''ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ حسّو خان احمدی جو پہلے وہابی تھا اس کو دیکھا کہ وہ بھی کھڑا ہے اور اس نے شکایتاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی یہ (یعنی خاکسار) یا رسول اللہ! آپ کی حدیثوں کو نہیں مانتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرزا صاحب میرے فرزند ہیں اور جب وہ قرآن پڑھتے ہیں میری روح تازہ ہو جاتی ہے اور میری طرف منہ کر کے فرمایا کہ مرزا صاحب سے کہیں کہ وہ کچھ قرآن شریف سنائیں۔ پھر میری آنکھ کھل گئی۔''

(سیرت المہدی، حصہ چہارم، صفحہ 129)

سبحان اللہ! کیا ہی بابرکت اور مبارک خواب ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عاشق قرآن ہونے کا زبردست ثبوت ہے۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحب ؓ کا بیان ہے کہ:

''میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو صرف ایک دفعہ روتے ہوئے دیکھا ہے اور وہ اس طرح کہ ایک دفعہ آپ خدام کے ساتھ سیر کے لئے تشریف لے جا رہے تھے اور ان دنوں میں حاجی حبیب الرحمن صاحب حاجی پورہ والوں کے داماد قادیان آئے ہوئے تھے۔ کسی شخص نے حضرت صاحب سے عرض کیا کہ حضور یہ قرآن شریف بہت اچھا پڑھتے ہیں۔ حضرت صاحب وہیں راستہ کے ایک طرف بیٹھ گئے اور فرمایا کہ کچھ قرآن کریم پڑھ کر سنائیں۔ چنانچہ انہوں نے قرآن شریف سنایا تو اس وقت میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔''

(سیرت المہدی، حصہ دوم، صفحہ 394)

یہ چند واقعات جو نمونتاً خاکسار نے پیش کئے ہیں، جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عاشق قرآن ہونے پر شاہد ہیں۔ آپ علیہ السلام نہ صرف خود قرآن مجید سے بے انتہا محبت کرتے تھے اور اس کی تلاوت میں دن رات مشغول رہتے تھے بلکہ دوسروں کو بھی، خصوصاً اپنے متبعین کو قرآن مجید سے بے انتہا محبت کرنے اور کثرت سے مطالعہ کرنے اور

قرآن شریف اپنی ذات میں آپ ہی ہزارہا معجزات عجیبہ وغریبہ کا جامع ہے

سچ تو یہ ہے کہ کلام الٰہی نے مسلمانوں کو دوسرے معجزات سے بکلّی بے نیاز کر دیا ہے وہ نہ صرف اعجاز بلکہ اپنی برکات وتنویرات کے رو سے اعجاز آفرین بھی ہے۔ فی الحقیقت قرآن شریف اپنی ذات میں ایسی صفات کمالیہ رکھتا ہے جو اس کو خارجیہ معجزات کی کچھ بھی حاجت نہیں۔ خارجیہ معجزات کے ہونے سے اس میں کچھ زیادتی نہیں ہوتی اور نہ ہونے سے کوئی نقص عائد حال نہیں ہوتا۔ اس کا بازار حسن معجزات خارجیہ کے زیور سے رونق پذیر نہیں بلکہ وہ اپنی ذات میں آپ ہی ہزارہا معجزات عجیبہ وغریبہ کا جامع ہے جن کو ہر یک زمانہ کے لوگ دیکھ سکتے ہیں نہ یہ کہ صرف گزشتہ کا حوالہ دیا جائے۔ وہ ایسا ملیح الحسن محبوب ہے کہ ہر یک چیز اس سے مل کر آرائش پکڑتی ہے اور وہ اپنی آرائش میں کسی کی آمیزش کا محتاج نہیں۔

ہمہ خوبان عالم را بزیور ہا بیارایند ☆ تو سیمیں تن چناں خوبی کہ زیور ہا بیارائی

(سرمہ چشم آریہ صفحہ 12، 13)

اسکے احکامات پر عمل کرنے کی تاکید و تلقین فرمایا کرتے تھے۔

آپؑ قرآن مجید کی عظمت اور اس کی عظیم الشان خوبیوں (جن کی وجہ سے وہ کثرت سے پڑھنے اور اس سے محبت کرنے اور اس کے احکامات پر عمل کرنے کے لایق ہے) کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’میں جوان تھا اور اب بوڑھا ہو گیا اور اگر لوگ چاہیں تو گواہی دے سکتے ہیں کہ میں دنیاداری کے کاموں میں نہیں پڑا اور دینی شغل میں ہمیشہ میری دلچسپی رہی۔ میں نے اس کلام کو جس کا نام قرآن ہے نہایت درجہ تک پاک اور روحانی حکمت سے بھرا ہوا پایا۔ نہ وہ کسی انسان کو خدا بناتا اور نہ روحوں اور جسموں کو اس کی پیدائش سے باہر رکھ کر اسکی مذمت اور نندیا کرتا اور وہ برکت جس کیلئے مذہب قبول کیا جاتا ہے اس کو یہ کلام آخر انسان کے دل پر وارد کر دیتا ہے اور خدا کے فضل کا اس کو مالک بنادیتا ہے۔ پس کیوں کر ہم روشنی پا کر پھر تاریکی میں آویں اور آنکھیں پا کر پھر اندھے بن جاویں۔‘‘ (سناتن دھرم، صفحہ نمبر 6 تا 7)

آپؑ اپنی جماعت کے مرد و زن کو قرآن مجید پڑھنے کی اس قدر تاکید فرمایا کرتے تھے جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ سیرۃ المہدی میں بہت ساری روایتیں درج ہیں۔

’’خواجہ حبیب اللہ صاحب مرحوم ساکن گاگرن کشمیر کا بیان ہے کہ جب میں 1897-98 میں قادیان گیا تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کرنے کے کچھ عرصہ بعد میں نے حضرت اقدس علیہ السلام سے کشمیر واپس آنے کی اجازت مانگی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ یہاں ہی ٹھہرو اور قرآن شریف پڑھو۔‘‘ (سیرۃ المہدی، حصہ چہارم، صفحہ 160)

اسی طرح مائی امیر بی بی عرف مائی کاکو ہمشیرہ میاں امام الدین صاحب سیکھوانی کا بیان ہے کہ:

’’حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیشتر طور پر عورتوں کو یہ نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ نماز باقاعدہ پڑھیں۔ قرآن شریف کا ترجمہ سیکھیں اور خاوندوں کے حقوق ادا کریں۔ جب کوئی عورت بیعت کرتی تو آپ عموماً یہ پوچھا کرتے تھے کہ تم قرآن شریف پڑھی ہوئی ہو یا نہیں؟ اگر وہ نہ پڑھی ہوئی ہوتی تو نصیحت فرماتے کہ قرآن شریف پڑھنا سیکھو اور اگر صرف ناظرہ پڑھی ہوتی تو فرماتے کہ ترجمہ بھی سیکھو تا کہ قرآن شریف کے احکام سے اطلاع ہو اور ان پر عمل کرنے کی توفیق ملے۔‘‘

(سیرۃ المہدی، حصہ سوم، صفحہ 759)

جیسا کہ احادیث نبویؐ سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام قرآن مجید کے حقائق و معارف بیان کریں گے، چنانچہ آپ کی آمد سے قرآن مجید کے ایسے ایسے حقائق و معارف کھولے گئے جو گذشتہ چودہ سو سال کے عرصہ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ حضرت میاں عبد اللہ صاحب سنوریؓ کی ایک لمبی روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں:

’’میں نے ایک دفعہ حضرت صاحبؑ سے عرض کیا کہ حضور میں جب قادیان آتا ہوں تو اور تو کوئی خاص بات محسوس نہیں ہوتی مگر یہ دیکھتا ہوں کہ یہاں وقتاً فوقتاً یکلخت مجھ پر بعض آیات قرآنی کے معنے کھولے جاتے ہیں اور میں اس طرح محسوس کرتا ہوں کہ گویا میرے دل پر معنی کی ایک پوٹلی بندھی ہوئی گرا دی جاتی ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ **ہمیں قرآن شریف کے معارف دے کر ہی مبعوث کیا گیا ہے اور اسی کی خدمت ہمارا فرض مقرر کی گئی ہے۔** پس ہماری صحبت کا بھی یہی فائدہ ہونا چاہئے۔‘‘

(سیرۃ المہدی، حصہ اول، صفحہ 90)

جہاں تک قرآن مجید کی عزت و احترام کرنے کا تعلق ہے اس بارہ میں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ آپؑ قرآن مجید کا اس قدر احترام کرتے تھے کہ ایک لمحہ کیلئے بھی قرآن مجید کی بے حرمتی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اس تعلق سے ایک روایت آتی ہے جس سے اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اےؓ بیان کرتے ہیں:

’’حضرت والدہ صاحبہ نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ تمہارے بھائی مبارک احمد سے بچپن کی بے پروائی میں قرآن شریف کی کوئی بے حرمتی ہو گئی اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اتنا غصہ آیا کہ آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور آپ نے بڑے غصہ میں مبارک احمد کے شانہ پر ایک طمانچہ مارا جس سے اسکے نازک بدن پر آپ کی انگلیوں کا نشان اٹھ آیا اور آپ نے اس غصہ کی حالت میں فرمایا کہ اسکو اس وقت میرے سامنے سے لے جاؤ (حضرت مرزا بشیر احمد صاحب بیان کرتے ہیں) کہ مبارک احمد مرحوم ہم سب بھائیوں میں سے عمر میں چھوٹا تھا اور حضرت صاحب کی زندگی میں ہی فوت ہو گیا تھا۔ حضرت صاحب کو اس سے بہت محبت تھی، چنانچہ اس کی وفات پر جو شعر آپ نے کتبہ پر لکھے جانے کیلئے کہے اس کا ایک شعر یہ ہے ؎

جگر کا ٹکڑا مبارک احمد جو پاک شکل اور پاک خو تھا
وہ آج ہم سے جدا ہوا ہے ہمارے دل کو حزیں بنا کر

مبارک احمد بہت نیک سیرت بچہ تھا۔ اور وفات کے وقت اس کی عمر صرف کچھ اوپر آٹھ سال کی تھی۔ لیکن حضرت صاحب نے قرآن شریف کی بے حرمتی کو دیکھ کر اس کی تادیب ضروری سمجھی۔‘‘

(سیرۃ المہدی، حصہ دوم، صفحہ 301 تا 302)

پس یہ وہ چند واقعات ہیں جن سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا قرآن مجید سے عشق، انتہائی مطالعہ کا شوق، قرآن مجید کی عزت و احترام اور اس کے متعلق غیرت جو آپ کے دل میں بھری ہوئی تھی اس کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ علیہ السلام بڑے وثوق اور یقین سے فرماتے ہیں کہ:

’’ہم اس بات کے گواہ ہیں اور تمام دنیا کے سامنے اس شہادت کو ادا کرتے ہیں کہ ہم نے اس حقیقت کو جو خدا تک پہنچاتی ہے قرآن سے پایا۔ ہم نے اس خدا کی آواز سنی اور اس کے پُر زور بازو کے نشان دیکھے جس نے قرآن کو بھیجا سو ہم یقین لائے کہ وہی سچا خدا اور تمام جہانوں کا مالک ہے۔ ہمارا دل اس یقین سے ایسا پُر ہے جیسا کہ سمندر کی زمین پانی سے۔ سو ہم بصیرت کی راہ سے اس دین اور اس روشنی کی طرف ہر ایک کو بلاتے ہیں ہم نے اس نور حقیقی کو پایا جس کے ساتھ ظلمانی پردے اٹھ جاتے ہیں۔ اور غیر اللہ سے درحقیقت دل ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ یہی ایک راہ ہے جس سے انسان نفسانی جذبات اور ظلمات سے ایسا باہر آتا ہے جیسا کہ سانپ اپنی کینچلی سے۔‘‘ (کتاب البریہ، صفحہ 65)

اسی طرح آپ علیہ السلام اپنی تصنیف کشتی نوح میں فرماتے ہیں:

’’تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کیلئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کیلئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ وجلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔‘‘ (کشتی نوح، روحانی خزائن، جلد 19، صفحہ 14-13)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان ارشادات کی روشنی میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’پس ہم میں سے ہر ایک کو اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ وہ کس حد تک قرآن سے محبت کرتا ہے، اس کے حکموں کو مانتا ہے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ محبت کے اظہار کے بھی طریقے ہوتے ہیں۔ سب سے زیادہ ضروری چیز جو ہر احمدی کو اپنے اوپر فرض کر لینی چاہئے وہ یہ ہے کہ بلاناغہ کم ازکم دو تین رکوع ضرور تلاوت کرے۔ پھر اگلے قدم پر ترجمہ پڑھے اور ہر روز تلاوت کے ساتھ ترجمہ پڑھنے سے آہستہ آہستہ یہ حسین تعلیم غیر محسوس طریق پر دماغ میں بیٹھنی شروع ہو جاتی ہے۔‘‘

(شرائط بیعت اور احمدی کی ذمہ داریاں، صفحہ 13-12)

دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن مجید سے بے انتہا محبت کرنے، دن رات اس کی تلاوت کرنے اور اس کے تمام احکامات پر کما حقہ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

......☆......☆......☆......

قرآن مجید کا معجزہ درحقیقت معجزہ عظیمہ ہے جس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا

قرآن شریف توحید کے کامل اور پرزور بیان میں، اپنے اصول کو معقول اور مدلل طور پر ثابت کرنے میں، اخلاق فاضلہ کے تمام جزئیات کے لکھنے میں، اخلاق ذمیمہ کے معالجات لطیفہ میں، وصول الی اللہ کے تمام طریقوں کی توضیح میں، نجات کی سچی فلاسفی ظاہر کرنے میں، صفات کاملہ الٰہیہ کے اکمل واتم ذکر میں، مبدء ومعاد کے پُرحکمت بیان میں، روح کی خاصیتوں اور قوتوں اور طاقتوں اور استعدادوں کے بیان میں، حکمت بالغہ الٰہیہ کے تمام وسائل پر احاطہ کرنے میں، تمام اقسام کی صداقتوں پر مشتمل ہونے میں، تمام مذاہب باطلہ کو عقلی طور پر رد کرنے میں، حقوق عباد اللہ کے قائم کرنے میں، تاثیرات وتنویرات روحانیہ میں اور پھر باایں ہمہ فصیح اور بلیغ اور رنگین عبارت میں اس کمال کے درجہ تک پہنچا ہوا ہے کہ ہر یک حصہ اس کے بیان کا ان بیانات میں سے درحقیقت معجزہ عظیمہ ہے جس کا مقابلہ نہ کوئی آریہ کر سکتا ہے نہ کوئی عیسائی اور نہ کوئی یہودی اور نہ کوئی اور شخص جو کسی مذہب کا پابند ہے۔ (سرمہ چشم آریہ صفحہ 273)

ربّ العالمین کا جو مضمون قرآن میں بیان ہوا ہے وہ پہلی کتب میں بالکل بیان نہیں ہوا

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

’’مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ میں نے رؤیا میں دیکھا کہ ایک جرمن نومسلم نے مجھ سے کوئی سوال کیا ہے جس کے جواب میں مَیں نے اللہ تعالیٰ کی بعض صفات پیش کی ہیں جن میں سے ایک ربّ بھی ہے۔ اس پر اُس جرمن نومسلم نے کہا کہ ان صفات کا ذکر تو بائیبل میں بھی آتا ہے۔ اس فقرہ کے دونوں معنے ہو سکتے ہیں۔ یہ بھی کہ چونکہ بائیبل میں بھی بعض صفات کا ذکر ہے اس لئے یہ دلائل عیسائیوں پر بھی اثر کر سکتے ہیں اور یہ معنے بھی ہو سکتے تھے کہ گویا قرآن کریم بائیبل کی نقل کرتا ہے۔ میں نے ان دونوں معنوں کا خیال کر کے دل میں سوچا کہ یہ نومسلم ہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے دل میں یہ خیال آیا ہو کہ قرآن کریم کی بہت سی تعلیم بائیبل سے ملتی جلتی ہے پھر اس کی فضیلت کیا ہوئی؟ اس خیال کے پیدا ہونے پر میں نے بڑے جوش سے ان کے سامنے تقریر شروع کی کہ بائیبل میں جو یہ صفات آئی ہیں ان سے قرآنی صفات کو امتیاز حاصل ہے۔ بائیبل میں محض رسمی ناموں کے طور پر وہ صفات بیان کی گئی ہیں اور قرآن کریم نے ان صفات کی باریکیوں کو بیان کیا ہے اور ان مضامین میں وسعت پیدا کی ہے اور ان کے راز بیان کئے ہیں۔ چنانچہ میں نے کہا۔ دیکھو ربّ کا لفظ ہے بائیبل نے بھی خدا تعالیٰ کو پیدا کرنے والا یا پالنے والا کہا ہے یا زمین و آسمان کا خالق کہا ہے۔ لیکن قرآن کریم یہ نہیں کہتا بلکہ قرآن کریم سورۂ فاتحہ میں خدا تعالیٰ کو رَبُّ الْعَالَمِیْنَ کے طور پر پیش کرتا ہے اور لفظ ربّ اور لفظ عالمین دونوں اپنے اندر امتیازی شان رکھتے ہیں۔ ربّ صرف اسی مضمون پر دلالت نہیں کرتا کہ وہ پیدا کرنے والا ہے اور پالنے والا ہے بلکہ اس امر پر بھی دلالت کرتا ہے کہ وہ نہایت ہی مناسب طور پر انسان کی باریک در باریک قوتوں اور طاقتوں کو درجہ بدرجہ اور مناسبِ حال ترقی دیتا چلا جاتا ہے۔ اور عالمین کا لفظ محض زمین اور آسمان پر دلالت نہیں کرتا بلکہ زمین و آسمان کے علاوہ مختلف اصناف کی مختلف کیفیتوں پر بھی دلالت کرتا ہے اور یہ مضمون پہلی کتب میں بالکل بیان نہیں ہوا۔ مثلاً عالمین میں جہاں یہ مراد ہے کہ اس جہان کا بھی ربّ اگلے جہان کا بھی ربّ ہے۔ آسمانوں کا بھی ربّ ہے اور زمینوں کا بھی ربّ ہے۔ وہاں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ عالمِ اجسام اور عالمِ ارواح اور عالمِ نساء اور عالمِ رجال اور پھر عالمِ فکر اور عالمِ شعور اور عالمِ تصور اور عالمِ تقدیر اور عالمِ عقل ان سب کا بھی وہ ربّ ہے یعنی وہ صرف روٹی ہی نہیں مہیا کرتا۔ وہ صرف انہی چیزوں کو مہیا نہیں کرتا جو جسموں کو پالنے والی ہیں بلکہ وہ ارواح کے بھی پالنے کا سامان کرتا ہے اور پھر مختلف تقاضے جو انسان کی فطرت میں پائے جاتے ہیں ان میں سے ہر ایک کی نشوونما کے لئے اس نے قرآن کریم میں تعلیم دی ہے۔ چنانچہ اس قسم کے مضمون پر میں تفصیلی لیکچر ان کے سامنے دے رہا ہوں اور خود مجھے بھی نہایت لذت اور سرور حاصل ہو رہا ہے اور میں محسوس کرتا ہوں کہ ایک نیا مضمون اور ایک نئی کیفیت میرے اندر پیدا ہو رہی ہے۔ یہی لیکچر دیتے دیتے میری آنکھ کھل گئی۔ (تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 6، 7)

قُرآن شریف کی محبت میں
حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا پاکیزہ منظوم کلام

جمال و حسن قرآں نور جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلامِ پاک رحماں ہے
بہار جاوداں پیدا ہے اس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے
کلام پاک یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لولوئے عماں ہے وگر لعل بدخشاں ہے
خدا کے قول سے قول بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے
ملائک جس کی حضرت میں کریں اقرار لاعلمی
سخن میں اس کے ہمتائی کہاں مقدور انساں ہے
بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز
تو پھر کیونکر بنانا نور حق کا اُس پہ آساں ہے
ارے لوگو کرو کچھ پاس شان کبریائی کا
زباں کو تھام لو اب بھی اگر کچھ بوئے ایماں ہے
خدا سے غیر کو ہمتا بنانا سخت کفراں ہے
خدا سے کچھ ڈرو یارو یہ کیسا کذب و بہتاں ہے
اگر اقرار ہے تم کو خدا کی ذات واحد کا
تو پھر کیوں اسقدر دل میں تمہارے شرک پنہاں ہے
یہ کیسے پڑ گئے دل پر تمہارے جہل کے پردے
خطا کرتے ہو باز آؤ اگر کچھ خوف یزداں ہے
ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو! نصیحت ہے غریبانہ
کوئی جو پاک دل ہووے دل وجاں اُس پہ قرباں ہے

❀❀❀

نظام جماعت کے ساتھ ہمیشہ چمٹے رہو

(حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

کوئی ذہن ایسی صداقت نکال نہیں سکتا جو پہلے ہی سے قرآن شریف میں درج نہ ہو

اس کی تیز شعاعوں اور شوخ کرنوں کے آگے تمام صحف سابقہ کی چمک کالعدم ہو رہی ہے

قرآن شریف ایسے کمالات عالیہ رکھتا ہے جو اس کی تیز شعاعوں اور شوخ کرنوں کے آگے تمام صحف سابقہ کی چمک کالعدم ہو رہی ہے کوئی ذہن ایسی صداقت نکال نہیں سکتا جو پہلے ہی سے اس میں درج نہ ہو۔ کوئی فکر ایسے برہان عقلی پیش نہیں کر سکتا جو پہلے ہی سے اس نے پیش نہ کی ہو۔ کوئی تقریر ایسا قوی اثر کسی دل پر ڈال نہیں سکتی جیسے قوی اور پر برکت اثر لاکھوں دلوں پر وہ ڈالتا آیا ہے۔ وہ بلاشبہ صفات کمالیہ حق تعالیٰ کا ایک نہایت مصفا آئینہ ہے جس میں سے وہ سب کچھ ملتا ہے جو ایک سالک کو مدارجِ عالیہ معرفت تک پہنچنے کے لئے درکار ہے۔ (سرمہ چشمِ آریہ صفحہ 71 حاشیہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور غیر مذاہب کے عقائد باطلہ کا رد قرآن مجید کی آیات بینات کی روشنی میں

(عقیدہ تثلیث، ابنیت مسیح، کفارہ، تناسخ، قدامت روح و مادہ، وغیرہ)

(محمد عارف ربّانی، مربی سلسلہ، نظارت نشر واشاعت قادیان)

قرآن کریم میں امت محمدیہ کی امت موسویہ سے مشابہت کا ذکر واضح طور پر ان الفاظ میں ہوا ہے کہ اِنَّآ اَرۡسَلۡنَآ اِلَيۡكُمۡ رَسُوۡلًا ۙ شَاهِدًا عَلَيۡكُمۡ كَمَاۤ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ رَسُوۡلًا (المزمل:۱۶) یعنی اے لوگو ہم نے تمہاری طرف ایک ایسا رسول بھیجا ہے جو تم پر نگران ہے اسی طرح جس طرح فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا۔ امت محمدیہ کی امت موسویہ سے اس مشابہت کے باعث اس موعود مسیح اور مصلح آخرالزماں کا تیرھویں صدی ہجری کے آخر یا چودھویں صدی ہجری کے سر پر آنا مقدر تھا تا وہ دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب کر کے دکھا تا جس کا وعدہ قرآنی آیت هُوَ الَّذِىۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَدِيۡنِ الۡحَـقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُشۡرِكُوۡنَ (الصّف:۱۰) یعنی وہ خدا ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ اور سچا دین دیکر بھیجا ہے تا کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے، میں کیا گیا ہے۔ صلحائے امت آنے والے موعود اور مصلح کو اسی آیت کا مصداق قرار دیتے ہیں۔

اس پیشگوئی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ کو ایک خادم قرآن کی حیثیت سے مسیح موعود و مہدی معہود بنا کر مبعوث فرمایا۔ ایک ایسے وقت میں کہ جب قرآن مجید کی حقّیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت خود مسلمان کہلانے والوں پر مشتبہ ہو رہی تھی اور ان میں سے ہزاروں عیسائیت کی آغوش میں جا گرے تھے۔ اسلام چاروں طرف سے مذاہب باطلہ کے ناپاک اعتراضات کا نشانہ بنا ہوا تھا۔ قرآن مجید کی تعلیمات کو تضحیک اور تحقیر کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ علوم جدیدہ جیسے فلسفہ اور طبعی کی رو سے قرآنی تعلیمات نیچا دکھانے کی کوشش کی جارہی تھی اور مسلمانوں نے اپنی عملی حالت اور قرآن مجید پر غور نہ کرنے کے باعث ایک حد تک ایسے معترضین کو خود موقعہ بہم پہنچایا تھا۔ ان حالات میں آپؑ نے براہین احمدیہ جیسی عظیم الشان کتاب تصنیف فرمائی جس میں آپؑ نے نہ صرف قرآن مجید کا کلام الٰہی اور کامل و مکمل کتاب اور بے نظیر ہونا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے دعویٰ نبوت میں صادق ہونا ناقابل تردید دلائل سے ثابت فرمایا بلکہ ہر مذہب و ملت کے علماء کو انعامی چیلنج دیتے ہوئے یہ پر شوکت اعلان فرمایا ”میں جو مصنف اس کتاب براہین احمدیہ کا ہوں یہ اشتہار اپنی طرف سے بوعدہ انعام دس ہزار روپیہ بمقابلہ جمیع ارباب مذہب و ملت کے جو حقانیت فرقان مجید اور نبوت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منکر ہیں اتماماً للحجّۃ شائع کر کے اقرار صحیح قانونی اور عہد جائز شرعی کرتا ہوں کہ اگر کوئی صاحب منکرین میں سے مشارکت اپنی کتاب کی فرقان مجید سے ان سب براہین اور دلائل میں جو ہم نے در بارہ حقّیت فرقان مجید اور صدق رسالت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی کتاب مقدس سے اخذ کر کے تحریر کیں ہیں اپنی الہامی کتاب میں سے ثابت کر کے دکھلا وے یا اگر تعداد میں ان کے برابر پیش نہ کر سکے تو نصف ان سے یا ثلث ان سے یا ربع ان سے یا خمس ان سے نکال کر پیش کرے یا اگر بکلی پیش کرنے سے عاجز ہوں تو ہمارے ہی دلائل کو نمبر وار توڑ دے تو ان سب صورتوں میں بشرطیکہ تین منصف منقولۂ فریقین بالاتفاق یہ رائے ظاہر کر دیں کہ ایفاء شرط جیسا کہ چاہیے تھا ظہور میں آ گیا ہے۔ میں مشتہر ایسے مجیب کو بلا عذرے و حیلتے اپنی جائیداد قیمتی دس ہزار روپیہ پر قبض و دخل دے دوں گا۔“

(اشتہار انعامی براہین احمدیہ صفحہ ۱۷-۲۶ روحانی خزائن جلد ۱)

آزمائش کے لیے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

ازاں بعد آپؑ نے اسّی سے زائد کتب تصنیف فرمائیں جن میں قران مجید کے دلائل قاطعہ سے نہ صرف عیسائیت کی دجل اور فریب سے مزین عمارت کو اسکی بنیادوں سے اکھیڑ دیا بلکہ دیگر ادیان باطلہ بھی دلائل و براہین کی اس جنگ میں ایسے پسپا ہوئے کہ پھر ان میں اٹھنے کی سکت باقی نہ رہی۔

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے ان عقائد کا قرآنی تعلیمات کی رو سے بطلان ثابت کیا۔ مسیح موعودؑ کا کام کسر صلیب یعنی عیسائیت کے عقائد کا بطلان ثابت کرنا تھا۔ پس کسر صلیب کے اس کام میں حضرت مسیح موعودؑ نے پہلا کام یہ کیا کہ حیات مسیح کے غیر اسلامی عقیدہ کو قرآن کریم کی تیس آیات سے باطل ثابت کر کے دکھایا۔ کیونکہ یہی وہ عقیدہ تھا جس پر عیسائی تبلیغی مہمات کی بنیاد تھی اور اسی کو پیش کر کے وہ مسلمانوں کو ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں عیسائی کر رہے تھے آپؑ نے اس غلط عقیدہ کے ہمہ گیر نقصانات کو دیکھتے ہوئے مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ

”قرآن شریف کے کسی مقام سے ثابت نہیں کہ حضرت مسیح اس خاکی جسم کے ساتھ آسمان کی طرف اٹھائے گئے بلکہ قرآن شریف کے کئی مقامات میں مسیح کے فوت ہو جانے کا صریح ذکر ہے۔ اور ایک جگہ خود مسیح کی طرف سے فوت ہو جانے کا اقرار موجود ہے اور وہ یہ ہے وَكُنۡتُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيۡدًا مَّا دُمۡتُ فِيۡهِمۡ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيۡتَنِىۡ كُنۡتَ اَنۡتَ الرَّقِيۡبَ عَلَيۡهِمۡ ؕ وَاَنۡتَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدٌ اب جبکہ فوت ہو جانا ثابت ہوا تو اس سے ظاہر ہے کہ ان کا جسم ان سب لوگوں کی طرح جو مر جاتے ہیں زمین میں دفن کیا گیا ہوگا۔ کیوں کہ قرآن شریف بصراحت ناطق ہے کہ فقط ان کی روح آسمان پر گئی نہ کہ جسم۔ تب ہی تو حضرت مسیح نے آیت موصوفہ بالا میں اپنی موت کا صاف اقرار کر دیا۔“

(ازالہ اوہام صفحہ 46)

پھر ایک اور آیت کو پیش کرتے ہوئے فرمایا ”پس واضح ہو کہ قرآن شریف کی نصوص بیّنہ اسی بات پر باصراحت دلالت کر رہی ہیں کہ مسیح اپنے اسی زمانہ میں فوت ہو گیا ہے جس زمانہ میں وہ بنی اسرائیل کے مفسد فرقوں کی اصلاح کے لیے آیا تھا۔ جیسا کہ اللہ جلّ شانہ فرماتا ہے يٰعِيۡسٰۤى اِنِّىۡ مُتَوَفِّيۡكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَجَاعِلُ الَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡكَ فَوۡقَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ۔ اب اس جگہ ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ نے اِنِّىۡ مُتَوَفِّيۡكَ پہلے لکھا ہے اور رَافِعُكَ بعد اس کے بیان فرمایا ہے جس سے ثابت ہوا کہ وفات پہلے ہوئی اور رفع بعد از وفات ہوا۔ اور پھر اور ثبوت یہ ہے کہ اس پیشگوئی میں اللہ جلّ شانہ فرماتا ہے کہ میں تیری وفات کے بعد تیرے متبعین کو تیرے مخالفوں پر جو یہودی ہیں قیامت کے دن تک غالب رکھوں گا۔ اب ظاہر ہے اور تمام عیسائی اور مسلمان اس بات کو قبول کرتے ہیں کہ یہ پیشگوئی حضرت مسیح کے بعد اسلام کے ظہور تک بخوبی پوری ہو گئی۔“ (ازالہ اوہام صفحہ ۳۳۰)

آیات مذکورہ بالا میں اور اسی طرح قرآن مجید کی دیگر آیات میں مذکور لفظ توفّی سے عیسیٰؑ کی وفات پر استدلال کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں ”عموماً محاورہ قرآن شریف کا توفّی کے لفظ کے استعمال میں یہی واقعہ ہوا ہے کہ وہ تمام مقامات میں اوّل سے آخر تک ہر ایک جگہ جو توفّیٰ کا لفظ آیا ہے اس کو موت اور قبض روح کے معنے میں لاتا ہے“ (ازالہ اوہام صفحہ ۵۸۳)

پھر قائلین حیات مسیح کو چیلنج کرتے ہوئے آپؑ نے فرمایا ”اگر کوئی شخص قرآن کریم سے یا کسی حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یا اشعار و قصائد و نظم و نثر قدیم و جدید عرب سے یہ ثبوت پیش کرے کہ کسی جگہ توفّی کا لفظ خدائے تعالیٰ کا فعل ہونے کی حالت میں جو ذوی الروح کی نسبت استعمال کیا گیا ہو وہ بجز قبض روح اور وفات دینے کے کسی اور معنی پر بھی اطلاق پا گیا ہے یعنی قبض جسم کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے تو میں اللہ جلّ شانہ کی قسم کھا کر اقرار صحیح شرعی

قرآن مجید کی تعلیم نہایت مستقیم اور قوی اور سلیم ہے گویا احکام قدرتی کا ایک آئینہ ہے

”آج رُوئے زمین پر سب الہامی کتابوں میں سے ایک فرقان مجید ہی ہے کہ جس کا کلامِ الٰہی ہونا دلائل قطعیہ سے ثابت ہے، جس کے اصول نجات کے بالکل راستی اور وضع فطرتی پر مبنی ہیں۔ جس کے عقائد ایسے کامل اور مستحکم ہیں جو براہین قویہ ان کی صداقت پر شاہد ناطق ہیں جس کے احکام حق محض پر قائم ہیں جس کی تعلیمات ہر یک طرح کی آمیزش شرک اور بدعت اور مخلوق پرستی سے بکلی پاک ہیں جس میں توحید اور تعظیم الٰہی اور کمالات حضرت عزت کے ظاہر کرنے کے لئے انتہا جوش ہے جس میں یہ خوبی ہے کہ سراسر وحدانیتِ جنابِ الٰہی سے بھرا ہوا ہے اور کسی طرح کا دھبہ نقصان اور عیب اور نالائق صفات کا ذاتِ پاک حضرت باری

کرتا ہوں کہ ایسے شخص کو اپنا کوئی حصہ ملکیت کا فروخت کر کے مبلغ ہزار روپیہ نقد دوں گا اور آئندہ اس کی کمالات حدیث دانی اور قرآن دانی کا اقرار کرلوں گا ''(ازالہ اوہام صفحہ ۶۰۳)

ظاہر ہے کہ اس چیلنج کو آج تک کوئی قبول نہ کر سکا اور نہ کوئی قیامت تک کر سکتا ہے۔حضرت مسیح موعودؑ کے پیش کردہ دلائل قاطعہ اور زبر دست استدلالات کے سامنے جب یہ لوگ عاجز آگئے تو نہ صرف مسلمان اور انکے علماء جو مسئلہ حیات مسیح کو اسلام کا ایک اہم اور بنیادی عقیدہ خیال کرتے تھے وہ یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ ''اب چند روایات کی بنا پر حضرت عیسیٰ پرستی برداشت نہیں کی جاسکتی۔عیسیٰ ابن مریم کو وفات یافتہ مان کر ہم قادیانی مسلک کی تائید نہیں کر رہے بلکہ علم وعقل کا ساتھ دے رہے ہیں (یعنی وہ علم وعقل جو حضرت مسیح موعودؑ کے اس انکشاف سے پہلے مفقود تھی۔ناقل) اور بے شمار غیر احمدی علماء وفضلاء اس کی تائید کرتے ہوئے اپنی بلند پایہ تصانیف وتفاسیر میں وفات کا اعلان ڈنکے کی چوٹ کر رہے ہیں۔شیخ حافظ محمد شلتوت ڈاکٹر ریکٹر جامعہ ازھر، شیخ محمد عبدہ مصری، علامہ شیخ رضا المنار، علامہ مصطفےٰ المراغی، سرسید احمد خان، مولانا ابوالکلام آزاد، علامہ اقبال، مولانا ثناءاللہ امرتسری وغیرہ فضلاء ومفسرین نے تصریح کی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو چکے ہیں''(دی سرینگر ٹائمز ۲ مئی ۱۹۷۰ء بحوالہ ہفت روزہ بدر قادیان ۱۱۔۱۸ مارچ ۲۰۱۰ء) بلکہ وہ عیسائی جن کی زندگی کا مقصد ہی اس بے بنیاد عقیدہ کو پیش کر کے عیسائیت کی برتری کو ثابت کرنا اور حیات مسیح کا پرچار کرنا تھا وہ بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے۔حضرت مرزا صاحب (علیہ السلام) نے حیات مسیح اور مسیح کی آمد ثانی سے وابستہ روایتی مسلم عقائد کو رد کیا۔کیونکہ یہ عقائد روایات پر مبنی تھے،قرآن پر نہیں

(Call of the .Minarat,Bishop KennethCragg,P,224 One World Publication Oxford 2008)

(بحوالہ بدر 15۔22مارچ 2012ء)

قارئین کرام ذرا غور کیجئے کہ کہاں وہ زمانہ کہ عیسائی منادا اسی غلط عقیدہ کی بنا پر مکہ مکرمہ اور خاص کر کعبۃ اللہ میں صلیب کی چمکار دیکھنے کے خواب دیکھ رہے تھے اور کہاں یہ حالت کہ اس عظیم الشان انکشاف کے بعد صلیب کی چمکاران کے اپنے گرجوں سے اب ختم ہو رہی ہے۔

عقیدہ الوہیت مسیح:

الوہیت مسیح کا عقیدہ دراصل عیسائی مذہب کے لیے رگ جان کی مانند ہے۔اور دیگر دو اہم عقائد تثلیث اور کفارہ کے اثبات کے لیے الوہیت مسیح ایک بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔کیوں کہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ مسیح علیہ السلام خدا یا خدا کے بیٹے نہ تھے تو تثلیث کی ایک ٹانگ ٹوٹ جاتی ہے،اور یہ عقیدہ باطل ہو جاتا ہے اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ حضرت مسیح علیہ السلام خدا یا خدا کے بیٹے نہ تھے اور اس وجہ سے وہ بقول نصاری معصوم اور بے گناہ بھی نہ تھے۔تو پھر کفارہ کا عقیدہ بھی اپنے پہلے مرحلہ پر ہی غلط ثابت ہو جاتا ہے،گویا الوہیت مسیح ایک بنیادی اینٹ ہے جس پر عیسائیت کے سب عقائد کی عمارت استوار کی گئی ہے اور اس ایک بنیاد کے غلط ثابت ہو جانے سے عیسائیت کے سب کے سب عقائد باطل قرار پاتے ہیں۔اس عقیدہ کے بطلان کے لیے **اول نمبر پر جو دلیل** آپؑ نے پیش فرمائی وہ اصطلاحاً دلیل استقرائی کہلاتی ہے۔اور اس دلیل کو قرآن کریم کی آیت مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (سورۃ المائدہ:۷۶) میں بیان فرمایا گیا ہے۔

آپؑ نے استقراء کی یہ تعریف بیان فرمائی:

''استقراء اس کو کہتے ہیں کہ جزئیات مشہودہ کا جہاں تک ممکن ہے تتبع کر کے باقی جزئیات کا انہی پر قیاس کر دیا جائے یعنی جس قدر جزئیات ہمارے سامنے ہوں یا تاریخی سلسلہ میں ان کا ثبوت مل سکتا ہو تو جوایک خاص شان اور ایک خاص حالت قدرتی طور پر وہ رکھتے ہیں اس پر تمام جزئیات کا اس وقت تک قیاس کرلیں جب تک ان کے مخالف کوئی اور جزء ثابت ہو کر پیش نہ ہو۔''

(جنگ مقدس صفحہ ۲۹ روحانی خزائن جلد ۶)

پھر آپؑ آیت مذکورہ بالا سے یہ استدلال فرماتے ہیں''مسیحی تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت مسیح ایک رسول اور نبی تھے،اب نظر ڈال کر دیکھو تو ظاہر ہے سب نبی اور رسول انسان تھے اسی استقراء سے ثابت ہوا کہ حضرت مسیح بھی جو باتفاق فریقین (مسلمان وعیسائی) رسول نبی تھے انسان ہی تھے کیوں کہ کوئی رسول اور نبی خدا یا خدا کا بیٹا نہ تھا۔''

آپؑ اس کی مزید وضاحت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''قیاس استقرائی دنیا کے حقائق ثابت کرنے کے لیے اول درجہ کا مرتبہ رکھتا ہے۔تو اس جہت سے اللہ جلشانہ نے سب سے پہلے قیاس استقرائی کو ہی پیش کیا ہے اور فرمایا قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ یعنی حضرت مسیح علیہ السلام بیشک نبی تھے اور اللہ جل شانہ کے پیارے رسول تھے مگر وہ انسان تھے تم نظر اٹھا کر دیکھو کہ جب سے یہ سلسلہ تبلیغ اور کلام الٰہی کے نازل کرنے کا شروع ہوا ہے ہمیشہ اور قدیم سے انسان ہی رسالت کا مرتبہ پا کر دنیا میں آتے رہے ہیں یا کبھی اللہ تعالیٰ کا بیٹا بھی آیا ہے،اور خلت کا لفظ اس طرف توجہ دلاتا ہے کہ جہاں تک تمہاری نظر تاریخی سلسلہ کو دیکھنے کے لیے وفا کر سکتی ہے اور گزشتہ لوگوں کا حال معلوم کر سکتے ہو خوب سوچو اور سمجھو کہ کبھی سلسلہ ٹوٹا بھی ہے کیا تم کوئی ایسی نظیر پیش کر سکتے ہو جس سے ثابت ہو سکے کہ یہ امر ممکنات میں سے ہے پہلے بھی کبھی کبھی ہوتا ہی آیا ہے۔سو عقلمند آدمی اس جگہ ذرا ٹھہر کر اللہ جل شانہ کا خوف کر کے دل میں سوچے کہ حادثات کا سلسلہ اس بات کو چاہتا ہے کہ اس کی نظیر بھی کبھی کسی زمانے میں پائی جاوے۔''

(جنگ مقدس صفحہ ۹،روحانی خزائن جلد ۶)

پس جب کوئی نظیر اور کوئی مثال نہیں ہے تو استقرائی طور پر یہ ثابت ہوا کہ مسیح علیہ السلام خدا یا خدا کے بیٹے نہیں ہو سکتے بلکہ دیگر انبیاء اور رسولوں کی طرح ہی ایک نبی اور رسول تھے۔

دوسری دلیل: دوسری دلیل حضرت مسیح موعودؑ نے دعویٰ الوہیت کے خلاف قرآن کریم کی رو سے حضرت مسیح علیہ السلام کی والدہ کے وجود کو پیش کر کے دی ہے۔آپؑ کی والدہ کا وجود ہی آپؑ کی خدائی کے خلاف ایک بہت بڑی دلیل ہے۔حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''وامہ صدیقہ یعنے والدہ حضرت مسیح کی راستباز تھی......یہ بات نہایت ظاہر اور کھلی ہے کہ قانون قدرت اللہ جل شانہ کا اسی طریق پر واقع ہے کہ ہر ایک جاندار کی اولاد اس کی نوع کے موافق ہوا کرتی ہے۔مثلاً دیکھو کہ جس قدر جانور ہیں مثلاً انسان اور گھوڑا اور گدھا اور ہر ایک پرندہ وہ اپنی اپنی نوع کے لحاظ سے وجود پذیر ہوتے ہیں،یہ تو نہیں ہوتا کہ انسان کسی پرندہ سے پیدا ہو جاوے یا پرند کسی انسان کے پیٹ سے نکلے۔''

(جنگ مقدس صفحہ ۱۰،روحانی خزائن جلد ۶)

نیز فرمایا:''دوسری دلیل اس کی (یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کی۔ناقل) عبودیت پر یہ ہے کہ اس کی ماں تھی جس سے وہ پیدا ہوا اور خدا کی کوئی ماں نہیں۔''(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۳۹۲ روحانی خزائن جلد 21)

پس ثابت ہوا کہ مسیح علیہ السلام کی والدہ کا وجود جس پر سب کو اتفاق ہے ان کے خدا یا خدا کا بیٹا نہ ہونے کی ایک بہت بڑی دلیل ہے۔

تیسری دلیل: تیسری دلیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الوہیت کے رد میں قرآن کریم کی روشنی میں یہ بیان فرمائی کہ مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ کھانا کھایا کرتے تھے اور یہی بات ان کے خدا نہ ہونے پر دلیل ہے۔چنانچہ آپؑ نے فرمایا:

''کانا یاکلان الطعام یعنے وہ دونوں حضرت مسیحؑ اور آپ کی والدہ صدیقہ کھانا کھایا کرتے تھے۔اب آپ لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ انسان کیوں کھانا کھاتا ہے اور کیوں کھانے کا محتاج ہے اس میں اصل بھید یہ ہے کہ ہمیشہ انسان کے بدن میں سلسلہ تحلیل کا جاری ہے۔یہاں تک کہ تحقیقات قدیمہ اور جدیدہ سے ثابت ہے کہ چند سال میں پہلا جسم تحلیل پا کر معدوم ہو جاتا ہے......اب جبکہ یہ حال ہے تو کس قدر مرتبہ خدائی سے بعید ہوگا کہ اپنے اللہ کا جسم بھی ہمیشہ اڑتا ہے اور تین چار برس کے بعد اور جسم آوے ماسوا اس کے کھانے کا محتاج ہونا بالکل اس مفہوم کا مخالف ہے۔جو خدا تعالیٰ کی ذات میں مسلمہ ہے اب ظاہر ہے کہ حضرت مسیحؑ ان حاجت مندیوں سے بری نہیں تھے جو تمام انسانوں کو لگی ہوئی ہیں۔''

(جنگ مقدس صفحہ ۱۰ روحانی خزائن جلد ۶)

چوتھی دلیل: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بن باپ پیدائش کو بھی آپؑ کی الوہیت کے لیے دلیل بنایا جاتا ہے،لہٰذا چوتھی زبردست دلیل حضرت مسیح موعودؑ نے الوہیت مسیح کے رد میں آیت قرآنیہ: إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ

تعالیٰ پر نہیں لگاتا اور کسی اعتقاد کو زبردستی تسلیم نہیں کرانا چاہتا بلکہ جو تعلیم دیتا ہے اس کی صداقت کی وجوہات پہلے دکھلا لیتا ہے اور ہر ایک مطلب اور مدعا کو حجج اور براہین سے ثابت کرتا ہے۔اور ہر یک اصول کی حقیت پر دلائل واضح بیان کر کے مرتبہ یقین کامل اور معرفت تام تک پہنچاتا ہے۔اور جو جو خرابیاں اور ناپاکیاں اور خلل اور فساد لوگوں کے عقائد اور اعمال اور اقوال اور افعال میں پڑے ہوئے ہیں اُن تمام مفاسد کو روشن براہین سے دور کرتا ہے اور وہ تمام آداب سکھاتا ہے کہ جن کا جاننا انسان کو انسان بننے کے لئے نہایت ضروری ہے اور ہر یک فساد کی اسی زور سے مدافعت کرتا ہے کہ جس زور سے وہ آج کل پھیلا ہوا ہے اس کی تعلیم نہایت مستقیم اور قوی اور سلیم ہے گویا احکام قدرتی کا ایک آئینہ ہے اور قانونِ فطرت کی ایک عکسی تصویر ہے اور بینائی دلی اور بصیرتِ قلبی کے لئے ایک آفتابِ چشم افروز ہے اور عقل کے اجمال کو تفصیل دینے والا اور اس کے نقصان کا جبر کرنے والا ہے۔ (براہین احمدیہ حصہ دوم صفحہ 92،91)

كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (آل عمران:۶۰) کو پیش کرتے ہوئے یہ بیان فرمائی کہ ’’یاد رہے کہ خدا نے بے باپ پیدا ہونے میں حضرت آدم سے حضرت مسیح کو مشابہت دی ہے۔ اور یہ بات کہ کسی دوسرے انسان سے کیوں مشابہت نہیں دی یہ محض اس غرض سے ہے کہ تا ایک مشہور متعارف نظیر پیش کی جائے، کیوں کہ عیسائیوں کو یہ دعویٰ تھا کہ بے باپ پیدا ہونا حضرت مسیح کا خاصہ ہے اور یہ خدائی کی دلیل ہے، پس خدا نے اس حجت کو توڑنے کے لیے وہ نظیر پیش کی جو عیسائیوں کے نزدیک مسلم اور مقبول ہے۔‘‘

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۲۰۸)

چنانچہ انجیل میں حضرت آدم کو بھی خدا کا بیٹا قرار دیا گیا ہے۔ نیز فرمایا: ’’عیسیٰ کی مثال آدم کی مثال ہے، خدا نے اس کو مٹی سے پیدا کیا پھر اس کو کہا ہو جا سو وہ ہو گیا۔ ایسا ہی عیسیٰ بن مریم، مریم کے خون سے اور مریم کی منی سے پیدا ہوا اور پھر خدا نے کہا کہ ہو جا سو وہ ہو گیا۔ پس اتنی بات میں کونسی خدائی اور کونسی خصوصیت اس میں پیدا ہو گئی موسم برسات میں ہزارہا کیڑے مکوڑے بغیر ماں باپ کے خود بہ خود زمین سے پیدا ہو جاتے ہیں کوئی ان کو خدا نہیں ٹھہراتا۔ کوئی ان کی پرستش نہیں کرتا کوئی ان کے آگے سر نہیں جھکاتا پھر خواہ نخواہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت اگر شور کرنا جہالت نہیں تو اور کیا ہے؟‘‘

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۵۰،۵۱)

واقعات اس امر پر شاہد ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے ابطال الوہیت مسیح کے لیے عقلی اور نقلی لحاظ سے ایسے زبردست دلائل پیش فرمائے ہیں کہ عیسائی حضرات نہ ان کا جواب دے سکے ہیں اور نہ قیامت تک دے سکتے ہیں۔ آپؑ خود فرماتے ہیں ’’ہمارے اصول عیسائیوں پر ایسے پتھر ہیں کہ وہ ان کا ہرگز جواب نہیں دے سکتے۔‘‘ (ملفوظات جلد نہم صفحہ: ۲۱۰)

نیز فرمایا ’’بہت ہی خوب ہوا کہ عیسائیوں کا خدا فوت ہو گیا اور یہ حملہ ایک برچھی کے حملہ سے کم نہیں۔‘‘ (ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۶۲)

زیر نظر مضمون میں چونکہ صرف قرآن مجید کے دلائل بیان کرنے مقصود ہیں۔ اس لیے اختصار کے پیش نظر الوہیت مسیح کے رد میں انہی دلائل پر اکتفا کرتے ہیں اور عقیدہ تثلیث پر اسی پہلو سے ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں۔

عقیدہ تثلیث:

تثلیث کا عقیدہ بھی عیسائی مذہب کے اصل الاصول میں سے ہے۔ جیسا کہ ایک عیسائی ڈبلیو ٹامس لکھتے ہیں: ’’تثلیث کا مسئلہ مذہب عیسوی کی بنیاد ہے‘‘ (تشریح التثلیث صفحہ: ۱۲)

مگر بڑے ہی تعجب کی بات ہے کہ اتنے اہم اور بنیادی مسئلے کی عیسائی وضاحت ہی نہیں کر سکتے بلکہ بقول عیسائیاں یہ مسئلہ انسانی سمجھ سے ہی بالا ہے چنانچہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک نے حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ مباحثہ امرتسر کے دوران ایک روز جبکہ وہ عبداللہ آتھم کی جگہ مباحث مقرر ہوئے انہوں نے خود اعتراف کیا کہ ’’کثرت فی الوحدت (یعنی تثلیث۔ ناقل) ایک ایسا مسئلہ ہے کہ نہ اس کے سمجھنے والا پیدا ہوا، نہ ہو گا۔‘‘

(روحانی خزائن جلد ۶، جنگ مقدس صفحہ 95)

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے خدا داد علم کلام کی روشنی میں عیسائیت کے اس بنیادی عقیدہ کا بھی دیگر عقائد کی طرح رد فرمایا ہے۔ آپؑ نے عقیدہ تثلیث کے رد میں عقلی و نقلی لحاظ سے قرآن مجید کے ایسے دلائل و براہین پیش فرمائے کہ اس باطل عقیدہ کی حقیقت طشت از بام ہو گئی۔ اور تمام دنیا نے جاء الحق وزھق الباطل کا نظارہ دیکھ لیا۔ اس ضمن میں حضرت مسیح موعودؑ کے قرآن مجید کی روشنی میں بیان فرمودہ صرف چند دلائل ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ قرآن مجید کے حوالہ سے فطرت انسانی اور کرویت اشیاء کو تثلیث کے رد میں بطور دلیل پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’بات اصل میں یہ ہے کہ انسان کی فطرت ہی میں اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى نقش کیا گیا ہے اور تثلیث سے کوئی مناسبت جبلت انسانی اور تمام اشیائے عالم کو نہیں، ایک قطرہ پانی کا دیکھو تو وہ گول نظر آتا ہے مثلث کی شکل میں نظر نہیں آتا۔ اس سے بھی صاف طور پر یہی پایا جاتا ہے کہ توحید کا نقش قدرت کی ہر ایک چیز میں رکھا ہوا ہے۔ خوب غور سے دیکھو کہ پانی کا قطرہ گول ہوتا ہے اور کروی شکل میں توحید ہی ہوتی ہے۔ اس لیے کہ وہ جہت کو نہیں چاہتی، اور مثلث شکل جہت کو چاہتی ہے، چنانچہ آگ کو دیکھو۔ شکل بھی مخروطی ہے اور وہ بھی کرویت اپنے اندر رکھتی ہے۔ اس سے بھی توحید کا نور چمکتا ہے۔ زمین کو لو اور انگریزوں سے بھی پوچھو کہ اس کی شکل کیسی ہے؟ کہیں گئے گول۔ الغرض طبعی تحقیقاتیں جہاں تک ہوتی چلی جائیں گی وہاں توحید ہی توحید نکلتی جائے گی۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۴۰)

اسی ضمن میں مزید فرمایا: ’’عقل اسلامی توحید تک ہی گواہی دیتی ہے اور اس لیے تمام عیسائی اس بات کو مانتے ہیں کہ اگر ایک گروہ ایسے کسی جزیرہ کا رہنے والا ہو جس کے پاس نہ قرآن پہنچا ہو اور نہ انجیل اور نہ اسلامی توحید پہنچی ہو اور نہ نصرانیت کی تثلیث، ان سے صرف اسلامی توحید کا مواخذہ ہو گا۔ جیسا کہ پادری فنڈل نے میزان الحق میں یہ صاف اقرار کیا ہے...... اگر انسان کے کانشنس اور خدا داد عقل میں تثلیث کی ضرورت فطرتاً مرکوز ہوتی تو ایسے لوگوں کو بھی ضرور تثلیث کا مواخذہ ہوتا جن تک تثلیث کا مسئلہ نہیں پہنچا۔ حالانکہ عیسائی عقیدہ میں بالاتفاق یہ بات داخل ہے کہ جن لوگوں تک تثلیث کی تعلیم نہیں پہنچی ان سے صرف توحید کا مواخذہ ہو گا۔ اس سے ظاہر ہے کہ توحید ہی وہ چیز ہے جس کے نقوش انسان کی فطرت میں مرکوز ہیں۔‘‘

(انجام آتھم صفحہ: ۴،۵ روحانی خزائن جلد ۱۱)

دوسری دلیل: اللہ تعالیٰ کی ہستی کا تصور تمام مذاہب میں کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے، اور ہمارا یقین ہے کہ تمام مذاہب کی بنیاد توحید پر ہی رکھی گئی ہے۔ اسی لیے اسلام نے بالخصوص اہل کتاب اور بالعموم تمام مذاہب کو قیام امن اور صلح و آشتی سے رہنے کے لیے توحید باری تعالیٰ پر اشتراک کی صلاح دی ہے۔ مذہب اسلام نے جس توحید کو پیش کیا ہے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔ چنانچہ سورۃ الاخلاص میں اللہ تعالیٰ نے اسلامی توحید کے کامل اور مکمل نظریئے کے ساتھ ساتھ تثلیث کی بکلی تردید فرمائی چنانچہ فرمایا: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ○ اَللّٰهُ الصَّمَدُ○ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ○ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ○ یعنی اے ہمارے رسول! تو دنیا میں یہ اعلان کر دے، کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات میں ہر لحاظ سے اکیلا ہے۔ وہ اللہ بے نیاز ہے نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ اس کو کسی نے جنا ہے اور کوئی بھی ایسی ہستی نہیں جو اس کے ہم پلہ اور برابر ہو۔ ان آیات کی تفسیر میں حضرت مسیح پاک علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’فرمایا قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ......الخ اس اقل عبارت کو جو بقدر ایک سطر بھی نہیں دیکھنا چاہیے کہ کس لطافت اور عمدگی سے ہر یک قسم کی شراکت سے وجود حضرت باری کا منزہ ہونا بیان فرمایا ہے۔ اسکی تفصیل یہ ہے کہ شراکت از روئے حصر عقل چار قسم پر ہے۔ کبھی شرکت عدد میں ہوتی ہے اور کبھی مرتبہ میں اور کبھی نسب میں اور کبھی فعل اور تاثیر میں، سو اس سورۃ میں ان چاروں قسموں کی شرکت سے خدا کا پاک ہونا بیان فرمایا اور کھول کر بتلا دیا کہ وہ اپنے عدد میں ایک ہے، دو یا تین نہیں۔ اور وہ صمد ہے یعنی اپنے مرتبہ وجوب اور محتاج الیہ ہونے میں منفرد اور یگانہ ہے اور بجز اس کے تمام چیزیں ممکن الوجود اور ہالک الذات ہیں، جو اس کی طرف ہر دم محتاج ہیں اور وہ لم یلد ہے یعنی اس کا کوئی بیٹا نہیں تا بوجہ بیٹا ہونے کے اس کا شریک ٹھہر جائے اور وہ لم یولد ہے یعنی اس کا کوئی باپ نہیں تا بوجہ باپ ہونے کے اس کا کوئی شریک بن جائے اور وہ لم یکن لہ کفوا ہے یعنی اس کے کاموں میں کوئی اس سے برابری کرنے والا نہیں تا باعتبار فعل کے اس کا کوئی شریک قرار پاوے۔ سو اس طور سے ظاہر فرما دیا کہ خدائے تعالیٰ چاروں قسم کی شرکت سے پاک اور منزہ ہے۔ اور وحدہ لاشریک ہے۔‘‘

(براہین احمدیہ حصہ چہارم حاشیہ درحاشیہ نمبر ۳ صفحہ ۵۱۸)

حضرت مسیح موعودؑ نے قرآن مجید کی پیش کردہ تعلیم توحید کی روشنی میں تثلیث پر کڑی نقطہ چینی کی ہے کہ یہ عقیدہ جس کی عیسائی مناد بڑے زور و شور سے منادی کرتے ہیں عقل انسانی کے بھی خلاف ہے، آپؑ فرماتے ہیں:

’’تثلیث کا عقیدہ بھی ایک عجیب عقیدہ ہے۔ کیا کسی نے سنا ہے کہ مستقل طور پر اور کامل طور پر تین بھی ہوں اور ایک بھی ہو۔ اور ایک بھی کامل خدا اور تین بھی کامل خدا ہو۔ عیسائی مذہب

قرآن کریم کے بعد اَور کسی الہامی کتاب کے نزول کی ضرورت نہیں

’’قرآن شریف ایسے زمانہ میں آیا تھا کہ جس میں ہر ایک طرح کی ضرورتیں کہ جن کا پیش آنا ممکن ہے پیش آ گئی تھیں یعنے تمام امور اخلاقی اور اعتقادی اور قولی اور فعلی بگڑ گئے تھے اور ہر ایک قسم کا افراط تفریط اور ہر ایک نوع کا فساد اپنے انتہاء کو پہنچ گیا تھا۔ اس لئے قرآن شریف کی تعلیم بھی انتہائی درجہ پر نازل ہوئی۔ پس انہیں معنوں سے شریعت فرقانی مختتم اور مکمل ٹھہری اور پہلی شریعتیں ناقص رہیں کیونکہ پہلے زمانوں میں وہ مفاسد کہ جن کی اصلاح کے لئے الہامی کتابیں آئیں وہ بھی انتہائی درجہ پر نہیں پہنچے تھے اور قرآن شریف کے وقت میں وہ سب اپنی انتہا کو پہنچ گئے تھے۔ پس اب قرآن شریف اور دوسری الہامی کتابوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی کتابیں اگر

بھی عجیب مذہب ہے کہ ہر ایک بات میں غلطی اور ہر ایک امر میں لغزش ہے۔‘‘

(روحانی خزائن جلد ۲۰ چشمہ مسیحی صفحہ ۱۴)

تیسری دلیل: حضرت عیسیٰؑ توریت کے پابند تھے، جو یہود کی شریعت کی کتاب ہے اور اس میں تثلیث کا کہیں ذکر نہیں بلکہ صاف توحید کا بیان ہے خود حضرت عیسیٰؑ کا بیان ہے کہ ’’یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔‘‘

(متی باب ۵ آیت ۱۷۔۱۸)

قرآن مجید میں بھی حضرت عیسیٰؑ کا بیان یوں درج ہے وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ۔ یعنی جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، اس کی تصدیق کرتے ہوئے آیا ہوں جو تورات میں سے میرے سامنے ہے۔ اسی آیت کریمہ کی روشنی میں حضرت مسیح موعودؑ نے یہ استدلال فرمایا کہ جبکہ حضرت عیسیٰؑ تورات کے تابع نبی تھے اور ان کا اپنا اقرار موجود ہے کہ میں اس کتاب کی تعلیم کو ہی از سر نو زندہ کرنے آیا ہوں۔ تو کبھی یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ توحید کے بجائے تثلیث کی تعلیم دیں۔ انہوں نے کبھی تثلیث کی تعلیم نہیں دی بلکہ ساری عمر توحید کی تبلیغ کرتے رہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: ’’ہم عیسائیوں سے پوچھتے ہیں کہ اگر واقعی تثلیث کی تعلیم حق تھی اور نجات کا یہی اصل ذریعہ تھا تو پھر کیا اندھیر مچا ہوا ہے کہ توریت میں اس تعلیم کا کوئی نشان نہیں ملتا۔ یہودیوں کے اظہار لے کر دیکھ لو۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۴۷)

پھر فرماتے ہیں کہ ’’توریت میں لکھا تھا کہ دوسرا خدا نہ ہو، نہ آسمان پر نہ زمین پر پھر دروازوں اور چوکھٹوں پر یہ تعلیم لکھی گئی تھی اس کو چھوڑ کر یہ نیا خدا تراشا گیا جس کا کچھ بھی پتہ توریت میں نہیں ملتا۔ میں نے فاضل یہودیوں سے پوچھا ہے کہ کیا تمہارے ہاں ایسے خدا کا پتہ ہے جو مریم کے پیٹ سے نکلے اور وہ یہودیوں کے ہاتھوں سے ماریں کھاتا پھرے، اس پر یہودی علماء نے مجھے یہی جواب دیا کہ یہ محض افتراء ہے توریت سے کسی ایسے خدا کا پتہ نہیں ملتا۔ ہمارا وہ خدا ہے جو قرآن شریف کا خدا ہے۔ یعنی جس طرح پر قرآن مجید نے خدا تعالیٰ کی وحدت کی اطلاع دی ہے اسی طرح پر ہم توریت کی رو سے خدا تعالیٰ کو وحدہ لاشریک مانتے ہیں اور کسی انسان کو خدا نہیں مان سکتے۔‘‘

(لیکچر لدھیانہ روحانی خزائن جلد ۲۰، صفحہ ۲۸۸)

پس حضرت مسیح موعودؑ نے نہ صرف تورات اور انجیل سے بلکہ قرآن مجید سے روز روشن کی طرح یہ ثابت فرمایا کہ تثلیث کا عقیدہ جو موجودہ عیسائی پیش کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کا پیش کردہ یا الہامی عقیدہ نہیں بلکہ یہ بعد کی ایجاد ہے۔

چوتھی دلیل: حضرت عیسیٰؑ نے ہمیشہ توحید کی تعلیم دی اور اس بات کی منادی کرتے رہے کہ خدا ایک ہے اور اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں قرآن مجید میں حضرت عیسیٰؑ کا یہ اقرار اور اپنے خدا ہونے کی نفی ان الفاظ میں درج ہے ’’وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ......الخ (سورۃ المائدہ) یعنی جب خدا نے کہا اے عیسیٰ بن مریم کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر مجھے اور میری ماں کو دو خدا مان لو تو عیسیٰؑ نے جواب دیا کہ اے خدا پاک ہے تیری ذات مجھے زیبا نہیں کہ وہ بات کہوں جس کا مجھے حق نہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ قرآن مجید کی اسی واقعاتی دلیل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’حضرت مسیح نے کسی جگہ تثلیث کی تعلیم نہیں دی اور وہ جب تک زندہ رہے خدائے واحد لاشریک کی تعلیم دیتے رہے۔‘‘

(چشمہ مسیحی صفحہ ۵۵ روحانی خزائن جلد ۲۰)

حضرت مسیحؑ کی طرف سے توحید کے واضح اقرار کے ضمن میں آپؑ فرماتے ہیں کہ:

’’ان کا وہ کلمہ جو صلیب پر چڑھائے جانے کے وقت ان کے منہ سے نکلا کیسا توحید پر دلالت کرتا ہے کہ انہوں نے نہایت عاجزی سے کہا ایلی ایلی لما سبقتانی یعنی اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ کیا جو شخص اس عاجزی سے خدا کو پکارتا ہے اور اقرار کرتا ہے کہ خدا میرا رب ہے اس کی نسبت کوئی عقلمند گمان کر سکتا ہے کہ اس نے درحقیقت خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔‘‘

(چشمہ مسیحی صفحہ ۵۷ روحانی خزائن جلد ۲۰)

جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کہ الوہیت مسیح تثلیث کی سب سے اہم اور بنیادی دلیل ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے عمومی طور پر اس عقیدہ کی تردید کرنے کے علاوہ بڑے قوی دلائل سے یہ امر ثابت کر دیا کہ مسیح کی الوہیت ایک باطل خیال ہے مسیحؑ ہرگز ہرگز خدا نہ تھے یہ تثلیث کے رد میں ایسی دلیل تھی جس سے تثلیث کی ساری عمارت پیوند زمین ہو گئی۔ اس ضمن میں حضرت مسیح موعودؑ کے بیان فرمودہ بعض دلائل کی بحث اوپر گزر چکی ہے اور اختصار کے مدنظر تثلیث کے ضمن میں نمونۃً اسی قدر دلائل پر اکتفا کرتے ہوئے عقیدہ کفارہ پر ایک نگاہ دوڑاتے ہیں۔

عقیدہ کفارہ:

کفارہ بھی دیگر عقائد کی طرح عیسائیت کے بنیادی عقائد میں سے ہے۔ اور عیسائیت کی اصطلاح میں کفارہ سے مراد یسوع مسیح کی وہ پاکیزہ اور صلیبی موت کی قربانی ہے جس نے تمام بنی آدم کے گناہوں کو چھپا لیا ہے اور ان کے لیے نجات کی راہ کھول دی ہے۔ اس عقیدہ کی اہمیت کے بارے میں انسائیکلو پیڈیا بریٹینکا میں لکھا ہے:

’’کہ عقیدہ کفارہ کو عیسائی مذہب میں سب سے زیادہ امتیازی مقام حاصل ہے۔ اتنا زیادہ کہ مسیحیوں کی اکثریت کے نزدیک یہ عقیدہ دیگر سب عقاید سے مقدم اور افضل ہے وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ الوہیت مسیح کے نظریہ کو صرف اس وجہ سے اہمیت دی گئی ہے کہ کفارہ کے اثبات کے لیے اس امر کی ضرورت پڑتی ہے۔‘‘

(انسائیکلو پیڈیا بریٹینکا جلد ۵ صفحہ ۶۳۴)

اس حوالہ سے یہ بات ظاہر ہے کہ یہ عقیدہ بعض اور عقاید کی بنا پر اختیار کیا گیا ہے اور وہ سب خرابیاں جو ان عقائد میں الگ الگ طور پر تھیں وہ سب اس ایک عقیدہ میں یکجائی طور پر جمع ہو گئی ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ اس خود تراشیدہ عقیدہ کے متعلق فرماتے ہیں: ’’یہ عقیدہ غلطیوں کا ایک مجموعہ ہے۔‘‘ (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۴۴)

قرآنی تعلیم کی روشنی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کفارہ کے خلاف سب سے پہلی یہ دلیل بیان فرمائی کہ یہ عقیدہ قرآن مجید کی پیش فرمودہ عقلی اور فطرتی تعلیم کے خلاف ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى (الانعام: ۱۶۵) کہ کوئی جان دوسری جان کا بوجھ ہرگز نہ اٹھائے گی یعنی انسان کو دوسرے کے بدلہ میں سزا نہ دی جائے گی جبکہ کفارہ کا اصل یہ ہے کہ مسیح گنہگاروں کے بدلہ میں مصلوب ہوا چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:

’’قرآن کوئی لعنتی قربانی پیش نہیں کرتا بلکہ ہرگز جائز نہیں رکھتا کہ ایک کا گناہ یا ایک کی لعنت کسی دوسرے پر ڈالی جائے چہ جائیکہ کروڑ ہا لوگوں کی لعنتیں اکٹھی کر کے ایک کے گلے میں ڈال دی جائیں۔ قرآن شریف صاف فرماتا ہے کہ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى یعنی ایک کا بوجھ دوسرا نہیں اٹھائے گا۔‘‘

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب صفحہ ۱، ۲ روحانی خزائن جلد ۱۲)

دوسری دلیل: سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے کفارہ کے رد میں جو دلائل بیان فرمائے ہیں غالباً ان میں سے سب سے زیادہ اہم اور وزنی یہ دلیل ہے کہ حضرت مسیحؑ صلیب پر فوت ہی نہیں ہوئے۔ جبکہ کفارہ کی بنیاد ہی اسی امر پر ہے کہ حضرت مسیحؑ صلیب پر فوت ہو گئے تھے۔ اور اسی وجہ سے وہ بنی آدم کے گناہوں کا کفارہ ہو گئے ہیں۔ حضرت مسیحؑ کی صلیبی موت کی تردید میں حضرت مسیح موعودؑ نے اس قرآنی آیت کو پیش فرمایا: وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۭ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا

(سورۃ النساء: ۱۵۸۔۱۵۹)

ان آیات کو پیش کر کے حضورؑ فرماتے ہیں:

’’ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اگرچہ یہ سچ ہے کہ بظاہر مسیح صلیب پر کھینچا گیا اور اس کے مارنے کا ارادہ کیا گیا مگر یہ محض ایک دھوکہ ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے ایسا خیال کر لیا کہ درحقیقت حضرت مسیح علیہ السلام کی جان صلیب پر نکل گئی تھی بلکہ خدا نے

ہر ایک طرح کے خلل سے محفوظ بھی رہتیں پھر بھی بوجہ ناقص ہونے تعلیم کے ضرور تھا کہ کسی وقت کامل تعلیم یعنے فرقان مجید ظہور پذیر ہوتا۔ مگر قرآن شریف کے لئے اب یہ ضرورت درپیش نہیں کہ اس کے بعد کوئی اور کتاب بھی آوے۔ کیونکہ کمال کے بعد اور کوئی درجہ باقی نہیں۔ ہاں اگر یہ فرض کیا جائے کہ کسی وقت اصول حقہ قرآن شریف کے وید اور انجیل کی طرح مشرکانہ اصول بنائے جائیں گے اور تعلیم توحید میں تبدیل اور تحریف عمل میں آوے گی۔ یا اگر ساتھ اس کے یہ بھی فرض کیا جائے جو کسی زمانہ میں وہ کروڑ ہا مسلمان جو توحید پر قائم ہیں وہ بھی پھر طریق شرک اور مخلوق پرستی کا اختیار کر لیں گے تو بے شک ایسی صورتوں میں دوسری شریعت اور دوسرے رسول کا آنا ضروری ہو گا مگر دونوں قسم کے فرض محال ہیں۔‘‘ (براہین احمدیہ حصہ دوم صفحہ 109۔110 حاشیہ)

ایسے اسباب پیدا کر دیئے جن کی وجہ سے وہ صلیبی موت سے بچ رہا۔''

(مسیح ہندوستان میں صفحہ:۵۱ روحانی خزائن جلد ۱۵)

پھر فرمایا: ''قرآن شریف میں جو وارد ہے وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ یعنی عیسیٰ نہ مصلوب ہوا نہ مقتول ہوا۔ اس بیان سے یہ بات منافی نہیں ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر زخمی ہو گئے کیوں کہ مصلوبیت سے مراد وہ امر ہے جو صلیب پر چڑھانے کی علت غائی ہے اور وہ قتل ہے اور کچھ شک نہیں کہ خدا تعالیٰ نے دشمنوں کے اس اصل مقصود سے ان کو محفوظ رکھا۔''

(ست بچن حاشیہ درحاشیہ صفحہ ۱۰۳ روحانی خزائن جلد ۱۰)

نیز فرمایا: ''اناجیل اربعہ قرآن شریف کے اس قول پر کہ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ صاف شہادت دے رہی ہیں کیوں کہ قرآن کریم کا منشاء مَا صَلَبُوْهُ کے لفظ سے یہ ہرگز نہیں ہے کہ مسیح صلیب پر چڑھایا ہی نہیں گیا بلکہ منشاء یہ ہے کہ جو صلیب پر چڑھانے کا اصل مدعا تھا یعنی قتل کرنا اس سے خدا تعالیٰ نے مسیح کو محفوظ رکھا اور یہودیوں کی طرف سے اس فعل یعنی قتلِ عمد کا اقدام تو ہوا مگر قدرت اور حکمت الٰہی سے تکمیل نہ پا سکا۔''

(ازالہ اوہام حصہ اول صفحہ: ۲۹۴ روحانی خزائن جلد ۳)

پھر قرآن مجید کی ایک اور آیت سے کفارہ کا رد کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں: ''اللہ جل شانہ نے اشارہ فرمایا ہے يٰعِيْسٰۤى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ یعنی اے عیسیٰ میں تجھے طبعی وفات دوں گا اور اپنی طرف تیرا رفع کروں گا۔ یعنی تو مصلوب نہیں ہوگا۔ اس آیت میں یہود کے اس قول کا رد ہے کہ وہ کہتے تھے کہ عیسیٰ مصلوب ہو گیا ہے اس لیے ملعون ہے اور خدا کی طرف اس کا رفع نہیں ہوا اور عیسائی کہتے تھے کہ تین دن لعنتی رہ کر پھر رفع ہوا۔''

(کتاب البریہ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۳۶۲)

کفارہ کے بطلان میں قرآن مجید کی ایک اور آیت سے آپؑ استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ایک اور قوی دلیل اس بات پر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَّاٰوَيْنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ۔ یعنی ہم نے عیسیٰ اور اس کی ماں کو ایک ایسے ٹیلے پر پناہ دی جو آرام کی جگہ تھی اور ہر ایک دشمن کی دست درازی سے دور تھی اور پانی اس کا بہت خوشگوار تھا۔ یاد رہے کہ اٰوٰی کا لفظ عربی زبان میں اس جگہ بولا جاتا ہے جب ایک مصیبت کے بعد کسی شخص کو پناہ دیتے ہیں ایسی جگہ میں جو دارالامان ہوتا ہے پس وہ دارالامان ملک شام نہیں ہوسکتا کیوں کہ ملک شام قیصر روم کی عملداری میں تھا اور حضرت عیسیٰ قیصر کے باغی قرار پا چکے تھے۔ پس وہ کشمیر ہی تھا جو شام کے ملک سے مشابہ تھا اور قرار کی جگہ تھی یعنی امن کی جگہ تھی یعنی قیصر روم کو اس سے کچھ تعلق نہ تھا۔''

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۴۰۴، ۴۰۵ روحانی خزائن جلد ۲۱)

تیسری دلیل: اسلام نے نجات کے لیے کسی اور کی قربانی کے بجائے خود اس انسان کے نیک اعمال، اس کی اپنی کوشش اور اپنے نفس کی قربانی پر زور دیا ہے جیسا کہ فرمایا: بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۪ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (البقرۃ: ۱۱۳) یعنی جو مومن اپنے آپ کو خدا کی اطاعت میں لگا دیتا ہے اور احسان کے طریق کو اختیار کرتا ہے تو اس کا اجر دینا خدا کے ذمہ ہے نہ ان کو آئندہ کا فکر ہوگا اور نہ ماضی کا غم۔ پھر ایک اور جگہ فرمایا: يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ (سورۃ الانشقاق :۷) کہ اے انسان تو خدا کا قرب پوری پوری کوشش صرف کرنے سے حاصل کر سکتا ہے۔ اسی طرح اسلام نے گناہوں اور غلطیوں کی تلافی کے لیے سچی توبہ اور استغفار اور رجوع الی اللہ کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ یعنی اے مومنو اللہ کی طرف خالص طور پر رجوع کرو۔ کوئی تعجب نہیں کہ تمہارا رب تمہاری بدیوں کو مٹا دے اور تم کو ایسی جنتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ نیز فرمایا کہ: اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (الفرقان: ۷۱) حضرت مسیح موعود علیہ السلام انہی آیات کی روشنی میں کفارہ کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''اے پیارو! یہ نہایت سچا اور آزمودہ فلسفہ ہے کہ انسان گناہ سے بچنے کے لیے معرفت تامہ کا محتاج ہے نہ کسی کفارہ کا ......ہم اس نجات کے لیے نہ کسی خون کے محتاج ہیں اور نہ کسی صلیب کے حاجتمند اور نہ کسی کفارہ کی ہمیں ضرورت ہے بلکہ ہم صرف ایک قربانی کے محتاج ہیں جو اپنے نفس کی قربانی ہے''

(لیکچر لاہور صفحہ ۵ روحانی خزائن جلد ۲۰)

نیز فرمایا: ''خدا تعالیٰ توبہ قبول کرتا ہے۔ گناہوں کو معاف فرماتا ہے یہاں تک کہ اس معافی کے لیے وہ اس بات کا محتاج نہیں کہ کوئی نا کردہ گناہ سولی پر کھینچا جائے تا وہ گناہ معاف کرے بلکہ وہ صرف توبہ اور تضرع اور استغفار سے گناہ معاف کر دیتا ہے۔''

(چشمہ معرفت صفحہ ۵۵ روحانی خزائن جلد ۲۳)

پھر آپؑ نے یہ عظیم الشان قرآنی اصول پیش کر کے کہ درحقیقت نیکیاں ہی بدیوں کا کفارہ ہوتی ہیں عیسائیوں کے خود تراشیدہ کفارہ کا باطل ہونا ثابت کیا چنانچہ فرمایا: ''ہم دیکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ بدی سے سخت بیزار ہے تو ہمیں اس سے سمجھ آتا ہے کہ وہ نیکی کرنے سے نہایت درجہ خوش ہوتا ہے۔ پس اس صورت میں نیکی بدی کا کفارہ ٹھہرتی ہے اور جب ایک انسان بدی کرنے کے بعد ایسی نیکی بجالایا جس سے خدا تعالیٰ خوش ہوا تو ضرور ہے کہ پہلی بات موقوف ہو کر دوسری بات قائم ہو جائے ورنہ خلاف عدل ہوگا اس کے مطابق اللہ جل شانہ قرآن شریف میں فرماتا ہے اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ یعنی نیکیاں بدیوں کو دور کر دیتی ہیں۔''

(کتاب البریہ صفحہ ۸۰، ۸۱ روحانی خزائن جلد ۱۳)

چوتھی دلیل: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ انسان کو خود دعا کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اور دعاؤں کی قبولیت کا وعدہ فرماتا ہے اور نیک نیتی اور خلوص سے بھری دعائیں کبھی رد نہیں ہوتیں۔ جیسا کہ فرمایا: وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ۭ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (البقرہ آیت 187) یعنی جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو ان کو کہہ دے کہ میں قریب ہوں میں ہر دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں۔ قرآن مجید کے اس بیان کی روشنی میں حضرت مسیح موعودؑ نے یہ استدلال فرمایا کہ کفارہ جسکی بنیاد مسیحؑ کی صلیبی موت اور ایک خودکشی والی موت پر رکھی گئی ہے اگر اس کو درست تسلیم کیا جائے تو نہ صرف خدا تعالیٰ پر یہ اعتراض پڑتا ہے کہ کیوں اس نے مسیح جیسے پاکباز انسان کی صلیب کے وقت کی متضرعانہ دعاؤں کو قبول نہ کیا حالانکہ ان کی قبولیت کا وعدہ کیا گیا تھا بلکہ مسیحؑ پر بھی یہ تہمت ہو گی کہ اس نے اپنی مرضی سے خودکشی کی۔ آپؑ فرماتے ہیں: ''دوسرے کی نجات کے لیے خودکشی کرنا خود گناہ ہے اور میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں ہرگز مسیحؑ نے اپنی رضامندی سے صلیب کو منظور نہیں کیا بلکہ شریر یہودیوں نے جو چاہا اس سے کیا اور مسیحؑ نے صلیبی موت سے بچنے کے لیے باغ میں ساری رات دعا کی اور اس کے آنسو جاری ہو گئے تب خدا نے بباعث اس کے تقویٰ کے اس کی دعا قبول کی اور اس کو صلیبی موت سے بچا لیا۔ جیسا کہ خود انجیل میں بھی لکھا ہے۔ پس یہ کیسی تہمت ہے کہ مسیحؑ نے اپنی رضامندی سے خودکشی کی۔''

(لیکچر لاہور صفحہ: ۱۹ روحانی خزائن جلد ۲۰)

اسی طرح آپؑ فرماتے ہیں: ''یہ بات کہ اس لعنتی موت پر مسیح خود راضی ہو گیا تھا اس دلیل سے رد ہو جاتی ہے کہ مسیح نے باغ میں رو رو کر دعا کی کہ وہ پیالہ اس سے ٹل جائے اور پھر صلیب پر کھینچنے کے وقت چیخ مار کر کہا ایلی ایلی لما سبقتنی یعنی اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ اگر وہ اس صلیبی موت پر راضی تھا تو اس نے کیوں دعائیں کیں۔''

(حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ: ۶۰ روحانی خزائن جلد ۲۲)

چوتھی دلیل: کمالات اور خدا کا قرب انسان کو مجاہدات اور اعمال صالحہ سے حاصل ہوسکتا ہے جیسا کہ فرمایا: فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا (الکہف آیت :۱۱۱) یعنی جو شخص بھی قرب اور لقاء الٰہی کا متمنی ہے اسے چاہیے کہ وہ اعمال صالحہ بجا لائے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔ نیز فرمایا کہ لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى کہ انسان اپنی کوشش

اب تک قرآن شریف میں پہلی کتابوں کی طرح کوئی مشرکانہ تعلیم ملنے نہیں پائی
آئندہ بھی کسی نوع کا تغیر اور تبدل قرآن شریف میں واقع ہونا ممتنع اور محال ہے

قرآن شریف کی تعلیم کا محرف مبدل ہونا اس لئے محال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر: ۱۰) یعنی اس کتاب کو ہم نے ہی نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ رہیں گے۔ سو تیرہ سو برس سے اس پیشینگوئی کی صداقت ثابت ہورہی ہے۔ اب تک قرآن شریف

اور مجاھدہ کا پھل ہی پاتا ہے مگر عیسائیوں کے ہاتھ میں کفارہ مسیح کا سہل نسخہ تھما دیا گیا جس کے نتیجہ میں وہ بجائے خدا کا قرب حاصل کرنے کے اس سے اور بھی دور ہو گئے حضرت مسیح موعودؑ نے مذکور آیات کے مضمون کی روشنی میں کفارہ کا بطلان کچھ یوں بیان فرمایا: ’’کمالات تو انسان کو مجاھدات سے حاصل ہوتے ہیں مگر جن کو سہل نسخہ مسیح کے خون کا مل گیا وہ کیوں مجاہدات کریں گے...... اصل بات یہ ہے لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى (النجم:۴۰) ...... جب خون مسیح پر مدار ہے تو مجاہدات کی کیا ضرورت ہے ان کی جھوٹی تعلیم سچی ترقیات سے روک رہی ہے...... ان لوگوں کو جو ولایت میں خون مسیح پر ایمان لا کر بیٹھے ہیں کوئی پوچھے کہ کیا حاصل ہوا۔ مردوں یا عورتوں نے خون پر ایمان لا کر کیا ترقی حاصل کی‘‘ (ملفوظات جلد دوم صفحہ:۵۸۸)

پس حضرت مسیح موعودؑ نے بدلائل یہ ثابت کر کے کہ کفارہ کا اصول گناہ کو دور نہیں کرتا بلکہ اور بھی گناہ اور بدی پر انسان کو دلیر کرتا ہے۔ روز روشن کی طرح یہ ثابت فرما دیا کہ کفارہ باطل ہے اور بنی نوع انسان کے لیے ایک سم قاتل کی مانند ہے۔

آریہ مذہب کے باطل عقائد کا رد

دوسرا مذہب جسکے باطل عقائد کی حضرت مسیح موعودؑ نے دلائل قاطعہ سے تردید فرمائی وہ آریہ مذہب ہے۔ اس مذہب نے جو دراصل مذہب کہلانے کا مستحق ہی نہیں بلکہ صرف ایک فلسفہ ہے جو ان کے اپنے دماغوں نے گھڑ لیا ہے، اسلام اور بانی اسلام پر اعتراضات اور گندہ دہنی میں دیگر تمام قوموں کو پیچھے چھوڑ دیا۔ ان لوگوں کا مذہب صرف دو ستونوں پر قائم ہے۔ اول: قدامت روح و مادہ یعنی روح و مادہ خدا کی طرح ازل سے ہیں اور ابد تک خدا کے ساتھ ساتھ چلے جائیں گے، خدا تعالیٰ ان کا خالق نہیں بلکہ صرف انکے جوڑ توڑ سے ان پر حکومت چلا رہا ہے۔ دوم: تناسخ یعنی ارواح اپنے اچھے یا برے اعمال کے نتیجے میں مختلف جنم لیتیں ہیں اور اس جنم کے چکر سے کبھی پورے طور پر آزاد نہیں ہوتیں اگر کسی کو مکتی یعنی نجات ملتی بھی ہے تو محض عارضی طور پر اور اس کے بعد پھر اس کو آواگون یعنی تناسخ کے چکر میں ڈال دیا جاتا ہے کیونکہ آریہ صاحبان کے خیال میں محدود عمل کی جزا غیر محدود نہیں ہو سکتی۔

علاوہ ازیں آریہ الہام الٰہی کو صرف آریہ ورت تک ہی محدود سمجھتے ہیں اور صرف وید کو ہی ازل سے لے کر ابد تک دنیا کے لیے چشمہ ہدایت قرار دیتے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ نے نہ صرف آریوں کے اعتراضات کے جوابات قرآن مجید سے دیکر ان کو ساکت ولاجواب کیا اور اسلام کا شاندار دفاع فرمایا بلکہ عقلی و نقلی دلائل سے آریوں کے خود تراشیدہ عقائد کا ایسا بطلان ثابت کیا کہ ان کو پیچھا چھڑانا مشکل ہو گیا۔ زیر نظر مضمون میں چونکہ صرف قرآن مجید کی رو سے ہی حضرت مسیح موعودؑ کے پیش کردہ بعض دلائل کا ذکر مقصود ہے۔ لہٰذا اسی پہلو سے آریوں کے بعض عقائد پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں۔

عقیدہ تناسخ اور قدامت روح و مادہ

حضرت مسیح موعودؑ نے قرآن مجید کی روشنی میں بیان فرمایا کہ خدا تعالیٰ موجودات اور مخلوقات پر قہری حکومت نہیں رکھتا بلکہ وہ کائنات کے ذرہ ذرہ کا خالق ہے اور آئینہ قانون قدرت بھی صاف صاف اسی کی گواہی دیتا ہے۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں ’’وہ خدا جس کا پتہ قرآن شریف بتلاتا ہے، اپنی موجودات پر فقط قہری حکومت نہیں رکھتا بلکہ موافق آیت کریمہ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى (الاعراف:۱۷۳) کہ ہر یک ذرہ اپنی طبیعت اور روحانیت سے اس کا حکم بردار ہے۔ اس کی طرف جھکنے کے لیے ہر یک طبیعت میں ایک کشش پائی جاتی ہے اس کشش سے ایک ذرہ بھی خالی نہیں اور یہ ایک بڑی دلیل اس بات پر ہے کہ وہ ہر یک چیز کا خالق ہے۔ کیونکہ نور قلب اس بات کو مانتا ہے کہ وہ کشش جو اس کی طرف جھکنے کے لیے تمام چیزوں میں پائی جاتی ہے وہ بلا شبہ اسی کی طرف سے ہے جیسا کہ قرآن شریف نے اس آیت میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ (بنی اسرائیل:۴۵) یعنی ہر یک چیز اس کی پاکی اور اس کے محامد بیان کر رہی ہے۔ اگر خدا ان چیزوں کا خالق نہیں تھا تو ان چیزوں میں خدا کی طرف کشش کیوں پائی جاتی ہے۔ ایک غور کرنے والا انسان ضرور اس بات کو قبول کر لے گا کہ کسی مخفی تعلق کی وجہ سے یہ کشش ہے۔ پس اگر وہ تعلق خدا کا خالق ہونا نہیں تو کوئی آریہ وغیرہ اس بات کا جواب دیں کہ اس تعلق کی وید وغیرہ میں کیا ماہیت لکھی ہے اور اس کا کیا نام ہے۔ کیا یہی سچ ہے کہ خدا صرف زبردستی ہر یک چیز پر حکومت کر رہا ہے اور ان چیزوں میں کوئی طبعی قوت اور شوق خدا تعالیٰ کی طرف جھکنے کا نہیں ہے...... افسوس کہ آریوں کے وید نے خدا تعالیٰ کی خالقیت سے انکار کر کے اس روحانی تعلق کو قبول نہیں کیا...... اسلام نے خدا تعالیٰ کی صفات کاملہ کی تیز دھاروں کو کہیں نہیں روکا وہ آریوں کی طرح اس عقیدہ کی تعلیم نہیں دیتا کہ زمین و آسمان کی روحیں اور ذرات اجسام اپنے اپنے وجود کے آپ ہی خدا ہیں اور جس کا پرمیشر نام ہے وہ کسی نامعلوم سبب سے محض ایک راجہ کے طور پر ان پر حکمران ہے۔‘‘

(معیار المذاہب صفحہ ۲۰ روحانی خزائن جلد ۹)

چونکہ تناسخ کی بنا ہی قدامت روح و مادہ ہے اور اسی فاسد عقیدہ پر اس کا مدار ہے لہٰذا عقیدہ قدامت روح و مادہ کے بطلان سے ہی تناسخ کا باطل ہونا خود بخود ثابت ہو جاتا ہے سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے بھی اپنی تصنیف پرانی تحریروں میں قرآن مجید کی آیات بیّنہ کی رو سے ان دونوں عقائد کا باطل ہونا ایک ساتھ بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ آپؑ نے اس فاسد عقیدہ کو اپنے الفاظ میں یوں بیان فرمایا ’’آریہ صاحبان کا پہلا اصول جو مدار تناسخ ہے یہ ہے جو دنیا کا کوئی پیدا کرنے والا نہیں اور سب ارواح مثل پرمیشر کے قدیم اور انادی ہیں اور اپنے اپنے وجود کے آپ ہی پرمیشر ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اصول غلط ہے اور اس پر تناسخ کی پٹڑی جمانا بنیاد فاسد بر فاسد ہے۔‘‘

(پرانی تحریریں صفحہ ۶ روحانی خزائن جلد ۲)

چنانچہ اس ضمن میں جو سب سے پہلی دلیل آپؑ نے پیش فرمائی وہ دلیل لمی کہلاتی ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

’’دلیل اوّل جو برہان لمی ہے یعنے علت سے معلول کی طرف دلیل دی گئی ہے۔ (دیکھو سورۃ رعد الجزو ۱۳) اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (الرعد:۱۷) یعنے خدا ہر ایک چیز کا خالق ہے کیوں کہ وہ اپنی ذات اور صفات میں واحد ہے اور واحد بھی ایسا کہ قہار ہے یعنے سب چیزوں کو اپنے ماتحت رکھتا ہے اور ان پر غالب ہے۔ یہ دلیل بذریعہ شکل اوّل جو بدیہی الانتاج ہے اس طرح پر قائم ہوتی ہے کہ صغریٰ اس کا یہ ہے جو خدا واحد اور قہار ہے اور کبریٰ یہ کہ ہر ایک جو واحد اور قہار ہو وہ تمام موجودات ماسوائے اپنے کا خالق ہے نتیجہ یہ ہوا، جو خدا تمام مخلوقات کا خالق ہے۔‘‘

(پرانی تحریریں صفحہ ۶ روحانی خزائن جلد ۲)

دوسری دلیل: دوسری دلیل دلیل اِنّی کہلاتی ہے یعنی معلول سے علت کی طرف دلیل لینا۔ جسم اور ارواح ایک مقررہ اندازہ میں محصور اور محدود ہیں جو ایک حاصر اور محدّد پر دلالت کرتی ہیں جو کہ خالق ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

’’دلیل دوم جو اِنّی ہے یعنی معلول سے علت کی طرف دلیل لی گئی ہے۔ دیکھو سورۃ الفرقان۔ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا (الفرقان:۳) یعنی اس کے ملک میں کوئی اس کا شریک نہیں وہ سب کا خالق ہے۔ اور اس کے خالق ہونے پر یہ دلیل واضح ہے کہ ہر ایک چیز کو ایک اندازہ مقرری پر پیدا کیا ہے کہ جس سے وہ تجاوز نہیں کر سکتی بلکہ اسی اندازہ میں محصور و محدود ہے۔ اس کی شکل منطقی اس طرح پر ہے کہ ہر جسم اور روح ایک اندازہ مقرری میں محصور و محدود ہے اور ہر ایک وہ چیز کہ کسی اندازہ مقرری میں محصور و محدود ہو اس کا کوئی حاصر اور محدّد ضرور ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہر ایک جسم اور روح کے لیے ایک حاصر اور محدّد ہے۔‘‘

(پرانی تحریریں صفحہ ۵ روحانی خزائن جلد ۲)

ارواح اور اجسام کا محصور اور محدود ہونا نقص اور عیب پر دلالت کرتا ہے یہی استدلال کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں ’’پس جن جن مراتب اور فضائل کو انسان اور اس کی روح کے لیے عقل تجویز کر سکتی ہے وہ کس بات سے ان مراتب سے محروم ہے آیا تجویز کسی اور مجوّز سے یا خود اپنی رضامندی سے، اگر کہو کہ اپنی رضامندی سے تو یہ صریح خلاف ہے کیونکہ کوئی شخص اپنے حق میں نقص روا نہیں رکھتا۔ اور اگر کہو کہ تجویز کسی اور مجوّز سے تو مبارک ہو کہ وجود خالق ارواح اور اجسام کا ثابت ہو گیا۔‘‘

(پرانی تحریریں صفحہ ۶ روحانی خزائن جلد ۲)

میں پہلی کتابوں کی طرح کوئی مشرکانہ تعلیم ملنے نہیں پائی اور آئندہ بھی عقل تجویز نہیں کر سکتی کہ اس میں کسی نوع کی مشرکانہ تعلیم مخلوط ہو سکے کیونکہ لاکھوں مسلمان اس کے حافظ ہیں، ہزارہا اس کی تفسیریں ہیں، پانچ وقت اس کی آیات نمازوں میں پڑھی جاتی ہیں، ہر روز اس کی تلاوت کی جاتی ہے۔ اسی طرح تمام ملکوں میں اس کا پھیل جانا، کروڑہا نسخے اس کے دنیا میں موجود ہونا، ہر یک قوم کا اس کی تعلیم سے مطلع ہو جانا یہ سب امور ایسے ہیں کہ جن کے لحاظ سے عقل اس بات پر قطع واجب کرتی ہے کہ آئندہ بھی کسی نوع کا تغیر اور تبدل قرآن شریف میں واقع ہونا ممتنع اور محال ہے۔

(براہین احمدیہ حصہ دوم صفحہ 110، حاشیہ)

تیسری دلیل: تیسری دلیل کا نام منطق اصطلاح میں قیاس الخلف ہے یعنی جس چیز کا اثبات مقصود ہو اس کو اس کے مخالف کے باطل ہونے کے ذریعہ ثابت کیا جائے۔ حضرت مسیح موعودؑ قرآن مجید سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''اسی طرح اس قیاس میں اگر مطلوب کو کہ جس کی حقیقت کا دعویٰ ہے سچا نہ مان لیا جائے تو نتیجہ ایسا نکلے گا جو باطل کو مستلزم ہوگا اور قیاس مذکور یہ ہے کہ دیکھو سورۃ الطور الجزو ۲۷۔ اَمۡ خُلِقُوۡا مِنۡ غَیۡرِ شَیۡءٍ اَمۡ ہُمُ الۡخٰلِقُوۡنَ ○ اَمۡ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ ۚ بَلۡ لَّا یُوۡقِنُوۡنَ ○ اَمۡ عِنۡدَہُمۡ خَزَآئِنُ رَبِّکَ اَمۡ ہُمُ الۡمُصَۜیۡطِرُوۡنَ (الطور:۳۶،۳۸) یعنے کیا یہ لوگ جو خالقیت خدائے تعالیٰ سے منکر ہیں بغیر پیدا کرنے کسی خالق کے یونہی پیدا ہوگئے یا اپنے وجود کو آپ ہی پیدا کر لیا یا خود علت العلل ہیں جنہوں نے زمین وآسمان کو پیدا کیا یا ان کے پاس غیر متناہی خزانے علم اور عقل کے ہیں جن سے انہوں نے ان سے معلوم کیا کہ ہم قدیم الوجود ہیں یا وہ آزاد ہیں اور کسی کے قبضۂ قدرت میں مقہور نہیں ہیں تا یہ گمان ہو کہ جب کہ ان پر کوئی غالب اور قہار ہی نہیں تو وہ ان کا خالق کیسے ہو۔ اس آیت شریف میں یہ استدلال لطیف ہے کہ ہر پنج شقوق قدامت ارواح کو اس طرز مدلل سے بیان فرمایا ہے کہ ہر ایک شق کے بیان سے ابطال اس شق کا فی الفور سمجھا جاتا ہے۔''

(پرانی تحریریں صفحہ ۶ روحانی خزائن جلد ۲)

چوتھی دلیل: جسکا نام قیاس اقترانی ہے یعنی جس میں عین نتیجہ کا یا نقیض اس کی بالفعل مذکور نہ ہو بلکہ بالقوہ پائی جائے اور کلی کے حال سے جزئیات کے حال پر دلیل پکڑی جائے۔ حضرت مسیح موعودؑ اس اصطلاح کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں'' ہماری روحیں اجمالی طور پر ان سب متفرق الٰہی حکمتوں اور صنعتوں پر مشتمل ہیں جو اجرام علوی وسفلی میں پائے جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے دنیا با اعتبار اپنے جزئیات مختلفہ کے عالم تفصیلی ہے اور انسان عالم اجمالی کہلاتا ہے یا یوں کہو کہ یہ عالم صغیر اور وہ عالم کبیر ہے۔ پس جبکہ ایک جزئی عالم کے بوجہ پائے جانے پر حکمت کاموں کے ایک صانع حکیم کی صنعت کہلاتی ہے تو خیال کرنا چاہئے کہ وہ چیز کیونکر صنعت الٰہی نہ ہوگی جس کا وجود اپنے عجائبات ذاتی کی رو سے گویا تمام جزئیات عالم کی عکسی تصویر ہے اور ہر یک جزئی کے خواص عجیبہ اپنے اندر رکھتی ہے۔''

(سرمہ چشم آریہ صفحہ ۱۲۰ روحانی خزائن جلد ۲)

اس ضمن میں آپؑ قرآن کریم سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''پس وہ قیاس جسکی اتنی تعریف ہے اس آیت شریفہ میں درج ہے اور ثبوت خالقیت باری تعالیٰ میں گواہی دے رہا ہے دیکھو سورۃ الحشر جزو ۲۸۔ ھُوَ اللّٰہُ الۡخَالِقُ الۡبَارِئُ الۡمُصَوِّرُ لَہُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی (الحشر:۲۵) وہ اللہ خالق ہے یعنی پیدا کنندہ ہے وہ باری ہے یعنے روحوں اور اجسام کو عدم سے وجود بخشنے والا ہے وہ مصور ہے یعنے صورت جسمیہ اور صورت نوعیہ عطا کرنے والا ہے کیوں کہ اس کے لیے تمام اسماء حسنہ ثابت ہیں یعنے جمیع صفات کاملہ جو باعتبار کمال قدرت کے عقل تجویز کر سکتی ہے اس کی ذات میں جمع ہیں۔ لہٰذا نیست سے ہست کرنے پر بھی وہ قادر ہے۔ کیونکہ نیست سے ہست کرنا قدرتی کمالات سے ایک اعلیٰ کمال ہے۔......علم الٰہیات میں یہ مسئلہ بدلائل ثابت ہو چکا ہے کہ مجمع الکمالات ہونا واجب الوجود کا تحقق الوہیت کے واسطے شرط ہے یعنی یہ لازم ہے کہ کوئی مرتبہ کمال کا مراتب ممکن التصور سے جو ذہن اور خیال میں گزر سکتا ہے اس ذات کامل سے فوت نہ ہو۔ پس بلاشبہ عقل اس بات کو چاہتی ہے کہ کمال الوہیت باری تعالیٰ کا یہی ہے کہ سب موجودات کا سلسلہ اسی کی قدرت تک منتہی ہو نہ یہ کہ صفت قدامت اور ہستی حقیقی کے بہت سے شریکوں میں بٹی ہوئی ہو اور قطع نظر ان سب دلائل اور براہین کے ہر ایک سلیم الطبع سمجھ سکتا ہے کہ اعلیٰ کام بنسبت ادنیٰ کام کے زیادہ تر کمال پر دلالت کرتا ہے پس جس صورت میں تالیف اجزاء عالم کمال الٰہی میں داخل ہے تو پھر پیدا کرنا عالم کا بغیر احتیاج اسباب کے جو کروڑہا درجہ زیادہ تر قدرت پر دلالت کرتا ہے کس قدر اعلیٰ کمال ہوگا۔''

(پرانی تحریریں، روحانی خزائن جلد ۲ صفحہ ۱۱)

پانچویں دلیل: پانچویں دلیل جو خالقیت باری تعالیٰ کے بارے میں قرآن مجید نے پیش فرمائی ہے اصطلاحاً قیاس استثنائی کہلاتی ہے یعنی عین نتیجہ یا نقیض اس کی بالفعل موجود ہو اور دو مقدموں سے مرکب ہو یعنی ایک شرطیہ اور دوسرے وضعیہ سے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

'' آیت شریف جو اس قیاس پر متضمن ہے یہ ہے دیکھو سورۃ الزمر جزو ۲۳۔ یَخۡلُقُکُمۡ فِیۡ بُطُوۡنِ اُمَّہٰتِکُمۡ خَلۡقًا مِّنۡۢ بَعۡدِ خَلۡقٍ فِیۡ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمۡ (الزمر:۷) یعنی وہ تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں تین اندھیرے پردوں میں پیدا کرتا ہے اس حکمت کاملہ سے کہ ایک پیدائش اور قسم کی اور ایک اور قسم کی بناتا ہے یعنی ہر عضو کو صورت مختلف اور خاصیتیں اور طاقتیں الگ الگ بخشتا ہے۔ یہاں تک کہ قالب بے جان میں جان ڈال دیتا ہے نہ اس کو اندھیرا کام کرنے سے روکتا ہے اور نہ مختلف قسموں اور خاصیتوں کے اعضاء بنانا اس پر مشکل ہوتا ہے اور نہ سلسلہ پیدائش کے ہمیشہ جاری رکھنے میں اس کو کچھ وقت اور حرج واقع ہوتا ہے ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمۡ وہی جو ہمیشہ اس سلسلہ قدرت کو برپا اور قائم رکھتا ہے وہی تمہارا رب ہے یعنی اس قدرت تامہ سے اس کی ربوبیت تامہ جو عدم سے وجود اور وجود سے کمال وجود بخشنے کو کہتے ہیں ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ رب الاشیاء نہ ہوتا اور اپنی ذات میں ربوبیت تامہ نہ رکھتا اور صرف مثل ایک بڑھئی یا کاریگر کے ادھر اُدھر سے لے کر گزارہ کرتا تو اس کو قدرت تام ہرگز حاصل نہ ہوتی اور ہمیشہ اور ہر وقت کامیاب نہ ہو سکتا بلکہ کبھی نہ کبھی ضرور ٹوٹ آجاتی اور پیدا کرنے سے عاجز رہ جاتا۔''

(پرانی تحریریں صفحہ ۹، ۱۰ روحانی خزائن جلد ۲)

چھٹی دلیل: قدامت روح و مادہ کے خلاف چھٹی دلیل اصطلاح میں قیاس مرکب کہلاتی ہے حضرت مسیح موعودؑ قیاس مرکب کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں'' قیاس مرکب کی یہ تعریف ہے کہ ایسے مقدمات سے مولف ہو کہ ان سے ایسا نتیجہ نکلے کہ اگرچہ وہ نتیجہ خود بذاتہ مطلوب کو ثابت نہ کرتا ہو لیکن مطلب بذریعہ اس کے اس طور سے ثابت ہو کہ اسی نتیجہ کو کسی اور مقدمہ کے ساتھ ملا کر ایک دوسرا قیاس بنایا جائے۔ پھر خواہ نتیجہ مطلوب اسی قیاس دوم کے ذریعہ سے نکل آوے یا اور کسی قدر اسی طور سے قیاسات بنا کر مطلوب حاصل ہو دونوں صورتوں میں اس قیاس کو قیاس مرکب کہتے ہیں'' اس ضمن میں قرآن مجید سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا '' اور آیت شریف جو اس قیاس پر متضمن ہے یہ ہے دیکھو سورۃ البقرۃ الجزو ۳۔ اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۚ اَلۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ ۬ۚ لَا تَاۡخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوۡمٌ ؕ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ (البقرۃ:۲۵۶) یعنے خدا اپنی ذات میں سب مخلوقات کے معبود ہونے کا ہمیشہ حق رکھتا ہے جس میں کوئی اس کا شریک نہیں اس دلیل روشن سے کہ وہ زندہ ازلی ابدی ہے اور سب چیزوں کا وہی قیوم ہے یعنی قیام اور بقاء ہر چیز کا اسی کے بقا اور قیام سے ہے۔ اور وہی ہر چیز کو ہر دم تھامے ہوئے ہے نہ اس پر اُونگھ طاری ہوتی ہے نہ نیند اسے پکڑتی ہے یعنی حفاظت مخلوق سے کبھی غافل نہیں ہوتا۔ پس جبکہ ہر ایک چیز کی قائمی اسی سے ہے پس ثابت ہے کہ ہر ایک مخلوقات آسمانوں کا اور مخلوقات زمین کا وہی خالق ہے اور وہی مالک۔''

(پرانی تحریریں صفحہ ۱۲ روحانی خزائن جلد ۲)

تناسخ کے رد میں بعض اور دلائل

حضرت مسیح موعودؑ، مباحثہ منعقدہ ۱۴؍مارچ ۱۸۸۶ جس میں آریوں کی طرف سے ماسٹر مرلیدھر مباحث مقرر ہوئے ان کے سامنے تناسخ کے رد میں بڑی تحدی سے قرآن کریم کی ایک زبردست دلیل پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

'' آریہ صاحبوں کا اعتقاد ہے کہ پرمیشر نے کوئی روح پیدا نہیں کی بلکہ کل ارواح انادی اور قدیم اور غیر مخلوق ہیں ایسا ہی وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مکتی یعنی نجات ہمیشہ کے لیے انسان کو نہیں مل سکتی بلکہ ایک مدت مقررہ تک مکتی خانہ میں رکھ کر پھر اس سے باہر نکالا جاتا ہے اب ہمارا اعتراض یہ ہے کہ یہ دونوں اعتقاد ایسے ہیں کہ ایک کے قائم ہونے سے تو خدائے تعالیٰ کی توحید بلکہ اس کی خدائی ہی دور ہوتی ہے اور دوسرا اعتقاد ایسا ہے کہ بندۂ وفادار پر ناحق کی سختی ہوتی ہے...... خداوند کریم جل شانہ قرآن شریف میں فرماتا ہے: وَاَمَّا مَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَہَی النَّفۡسَ عَنِ الۡہَوٰی ○ فَاِنَّ الۡجَنَّۃَ ہِیَ الۡمَاۡوٰی ○ (النازعات:۴۱-۴۲)

قرآن مجید کی نظیر بنانے پر ہرگز کوئی قادر نہیں ہوسکتا

قرآن شریف باوجود اس ایجاز اور اس احاطہ حق اور حکمت کے جس کا پہلی وجہ میں ذکر ہو چکا ہے، عبارت میں اس قدر فصاحت اور موزونیت اور لطافت اور نرمی اور آب وتاب رکھتا ہے کہ اگر کسی سرگرم نکتہ چین اور سخت مخالف اسلام کو کہ جو عربی کی املاء انشاء میں کامل دستگاہ رکھتا ہو، حاکم بااختیار کی طرف سے یہ پُر تہدید حکم سنایا جائے کہ اگر تم مثلاً بیس برس کے عرصے میں کہ گویا ایک عمر کی میعاد ہے، اس طور پر قرآن کی نظیر پیش کر کے نہ دکھلاؤ کہ قرآن کے کسی مقام میں سے صرف دو چار سطر کا کوئی مضمون لے کر اسی کے برابر یا اس سے بہتر کوئی نئی عبارت بنالاؤ جس میں وہ سب مضمون معہ اپنے تمام دقائق حقائق کے آجائے اور عبارت بھی ایسی بلیغ اور فصیح ہو جیسی قرآن کی ہے تو تم کو اس عجز کی وجہ سے سزائے موت دی جاوے گی تو پھر بھی باوجود سخت عناد اور اندیشہ رسوائی اور خوف موت کی نظیر بنانے پر ہرگز قادر نہیں ہوسکتا۔ (براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ 258)

یعنی جو شخص اپنے پروردگار سے ڈر کر تزکیہ نفس کرے اور ماسوائے اللہ سے منہ پھیر کر خدائے تعالیٰ کی طرف رجوع لے آئے تو وہ جنت میں ہے اور جنت اس کی جگہ ہے یعنی خود ایک روحانی جنت بباعث قوت ایمانی وحالت عرفانی اس کے دل میں پیدا ہو جاتی ہے جو اس کے ساتھ رہتی ہے اور وہ اس میں رہتا ہے سو اس جگہ ماسٹر صاحب سے یہ بھی درخواست کرتا ہوں کہ بمقابل اس آیت قرآنی کے جو جاودانی اور لازوال مکتی پر دلیل پیش کرتی ہے جو کچھ وید میں محدود مکتی کا فلسفہ بتلایا گیا ہے وہ شرتی بھی اس جگہ پیش کر دیں۔‘‘

(سرمہ چشم آریہ صفحہ ۹۱ و ۹۵ روحانی خزآئن جلد ۲)

پس شرتی کیا آج تک کوئی آریہ وید سے اس دعویٰ پر ایک شعشہ بھی پیش نہ کر سکا اور نہ قیامت تک کر سکتا ہے اور پیش کرے بھی کیسے کیونکہ زبانی جمع وخرچ کے علاوہ ان کے پاس ہے بھی کیا جو وہ پیش کریں۔

آریوں کا یہ عقیدہ کہ الہام وکلام الٰہی صرف آریہ ورت تک ہی محدود ہے اور ازل سے ابد تک صرف وید ہی چشمہ ہدایت قرار پائے ہیں اس گمراہ کن خیال کی تردید کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’یہ کس قدر سکھا شاہی ظلم ہے کہ اس عجیب العقل پرمیشر نے تمام ہدایتوں کو وید میں محدود رکھ کر اپنے کلام اور الہام کو وید پر ختم کر کے پھر منہ کھول کر اپنے رشیوں کو یہ ہدایت نہ دی کہ دنیا میں میرے اور بندے بھی ہیں جن میں کوئی اور نبی میری طرف سے پیدا نہیں ہو سکتا کیونکہ خاص تم چاروں سے ہی ہمیشہ کے لئے میرا یارانہ ہے۔ سو تم ان ملکوں میں بھی جاؤ اور وید کو ساتھ لے جاؤ سو نہ تو اس پرمیشر نے اپنے رشیوں کو یہ ہدایت دی اور نہ دوسرے ملکوں پر کبھی مستقل طور پر رحمت کی۔ ہزاروں اور لاکھوں ان میں مکار اور فریبی تو آئے مگر صادق منجانب اللہ ملہم ہو کر ایک بھی نہ آیا۔ کیا یہ ایسا خیال ہے کہ کسی راست باز کا نور قلب اس کو قبول کر سکتا ہے؟ کیا خدائے تعالیٰ جو رب العالمین ہے اس کی یہی سیرت وصفت ہونی چاہیے؟ دیکھو اس کے مقابل پر کیا ہی سچا اور پر صداقت وانصاف قول ہے جو قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاِنۡ مِّنۡ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيۡهَا نَذِيۡرٌ (فاطر: ۲۵) یعنی کوئی ملک آباد نہیں جس میں پیغمبر اور مصلح نہیں گزرا۔ نیز فرمایا: اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ يُحۡىِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا (الحدید: ۱۸) یعنی عادت اللہ قدیم سے یہی جاری ہے کہ جب زمین مر جاتی ہے تو اسے نئے سرے زندہ کرتا ہے یہ نہیں کہ ایک ہی بارش پر ہمیشہ کے لیے کفایت کرے۔ خیال کرنا چاہیے کہ یہ کیسی اعلیٰ درجہ کی صداقت ہے جو الہامات تازہ بتازہ کا کبھی دروازہ بند نہیں ہوتا لیکن وید کی رو سے تو کروڑ ہا برس ہوئے کہ وہ بند ہو گیا اور اب اس کے پرانے کاغذات پنڈتوں کے چرکیں اور پر آلائش بستوں میں دبے پڑے ہیں جس کو کچھ نفسانی آلائشوں کے کیڑے نے کھا لیا اور کچھ وہ پہلے ہی سے بودی اور سوراخ دار اور فطرتی عفونتوں کو ساتھ رکھتے ہیں۔‘‘

(سرمہ چشم آریہ صفحہ ۲۹۱-۲۹۵ روحانی خزائن جلد ۲)

طوالت کے خدشہ سے اس ضمن میں بیسیوں دلائل میں سے اس ایک ہی دلیل پر، جو بذات خود بھی گویا کئی دلائل کا مجموعہ ہے حصر کیا جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کی غرض یہ تھی کہ اسلام کو سب ادیان پر مکمل اور دائمی غلبہ حاصل ہو۔ دلائل وبراہین کے اس میدان میں ہی آپ کے کارہائے نمایاں کو اگر ہر صاحب بصیرت حق و انصاف کی نظر سے دیکھے تو یہ حقیقت آفتاب نیم روز کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ لاریب خدا کے اس برگزیدہ مسیح نے جو جری اللہ فی حلل الانبیاء کے لبادے میں دنیا میں آیا اپنی بعثت کے اس مقصد کو بتمام وکمال پورا کر دکھایا۔ اور بڑے جلال سے یہ اعلان فرمایا ’’اب کسی کا سر الصلیب اور مسیح موعود کی انتظار کرنا عبث اور طلب محال ہے کیوں کہ جن حقائق کے کھلنے سے عیسائیت کو شکست آتی ہے وہ حقائق بفضلہٖ تعالیٰ میرے ہاتھ پر کھل گئے۔ اب کسی دوسرے مسیح کے لیے کوئی روحانی کام باقی نہیں...... غرض جیسا کہ خدا تعالیٰ نے مسیح موعود کی یہ علامت قرآن شریف میں بیان فرمائی تھی کہ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ وہ علامت میرے ہاتھ سے پوری ہو گئی۔‘‘

(تریاق القلوب صفحہ ۵۲، ۵۳ روحانی خزائن جلد ۱۵)

آپؑ کے ہی چند ایمان وبصیرت افروز کلمات پر اس مضمون کو ختم کیا جاتا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں ’’قریب ہے کہ سب ملتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا نہ کند ہوگا۔ جب تک کہ دجالیت کو پاش پاش نہ کر دے۔ وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں، ملکوں میں پھیلے گی اس دن نہ کوئی مصنوعی کفارہ باقی رہے گا اور نہ کوئی مصنوعی خدا۔ اور خدا کا ایک ہاتھ ہی کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دے گا لیکن نہ کسی تلوار سے اور نہ کسی بندوق سے بلکہ مستعد روحوں کو روشنی عطا کرنے سے اور پاک دلوں پر ایک نور اتارنے سے۔ تب یہ باتیں جو میں کہتا ہوں سمجھ میں آئیں گی۔

(مجموعہ اشتہارات جلد ۲ صفحہ ۳۰۵)

نیز فرمایا: ’’دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔‘‘

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۷ روحانی خزائن جلد ۲۰)

صف دشمن کو کیا ہم نے بہ حجت پامال
سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے

......★......★......★......

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اِک عالم ہے

قرآن مجید کی شان میں
حضرت مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام کا بے نظیر پاکیزہ منظوم کلام

نور فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلیٰ نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
حق کی توحید کا مرجھا ہی چلا تھا پودا
ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفیٰ نکلا
یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا
سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں
مئے عرفان کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا
کس سے اس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ
وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا
پہلے سمجھے تھے کہ موسیٰ کا عصا ہے فرقاں
پھر جو سوچا تو ہر اک لفظ مسیحا نکلا
ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور
ایسا چمکا ہے کہ صد نیّر بیضا نکلا
زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اس دنیا میں
جن کا اس نور کے ہوتے بھی دل اَعمیٰ نکلا
جلنے سے آگے ہی یہ لوگ تو جل جاتے ہیں
جن کی ہر بات فقط جھوٹ کا پتلا نکلا

بجز قرآن شریف کے اور کوئی ذریعہ آسمانی نوروں کی تحصیل کا موجود نہیں

بجز قرآن شریف کے اور کوئی ذریعہ آسمانی نوروں کی تحصیل کا موجود نہیں اور خدا نے اس غرض سے کہ حق اور باطل میں ہمیشہ کے لئے مابہ الامتیاز قائم رہے اور کسی زمانہ میں جھوٹ سچ کا مقابلہ نہ کر سکے، امت محمدیہ کو انتہاء زمانہ تک یہ دو معجزے یعنے اعجاز کلام قرآن اور اعجاز اثر کلام قرآن عطا فرمائے ہیں جن کے مقابلہ سے مذاہب باطلہ ابتداء سے عاجز چلے آتے ہیں۔ اور اگر صرف اعجاز کلام قرآن کا معجزہ ہوتا اور اعجاز اثر قرآن کا معجزہ نہ ہوتا تو امت مرحومہ محمدیہ کو آثار اور انوار ایمان میں کیا زیادتی ہوتی۔ کیونکہ مجرد زہد اور عفت اعجاز کی حد تک نہیں پہنچ سکتا۔ (براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ 263 حاشیہ نمبر 1)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خداداد علمِ تفسیر قرآن کے چند نمونے

(حافظ سید رسول نیاز، مربی سلسلہ، نظارت نشر و اشاعت قادیان)

اِھۡدِنَاالصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ کی تفسیر

ہدایت طلب کرنے سے مراد خدا تعالیٰ کی چار صفات کی پیروی کرنا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''جس ہدایت کے طلب کرنے کا ہمیں سورہ فاتحہ میں حکم دیا گیا ہے وہ ذاتِ باری کی خوبیوں اور اُس کی چاروں صفات کی پیروی کرنا ہے۔ اور اسی کی طرف وہ الف لام اشارہ کررہا ہے جو اِھۡدِنَاالصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ میں موجود ہے۔ اِس بات کو وہ شخص سمجھ سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے عقلِ سلیم عطا فرمائی ہو اور کچھ شک نہیں کہ یہ چاروں صفات (باقی تمام) صفات کیلئے بطورِ اصل کے ہیں اور یہ لوگوں کو قابلِ نفرت باتوں اور قسما قسم کی برائیوں سے پاک کرنے کیلئے کافی ہیں۔ پس کوئی بندہ اُس وقت تک اِن پر ایمان نہیں لاتا جب تک کہ وہ اِن میں سے ہر صفت سے اپنا حصہّ نہ لے لے اور پروردگارِ عالَم کے اخلاق کو اختیار نہ کرلے پس جو کوئی بھی اِن سے فائدہ اُٹھاتا ہے اُس پر محبوب ربّ کی معرفت کا ایک عظیم دروازہ کھولا جاتا ہے۔ اور اُس (ربّ) کی عظمت اُس کیلئے جلوہ گر ہوجاتی ہے۔ پس اُسے اللہ تعالیٰ کے اِذن سے جو سالکین کی تربیت کرنے والا ہے رجوع الی اللہ، گناہوں سے نفرت، سکینت، تواضع، حقیقی اطاعت، خشیت، اُنس، ذوق و شوق، صحیح وجدانی کیفیت اور فنا (فی اللہ) کرنے والی اور (گناہوں کو) بھسم کرڈالنے والی ذاتی محبت حاصل ہوجاتی ہے۔''

(ترجمہ: کرامات الصادقین، روحانی خزائن جلد ۷، صفحہ ۱۴۵)

تین قسم کی ہدایت:

''قرآن شریف کی تعلیم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت تین قسم پر منقسم تھی۔ پہلی یہ کہ وحشیوں کو انسان بنایا جائے اور انسانی آداب اور حواس اُن کو عطا کئے جائیں اور دوسری یہ کہ انسانیت سے ترقی دے کر اخلاقِ کاملہ کے درجے تک اُن کو پہنچایا جائے اور تیسری یہ کہ اخلاق کے مقام سے اُن کو اُٹھا کر محبتِ الٰہی کے مرتبہ تک پہنچایا جائے۔''

(ترجمہ: نجم الھُدیٰ، روحانی خزائن ج ۱۴ ص ۳۴)

ہدایت کے تین اسباب اور وسائل:

''خدا تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کی راہ یا یوں کہو کہ ہدایت کے اسباب اور وسائل تین ہیں۔ یعنی ایک یہ کہ کوئی گم گشتہ محض خدا کی کتاب کے ذریعہ سے ہدایت یاب ہوجائے۔ اور دوسرے یہ کہ اگر خدا تعالیٰ کی کتاب سے اچھی طرح سمجھ نہ سکے تو عقلی شہادتوں کی روشنی اس کو راہ دکھلا دے۔ اور تیسرے یہ کہ اگر عقلی شہادتوں سے بھی مطمئن نہ ہو سکے تو آسمانی نشان اس کو اطمینان بخشیں۔''

(کتاب البریّہ، روحانی خزائن۔ جلد جلد ۱۳ صفحہ ۴۹)

انعمت علیھم میں دو گروہ کا ذکر

''حسب منطوق آیت ثُلَّۃٌ مِّنَ الۡاَوَّلِیۡنَ وَ ثُلَّۃٌ مِّنَ الۡاٰخِرِیۡنَ (الواقعہ: ۴۰، ۴۱) خالص محمدی گروہ جو ہر ایک پلید ملونی اور آمیزش سے پاک اور توبہ نصوح سے غسل دیئے ہوئے ایمان اور دقائق عرفان اور علم اور عمل اور تقویٰ کے لحاظ سے ایک کثیر التعداد جماعت ہے یہ اسلام میں صرف دو گروہ ہیں یعنی گروہ اوّلین و گروہ آخرین جو صحابہ اور مسیح موعود کی جماعت سے مراد ہے اور چونکہ حکم کثرت مقدار اور کمال صفائی انوار پر ہوتا ہے اس لئے اس سورۃ میں **انعمت علیھم** کے فقرہ سے مراد یہی دونوں گروہ ہیں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنی جماعت کے اور مسیح موعود مع اپنی جماعت کے۔''

(تحفہ گولڑویہ۔ روحانی خزائن۔ ج ۱۷ ص ۲۲۵، ۲۲۶)

امام الزماں کی پیروی کا ارشاد

''قرآن شریف نے جیسا کہ جسمانی تمدن کے لئے یہ تاکید فرمائی ہے کہ ایک بادشاہ کے زیر حکم ہوکر چلیں۔ یہی تاکید روحانی تمدن کے لئے بھی ہے اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ یہ دعا سکھلاتا ہے اِھۡدِنَاالصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ۔ پس سوچنا چاہئے کہ یوں تو کوئی مومن بلکہ کوئی انسان بلکہ کوئی حیوان بھی خدا تعالیٰ کی نعمت سے خالی نہیں مگر نہیں کہہ سکتے کہ ان کی پیروی کے لئے خدا تعالیٰ نے یہ حکم فرمایا ہے۔ لہٰذا اس آیت کے معنے یہ ہیں کہ جن لوگوں پر اکمل اور اتم طور پر نعمت روحانی کی بارش ہوئی ہے ان کی راہوں کی ہمیں توفیق بخش کہ تا ہم ان کی پیروی کریں۔ سو اس آیت میں یہی اشارہ ہے کہ تم امام الزمان کے ساتھ ہو جاؤ۔ یاد رہے کہ امام الزمان کے لفظ میں نبی، رسول، محدث، مجدد سب داخل ہیں۔ مگر جو لوگ ارشاد اور ہدایت خلق اللہ کیلئے مامور نہیں ہوئے اور نہ وہ کمالات ان کو دیئے گئے وہ گو ولی ہوں یا ابدال ہوں امام الزمان نہیں کہلا سکتے۔''

(ضرورۃ الامام۔ رخ۔ ج ۱۳ ص ۴۹۴، ۴۹۵)

جب خدمت مقبول ہو تو اُس پر ضرور کوئی انعام مترتب ہوتا ہے: ''ہر ایک چیز پر خدا کو اختیار کرلینا اور اس کے لئے سچی محبت اور سچے جوش سے دنیا کی تمام تلخیوں کو اختیار کرنا بلکہ اپنے ہاتھ سے تلخیاں پیدا کرلینا یہ وہ مرتبہ ہے کہ بجز صدیقوں کے کسی کو حاصل نہیں ہوسکتا۔ یہی وہ عبادت ہے جس کے ادا کرنے کے لئے انسان مامور ہے اور جو شخص یہ عبادت بجا لاتا ہے تب تو اُس کے اِس فعل پر خدا کی طرف سے بھی ایک فعل مترتب ہوتا ہے جس کا نام انعام ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے یعنی یہ دعا سکھلاتا ہے اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ۔''

(حقیقۃ الوحی۔ رخ۔ ج ۲۲ ص ۵۵)

اسلام کے سچے پیروؤں کو خدا تعالیٰ نے تمام گذشتہ راستبازوں کا وارث ٹھہرایا ہے:

''درحقیقت اسلام وہ مذہب ہے جس کے سچے پیروؤں کو خدا تعالیٰ نے تمام گذشتہ راستبازوں کا وارث ٹھہرایا ہے اور ان کی متفرق نعمتیں اس امتِ مرحومہ کو عطا کردی ہیں۔ اور اس نے اس دُعا کو قبول کرلیا ہے جو قرآن شریف میں آپ سکھلائی تھی اور وہ یہ ہے۔ اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡھِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ ہمیں وہ راہ دکھلا جو اُن راستبازوں کی راہ ہے جن پر تُو نے ہر یک انعام اکرام کیا ہے۔''

(لیکچر لاہور۔ رخ۔ ج ۲۰ ص ۱۶۱)

اِس دعا میں پہلے رسولوں اور نبیوں کو دی گئی تمام نعمتیں مانگی گئی ہیں: ''یہ بھی یاد رہے کہ سورۃ فاتحہ کے عظیم الشان مقاصد میں سے یہ دعا ہے کہ اِھۡدِنَاالصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ۔ اور جس طرح انجیل کی دعا میں روٹی مانگی گئی ہے اس دعا میں خدا تعالیٰ سے وہ تمام نعمتیں مانگی گئی ہیں جو پہلے رسولوں اور نبیوں کو دی گئی تھیں۔''

(کشتی نوح۔ رخ۔ ج ۱۹ ص ۵۲)

اِس دعا میں دین و دُنیا کے مقاصد کی کنجی ہے:

''سورۃ فاتحہ میں اِس قدر حقائق و دقایق و معارف جمع ہیں کہ اگر اُن سب کو لکھا جائے تو وہ باتیں ایک دفتر میں بھی ختم نہیں ہوسکتیں اسی ایک حکیمانہ دعا کو دیکھئے کہ جو اس سورہ میں سکھائی گئی ہے یعنی اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ

(قرآن مجید) وہی کتاب ہے کہ جو دونوں طریق ظاہری اور باطنی کے ذریعہ سے نفوس ناقصہ کو بمرتبہ تکمیل پہونچاتی ہے اور شکوک اور شبہات سے خلاصی بخشتی ہے

قرآن شریف جو آنحضرت کی اِتباع کا مدار علیہ ہے ایک ایسی کتاب ہے جس کی متابعت سے اسی جہان میں آثار نجات کے ظاہر ہوجاتے ہیں کیونکہ وہی کتاب ہے کہ جو دونوں طریق ظاہری اور باطنی کے ذریعہ سے نفوس ناقصہ کو بمرتبہ تکمیل پہنچاتی ہے اور شکوک اور شبہات سے خلاصی بخشتی ہے۔ ظاہری طریق سے اس طرح پر کہ بیان اس

الْمُسْتَقِيْمَ یہ دعا ایک ایسا مفہوم کلّی اپنے اندر رکھتی ہے جو تمام دین اور دنیا کے مقاصد کی یہی ایک کنجی ہے ہم کسی چیز کی حقیقت پر اطلاع نہیں پاسکتے اور نہ اُس کے فوائد سے منتفع ہوسکتے ہیں جب تک کہ ہمیں اس کے پانے کے لئے ایک مستقیم راہ نہ ملے۔''
(کشتی نوح۔رخ۔ج۱۹ص ۵۸،۵۹)

اپنی جماعت کو نصیحت

''جب کوئی شخص مجھ سے تعلق نہیں رکھتا، تو یہ امر دوسرا ہے، لیکن جب آپ میرے پاس آئے، میرا دعوٰی قبول کیا اور مجھے مسیح مانا، تو گویا من وجہ آپ نے صحابہ کرامؓ کے ہمدوش ہونے کا دعوٰی کر دیا۔ تو کیا صحابہؓ نے کبھی صدق ووفا پر قدم مارنے سے دریغ کیا۔ ان میں کوئی کسل تھا۔ کیا وہ دل آزار تھے؟ کیا ان کو اپنے جذبات پر قابو نہ تھا؟ کیا وہ منکسر المزاج نہ تھے، بلکہ ان میں پرلے درجہ کا انکسار تھا۔ سو دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ تم کو بھی ویسی ہی توفیق عطا کرے، کیونکہ تذلل اور انکساری کی زندگی کوئی شخص اختیار نہیں کر سکتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ اس کی مدد نہ کرے اپنے آپ کو ٹٹولو اور اگر بچہ کی طرح اپنے آپ کو کمزور پاؤ، تو گھبراؤ نہیں اھدنا الصراط المستقیم کی دعا صحابہ کی طرح جاری رکھو۔ راتوں کو اٹھو اور دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی راہ دکھلائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے صحابہ نے بھی تدریجاً تربیت پائی۔ وہ پہلے کیا تھے۔ ایک کسان کی تخم ریزی کی طرح تھے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آبپاشی کی۔ آپ نے ان کے لیے دعائیں کیں۔ بیج صحیح تھا اور زمین عمدہ تو اس آبپاشی سے پھل عمدہ نکلا جس طرح حضور علیہ السلام چلتے اسی طرح وہ چلتے۔ وہ دن کا یا رات کا انتظار نہ کرتے تھے۔ تم لوگ سچے دل سے توبہ کرو، تہجد میں اٹھو، دعا کرو، دل کو درست کرو۔ کمزوریوں کو چھوڑ دو اور خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق اپنے قول وفعل کو بناؤ۔ یقین رکھو کہ جو اس نصیحت کو وِرد بنائے گا اور عملی طور سے دعا کرے گا اور عملی طور پر التجا خدا کے سامنے لائیگا۔ اللہ تعالیٰ اس پر فضل کرے گا اور اس کے دل میں تبدیلی ہوگی۔''
(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 28)

نری زیارتوں سے کچھ نہیں ہوتا:

''خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص بڑا ہی بدبخت ہے اور اس کی کچھ بھی قدر اللہ تعالیٰ کے حضور نہیں جس نے گو سارے انبیاء علیہم السلام کی زیارت کی ہو مگر وہ سچا اخلاص وفاداری اور خدا تعالیٰ پر سچا ایمان خشیت اللہ اور تقوٰی اس کے دل میں نہ ہو۔ پس یاد رکھو نری زیارتوں سے کچھ نہیں ہوتا۔ خدا تعالیٰ نے جو پہلی دعا سکھلائی ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔ اگر اللہ تعالیٰ کا اصل مقصود زیارت ہوتا تو وہ اھدنا کی جگہ ارنا صور الذین انعمت علیھم کی دعا تعلیم فرماتا جو نہیں کیا گیا۔''
(ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۲۳۸)

اُمّ الادعیہ:

''میں نے اپنی جماعت کو یہی نصیحت کی ہے کہ وہ بے ذوقی اور بے حضوری پیدا کرنے والی نماز نہ پڑھیں، بلکہ حضورِ قلب کی کوشش کریں جس سے اُن کو سرور اور ذوق حاصل ہو۔ عام طور پر یہ حالت ہو رہی ہے کہ نماز کو ایسے طور سے پڑھتے ہیں کہ جس میں حضور قلب کی کوشش نہیں کی جاتی، بلکہ جلدی جلدی اس کو ختم کیا جاتا ہے اور خارج نماز میں بہت کچھ دعا کے لئے کرتے ہیں اور دیر تک دعا مانگتے رہتے ہیں۔ حالانکہ نماز کا (جو مومن کی معراج ہے) مقصود یہی ہے کہ اس میں دعا کی جاوے اور اسی لیے ام الادعیہ اھدنا الصراط المستقیم دعا مانگی جاتی ہے۔''
(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۳۴۵)

......☆......☆......

غیر المغضوب علیھم کی تفسیر

مغضوب علیہم اور ضالین دونوں کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے ہم کو سورہ فاتحہ میں یہ دعا سکھائی کہ اے خدا نہ تو ہمیں مغضوب علیہم میں سے بنائیو اور نہ ضالین میں سے۔ اب سوچنے کا مقام ہے کہ ان ہر دو کا مرجع حضرت عیسیٰؑ ہی ہیں۔ مغضوب علیہ وہ قوم ہے جس نے حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ عداوت کرنے اور ان کو ہر طرح سے دکھ دینے میں غلو کیا۔ اور ضالین وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کے ساتھ محبت کرنے میں غلو کیا اور خدائی صفات ان کو دے دیئے۔ صرف ان دونوں کی حالت سے بچنے کے واسطے ہم کو دعا سکھلائی گئی ہے۔ اگر دجال ان کے علاوہ کوئی اور ہوتا تو یہ دعا اس طرح ہوتی کہ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الدَّجَّالِ۔ یہ ایک پیشگوئی ہے جو کہ اس زمانہ کے ہر دو قسم کے شر سے آگاہ کرنے کے واسطے مسلمانوں کو پہلے سے خبردار کرتی ہے...... یہ کام جو ہمارے درپیش ہے اور جس کا ہم نے دعوٰی کیا ہے کہ ہم کسر صلیب کے واسطے آئے ہیں۔ یہ ہمارے واسطے کوئی تھوڑا سا غم نہیں۔ کیوں کہ ہمارا اصل کام پورا نہ ہو تو پھر معجزات اور کرامات بھی کوئی شئے نہیں۔ ایک طبیب اگر بیمار کا علاج نہیں کرسکتا اور بازی اچھی لگا لیتا ہے تو یہ امر اس کی طبابت کے دعوٰی کو مفید نہیں ہوسکتا۔ پس ہم کو بڑا غم جو دامنگیر ہے وہ یہی ہے کہ کسر صلیب کا کام پورا ہو جائے۔''
(ملفوظات جلد ۵ صفحہ 57)

اِس اُمّت میں یہودیوں کا پیدا ہونا تقدیرِ الٰہی تھا تو عیسیٰ کا خطاب پانے والا بھی آنا مقدّر تھا:

''تقدیر الٰہی میں قرار پاچکا تھا کہ ایسے یہودی اس امت میں بھی پیدا ہوں گے۔ پس اس لئے میرا نام عیسیٰ رکھا گیا جیسا کہ حضرت یحییٰ کا نام الیاس رکھا گیا تھا۔ چنانچہ آیت غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ میں اسی کی طرف اشارہ ہے پس عیسیٰ کی آمد کی پیشگوئی اِس امّت کے لئے ایسی ہی تھی جیسا کہ یہودیوں کے لئے حضرت یحییٰ کی آمد کی پیشگوئی ...... پس ان یہودیوں میں جو حضرت عیسیٰ پر ایمان نہیں لائے تھے اس وجہ سے کہ الیاس دوبارہ دنیا میں نہیں آیا اور ان یہودیوں میں جو حضرت عیسیٰ کی دوبارہ آمد کے منتظر ہیں مشابہت ثابت ہوگئی اور یہی خدا تعالیٰ کا مقصد تھا۔ اور جیسا کہ اسرائیلی یہودیوں اور ان یہودیوں میں مشابہت ثابت ہوگئی اسی طرح اسرائیلی عیسیٰ اور اس عیسیٰ میں جو مَیں ہوں مشابہت بدرجہء کمال پہنچ گئی کیونکہ وہ عیسیٰ اسی وجہ سے یہودیوں کی نظر سے ردّ کیا گیا کہ ایک نبی دوبارہ دنیا میں نہیں آیا اِسی طرح یہ عیسیٰ جو میں ہوں ان یہودیوں کی نگاہ میں رد کیا گیا ہے کہ ایک نبی دوبارہ دنیا میں نہیں آیا۔ اور صاف ظاہر ہے کہ جن لوگوں کو احادیث نبویہ اس امت کے یہودی ٹھہراتی ہیں جن کی طرف آیت غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ بھی اشارہ کرتی ہے وہ اصل یہودی نہیں ہیں بلکہ اِسی اُمّت کے لوگ ہیں جن کا نام یہودی رکھا گیا ہے۔ اِسی طرح وہ عیسیٰ بھی اصل عیسیٰ نہیں ہے جو بنی اسرائیل میں سے ایک نبی تھا بلکہ وہ بھی اِسی اُمّت میں سے ہے۔''
(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ۲۳۲،۲۳۳)

مغضوب علیھم سے مراد

''خدا نے بعض مسلمانوں کو یہود قرار دیدیا ہے اور صاف اشارہ کر دیا ہے کہ جن بدیوں کے یہود مرتکب ہوئے تھے یعنی علماء اُن کے۔ اس اُمّت کے علماء بھی انہیں بدیوں کے مرتکب ہوں گے اور اسی مفہوم کی طرف آیت غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ میں بھی اشارہ ہے کیونکہ اس آیت میں باتفاق کل مفسرین مغضوب علیہم سے مُراد وہ یہود ہیں جن پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انکار کی وجہ سے غضب نازل ہوا تھا۔ اور احادیث صحیحہ میں مغضوب علیہم سے مُراد وہ یہود ہیں جو موردِ غضب الٰہی دنیا میں ہی ہوئے تھے۔ اور قرآن شریف یہ بھی گواہی دیتا ہے کہ یہود کو مغضوب علیہم ٹھہرانے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان پر لعنت جاری ہوئی تھی۔ پس یقینی اور قطعی طور پر مغضوب علیہم سے مراد وہ یہود ہیں جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سُولی پر ہلاک کرنا چاہا تھا۔ اب خدا تعالیٰ کا یہ دُعا

کا ایسا جامع دقائق وحقائق ہے کہ جس قدر دنیا میں ایسے شبہات پائے جاتے ہیں کہ جو خدا تک پہنچنے سے روکتے ہیں جن میں مبتلا ہو کر صدہا جھوٹے فرقے پھیل رہے ہیں اور صدہا طرح کے خیالاتِ باطلہ گمراہ لوگوں کے دلوں میں جم رہے ہیں سب کا ردّ معقولی طور پر اس میں موجود ہے اور جو جو تعلیم حقہ اور کاملہ کی روشنی ظلمت موجودہ زمانہ کے لئے درکار ہے وہ سب آفتاب کی طرح اس میں چمک رہی ہے اور تمام امراضِ نفسانی کا علاج اس میں مندرج ہے اور تمام معارفِ حقہ کا بیان اس میں بھرا ہوا ہے اور کوئی دقیقہ علم الٰہی نہیں کہ جو آئندہ کسی وقت ظاہر ہوسکتا ہے اور اس سے باہر رہ گیا ہو اور باطنی طریق سے اس طور پر کہ اس کی کامل متابعت دل کو ایسا صاف کر دیتی ہے کہ انسان اندرونی آلودگیوں سے بالکل پاک ہو کر حضرت اعلیٰ سے اتصال پکڑ لیتا ہے اور انوار قبولیت اس پر وارد ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور عنایات الٰہیہ اس قدر اس پر احاطہ

سکھلانا کہ خدایا ایسا کر کہ ہم وہی یہودی نہ بن جائیں جنہوں نے عیسیٰؑ کو قتل کرنا چاہا تھا صاف بتلا رہا ہے کہ اُمّت محمدؐیہ میں بھی ایک عیسیٰؑ پیدا ہونے والا ہے۔ ورنہ اس دُعا کی کیا ضرورت تھی۔‘‘

(تذکرۃ الشہادتین۔رخ۔ج ۲۰ ص ۱۳، ۱۴)

بعض یہودی صفت مسلمان مسیح موعود کو کافر قرار دیں گے:

’’خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ آخری زمانہ میں اِسی اُمّت میں سے مسیح موعود آئے گا اور بعض یہودی صفت مسلمانوں میں سے اس کو کافر قرار دیں گے اور قتل کے درپے ہوں گے اور اس کی سخت توہین وتحقیر کریں گے اور نیز جانتا تھا کہ اس زمانہ میں تثلیث کا مذہب ترقی پر ہوگا اور بہت سے بدقسمت انسان عیسائی ہوجائیں گے اِس لئے اُس نے مسلمانوں کو یہ دُعا سکھلائی اور اس دُعا میں مَغۡضُوۡب عَلَیۡہِمۡ کا جو لفظ ہے وہ بلند آواز سے کہہ رہا ہے کہ وہ لوگ جو اسلامی مسیح کی مخالفت کریں گے وہ بھی خدا تعالیٰ کی نظر میں مغضوب علیھم ہوں گے جیسا کہ اسرائیلی مسیح کے مخالف مغضوب علیھم تھے۔‘‘

(نزول المسیح۔رخ۔ج ۱۸ ص ۴۱۹)

مسیح باہر سے آنے سے اِس اُمّت کی ناک کٹتی ہے: ’’ہم نے تو اس زمانہ میں یہود دیکھ لئے اور ہم ایمان لائے کہ آیت غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ اِسی بات کی طرف اشارہ کرتی تھی کہ اس قوم میں بھی مغضوب علیھم یہودی ضرور پیدا ہوں گے سو ہوگئے اور پیشگوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری ہوگئی۔ مگر کیا یہ امت کچھ ایسی ہی بدقسمت ہے کہ ان کی تقدیر میں یہود بننا ہی لکھا تھا۔ اِس فعل کو ہم خدائے کریم کی طرف کبھی منسوب نہیں کر سکتے کہ یہود مردود بننے کے لئے تو یہ اُمّت اور مسیح بنی اسرائیل سے آوے ایسی کارروائی سے تو اِس اُمّت کی ناک کٹتی ہے اور اس خطاب کے لائق نہیں رہتی کہ اِس کو اُمّت مرحومہ کہا جاوے۔ پس اِس اُمّت کا یہود بننا جیسا کہ آیت غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ سے سمجھا جاتا ہے اِس بات کو چاہتا ہے کہ جو یہود مغضوب علیھم کے مقابل مسیح آیا تھا اس کا مثیل بھی اس اُمّت میں سے آوے۔ اِسی کی طرف تو اِس آیت کا اشارہ ہے ۔ اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ۔‘‘

(اعجازِ احمدی۔رخ۔ج ۱۹ ص ۱۱۹، ۱۲۰)

خدا نے تم کو اِس بات سے ڈرایا ہے کہ تم مغضوب علیھم اور ضالین بنو:

’’پس وہ لوگ جن کو خدا نے فاتحہ میں مغضوب علیھم کہا ہے وہی یہودی ہیں جنہوں نے مسیح کی تکذیب کی اور چاہا کہ اُسے سولی دیں۔ اور ضالین کا لفظ جو مغضوب علیھم کے بعد واقع ہوا اِن معنوں پر یقینی قرینہ ہے اِس پر جاہل کے سوا کوئی شک نہیں لاتا۔ کیونکہ ضالین وہ لوگ ہیں جنہوں نے عیسیٰ کے بارہ میں افراط کیا۔ یہاں سے ثابت ہوا کہ مغضوب علیھم وہ لوگ ہیں جنہوں نے اِس کی نسبت تفریط کی اور یہ دو نام ایک دوسرے کے مقابل پر واقع ہوئے ہیں۔ پھر خدا نے تم کو اِس بات سے ڈرایا کہ تم اُن کی طرح ہوجاؤ اور انجام کار ویسا ہی غضب تم پر اترے جیسا کہ مسیح کے دشمنوں پر نازل ہوا اور وہ لعنت اِن کے شامل حال ہوئی جس کا قرآن میں ذکر ہے۔‘‘

(روحانی خزائن جلد ۱۶ خطبہ الہامیہ صفحہ ۲۰۲)

......☆......☆......

سورۃ المومنون کی ابتدائی آیات کی تفسیر (مراتب ستّہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سورۃ المؤمنون کی ابتدائی آیات کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے اچھوتے پیرایہ میں روحانیت کے مراتبِ ستّہ کا ذکر فرمایا ہے انسان کی پیدائش کے متعلق اگلی آیات میں بیان فرمودہ تفصیل کو نہایت لطیف اور عارفانہ رنگ میں انسان کے روحانی مراتب کے ساتھ جوڑتے ہوئے خداداد صلاحیت کے ساتھ آپ نے فرمایا کہ جس طرح انسانی پیدائش کے چھ ادوار ہیں اِسی طرح انسان کے روحانی مراتب بھی چھ ہیں۔ اِس تفسیر کو پڑھنے سے انسان کو چھٹے مرتبہ تک پہنچنے کا ذوق وشوق پیدا ہوتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

پہلا مرتبہ: نماز اور یادِ الٰہی میں خشوع و فروتنی اختیار کرتے ہیں۔

’’اب ہم روحانی مراتب ستّہ کا ذیل میں ذکر کرتے ہیں...... پہلا مرتبہ روحانی ترقی کا یہ ہے جو اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے یعنی قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِیۡنَ ھُمۡ فِیۡ صَلَاتِہِمۡ خَاشِعُوۡنَ یعنی وہ مومن نجات پاگئے جو اپنی نماز اور یاد الٰہی میں خشوع اور فروتنی اختیار کرتے ہیں اور رقّت اور گدازش سے ذکر الٰہی میں مشغول ہوتے ہیں۔ اس کے مقابل پر پہلا مرتبہ جسمانی نشو ونما کا جو اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے یہ ہے یعنی ثُمَّ جَعَلۡنٰہُ نُطۡفَۃً فِیۡ قَرَارٍ مَّکِیۡنٍ یعنی پھر ہم نے انسان کو نطفہ بنایا اور وہ نطفہ ایک محفوظ جگہ میں رکھا۔ سو خدا تعالیٰ نے آدم کی پیدائش کے بعد پہلا مرتبہ انسانی وجود کا جسمانی رنگ میں نطفہ کو قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ نطفہ ایک ایسا تخم ہے جو اجمالی طور پر مجموعہ ان تمام قویٰ اور صفات اور اعضاء اندرونی اور بیرونی اور تمام نقش ونگار کا ہوتا ہے جو پانچویں درجہ پر مفصل طور پر ظاہر ہوجاتے ہیں اور چھٹے درجہ پر اتم اور اکمل طور پر اُن کا ظہور ہوتا ہے اور با ایں ہمہ نطفہ باقی تمام درجات سے زیادہ تر معرضِ خطر میں ہے۔ کیونکہ ابھی وہ اُس تخم کی طرح ہے جس نے ہنوز زمین سے کوئی تعلق نہیں پکڑا۔ اور ابھی وہ رحم کی کشش سے بہرہ ور نہیں ہوا ممکن ہے کہ وہ اندام نہانی میں پڑ کر ضائع ہوجائے جیسا کہ تخم بعض اوقات پتھریلی زمین پر پڑ کر ضائع ہو جاتا ہے اور ممکن ہے کہ وہ نطفہ بِدَاۡئِہَا ناقص ہو...... ممکن ہے کہ بعض اور عوارض کی وجہ سے جن کی تفصیل کی ضرورت نہیں نطفہ رحم میں تعلق پذیر نہ ہوسکے اور رحم اس کو اپنی کشش سے محروم رکھے۔ جیسا کہ تخم بعض اوقات پیروں کے نیچے کچلا جاتا ہے یا پرندے اس کو چُگ جاتے ہیں یا کسی اور حادثہ سے تلف ہوجاتا ہے...... پھر ایک اور مشابہت خشوع اور نطفہ میں ہے اور وہ یہ کہ جب ایک شخص کا نطفہ اس کی بیوی یا کسی اور عورت کے اندر داخل ہوتا ہے تو اس نطفہ کا اندام نہانی کے اندر داخل ہونا اور انزال کی صورت پکڑ کر رواں ہو جانا بعینہٖ رونے کی صورت پر ہوتا ہے جیسا کہ خشوع کی حالت کا نتیجہ بھی رونا ہی ہوتا ہے...... غرض مجرد خشوع اور سوز وگداز اور گریہ وزاری اور اس کی لذّتیں تعلق باللہ کو مستلزم نہیں۔‘‘

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ،روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 196)

دوسرا مرتبہ: تعلق باللہ قائم کرکے لغویات سے مجتنب رہتے ہیں۔

’’روحانی وجود کا دوسرا مرتبہ بھی جسمانی وجود کے دوسرے مرتبہ سے مشابہ اور مماثل ہے۔ اِس کی تفصیل یہ ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ رُوحانی وجود کا دوسرا مرتبہ وہ ہے جو اس آیت کریمہ میں بیان فرمایا گیا ہے یعنی وَالَّذِیۡنَ ھُمۡ عَنِ اللَّغۡوِ مُعۡرِضُوۡنَ ۔ یعنی مومن وہ ہیں جو لغو باتوں اور لغو کاموں اور لغو حرکتوں اور لغو مجلسوں اور لغو صحبتوں اور لغو تعلقات سے کنارہ کش ہوجاتے ہیں۔ اور اس کے مقابل پر جسمانی وجود کا دوسرا مرتبہ وہ ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے کلام عزیز میں عَلَقَہ کے نام سے موسوم فرمایا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے ثُمَّ خَلَقۡنَا النُّطۡفَۃَ عَلَقَۃً یعنی پھر ہم نے نطفہ کو عَلَقَہ بنایا۔ یعنی ہم نے اُس کو لغو طور پر ضائع ہونے سے بچا کر رحم کی تاثیر اور تعلق سے عَلَقَہ بنا دیا۔ اس سے پہلے وہ معرض خطر میں تھا اور کچھ معلوم نہ تھا کہ وہ انسانی وجود بنے یا ضائع جائے۔ لیکن وہ رحم کے تعلق کے بعد ضائع ہونے سے محفوظ ہوگیا اور اس میں ایک تغیر پیدا ہوگیا جو پہلے نہ تھا۔ یعنی وہ ایک جمے ہوئے خون کی صورت میں ہوگیا۔ اور قوام بھی غلیظ ہوگیا اور رحم سے اس کا ایک علاقہ ہوگیا اس لئے اس کا نام عَلَقَہ رکھا گیا اور ایسی عورت حاملہ کہلانے کی مستحق ہوگئی ۔ اور بوجہ اس علاقہ کے رحم اس کا سرپرست بن گیا اور

کر لیتی ہیں کہ جب وہ مشکلات کے وقت دعا کرتا ہے تو کمال رحمت اور عطوفت سے خداوند کریم اس کا جواب دیتا ہے اور بسا اوقات ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ اگر وہ ہزار مرتبہ ہی اپنی مشکلات اور ہجوم غموں کے وقت میں سوال کرے تو ہزار مرتبہ ہی اپنے مولیٰ کریم کی طرف سے نہایت فصیح اور لذیذ اور متبرّک کلام میں محبّت آمیز جواب پاتا ہے اور الہام الٰہی بارش کی طرح اس پر برستا ہے اور وہ اپنے دل میں محبت الٰہیہ کو ایسا بھرا ہوا پاتا ہے جیسا ایک نہایت صاف شیشہ ایک لطیف عطر سے بھرا ہوتا ہے اور انس اور شوق کی ایک ایسی پاک لذت اس کو عطا کی جاتی ہے کہ جو اس کے سخت سخت نفسانی زنجیروں کو توڑ کر اور اس دخانستان سے باہر نکال کر محبوب حقیقی کی ٹھنڈی اور دلآرام ہوا سے اس کو ہر دم اور ہر لحظہ تازہ زندگی بخشتی رہتی ہے۔ (براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ 297 تا 300، حاشیہ درحاشیہ نمبر 2)

اس کے زیر سایہ نطفہ کا نشوونما ہونے لگا۔ مگر اس حالت میں نطفہ نے کچھ زیادہ پاکیزگی حاصل نہیں کی۔ صرف ایک خون جما ہوا بن گیا اور رحم کے تعلق کی وجہ سے ضائع ہونے سے بچ گیا...... کسی سالک کا خشوع اور عجز و نیاز اور سوز وگداز بدعت اور شرک کی آمیزش سے پاک بھی ہو، تاہم ایسا آدمی جس کا وجود روحانی ابھی مرتبہ دوم تک نہیں پہنچا ابھی صرف قبلۂ روحانی کا قصد کر رہا ہے اور راہ میں سرگردان ہے اور ہنوز اُس کی راہ میں طرح طرح کے دشت و بیابان اور خارستان اور کوہستان اور بحرِ عظیم پُرطوفان اور درندگان دشمن ایمان و دشمن جان قدم قدم پر بیٹھے ہیں تاوقتیکہ وجود روحانی کے دوسرے مرتبہ تک نہ پہنچ جائے......نطفہ بھی اسی وقت لغو طور پر ضائع ہو جانے سے محفوظ ہوتا ہے جب رحم سے اس کا تعلق ہو جائے اور رحم کا اثر اس پر غالب آجائے اور اس تعلق کے وقت نطفہ کا نام علقہ ہو جاتا ہے۔ پس اسی طرح روحانی وجود کا دوسرا مرتبہ بھی جو مومن کا **مُعرض عن اللغو** ہونا ہے روحانی طور پر علقہ ہے کیونکہ اسی مرتبہ پر مومن کے دل پر ہیبت اور عظمت الٰہی وارد ہوکر اس کو لغو باتوں اور لغو کاموں سے چھڑاتی ہے اور ہیبت اور عظمتِ الٰہی سے متاثر ہوکر ہمیشہ کے لئے لغو باتوں اور لغو کاموں کو چھوڑ دینا یہی وہ حالت ہے جس کو دوسرے لفظوں میں تعلق باللہ کہتے ہیں۔" (ایضاً صفحہ ۱۹۷)

تیسرا مرتبہ: انسان پاک بن کر پاک خدا سے ایک مناسبت پیدا کر لیتا ہے۔

"اور جسمانی وجود کے تیسرے درجہ کے مقابل پر روحانی وجود کا تیسرا درجہ واقع ہوا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ جسمانی وجود کا تیسرا مرتبہ یہ ہے جو اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے **فَخَلَقۡنَا الۡعَلَقَةَ مُضۡغَةً** یعنی پھر بعد اس کے ہم نے علقہ کو بوٹی بنایا۔ یہ وہ مرتبہ ہے جس میں وجود جسمانی انسان کا ناپاکی سے باہر آتا ہے اور پہلے سے اس میں کسی قدر شدت اور صلابت بھی پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ نطفہ اور خون جما ہوا جو علقہ ہے وہ دونوں ایک نجاستِ خفیفہ اپنے اندر رکھتے ہیں اور اپنے قوام کے رو سے بھی بہ نسبت مضغہ کے نرم اور رقیق ہیں مگر مضغہ جو ایک گوشت کا ٹکڑہ ہوتا ہے پاک حالت اپنے اندر پیدا کرتا ہے اور بہ نسبت نطفہ اور علقہ کے قوام میں بھی ایک حد تک سختی پیدا کر لیتا ہے۔ یہی حالت روحانی وجود کے تیسرے درجہ کی ہے اور روحانی وجود کا تیسرا درجہ وہ ہے جو اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے۔ **وَالَّذِیۡنَ هُمۡ لِلزَّکٰوةِ فٰعِلُوۡنَ** اس آیت کے معنے یہ ہیں کہ وہ مومن کہ جو پہلی دو حالتوں سے بڑھ کر قدم رکھتا ہے وہ صرف بیہودہ اور لغو باتوں سے ہی کنارہ کش نہیں ہوتا بلکہ بخل کی پلیدی کو دُور کرنے کے لئے جو طبعاً ہر ایک انسان کے اندر ہوتی ہے زکوٰۃ بھی دیتا ہے یعنی خدا کی راہ میں ایک حصہ اپنے مال کا خرچ کرتا ہے۔ زکوٰۃ کا نام اسی لئے زکوٰۃ ہے کہ انسان اس کی بجا آوری سے یعنی اپنے مال کو جو اس کو بہت پیارا ہے لِلّٰہ دینے سے بخل کی پلیدی سے پاک ہو جاتا ہے۔ اور جب بخل کی پلیدی جس سے انسان طبعاً بہت تعلق رکھتا ہے انسان کے اندر سے نکل جاتی ہے تو وہ کسی حد تک پاک بن کر خدا سے جو اپنی ذات میں پاک ہے ایک مناسبت پیدا کر لیتا ہے ؎

کوئی اُس پاک سے جو دل لگاوے
کرے پاک آپ کو تب اُس کو پاوے

اور یہ مرتبہ پہلی دو حالتوں میں پایا نہیں جاتا۔...پس وجود روحانی کی اس مرتبہ سوم میں وہی تین خوبیاں پائی جاتی ہیں جو وجود جسمانی کے مرتبہ سوم میں یعنی مضغہ ہونے کی حالت میں پائی جاتی ہیں۔"

چوتھا مرتبہ: مؤمن اپنے تئیں نفسانی جذبات اور شہوات ممنوعہ سے بچاتے ہیں۔

"اب اس کے بعد روحانی وجود کا چوتھا درجہ وہ ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ذکر فرمایا ہے **وَالَّذِیۡنَ هُمۡ لِفُرُوۡجِهِمۡ حٰفِظُوۡنَ** یعنی تیسرے درجہ سے بڑھ کر مومن وہ ہیں جو اپنے تئیں نفسانی جذبات اور شہوات ممنوعہ سے بچاتے ہیں۔ یہ درجہ تیسرے درجہ سے اس لئے بڑھ کر ہے کہ تیسرے درجہ کا مومن تو صرف مال کو جو اُس کے نفس کو نہایت پیارا اور عزیز ہے خدا تعالیٰ کی راہ میں دیتا ہے لیکن چوتھے درجہ کا مومن وہ چیز خدا تعالیٰ کی راہ میں نثار کرتا ہے جو مال سے بھی زیادہ پیاری اور محبوب ہے۔ یعنی شہوات نفسانیہ۔... دیکھا جاتا ہے ایسے نجس طبع اور بخیل لوگ جو ایک محتاج بھوکے اور ننگے کو بباعث سخت بخل کے ایک پیسہ بھی دے نہیں سکتے شہوات نفسانیہ کے جوش میں بازاری عورتوں کو ہزارہا روپیہ دے کر اپنا گھر ویران کر لیتے ہیں...... یہ طوفان جو نفسانی شہوات کے غلبہ سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ نہایت سخت اور دیرپا طوفان ہے جو کسی طرح بجز رحم خداوندی کے دور ہو ہی نہیں سکتا اور جس طرح جسمانی وجود کے تمام اعضاء میں سے ہڈی نہایت سخت ہے اور اس کی عمر بھی بہت لمبی ہے اسی طرح اس طوفان کے دور کرنے والی قوتِ ایمانی نہایت سخت اور عمر بھی لمبی رکھتی ہے تا ایسے دشمن کا دیر تک مقابلہ کر کے پامال کر سکے اور وہ بھی خدا تعالیٰ کے رحم سے کیونکہ شہواتِ نفسانیہ کا طوفان ایک ایسا ہولناک اور پُرآشوب طوفان ہے کہ بجز خاص رحم حضرت احدیت کے فرو نہیں ہوسکتا۔ اسی وجہ سے حضرت یوسف کو کہنا پڑا **وَمَاۤ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ ۚ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ** یعنی میں اپنے نفس کو بَری نہیں کرتا نفس نہایت دِرجہ بدی کا حکم دینے والا ہے اور اس کے حملہ سے مخلصی غیر ممکن ہے مگر یہ کہ خود خدا تعالیٰ رحم فرماوے۔ اس آیت میں جیسا کہ فقرہ **اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ** ہے طوفان نوح کے ذکر کے وقت بھی اسی کے مشابہ الفاظ ہیں کیونکہ وہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **لَا عَاصِمَ الۡیَوۡمَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنۡ رَّحِمَ** پس یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ طوفان شہواتِ نفسانیہ اپنی عظمت اور ہیبت میں نوح کے طوفان سے مشابہ ہے۔ اور اس درجہ روحانی کے مقابل پر جو وجودِ روحانی کا چوتھا درجہ ہے جسمانی وجود کا درجہ چہارم ہے جس کے بارے میں قرآن شریف میں یہ آیت **فَخَلَقۡنَا الۡمُضۡغَةَ عِظٰمًا** یعنی پھر ہم نے مضغہ سے ہڈیاں بنائیں۔"

پانچواں مرتبہ: تقویٰ کی باریک راہوں پر قدم مارتے ہیں۔

"پانچواں درجہ وجود روحانی کا وہ ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ذکر فرمایا ہے **وَالَّذِیۡنَ هُمۡ لِاَمٰنٰتِهِمۡ وَعَهۡدِهِمۡ رٰعُوۡنَ** ۔ یعنی پانچویں درجہ کے مومن جو چوتھے درجہ سے بڑھ گئے ہیں وہ ہیں جو صرف اپنے نفس میں یہی کمال نہیں رکھتے جو نفسِ امّارہ کی شہوات پر غالب آگئے ہیں اور اس کے جذبات پر اُن کو فتح عظیم حاصل ہوگئی ہے بلکہ وہ حتی الوسع خدا اور اس کی مخلوق کی تمام امانتوں اور تمام عہدوں کے ہر ایک پہلو کا لحاظ رکھ کر تقویٰ کی باریک راہوں پر قدم مارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور جہاں تک طاقت ہے اس راہ پر چلتے ہیں۔ خدا کے عہدوں سے مراد وہ ایمانی عہد ہیں جو بیعت اور ایمان لانے کے وقت مومن سے لئے جاتے ہیں جیسے شرک نہ کرنا خونِ ناحق نہ کرنا وغیرہ......لفظ رَاعُوۡنَ جو اس آیت میں آیا ہے جس کے معنے ہیں رعایت رکھنے والے۔ یہ لفظ عرب کے محاورہ کے موافق اُس جگہ بولا جاتا ہے جہاں کوئی شخص اپنی قوت اور طاقت کے مطابق کسی امر کی باریک راہ پر چلنا اختیار کرتا ہے اور اس امر کے تمام دقائق بجا لانا چاہتا ہے اور کوئی پہلو اس کا چھوڑنا نہیں چاہتا۔ پس اس آیت کا حاصل مطلب یہ ہوا کہ وہ مومن جو وجودِ روحانی کے پنجم درجہ پر ہیں حتی الوسع اپنی موجودہ طاقت کے موافق تقویٰ کی باریک راہوں پر قدم مارتے ہیں۔

یہ تو وجودِ روحانی کا پانچواں درجہ ہے اور اس کے مقابل پر جسمانی وجود کا پانچواں درجہ وہ ہے جس کا اس آیت کریمہ میں ذکر ہے **فَکَسَوۡنَا الۡعِظٰمَ لَحۡمًا** ۔ یعنی پھر ہم نے ہڈیوں پر گوشت مڑھ دیا اور جسمانی بناوٹ کی کسی قدر خوبصورتی دکھلا دی۔ یہ عجیب مطابقت

قرآن شریف میں ہر یک مخالف اور منکر کے ساکت کرنے کے لئے براہین ساطعہ بھری پڑی ہیں

قرآن شریف کی فصاحت بلاغت جن لوازم اور خصائص سے مخصوص ہے وہ ایک ایسا امر ہے جس کو دانشمند انسان سوچتے ہی بہ یقینِ دل سمجھ سکتا ہے کہ وہ پاک کلام انسانی طاقتوں کے احاطہ سے خارج ہے کیونکہ جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں، قرآن شریف نے اپنی فصاحت اور بلاغت کو حریری اور فیضی وغیرہ انشاء پردازوں کی طرح فضول بیان کے پیرایہ میں ادا نہیں کیا اور نہ کسی قسم کے لغو اور ہزل یا کذب کو اس پاک کلام میں دخل ہے بلکہ فرقان مجید نے اپنی فصاحت اور بلاغت کو صداقت اور حکمت اور ضرورت حقہ کے التزام سے ادا کیا ہے اور کمال ایجاز سے تمام دینی صداقتوں پر احاطہ کر کے دکھایا ہے۔ چنانچہ اس میں ہر یک مخالف اور منکر کے ساکت کرنے کے لئے براہین ساطعہ بھری پڑی ہیں اور مومنین کی تکمیل یقین کے

ہے کہ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے ایک جگہ روحانی طور پر تقویٰ کو لباس قرار دیا ہے ایسا ہی کَسَوْنَا کا لفظ جو کسوت سے نکلا ہے وہ بھی بتلا رہا ہے کہ جو گوشت ہڈیوں پر مڑھا جاتا ہے وہ بھی ایک لباس ہے جو ہڈیوں پر پہنایا جاتا ہے۔ پس یہ دونوں لفظ دلالت کر رہے ہیں کہ جیسی خوبصورتی کا لباس تقویٰ پہناتی ہے ایسا ہی وہ کسوت جو ہڈیوں پر چڑھائی جاتی ہے ہڈیوں کے لئے ایک خوبصورتی کا پیرایہ بخشتی ہے۔ وہاں لباس کا لفظ ہے اور یہاں کسوت کا اور دونوں کے معنے ایک ہیں اور نص قرآنی باآواز بلند پکار رہی ہے کہ دونوں کا مقصد خوبصورتی ہے اور جیسا کہ انسان کی رُوح پر سے اگر تقویٰ کا لباس اتار دیا جائے تو روحانی بدشکلی اس کی ظاہر ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اگر وہ گوشت و پوست جو حکیم مطلق نے انسان کی ہڈیوں پر مڑھا ہے اگر ہڈیوں پر سے اتار دیا جائے تو انسان کی جسمانی شکل نہایت مکروہ نکل آتی ہے مگر اس درجہ پنجم میں خواہ درجہ پنجم وجود جسمانی کا ہے اور خواہ درجہ پنجم وجود روحانی کا ہے کامل خوبصورتی پیدا نہیں ہوتی۔''

چھٹا مرتبہ: خدا سے علیحدہ ایک دم بھی زندگی بسر کرنا اپنی موت سمجھتے ہیں۔

'' پھر درجہ پنجم کے بعد چھٹا درجہ وجود روحانی کا وہ ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اِس آیت کریمہ میں ذکر فرمایا ہے وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ یعنی چھٹے درجہ کے مومن جو پانچویں درجہ سے بڑھ گئے ہیں وہ ہیں جو اپنی نمازوں پر آپ محافظ اور نگہبان ہیں۔

اس مقام پر استعارہ کے رنگ میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ خدا اس مرتبہ کے مومن کے اندر داخل ہوتا اور اس کے رگ و ریشہ میں سرایت کرتا اور اس کے دل کو اپنا تخت گاہ بنا لیتا ہے۔ تب وہ اپنی رُوح سے نہیں بلکہ خدا کی رُوح سے دیکھتا اور خدا کی رُوح سے سُنتا اور خدا کی رُوح سے بولتا اور خدا کی رُوح سے چلتا اور خدا کی رُوح سے دشمنوں پر حملہ کرتا ہے کیونکہ وہ اس مرتبہ پر نیستی اور استہلاک کے مقام میں ہوتا ہے اور خدا کی رُوح اس پر اپنی محبتِ ذاتیہ کے ساتھ تجلّی فرما کر حیاتِ ثانی اس کو بخشتی ہے

پس اس وقت روحانی طور پر اس پر یہ آیت صادق آتی ہے۔ ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ۔ یہ تو وجودِ روحانی کا مرتبہ ششم ہے جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے اور اس کے مقابل پر جسمانی پیدائش کا مرتبہ ششم ہے اور اس جسمانی مرتبہ کے لئے بھی وہی آیت ہے جو روحانی مرتبہ کے لئے اوپر ذکر ہو چکی ہے یعنی ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب ہم ایک پیدائش کو طیار کر چکے تو بعد اس کے ہم نے ایک اور پیدائش سے انسان کو پیدا کیا۔ اَور کے لفظ سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ وہ ایسی فوق الفہم پیدائش ہے جس کا سمجھنا انسان کی عقل سے بالاتر ہے...... یہی وہ کامل صورت ہے جس میں انسان ان امانتوں اور عہد کو جن کا ذکر وجود روحانی کے مرتبہ پنجم میں تحریر ہے کامل طور پر اپنے اپنے موقع پر ادا کرسکتا ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ مرتبہ پنجم میں انسان صرف تقویٰ کے لحاظ سے خدا اور مخلوق کی امانتوں اور عہد کا لحاظ رکھتا ہے اور اس مرتبہ پر محبت ذاتی کے تقاضا سے جو خدا کے ساتھ اس کو ہو گئی ہے جس کی وجہ سے خدا کی مخلوق کی محبت بھی اُس میں جوش زن ہو گئی ہے اور اس رُوح کے تقاضا سے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے اس پر نازل ہوتی ہے ان تمام حقوق کو طبعاً بوجہ احسن ادا کرتا ہے اور اس صورت میں وہ حسن باطنی جو حسنِ ظاہری کے مقابل پر ہے بوجہ احسن اس کو نصیب ہو جاتا ہے کیونکہ وجود روحانی کے مرتبہ پنجم میں تو ابھی وہ رُوح انسان میں داخل نہیں ہوئی تھی جو محبتِ ذاتیہ سے پیدا ہوتی ہے اس لئے جلوۂ حُسن بھی ابھی کمال پر نہیں تھا مگر رُوح کے داخل ہونے کے بعد وہ حسن کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ مُردہ خوبصورت اور زندہ خوبصورت یکساں آب و تاب نہیں رکھتے۔''

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۱۸۶ تا ۲۱۸)

......☆......☆......

آیتِ استخلاف کی تفسیر

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۚ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ۚ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ (سورہ نور: ۵۶)

ترجمہ: تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لائے اُن سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اُس نے اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور اُن کے لئے اُن کے دین کو، جو اُس نے اُن کے لئے پسند کیا، ضرور تمکنت عطا کرے گا اور اُن کی خوف کی حالت کے بعد ضرور اُنہیں امن کی حالت میں بدل دے گا وہ میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور جو اُس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔

حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام نے اسلام کی مکمل ترقی اور غلبہ کا مرکز خلافت کو قرار دیا ہے۔ آیتِ استخلاف میں موجود عظیم الشان پیشگوئیوں کا ذکر نہایت خوبصورت انداز اور ایمان افروز رنگ میں آپ نے بیان فرمایا ہے۔

خلافتِ روحانی کی طرف اشارہ:

''خدا نے تم میں سے بعض نیکوکار ایمانداروں کے لئے یہ وعدہ ٹھہرا رکھا ہے کہ وہ انہیں زمین پر اپنے رسول مقبول کے خلیفے کرے گا انہیں کی مانند جو پہلے کرتا رہا ہے اور انکے دین کو کہ جو ان کیلئے اس نے پسند کر لیا ہے یعنی دین اسلام کو زمین پر جما دے گا اور مستحکم اور قائم کر دے گا اور بعد اسکے کہ ایماندار خوف کی حالت میں ہوں گے یعنی بعد اس وقت کے کہ جب بباعث وفات حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ خوف دامنگیر ہوگا کہ شاید اب دین تباہ نہ ہو جائے۔ تو اس خوف اور اندیشہ کی حالت میں خدائے تعالیٰ خلافت حقہ کو قائم کر کے مسلمانوں کو اندیشہ ابتری دین سے بے غم اور امن کی حالت میں کر دے گا وہ خالصاً میری پرستش کریں گے اور مجھ سے کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ یہ تو ظاہری طور پر بشارت ہے مگر جیسا کہ آیات قرآنیہ میں عادت الٰہیہ جاری ہے اسکے نیچے ایک باطنی معنے بھی ہیں اور وہ یہ ہیں کہ باطنی طور پر ان آیات میں خلافت روحانی کی طرف بھی اشارہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر یک خوف کی حالت میں کہ جب محبت الٰہیہ دلوں سے اٹھ جائے اور مذاہب فاسدہ ہر طرف پھیل جائیں اور لوگ روبہ دنیا ہو جائیں اور دین کے گم ہونے کا اندیشہ ہو تو ہمیشہ ایسے وقتوں میں خدا روحانی خلیفوں کو پیدا کرتا رہے گا کہ جن کے ہاتھ پر روحانی طور پر نصرت اور فتح دین کی ظاہر ہو۔ اور حق کی عزت اور باطل کی ذلت ہو۔ تا ہمیشہ دین اپنی اصلی تازگی پر عود کرتا رہے اور ایماندار ضلالت کے پھیل جانے اور دین کے مفقود ہو جانے کے اندیشہ سے امن کی حالت میں آ جائیں۔''

(براہین احمدیہ حصہ سوم، روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۲۵۹، ۲۶۰)

خلافت اسلامی کا سلسلہ اپنی ترقی اور تنزّل کی رو سے خلافت اسرائیلی سے بکلی مشابہ ومماثل ہوگا: '' خدائے تعالیٰ نے اس اُمّت کے مومنوں اور نیکوکاروں کے لئے وعدہ فرمایا ہے کہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اس نے پہلوں کو بنایا تھا یعنی اُسی طرز اور طریق کے موافق اور نیز اُسی مدت اور زمانہ کے مشابہ اور اُسی صورت جلالی اور جمالی کی مانند جو بنی اسرائیل میں سنّت اللہ گذر چکی ہے اس اُمّت میں بھی خلیفے بنائے جائیں گے اور اُن کا سِلسلہ خلافت اس سلسلے سے کم نہیں ہوگا...... مماثلت تامہ کا اشارہ جو كما استخلف الذين من قبلهم سے سمجھا جاتا ہے۔ صاف دلالت کر رہا ہے کہ یہ مماثلت مدت ایام خلافت اور خلیفوں کی طرز اصلاح اور طرزِ ظہور سے متعلق ہے۔ سو چونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل میں خلیفۃ اللہ ہونے کا منصب حضرت

لئے ہزار ہا دقائق حقائق کا ایک دریائے عمیق وشفاف اس میں بہتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ جن امور میں فساد دیکھا ہے انہیں کی اصلاح کے لئے زور مارا ہے۔ جس شدت سے کسی افراط یا تفریط کا غلبہ پایا ہے اسی شدت سے اس کی مدافعت بھی کی ہے۔ جن انواع اقسام کی بیماریاں پھیلی ہوئی دیکھی ہیں ان سب کا علاج لکھا ہے۔ مذاہب باطلہ کے ہر ایک وہم کو مٹایا ہے۔ ہر ایک اعتراض کا جواب دیا ہے۔ کوئی صداقت نہیں جس کو بیان نہیں کیا۔ کوئی فرقہ ضالہ نہیں جس کا رد نہیں لکھا اور پھر کمال یہ کہ کوئی کلمہ نہیں کہ بلا ضرورت لکھا ہو اور کوئی بات نہیں کہ بے موقع بیان کی ہو اور کوئی لفظ نہیں کہ لغو طور پر تحریر پایا ہو اور پھر باوصف التزام ان سب امور کے فصاحت کا وہ مرتبہ کامل دکھلایا جس سے زیادہ تر متصور نہیں اور بلاغت کو اس کمال تک پہنچایا کہ کمالِ حسنِ ترتیب اور موجز اور مدلل بیان سے علم اولین اور آخرین ایک چھوٹی سی کتاب میں بھر دیا تا کہ انسان جس کی عمر تھوڑی اور کام بہت ہیں بے شمار دردسر سے چھوٹ جائے۔ اور تا اسلام کو اس بلاغت سے اشاعتِ مسائل میں مدد پہنچے اور حفظ کرنا اور یاد رکھنا آسان ہو۔ (براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ 377، 382، حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

موسیٰ سے شروع ہوا اور ایک مدت دراز تک نوبت بہ نوبت انبیاء بنی اسرائیل میں رہ کر آخر چودہ (سو) برس کے پورے ہوتے تک حضرت عیسیٰ ابن مریم پر یہ سلسلہ ختم ہوا حضرت عیسیٰ ابن مریم ایسے خلیفۃ اللہ تھے کہ ظاہری عنان حکومت اُن کے ہاتھ میں نہیں آئی تھی اور سیاست ملکی اور اس دنیوی بادشاہی سے ان کو کچھ علاقہ نہیں تھا اور دنیا کے ہتھیاروں سے وہ کچھ کام نہیں لیتے تھے بلکہ اس ہتھیار سے کام لیتے تھے جواُن کے انفاس طیّبہ میں تھا......

یادرکھنا چاہئے کہ شریعت موسوی میں خلیفۃ اللہ کو مسیح کہتے تھے......اگرچہ بنی اسرائیل میں کئی مسیح آئے لیکن سب سے پیچھے آنے والا مسیح وہی ہے جس کا نام قرآن کریم میں مسیح عیسیٰ ابن مریم بیان کیا گیا ہے۔ بنی اسرائیل میں مریمیں بھی کئی تھیں اور ان کے بیٹے بھی کئی تھے لیکن مسیح عیسیٰ بن مریم یعنی اِن تینوں ناموں سے ایک مرکب نام بنی اسرائیل میں اُس وقت اور کوئی نہیں پایا گیا......ضرور تھا کہ آخری خلیفہ اس اُمّت کا مسیح ابن مریم کی صورت مثالی پر آوے اور اس زمانہ میں آوے کہ جو اُس وقت سے مشابہ ہو جس وقت میں بعد حضرت موسیٰ کے مسیح ابن مریم آئے تھے یعنی چودھویں صدی میں یا اس کے قریب اُسکا ظہور ہو ......دو سلسلوں کی مماثلت میں یہی قاعدہ ہے کہ اوّل اور آخر میں اشد درجہ کی مشابہت اُن میں ہوتی ہے۔ کیونکہ ایک لمبے سلسلہ اور ایک طولانی مدت میں تمام درمیانی افراد کا مفصل حال معلوم کرنا طول بلا طائل ہے۔ پس جبکہ قرآن کریم نے صاف صاف بتلا دیا کہ خلافت اسلامی کا سلسلہ اپنی ترقی اور تنزّل اور اپنی جلالی اور جمالی حالت کی رو سے خلافت اسرائیلی سے بکلّی مطابق ومشابہ ومماثل ہوگا اور یہ بھی بتلا دیا کہ نبی عربی امّی مثیل موسیٰ ہے......ایسا ہی اس سلسلہ کا خاتم باعتبار نسبت تامہ وہ مسیح عیسیٰ بن مریم ہے جو اس اُمّت کے لوگوں میں سے بحکم ربی مسیحی صفات سے رنگین ہوگیا ہے اور فرمان جَعَلْنَاكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ نے اُس کو درحقیقت وہی بنا دیا ہے وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا۔ اور اس آنے والے کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ محمدؐ جلالی نام ہے اور احمد جمالی۔ اور احمد اور عیسیٰ اپنے جمالی معنوں کی رُو سے ایک ہی ہیں۔ اسی کی طرف یہ اشارہ ہے وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّأْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ۔ (سورۃ الصّف:۷) مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں یعنی جامع جلال و جمال ہیں۔ لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیشگوئی مجرّد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے بھیجا گیا۔''

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۴۶۰ تا ۴۶۳)

مِنْكُمْ سے مراد صرف صحابہ کو ہی خیال کرنا بدیہی غلطی ہے: ''اگر یہ کہا جائے کہ منکم کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ وہ خلیفے صرف صحابہ میں سے ہوں کیونکہ منکم کے لفظ میں مخاطب صرف صحابہ ہیں تو یہ خیال ایک بدیہی غلطی ہے اور ایسی بات صرف اُس شخص کے مُنہ سے نکلے گی جس نے کبھی قرآن کریم کو غور سے نہیں پڑھا اور نہ اُس کی اسالیب کلام کو پہچانا کیونکہ اگر یہی بات سچ ہے کہ مخاطبت کے وقت وہی لوگ مُراد ہوتے ہیں جو موجودہ زمانہ میں بحیثیت ایمانداری زندہ موجود ہوں تو ایسا تجویز کرنے سے سارا قرآن زیروزبر ہو جائے گا............

بعض صاحب آیت وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ کی عمومیت سے انکار کر کے کہتے ہیں کہ منکم سے صحابہ ہی مراد ہیں اور خلافتِ راشدہ حقہ انہیں کے زمانہ تک ختم ہوگئی اور پھر قیامت تک اسلام میں اس خلافت کا نام ونشان نہیں ہوگا۔ گویا ایک خواب وخیال کی طرح اس خلافت کا صرف تیس برس ہی دور تھا اور پھر ہمیشہ کیلئے اسلام ایک لازوال نحوست میں پڑ گیا مگر مَیں پُوچھتا ہوں کہ کیا کسی نیک دل انسان کی ایسی رائے ہوسکتی ہے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت تو یہ اعتقاد رکھے کہ بلاشبہ ان کی شریعت کی برکت اور خلافت راشدہ کا زمانہ برابر چودہ سو برس تک رہا لیکن وہ نبی جو افضل الرسل اور خیر الانبیاء کہلاتا ہے اور جس کی شریعت کا دامن قیامت تک ممتد ہے اس کی برکات گویا اس کے زمانہ تک ہی محدود رہیں اور خدا تعالیٰ نے نہ چاہا کہ کچھ بہت مدت تک اس کی برکات کے نمونے اس کے رُوحانی خلیفوں کے ذریعہ سے ظاہر ہوں ایسی باتوں کو سُن کر تو ہمارا بدن کانپ جاتا ہے مگر افسوس کہ وہ لوگ بھی مسلمان ہی کہلاتے ہیں کہ جو سراسر چالاکی اور بیباکی کی راہ سے ایسے بے ادبانہ الفاظ منہ پر لے آتے ہیں کہ گویا اسلام کی برکات آگے نہیں بلکہ مُدت ہوئی کہ اُن کا خاتمہ ہو چکا ہے۔

ماسوا اس کے منکم کے لفظ سے یہ استدلال پَیدا کرنا کہ چونکہ خطاب صحابہ سے ہے اس لئے یہ خلافت صحابہ تک ہی محدود ہے عجیب عقلمندی ہے اگر اسی طرح قرآن کی تفسیر ہو تو پھر یہودیوں سے بھی آگے بڑھ کر قدم رکھنا ہے۔ اب واضح ہو کہ منکم کا لفظ قرآن کریم میں قریبًا بیاسی (۸۲) جگہ آیا ہے اور بجُز دو یا تین جگہ کے جہاں کوئی خاص قرینہ قائم کیا گیا ہے باقی تمام مواضع میں منکم کے خطاب سے وہ تمام مسلمان مُراد ہیں جو قیامت تک پَیدا ہوتے رہیں گے۔''

(شہادۃ القرآن۔ روحانی خزائن۔ جلد ۶ صفحہ ۳۲۴ تا ۳۳۱)

آیتِ استخلاف میں مسیحِ موعود کے آنے کی خوشخبری ہے: ''مسیح موعود کی پیشگوئی صرف حدیثوں میں نہیں ہے بلکہ قرآن شریف نے نہایت لطیف اشارات میں آنے والے مسیح کی خوشخبری دی ہے جیسا کہ اُس نے وعدہ فرمایا ہے کہ جس طرز اور طریق سے اسرائیلی نبوتوں میں سلسلۂ خلافت قائم کیا گیا ہے وہی طرز اسلام میں ہوگی۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوا مِنْكُمْ.....الآیۃ۔ یہ وعدہ مسیح موعود کے آنے کی خوشخبری اپنے اندر رکھتا ہے۔''

(ایام الصلح۔ روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۲۸۳)

خلافت کی پیشگوئی میں تخلف نہیں ہے:
''پیشگوئی دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک وعدہ کی۔ اہلِ سنّت مانتے ہیں کہ اِس قسم کی پیشگوئیوں میں تخلف نہیں ہوتا کیونکہ خدا تعالیٰ کریم ہے لیکن وعید کی پیشگوئیوں میں وہ ڈرا کر بخش بھی دیتا ہے اس لئے کہ وہ رحیم ہے۔''

(الحکم جلد ۱۰ نمبر ۳۶ ص ۴)

خدا تعالیٰ دوسری قدرت سے گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے:
''خدا تعالیٰ......دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے (۱) اوّل خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے (۲) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آ جاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردّد میں پڑ جاتے ہیں اور اُن کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں۔ تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وقت میں ہوا جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہوگئے اور صحابہؓ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہوگئے۔ تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا اور اُس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا۔ یعنی خوف کے بعد پھر ہم ان کے پیر جما دیں گے۔''

(رسالہ الوصیت۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۰۴، ۳۰۵)

حضرت ابوبکر صدیقؓ اسلام کے آدمِ ثانی

قرآن شریف کی بلاغت ایک پاک اور مقدس بلاغت ہے

سمجھنا چاہئے کہ قرآن شریف کی بلاغت ایک پاک اور مقدس بلاغت ہے۔ جس کا مقصد اعلیٰ یہ ہے کہ حکمت اور راستی کی روشنی کو فصیح کلام میں بیان کر کے تمام حقائق اور دقائق علم دین ایک موجز اور مدلل عبارت میں بھر دیئے جائیں اور جہاں تفصیل کی اشد ضرورت ہو وہاں تفصیل ہو اور جہاں اجمال کافی ہو وہاں اجمال ہو اور کوئی صداقت دینی ایسی نہ ہو جس کا مفصلاً یا مجملاً ذکر نہ کیا جائے اور باوصف اس کے ضرورت حقہ کے تقاضا سے ذکر ہو نہ غیر ضروری طور پر اور پھر کلام بھی ایسا فصیح اور سلیس اور متین ہو کہ جس سے بہتر بنانا ہرگز کسی کے لئے ممکن نہ ہو۔ اور پھر وہ کلام روحانی برکات بھی اپنے ہمراہ رکھتا ہو۔ یہی قرآن شریف کا دعویٰ ہے جس کو اس نے آپ ثابت کر دیا ہے اور جا بجا فرما بھی دیا ہے کہ کسی مخلوق کے لئے ممکن نہیں کہ اس کی نظیر بنا سکے۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم، صفحہ 399، حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

اور آنحضرت ﷺ کے مظہرِ اوّل تھے:

’’اللہ تعالیٰ نے (سورہ نور کی) اِن آیات میں مسلمان مردوں اور عورتوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ضرور اِن میں سے بعض مؤمنوں کو اپنے فضل اور رحمت سے خلیفہ بنائے گا اور اُن کے خوف کو امن میں بدل دے گا۔ پس یہ ایک ایسی بات ہے جس کا پورا اور مکمل مصداق ہم حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کو پاتے ہیں...... بخدا وہ اسلام کیلئے آدمِ ثانی اور آنحضرتؐ کے انوار کیلئے مظہرِ اوّل تھے۔ گو وہ نبی نہیں تھے لیکن اُن میں انبیاء کے قویٰ پائے جاتے تھے۔ اور آپ کے صدق کے بدولت اسلام کا باغ اپنی کامل تروتازگی کو پہنچا۔‘‘ (سر الخلافہ: صفحہ ۱۶، ۱۷)

......☆......☆......

خاتم النبیین کی تفسیر

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلٰكِن رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا (سورۃ الاحزاب: ۴۱) ترجمہ: محمد تمہارے (جیسے) مَردوں میں سے کسی کا باپ نہیں بلکہ وہ اللہ کا رسول ہے اور سب نبیوں کا خاتَم ہے اور اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے۔

آنحضرت ﷺ کا سب سے ارفع مقام خاتم النبیین ہے۔ بدقسمتی سے خود مسلمانوں نے اِس کے ایسے معانی کئے ہیں اور کر رہے ہیں کہ نعوذ باللہ من ذالک اِس سے آپ کی فضیلت کم ہو رہی ہے نہ کہ زیادہ۔ چنانچہ شیخ رشید رضا صاحب ’’**من یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین**‘‘ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

’’کہ یہ چار قسمیں (نبی، صدیق، شہید اور صالح) خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں میں سے ہیں اور یہ لوگ پہلی تمام امتوں میں موجود تھے اور اس امت میں جو شخص اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرے گا وہ ان میں سے ہوگا اور قیامت کے دن ان کے ساتھ اٹھایا جائے گا اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے نبوت اور رسالت کو ختم کر دیا ہے اس لئے آئندہ ان تین قسموں میں سے کسی ایک قسم تک ہی ترقی ہو سکے گی یعنی صدیق، شہید اور صالح تک۔‘‘

(تفسیر القرآن الحکیم جزء ۵ صفحہ ۲۴۷)

بعض بزرگانِ امّت نے خاتم کے معنے آپؐ پر تمام کمالات کے ختم ہونا بھی قرار دیا ہے۔ چنانچہ بانی دیوبند مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی فرماتے ہیں:

’’عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ ﷺ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانے میں بالذات کچھ فضیلت نہیں...... میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی ...... اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدیہ میں کچھ فرق نہ آئے گا۔‘‘ (تحذیر الناس صفحہ ۳، ۲۸)

یہی عقیدہ حضرت بانی جماعت احمدیہ مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی موعود علیہ السلام اور جماعت احمدیہ کا ہے۔ حضرت بانی جماعت احمدیہ فرماتے ہیں۔ ’’تمام نبوتیں اس پر ختم ہیں اور اس کی شریعت خاتم الشرائع ہے۔ مگر ایک قسم کی نبوت ختم نہیں یعنی وہ نبوت جو اس کی کامل پیروی سے ملتی ہے اور جو اس کے چراغ میں سے نور لیتی ہے وہ ختم نہیں۔ کیونکہ وہ محمدی نبوت ہے یعنی اس کا ظل ہے اور اسی کے ذریعہ سے ہے اور اسی کا مظہر ہے اور اسی سے فیض یاب ہے۔‘‘ (چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۴)

پس خاتم النبین کے معنی ’’تمام نبیوں کو ختم کرنے والا‘‘ کئے جائیں تو گویا نبی کریم ﷺ نے اعلان فرما دیا کہ میری امت میں سے کسی کو نبوت کا اعلیٰ منصب نصیب نہ ہوگا۔ زیادہ سے زیادہ وہ صدیق کا درجہ حاصل کر سکیں گے جبکہ یہ کوئی قابلِ فخر امر نہیں۔ کیونکہ دوسری امتوں میں بھی شہید اور صدیق بکثرت ہوئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ (الحدید آیت ۲۰) کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے وہ خدا کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں‘‘۔

خَاتم کے معنے سابقہ شرائع کو ختم کرنے والے کے ہیں۔ اب آئندہ کوئی ایسا نبی تو نہیں آ سکتا جو نئی شریعت لائے اور نبی کریم ﷺ کا امتی نہ ہو لیکن احیاءِ دین اور قیامِ شریعت کیلئے نبی کریم ﷺ کی اتباع میں اُمّتی نبی آ سکتا ہے اور اس کے آنے میں کوئی شرعی روک نہیں ہے۔

اِذنِ الٰہی سے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیحِ موعودؑ نے اُمّتی نبی ہونے کا دعویٰ فرمایا۔ جس پر غیر احمدی علماء آپ پر توہینِ رسالت کا مذموم الزام لگاتے ہیں۔ اِس سلسلہ میں آپ فرماتے ہیں ’’مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیّین نہیں مانتے یہ ہم پر افترائے عظیم ہے۔ ہم جس قوّت، یقین، معرفت اور بصیرت سے آنحضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں اس کا لاکھواں حصہ بھی دوسرے لوگ نہیں مانتے اور ان کا ایسا ظرف بھی نہیں ہے۔ وہ اس حقیقت اور راز کو جو خاتم الانبیاء کی ختمِ نبوّت میں ہے سمجھتے ہی نہیں ہیں، انہوں نے صرف باپ دادا سے ایک لفظ سنا ہوا ہے مگر اس کی حقیقت سے بے خبر ہیں اور نہیں جانتے کہ ختم نبوّت کیا ہوتا ہے اور اس پر ایمان لانے کا مفہوم کیا ہے؟ مگر ہم بصیرتِ تامّ سے (جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے) آنحضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے ہم پر ختمِ نبوّت کی حقیقت کو ایسے طور پر کھول دیا ہے کہ اس عرفان کے شربت سے جو ہمیں پلایا گیا ہے ایک خاص لذّت پاتے ہیں جس کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا بجز ان لوگوں کے جو اِس چشمہ سے سیراب ہوں۔‘‘

(ملفوظات جلد اول، صفحہ ۳۴۲)

’’جس طرح خدا تعالیٰ کا حقیقی عرفان سب سے زیادہ آنحضرت ﷺ کو حاصل تھا۔ ایسا ہی آنحضرت ﷺ کا حقیقی عرفان بھی آپ کے غلامِ صادق حضرت مسیح موعودؑ کو ہی حاصل تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں۔

’’حضرت مسیح موعودؑ کی بے شمار تحریرات میں جو نثر میں بھی ہیں اور نظم میں بھی، اِس بات کا قطعی ثبوت ملتا ہے کہ سب سے زیادہ عرفان کے ساتھ، سب سے زیادہ یقین کے ساتھ، سب سے زیادہ وسعت اور گہرائی کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آنحضرت ﷺ کی خاتمیت پر ایمان رکھتے تھے اور جس حد تک اور جس وسعت سے اِس مضمون کو سمجھتے تھے اُس کے پاسنگ کو بھی ہمارے مخالفین یا دوسرے علماء کبھی نہیں پہنچ سکتے‘‘

(خطاب ۷ / اپریل / ۱۹۸۵)

وحی اور نبوت کا دروازہ امّتِ مسلمہ کیلئے ہمیشہ کھلا ہے: ’’اور اگر یہ عذر پیش ہو کہ باب نبوّت مسدود ہے اور وحی جو انبیاء پر نازل ہوتی ہے اس پر مہر لگ چکی ہے میں کہتا ہوں کہ نہ من کل الوجوہ باب نبوّت مسدود ہوا ہے اور نہ ہر یک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے بلکہ جزئی طور پر وحی اور نبوت کا اِس امت مرحومہ کے لئے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے۔ مگر اس بات کو بحضور دل یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ نبوت جس کا ہمیشہ کے لئے سلسلہ جاری رہے گا نبوّت تامہ نہیں ہے بلکہ جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں وہ صرف ایک جزئی نبوت ہے جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کے اسم سے موسوم ہے جو انسان کامل کے اقتدا سے ملتی ہے جو مستجمع جمیع کمالات نبوت تامہ ہے یعنی ذات ستودہ صفات حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم‘‘

(توضیح مرام، روحانی خزائن جلد ۳ ص ۶۰)

’’(ترجمہ) پس جان لے اللہ تعالیٰ تجھے ہدایت دے کہ نبی محدّث ہوتا ہے اور محدّث نبوّت کی انواع میں سے ایک نوع کے حصول کی وجہ سے نبی ہے اور رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اب نبوّت میں سے صرف اِس کی ایک نوع باقی رہ گئی ہے اور وہ رؤیا صادقہ اور مکاشفاتِ صحیحہ کی اقسام میں سے مبشّرات ہیں اور وہ وحی ہے جو خاص خاص اولیاء پر نازل ہوتی ہے اور وہ نور ہے جو دردمند قوم کے دلوں پر اپنی تجلّی فرماتا ہے۔ پس اے کھرے اور کھوٹے میں تمیز کرنے والے اور بصیرت رکھنے والے سُن کیا اِس سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ بابِ نبوّت کُلّی طور پر بند ہے بلکہ حدیث اِس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ایسی نبوّتِ کاملہ جو وحی شریعت کی حامل ہو وہ منقطع ہو چکی ہے لیکن ایسی نبوّت جس میں صرف مبشّرات ہوں وہ قیامت تک باقی ہے وہ کبھی منقطع نہیں ہوگی اور تجھے اِس بات کا عِلم ہے اور تُو نے کتبِ حدیث میں بھی پڑھا ہے کہ رؤیا صالحہ نبوّتِ تامّہ کا

قرآن شریف سچی اور کامل ہدایتوں اور تاثیروں پر مشتمل ہے

اب آسمان کے نیچے فقط ایک ہی نبی اور ایک ہی کتاب ہے یعنے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو اعلیٰ و افضل سب نبیوں سے اور اتم و اکمل سب رسولوں سے اور خاتم الانبیاء اور خیر الناس ہیں جن کی پیروی سے خدائے تعالیٰ ملتا ہے اور ظلماتی پردے اٹھتے ہیں اور اسی جہان میں سچی نجات کے آثار نمایاں ہوتے ہیں اور قرآن شریف جو سچی اور کامل ہدایتوں اور تاثیروں پر مشتمل ہے جس کے ذریعہ سے حقانی علوم اور معارف حاصل ہوتے ہیں اور بشری آلودگیوں سے دل پاک ہوتا ہے اور انسان جہل اور غفلت اور شبہات کے حجابوں سے نجات پا کر حق الیقین کے مقام تک پہنچ جاتا ہے۔ (براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ 467، حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

چھیالیسواں حصہ ہے۔ پس جب رؤیا صادقہ کو یہ مرتبہ حاصل ہے تو وہ کلام کتنا عظیم ہوگا جو خدا تعالیٰ کی طرف سے محدثین کے قلوب پر نازل کیا جاتا ہے۔ پس جان لے اللہ تعالیٰ تیری مدد فرمائے کہ ہمارے کلام کا ماحصل یہ ہے کہ نبوّتِ جزئیہ کے دروازے ہمیشہ کیلئے کُھلے ہیں اور اِس نوع میں وہ مبشّرات اور منذرات آتی ہیں جو امورِ غیبیہ پر مشتمل ہوتی ہیں یا لطائفِ قرآنی اور علومِ لدُنّی سے اُن کا تعلق ہوتا ہے لیکن نبوّتِ کاملہ تامّہ جو وحی کے تمام کمالات کی جامع ہے ہم اُس کے منقطع ہونے پر اِس دن سے ایمان لاتے ہیں جب سے یہ آیتِ قرآنی نازل ہوئی۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ۔“

(توضیح مرام۔ روحانی خزائن جلد ۳ ص ۶۰، ۶۱)

وحیٔ رسالت تا قیامت منقطع ہے:

”اگرچہ ایک ہی دفعہ وحی کا نزول فرض کیا جائے اور صرف ایک ہی فقرہ حضرت جبرئیل لاویں اور پھر چُپ ہو جاویں یہ امر بھی ختم نبوت کا منافی ہے کیونکہ جب ختمیت کی مُہر ہی ٹوٹ گئی اور وحی رسالت پھر نازل ہونی شروع ہوگئی تو پھر تھوڑا یا بہت نازل ہونا برابر ہے۔ ہر یک دانا سمجھ سکتا ہے کہ اگر خدائے تعالیٰ صادق الوعد ہے اور جو آیت خاتم النبیین میں وعدہ دیا گیا ہے اور جو حدیثوں میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبرائیل بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کے لئے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے یہ تمام باتیں سچ اور صحیح ہیں تو پھر کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہرگز نہیں آ سکتا۔“

(ازالہ اوہام، رخ، ج ۳ ص ۴۱۱، ۴۱۲)

مسیحِ موعود کیلئے احادیث میں مذکور ناموں کا ذکر قرآنِ کریم میں کیوں نہیں کیا گیا؟:

”یاد رہے کہ قرآن کریم میں ایک جگہ رسل کے لفظ کے ساتھ بھی مسیح موعود کی طرف اشارہ ہے لیکن یہ سوال کہ ان ہی الفاظ کے ساتھ جو احادیث میں آئے ہیں کیوں قرآن میں ذکر نہیں کیا گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ تا پڑھنے والوں کو دھوکا نہ لگ جاوے کہ مسیح موعود سے مراد درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں جن پر انجیل نازل ہوئی تھی اور ایسا ہی دجال سے کوئی خاص مفسد مراد ہے سو خدا تعالیٰ نے فرقان حمید میں ان تمام شبہات کو دور کر دیا۔ اس طرح پر کہ اول نہایت تصریح اور توضیح سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کی خبر دی جیسا کہ آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ سے (الانعام: ۱۱۷) ظاہر ہے اور پھر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم الانبیاء ہونا بھی ظاہر کر دیا جیسا کہ فرمایا وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ“ (الاحزاب: ۴۱)

(شہادت القرآن۔ رخ۔ ج ۶ ص ۳۶۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے اور آنے کا عقیدہ آیت خاتم النبیین کے منافی ہے:

”کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے۔ اور آیت وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ۔ (الاحزاب: ۴۱) کو خدا کا کلام یقین رکھتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول اور نبی ہوں۔ صاحب انصاف طلب کو یاد رکھنا چاہئے کہ اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعویٰ نہیں کیا اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اس کو بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں۔ مگر میں اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ اس میں عام مسلمانوں کو دھوکہ لگ جانے کا احتمال ہے۔ لیکن وہ مکالمات اور مخاطبات جو اللہ جلّ شانہٗ کی طرف سے مجھ کو ملے ہیں جن میں یہ لفظ نبوت اور رسالت کا بکثرت آیا ہے ان کو میں بوجہ مامور ہونے کے مخفی نہیں رکھ سکتا۔ لیکن بار بار کہتا ہوں کہ ان الہامات میں جو لفظ مُرْسَلْ یا رسول یا نبی کا میری نسبت آیا ہے۔ وہ اپنے حقیقی معنوں پر مستعمل نہیں ہے۔ اور اصل حقیقت جس کی میں علی رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں یہی ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ کوئی پرانا اور نہ کوئی نیا...... ہمارا مذہب یہی ہے کہ جو شخص حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن فیوض سے اپنے تئیں الگ کر کے اور اس پاک سرچشمہ سے جدا ہو کر آپ ہی براہ راست نبی اللہ بننا چاہے تو وہ ملحد بے دین ہے اور غالباً ایسا شخص اپنا کوئی نیا کلمہ بنائے گا۔ اور عبادات میں کوئی نئی طرز پیدا کرے گا اور احکام میں کچھ تغیر و تبدل کر دے گا۔ پس بلاشبہ وہ مسیلمہ کذّاب کا بھائی ہے اور اس کے کافر ہونے میں کچھ شک نہیں۔ ایسے خبیث کی نسبت کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ وہ قرآن شریف کو مانتا ہے۔“

(انجامِ آتھم، رخ، ج ۱۱ ص ۲۷، ۲۸ حاشیہ)

حضرت مسیحِ موعودؑ کا تفسیری کارنامہ خود اِس بات کی بین دلیل ہے کہ آپ خدا تعالیٰ کی طرف سے عین ضرورت کے وقت پر یحی الدین و یقیم الشریعۃ کیلئے مبعوث کئے گئے ہیں۔ ورنہ آج تک کوئی انسان اِس قسم کی اعلیٰ اور مفصّل تفسیر بیان نہیں کر سکا۔ پس آپ نے اپنے منظوم کلام میں کیا ہی خوب فرمایا ہے۔

صاف دل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں
اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہو خوفِ کردگار

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت مسیحِ موعودؑ کی خداداد تفسیر سے ہم احمدی پورا پورا استفادہ کرتے ہوئے اپنے ایمان کو صیقل کرنے والے ہوں اور ایمان کے اعلیٰ مراتب کو حاصل کر کے دوسروں کیلئے ایک قابلِ تقلید نمونہ بننے والے ہوں۔ آمین

......★......★......★......

اُمّ الکتاب

سورہ فاتحہ کی شان میں
حضرت امام مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کا پاکیزہ منظوم کلام

اے دوستو جو پڑھتے ہو اُمّ الکتاب کو
اب دیکھو میری آنکھوں سے اس آفتاب کو
سوچو دعاء فاتحہ کو پڑھ کے بار بار
کرتی ہے یہ تمام حقیقت کو آشکار
دیکھو خدا نے تم کو بتائی دعا یہی
اس کے حبیب نے بھی پڑھائی دعا یہی
پڑھتے ہو پنج وقت اسی کو نماز میں
جاتے ہو اس کی رہ سے در بے نیاز میں
اس کی قسم کہ جس نے یہ سورت اُتاری ہے
اس پاک دل پہ جس کی وہ صورت پیاری ہے
یہ میرے رب سے میرے لئے اک گواہ ہے
یہ میرے صدق دعویٰ پہ مہر اللہ ہے
میرے مسیح ہونے پہ یہ اِک دلیل ہے
میرے لئے یہ شاہد رب جلیل ہے
پھر میرے بعد اَوروں کی ہے انتظار کیا؟
توبہ کرو کہ جینے کا ہے اعتبار کیا

اگر کوئی قرآن شریف کی سچی پیروی کرے تو مکالمات الٰہیہ عربی فصیح بلیغ میں اس سے شروع ہو جاتے ہیں

اگر کوئی قرآن شریف کی سچی پیروی کرے اور کتاب اللہ کے منشاء کے موافق اپنی اصلاح کی طرف مشغول ہو اور اپنی زندگی نہ دنیاداروں کے رنگ میں بلکہ خادم دین کے طور پر بناوے اور اپنے تئیں خدا کی راہ میں وقف کر دے اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھے اور اپنی خودنمائی اور تکبر اور عجب سے پاک ہو اور خدا کے جلال اور عظمت کا ظہور چاہے نہ یہ کہ اپنا ظہور چاہے اور اس راہ میں خاک میں مل جائے تو آخری نتیجہ اس کا یہ ہوتا ہے کہ مکالمات الٰہیہ عربی فصیح بلیغ میں اس سے شروع ہو جاتے ہیں اور وہ کلام لذیذ اور باشوکت ہوتا ہے جو خدا کی طرف سے نازل ہوتا ہے حدیث النفس نہیں ہوتا۔ (چشمہ معرفت صفحہ 300)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مخالفین کو تفسیر نویسی کا چیلنج
نیز کتاب اعجاز المسیح کی تصنیف اور اس کا پس منظر

(سیّد شمشاد احمد ناصر، مبلغ سلسلہ احمدیہ شکاگو، امریکہ)

دنیا میں ایک محتاط اندازے کے مطابق ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء اصلاح خلق کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے آئے۔ ہر نبی، مرسل، مامور من اللہ نے اپنی اپنی صداقت اور منجانب اللہ ہونے کے ثبوت میں اپنے اپنے زمانے کے لوگوں کو دلائل اور براہین مہیا کئے اور انبیاء علیہم السلام نے خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچانے میں اپنی تمام تر کوشش کی اور خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچایا تا لوگ راہ راست پر آئیں اور خدائے واحد و یگانہ کی عبادت و پرستش کریں۔
حضرت آدمؑ سے لے کر آج تک یہی بات چلتی آرہی ہے وہ دلائل و معجزات جو حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی صداقت کے لئے اپنے لوگوں کو دیئے وہ بالکل الگ تھے، جو کام حضرت نوحؑ نے کیا وہ الگ تھا۔ جو دلائل حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت اپنے لوگوں کو دیئے ان کی حقیقت بالکل الگ تھی۔ اور یہی حال حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہے۔ آگ میں سے بچ کر نکل آنا یہ معجزہ کسی اور نبی نے نہ دکھایا سوائے حضرت ابراہیمؑ کے، سمندر سے صحیح سلامت اپنے ساتھیوں سمیت نکل آنا حضرت موسیٰ کے علاوہ کسی اور نے یہ معجزہ اپنی صداقت کا نہیں دکھایا۔ علیٰ ہذا القیاس۔

پھر ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے جن کا لقب قرآن نے ''اُمّی'' دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کو قرآن جیسا معجزہ عطا فرمایا۔ اور اس صداقت کے لئے خدا کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بار بار یہ چیلنج دہرایا کہ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُونِ اللّٰهِ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِينَ (سورۃ یونس:39) کہ تم اس جیسا معجزہ لاؤ۔ یہ فصحاء العرب کو چیلنج دیا گیا۔ کہیں سورت کا تو کہیں چند آیات کا ہی مطالبہ کیا گیا لیکن آج تک خدا تعالیٰ کے فضل سے کسی کو بھی قرآن کریم کی کوئی چھوٹی سی سورت بھی بنا کر اپنی طرف سے پیش کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منجانب اللہ ہونے اور دنیا کو ایک اُمّی کی طرف سے منجانب اللہ قرآن کریم کا معجزہ آپ کی صداقت کے لئے تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک پیشگوئی یہ بھی فرمائی تھی کہ آخری زمانہ میں ''قرآن صرف نام (لکھائی میں) کا رہ جائے گا۔'' اور پھر آخری زمانہ ہی میں آنے والا مسیح محمدی قرآن کریم کی عظمت کو دنیا میں قائم کرے گا۔ اور يُحْيِ الدِّيْنَ وَ يُقِيْمُ الشَّرِيْعَةَ کا مصداق ہوگا۔ چنانچہ حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام نے مختلف معجزات و دلائل سے اپنا مہدی اور مسیح ہونا ثابت کیا۔ اور قرآنی تعلیمات کی عظمت کو دنیا کے سامنے پیش فرمایا۔

لیکن وہی آپ کے ساتھ بھی ہوا جس کا قرآن کریم کی سورۃ یٰس میں یوں ذکر ہے۔
يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ
(یٰسٓ:31)
وائے حسرت بندوں پر! ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا مگر وہ اس سے ٹھٹھا کرتے ہیں۔

سب سے بڑا اعتراض آپ پر یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو خاتم النبیین ہیں اور اسکے معانی یہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں آپ کے بعد اب کسی قسم کا کوئی نبی نہیں۔ دوسری طرف خود یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مسیح عیسوی آسمان پر بیٹھے ہیں اور وہ تشریف لائیں گے اور ان کے ساتھ ان کے معاونت کے لئے حضرت امام مہدی بھی آئیں گے۔ گویا خود دو وجودوں کا آنا خدا کی طرف سے مان رہے ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے متعدد کتب میں اپنی صداقت کے دلائل بیان فرمائے کہ آنے والا میں ہی ہوں۔ اور یہ وقت بھی اس بات کا تقاضا کر رہا ہے کہ کوئی مدعی ہو۔ جو لوگوں کو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی طرف واپس لائے کیونکہ اسلام صرف نام کا رہ گیا ہے اور قرآن صرف کتابی صورت میں۔ قرآن کے معجزات اور تاثیرات اب بھی اسی طرح معجزہ ہیں جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں تھے اور آج یہ معجزات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی میں مَیں آپ کو دکھانے کے لئے تیار ہوں۔

لیکن جیسا کہ مخالفین کی بھی عادت ہے کہ انہوں نے نہ ماننا تھا نہ مانے خواہ انہیں کتنا ہی عظیم الشان نشان دکھایا گیا۔

کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مخالفین جنہوں نے آپ کو آگ میں ڈالا تھا آپ کے اس نشان کو دیکھ کر کہ آپ آگ سے زندہ بچ نکلے آپ کو مان لیا۔ کیا حضرت عیسیٰؑ کے مخالفین آپ سے بے شمار نشانات دیکھنے کے باوجود آپ پر ایمان لے آئے پھر ابوجہل اور عتبہ شیبہ نے کیا کچھ نشانات نہ دیکھے اور معجزات اپنی آنکھوں سے مشاہدہ نہ کئے کیا وہ ایمان لے آئے؟ یہی حال مسیح و مہدی کا ہوا۔ آپ نے بھی مخالفین کو ہر میدان میں للکارا مگر خدا تعالیٰ نے ان کو جن میں نیکی کا تخم تھا انہیں بصارت اور بصیرت دونوں عطا کیں اور وہ ایمان لے آئے مگر جنہوں نے ہٹ دھرمی کی، جھوٹ بولا، اتہام لگائے، بدزبانی کی، اور عالم کہلا کر بدخلقی کی ساری حدیں پھلانگ گئے باوجود بے شمار معجزات دیکھنے کے پھر بھی نہ مانا۔

چنانچہ آپ نے اپنے مخالفین کو جہاں دیگر چیلنجز دیئے اور براہین و دلائل سے مقابلہ میں آنے کے لئے پکارا ان میں سے ایک آپ کا علمی معجزہ تفسیر نویسی کا چیلنج ہے۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ آپ حال کے علماء جو صرف ظاہری شکل میں ہی قرآن کریم سے بمشکل فیض حاصل کر رہے تھے انہیں قرآن کریم کے علمی معجزات سے آگاہ کریں۔

چنانچہ میں اب ان علماء اور ان سے کئے گئے چیلنجز آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ آپ نے اکتوبر 1891ء میں جب ایک مولوی محمد بشیر بھوپالوی کے ساتھ وفات و حیات مسیح پر مباحثہ کیا اور ان پر اتمام حجت کی، اور جب آپ نے یہ محسوس کیا کہ علماء دلائل و براہین کے میدان میں آنے سے ہچکچا رہے ہیں تو پھر آپ نے انہیں یہ دعوت دی کہ آؤ اور آسمانی تائیدات میں میرے ساتھ مقابلہ کر لو۔ اگر آپ واقعۃً خدا تعالیٰ کی نظر میں مومن اور متقی ہوں گے تو پھر ضرور اللہ تعالیٰ آپ سب کی تائید و نصرت کرے گا۔ اور اس کے لئے آپ نے فرمایا کہ

جس شخص کو تائید من اللہ حاصل ہوتی ہے اسے چار قسم کی علامتوں سے بہرہ ور فرماتا ہے۔ اور چوتھی علامت آپ نے یہ بیان فرمائی کہ اس پر قرآن کے معارف کھلتے ہیں اور پھر اس کے طریق کار کے بارے میں بھی آپ نے فرمایا:

''اور علامت چہارم یعنے معارف قرآنی کا کھلنا اس میں احسن انتظام یہ ہے کہ ہر یک فریق چند آیات قرآنی کے معارف و حقائق و

قرآن شریف میں ایک زبردست طاقت ہے جو اپنے پیروی کرنے والوں کو ظنی معرفت سے یقینی معرفت تک پہنچا دیتی ہے

قرآن شریف کی امتیازی خوبیاں جو انسانوں کی طاقت سے برتر ہیں ذیل میں بیان کرتا ہوں۔ اوّل یہ کہ اس میں ایک زبردست طاقت ہے جو اپنے پیروی کرنے والوں کو ظنی معرفت سے یقینی معرفت تک پہنچا دیتی ہے اور وہ یہ کہ جب ایک انسان کامل طور پر اُس کی پیروی کرتا ہے تو خدائی طاقت کے نمونے معجزہ کے رنگ میں اُس کو دکھائے جاتے ہیں اور خدا اُس سے کلام کرتا ہے اور اپنے کلام کے ذریعہ سے غیبی امور پر اُس کو اطلاع دیتا ہے۔ (روحانی خزائن جلد 23 ضمیمہ چشمہ معرفت صفحہ 32)

لطائف لکھ کر انجمن میں عین جلسہ عام میں سناوے پھر اگر جو کچھ کسی فریق نے لکھا ہے کسی پہلی تفسیر کی کتاب میں ثابت ہو جائے تو یہ شخص محض ناقل متصور ہو کر مورد عتاب ہو لیکن اگر اس کے بیان کردہ حقائق و معارف جو فِي حدِّ ذاتہا صحیح اور غیر مخدوش بھی ہوں ایسے جدید اور نو وارد ہوں جو پہلے مفسرین کے ذہن ان کی طرف سبقت نہ لے گئے ہوں اور باایں ہمہ وہ معنے من کل الوجوہ تکلف سے پاک اور قرآن کریم کے اعجاز اور کمال عظمت اور شان کو ظاہر کرتے ہوں اور اپنے اندر ایک جلالت اور ہیبت اور سچائی کا نور رکھتے ہوں تو سمجھنا چاہئے کہ وہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہیں جو خداوند تعالیٰ نے اپنے مقبول کی عزت اور قبولیت اور قابلیت ظاہر کرنے کیلئے اپنے لدُنی علم سے عطا فرمائی ہیں یہ ہر چہار محک امتحان جو میں نے لکھی ہیں یہ ایسی سیدھی اور صاف ہیں کہ جو شخص غور کے ساتھ ان کو زیر نظر لائے گا وہ بلاشبہ اس بات کو قبول کر لے گا کہ متخاصمین کے فیصلہ کیلئے اس سے صاف اور سہل تر اور کوئی روحانی طریق نہیں اور میں اقرار کرتا ہوں اور اللہ جلّ شانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر میں اس مقابلہ میں مغلوب ہو گیا تو اپنے ناحق پر ہونے کا خود اقرار شائع کر دوں گا۔"

(آسمانی فیصلہ روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 330)

لیکن آپ کے اس چیلنج کو کسی نے بھی قبول نہ کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی محمد حسین بٹالوی کو بھی تفسیر نویسی کے مقابلہ کے لئے چیلنج دیا اور اس کا بھی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب آسمانی فیصلہ میں ہی ذکر فرمایا ہے۔ آپ نے انہیں درج ذیل الفاظ میں چیلنج دیا:

"عاقل سمجھ سکتے ہیں کہ منجملہ نشانوں کے حقائق اور معارف اور لطائف حکمیہ کے بھی نشان ہوتے ہیں جو خاص ان کو دیئے جاتے ہیں جو پاک نفس ہوں اور جن پر فضل عظیم ہو جیسا کہ آیت لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (الواقعہ:80) اور آیت وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا (البقرۃ: 270) بلند آواز سے شہادت دے رہی ہے۔ سو یہی نشان میاں محمد حسین کے مقابل پر میرے صدق اور کذب کے جانچنے کیلئے کھلی کھلی نشانی ہوگی اور اس فیصلہ کیلئے احسن انتظام اس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک مختصر جلسہ ہو کر منصفان تجویز کردہ اس جلسہ کے چند سورتیں قرآن کریم کی جن کی عبارت اسّی (80) آیت سے کم نہ ہو تفسیر کیلئے منتخب کر کے پیش کریں۔ اور پھر بطور قرعہ اندازی کے ایک سورہ ان میں سے نکال کر اسی کی تفسیر معیار امتحان ٹھہرائی جائے اور اس تفسیر کیلئے یہ امر لازمی ٹھہرایا جاوے کہ بلیغ فصیح زبان عربی اور مقفّٰی عبارت میں قلمبند ہو اور دس جزو سے کم نہ ہو۔ اور جس قدر اس میں حقائق اور معارف لکھے جائیں وہ نقل عبارت کی طرح نہ ہو بلکہ معارف جدیدہ اور لطائف غریبہ ہوں جو کسی دوسری کتاب میں نہ پائے جائیں۔ اور بایں ہمہ اصل تعلیم قرآنی سے مخالف نہ ہوں بلکہ ان کی قوت اور شوکت ظاہر کرنے والے ہوں ...... پھر اگر یہ عاجز شیخ محمد حسین بٹالوی سے حقائق و معارف کے بیان کرنے اور عبارت عربی فصیح و بلیغ اور اشعار آبدار مدحیہ کے لکھنے میں قاصر اور کم درجہ پر رہا۔ یا یہ کہ شیخ محمد حسین اس عاجز سے برابر رہا تو اسی وقت یہ عاجز اپنی خطا کا اقرار کرے گا اور اپنی کتابیں جلا دے گا اور شیخ محمد حسین کا حق ہوگا کہ اس وقت عاجز کے گلے میں رسہ ڈال کر یہ کہے کہ اے کذاب اے دجال۔ اے مفتری۔ آج تیری رسوائی ظاہر ہوئی۔ اب کہاں ہے وہ جس کو تو کہتا تھا کہ میرا مددگار ہے۔ اب تیرا الہام کہاں ہے اور تیرے خوارق کدھر چھپ گئے۔ لیکن اگر یہ عاجز غالب ہوا تو پھر چاہئے کہ میاں محمد حسین اسی مجلس میں کھڑے ہو کر ان الفاظ سے توبہ کرے کہ اے حاضرین آج میری روسیاہی ایسی کھل گئی کہ جیسے آفتاب کے نکلنے سے دن کھل جاتا ہے اور اب ثابت ہوا کہ یہ شخص حق پر ہے اور میں ہی دجال تھا اور میں ہی کذاب تھا اور میں ہی کافر تھا اور میں ہی بے دین تھا اور اب میں توبہ کرتا ہوں۔ سب گواہ رہیں۔ بعد اس کے اسی مجلس میں اپنی کتابیں جلا دے۔ اور ادنیٰ خادموں کی طرح پیچھے ہو لے۔"

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن، ج5 ص603،602)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اس چیلنج کو مولوی صاحب کے پاس بار بار دہرایا مگر ان کو مقابلہ میں آنے کی توفیق نہ مل سکی۔

گولڑہ شریف کے پیر مہر علی شاہ کو مقابلہ تفسیر نویسی کی دعوت

پیر مہر علی شاہ صاحب ابتداء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر حسن ظن رکھتے تھے مگر جب انہوں نے دیکھا کہ کہیں ان کے مرید آپؑ کی بیعت کر کے احمدیت میں ہی نہ داخل ہو جائیں تو انہوں نے دیگر علماء کی طرح مخالفت شروع کر دی۔ پیر مہر علی شاہ چشتی سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے اور گولڑہ شریف کے سجادہ نشین تھے۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے پیر مہر علی شاہ کو آسان ترین فیصلہ کی طرف بلایا اور لکھا کہ:

"سو مناسب ہے کہ لاہور میں جو صدر مقام پنجاب ہے صادق اور کاذب کے پرکھنے کے لئے ایک جلسہ قرار دیا جائے اور اس طرح پر مجھ سے مباحثہ کریں کہ قرعہ اندازی کے طور پر قرآن شریف کی کوئی سورۃ نکالیں اور اس میں سے چالیس آیات یا ساری سورۃ (اگر چالیس سے زیادہ نہ ہو) لے کر فریقین یعنی یہ عاجز اور مہر علی شاہ صاحب اول یہ دعا کریں کہ یا الٰہی! ہم دونوں میں سے جو شخص تیرے نزدیک راستی پر ہے اس کو تو اس جلسہ میں اس سورۃ کے حقائق اور معارف فصیح و بلیغ عربی میں عین اسی جلسہ میں لکھنے کے لئے اپنی طرف سے ایک روحانی قوت عطا فرما اور روح القدس سے اس کی مدد کر اور جو شخص ہم دونوں فریق میں سے تیری مرضی کے مخالف اور تیرے نزدیک صادق نہیں ہے اس سے یہ توفیق چھین لے اور اس کی زبان کو فصیح عربی اور معارف قرآنی کے بیان سے روک لے تا لوگ معلوم کر لیں کہ تو کس کے ساتھ اور کون تیرے فضل اور تیری روح القدس کی تائید سے محروم ہے۔ پھر اس دعا کے بعد فریقین عربی زبان میں اس کی تفسیر کو لکھنا شروع کریں۔ اور یہ ضروری شرط ہوگی کہ کسی فریق کے پاس کوئی کتاب موجود نہ ہو اور نہ کوئی مددگار اور ضروری ہوگا کہ ہر ایک فریق چپکے چپکے بغیر آواز سنانے کے اپنے ہاتھ سے لکھے تا اس کی فصیح عبارت اور معارف کے سننے سے دوسرا فریق کسی قسم کا اقتباس یا سرقہ نہ کر سکے اور اس تفسیر کے لکھنے کے لئے ہر ایک فریق کو سات گھنٹے مہلت دی جائے گی اور زانو بہ زانو لکھنا ہوگا نہ کسی پردہ میں۔ ہر ایک فریق کو اختیار ہوگا کہ اپنی تسلی کے لئے فریق ثانی کی تلاشی کر لے اس احتیاط سے کہ وہ پوشیدہ طور پر کسی کتاب سے مدد نہ لیتا ہو اور لکھنے کے لئے فریقین کو سات گھنٹہ کی مہلت ملے گی مگر ایک ہی جلسہ میں اور ایک ہی دن میں اس تفسیر کو گواہوں کے روبرو ختم کرنا ہوگا۔ اور جب فریقین لکھ چکیں تو وہ دونوں تفسیریں بعد دستخط تین اہل علم کو جن کا اہتمام حاضری و انتخاب پیر مہر علی شاہ صاحب کے ذمہ ہوگا سنائی جائیں گی اور اُن ہر سہ مولوی صاحبوں کا یہ کام ہوگا کہ وہ حلفاً یہ رائے ظاہر کریں کہ ان دونوں تفسیروں اور دونوں عربی عبارتوں میں سے کون سی تفسیر اور عبارت تائید روح القدس سے لکھی گئی ہے۔ اور ضروری ہوگا کہ اُن تینوں عالموں میں سے کوئی نہ اس عاجز کے سلسلہ میں داخل ہو اور نہ مہر علی شاہ کا مرید ہو۔ اور مجھے منظور ہے کہ پیر مہر علی شاہ صاحب اس شہادت کے لئے مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی عبد الجبار غزنوی اور مولوی عبد اللہ پروفیسر لاہوری کو یا تین اور مولوی منتخب کریں جو اُن کے مرید اور پیرو نہ ہوں۔ مگر ضروری ہوگا کہ یہ تینوں مولوی صاحبان حلفاً اپنی رائے ظاہر کریں کہ کس کی تفسیر اور عربی عبارت اعلیٰ درجہ پر اور تائید الٰہی سے ہے۔ لیکن یہ حلف اس حلف سے مشابہ ہونی چاہئے جس کا ذکر قرآن میں قذف محصنات کے باب میں ہے جس میں تین دفعہ قسم کھانا ضروری ہے اور دونوں فریق پر یہ

جو شخص قرآن شریف پر ایمان لاتا ہے خدا کی رحمت اس کی دستگیری کرتی ہے

جو شخص قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہے پہلے اس کو کوئی تزکیہ نفس حاصل نہیں ہوتا اور کئی قسم کے گناہوں میں مبتلا ہوتا ہے پھر خدا کی رحمت اس کی دستگیری کرتی ہے اور خارق عادت طریقوں سے اُس کے ایمان کو قوت دی جاتی ہے اور جیسا کہ قرآن شریف میں وعدہ ہے کہ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا یعنی ایمانداروں کو خدا کی طرف سے بشارتیں ملتی رہتی ہیں۔ ایسا ہی وہ بھی اپنی ذات کے متعلق کئی قسم کی بشارتیں پاتا رہتا ہے اور جیسے جیسے بذریعہ اُن بشارتوں کے اُس کا ایمان قوی ہوتا جاتا ہے ویسے ویسے وہ گناہ سے پرہیز کرتا اور نیکیوں کی طرف حرکت کرتا ہے۔ (ضمیمہ چشمہ معرفت صفحہ 55)

واجب اور لازم ہوگا کہ ایسی تفسیر جس کا ذکر کیا گیا ہے کہ کسی حالت میں بیس ورق سے کم نہ ہو اور ورق سے مراد اس اوسط درجہ کی تقطیع اور قلم کا ورق ہوگا جس پر پنجاب اور ہندوستان کے صدہا قرآن شریف کے نسخے چھپے ہوئے پائے جاتے ہیں۔ پس اس طرز کے مباحثہ اور اس طرز کے تین مولویوں کی گواہی سے اگر ثابت ہوگیا کہ درحقیقت پیر مہر علی شاہ صاحب تفسیر اور عربی نویسی میں تائید یافتہ لوگوں کی طرح ہیں اور مجھ سے یہ کام نہ ہوسکا یا مجھ سے بھی ہوسکا مگر انہوں نے میرے مقابلہ پر ایسا ہی کر دکھایا تو تمام دنیا گواہ رہے کہ میں اقرار کروں گا کہ حق پیر مہر علی شاہ کے ساتھ ہے اور اس صورت میں میں یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ اپنی تمام کتابیں جو اس دعوے کے متعلق ہیں جلا دوں گا اور اپنے تئیں مخذول اور مردود سمجھ لوں گا میری طرف سے یہی تحریر کافی ہے جس کو میں آج یہ ثبت شہادت بیس گواہان کے اس وقت لکھتا ہوں لیکن اگر میرے خدا نے اِس مباحثہ میں مجھے غالب کر دیا اور مہر علی شاہ صاحب کی زبان بند ہوگئی نہ وہ فصیح عربی پر قادر ہو سکے اور نہ وہ حقائق و معارف سورہ قرآنی میں سے کچھ لکھ سکے یا یہ کہ اِس مباحثہ سے انہوں نے انکار کر دیا تو ان تمام صورتوں میں ان پر واجب ہوگا کہ وہ توبہ کر کے مجھ سے بیعت کریں اور لازم ہوگا کہ یہ اقرار صاف صاف لفظوں میں بذریعہ اشتہار دس دن کے عرصہ میں شائع کر دیں۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 330-327)

آپ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی اس عبارت یا چیلنج کو بار بار پڑھیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ آپ نے تفسیر نویسی کے اس مقابلہ اور چیلنج کو ہر لحاظ سے آسان طریق سے پیش فرمایا تا کہ کسی طرح وہ مقابلہ کے لئے آ سکیں کوئی بات بھی آپ نے ڈھکی چھپی یا شک میں نہ رکھی ہر بات کو عین محل پر کھول کھول کر بیان کر دیا۔

یہ اشتہار پڑھ کر گولڑوی صاحب کے طوطے ہی اڑ گئے بلکہ ایک ایسی چال چلی کہ ان کے مریدوں پر اس کا برا اثر نہ پڑے اور کام بھی ہو جائے اور وہ یہ کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو لکھا کہ آپ کی شرائط منظور ہیں لیکن پہلے قرآن و حدیث کی رو سے عقائد کی نسبت بحث ہونی چاہئے۔ پھر اگر مولوی محمد حسین بٹالوی اور ان کے ساتھ دو مولویوں نے یہ رائے دی کہ آپ اس بحث میں حق پر نہیں ہیں تو پھر آپ کو میری بیعت کرنی پڑے گی، اس کے بعد تفسیر لکھنے کا بھی مقابلہ کر لینا۔

بھلا خدا کے بندے یہ کون سا طریق تھا تفسیر نویسی کے چیلنج کو قبول کرنے کا؟ پہلے عقائد کی بحث اور پھر تفسیر نویسی کا مقابلہ وہ بھی اگر مولوی محمد حسین بٹالوی گولڑوی کے حق میں رائے دے دیں اور ساتھ ہی ان کے دو مولوی بھی۔ پھر تفسیر نویسی کے مقابلہ میں آنے کی کیا تک بنتی ہے؟ گولڑوی صاحب نے اپنی علمی قابلیت چھپانے اور اپنے مریدوں میں اپنے آپ کو عالم ظاہر کرنے کے لئے صرف یہ ایک چال اور بہانہ تھا اس سے زیادہ اور کچھ نہ تھا۔

پھر صرف یہی نہیں بلکہ لاہور میں مشہور کر دیا کہ ہم نے مرزا صاحب کی تمام شرائط منظور کر لی ہیں اور حسبِ پروگرام ہم تقریری بحث کے لئے لاہور آ رہے ہیں۔

جاننے کی بات یہ ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے تو لکھا تھا تفسیر نویسی کا مقابلہ کریں نہ کہ تقریری بحث! کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ اس سے قبل فرما چکے تھے کہ اب میں کسی سے تقریری بحث نہ کروں گا۔ چونکہ گولڑوی صاحب نے سستی شہرت حاصل کرنا تھی اس لئے اس کا خوب چرچا کیا گیا۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ انہوں نے تفسیر نویسی کا مقابلہ جو حضرت مسیح موعودؑ نے دیا تھا اس کا ذکر تو بالکل ہی چھوڑ دیا اور اپنی طرف سے یہ بھی مشہور کر دیا کہ مرزا صاحب نے عقائد کی بحث کو منظور کر لیا ہے۔ جو کہ سراسر جھوٹ اور خلاف واقع امر تھا اور ساتھ ہی پھر ایک اشتہار بھی شائع کر دیا کہ اب عقائد کی بحث ہوگی اور حضورؑ کی طرف سے اس کے جواب کا انتظار کئے بغیر 24 اگست 1900ء کو لاہور اپنے مریدوں کے ساتھ پہنچ گئے۔ اس پر لاہور کے احمدیوں نے بھی انکشاف حقیقت کے لئے ایک اشتہار شائع کیا۔ لیکن اس اشتہار کا بھی پیر صاحب نے جواب نہ دیا اس پر پھر 25 اگست 1900ء کو حضرت حکیم فضل الٰہی صاحب اور حضرت میاں معراج دین صاحب عمر نے پیر صاحب کو ایک خط لکھا کہ آپ صاف صاف یہ لکھیں کہ حضرت اقدس مرزا صاحب نے 20 فروری 1900ء کو جو تفسیر نویسی کا مقابلہ کرنے کے لئے چیلنج دیا ہے آپ اس مقابلہ کے لئے تیار ہیں۔

یہ خط ایک غیر احمدی دوست میاں عبدالرحیم صاحب داروغہ مارکیٹ لے کر پیر صاحب کے پاس پہنچے، ظہر کا وقت تھا پیر صاحب نے فرمایا کہ عصر کے بعد جواب دیں گے۔ داروغہ صاحب عصر کے بعد گئے تو مریدوں نے انہیں پیر صاحب سے ملنے ہی نہ دیا پھر انہیں ایک رجسٹر خط 26 اگست 1900ء کو بھیجا گیا وہ انہوں نے وصول ہی نہ کیا، چنانچہ جماعت کی طرف سے ہر طرح کوشش کی گئی کہ وہ حضرت اقدس علیہ السلام کے مقابلہ تفسیر نویسی کے چیلنج میں سامنے آئیں مگر وہ نہ آئے! اور اپنی طرف سے جھوٹا پروپیگنڈا اور لوگوں کو دھوکہ دینے میں مصروف رہے۔

حضرت اقدسؑ کی آخری اتمام حجت

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے جب دیکھا کہ گولڑوی صاحب کسی سیدھی بات کی طرف نہیں آ رہے اور بجائے تفسیر نویسی میں مقابلہ کرنے کے اپنی طرف سے الگ ہی ایک چیلنج دے کر جس کا آپ کو علم بھی نہ تھا اور بلاوجہ لاہور کے گلی کوچوں میں اپنی اور حضور علیہ السلام کے مقابلہ نہ کرنے کی مشہوری کر دی ہے تو آپؑ نے 28 اگست 1900ء کو ایک اور اشتہار دیا جس میں آپ نے فرمایا کہ:

’’مجھے معلوم ہوا کہ لاہور کے گلی کوچے میں پیر صاحب کے مرید اور ہم مشرب شہرت دے رہے ہیں کہ پیر صاحب تو بالمقابل تفسیر لکھنے کے لئے لاہور پہنچ گئے تھے مگر مرزا بھاگ گیا اور نہیں آیا۔ اس لئے پھر عام لوگوں کو اطلاع دی جاتی ہے کہ یہ تمام باتیں خلاف واقعہ ہیں بلکہ پیر صاحب خود بھاگ گئے ہیں۔ اور بالمقابل تفسیر لکھنا منظور نہیں کیا...... پھر بھی اگر پیر صاحب نے اپنی نیّت کو درست کر لیا ہے اور سیدھے طور پر بغیر زیادہ کرنے کسی شرط کے وہ میرے مقابل پر عربی میں تفسیر لکھنے کے لئے طیار ہو گئے ہیں تو مَیں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مَیں بہرحال اس مقابلے کے لئے جو محض بالمقابل عربی تفسیر لکھنے میں ہوگا لاہور میں اپنے تئیں پہنچاؤں گا۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 350)

اس کے بعد حضور نے پھر دو شرطوں کا اس میں اضافہ فرمایا تا کہ وہ بھاگ نہ جائیں اور مکر نہ جائیں۔ اشتہار کے آخر میں آپ نے پھر انہیں مباحثہ کی ایک اور آسان شرط لکھ دی کہ:

’’اگر پیر مہر علی شاہ صاحب بالمقابل عربی تفسیر لکھنے سے عاجز ہوں جیسا کہ درحقیقت یہی سچا امر ہے تو ایک اَور سہل طریق ہے جو وہ طرز مباحثہ کی نہیں جس کے ترک کے لئے میرا وعدہ ہے۔ اور وہ طریق یہ ہے کہ اس کی ذمہ داری مذکورہ بالا کے بعد میں لاہور میں آؤں اور مجھے اجازت دی جائے کہ اس مجمع عام میں جس میں ہر سہ رئیس موصوفین بھی ہوں۔ تین گھنٹہ تک اپنے دعوے اور دلائل کو پبلک کے سامنے بیان کروں۔ پیر مہر علی شاہ صاحب کی طرف سے کوئی خطاب نہ ہوگا۔ اور جب میں تقریر ختم کر چکوں تو پھر پیر مہر علی شاہ صاحب اُٹھیں اور وہ بھی تین گھنٹے تک پبلک کو مخاطب کر کے یہ ثبوت دیں کہ حقیقت میں قرآن اور حدیث سے یہی ثابت ہے کہ آسمان سے مسیح آئے گا۔ پھر بعد اس کے لوگ ان دونوں تقریروں کا خود موازنہ اور مقابلہ کر لیں گے۔ ان دونوں باتوں میں سے اگر کوئی بات پیر صاحب منظور فرمائیں تو بشرط تحریری ذمہ داری رؤسا مذکورین مَیں لاہور میں آ جاؤں گا۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 354)

حضرت مسیح موعودؑ کے اس اشتہار سے قبل ہی گولڑوی صاحب لاہور چھوڑ کر بھاگ گئے چنانچہ اس اشتہار کی تین کاپیاں رجسٹری

قرآن مجید ہر گمراہی سے نجات بخشتی اور ہر تاریکی سے نکالتی ہے

اللہ تعالیٰ نے سچے علوم کا منبع اور سرچشمہ قرآن شریف میں اس امت کو دیا ہے جو شخص ان حقائق اور معارف کو پالیتا ہے، جو قرآن شریف میں بیان کئے گئے ہیں اور جو محض حقیقی تقویٰ اور خشیت اللہ سے حاصل ہوتے ہیں، اسے وہ علم ملتا ہے جو اس کو انبیاء بنی اسرائیل کا مثیل بنا دیتا ہے۔ ہاں یہ بات بالکل سچ ہے کہ ایک شخص کو جو ہتھیار دیا گیا ہے اگر وہ اس سے کام نہ لے تو یہ اس کا اپنا قصور ہے نہ کہ اس ہتھیار کا۔ اس وقت دنیا کی یہی حالت ہو رہی ہے۔ مسلمانوں نے باوجودیکہ قرآن شریف جیسی بے مثل نعمت ان کے پاس تھی جو ان کو ہر گمراہی سے نجات بخشتی اور ہر تاریکی سے نکالتی ہے، لیکن انہوں نے اس کو چھوڑ دیا اور اس کی پاک تعلیموں کی کچھ پرواہ نہ کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اسلام سے بالکل دور جا پڑے ہیں۔ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 232)

کروا کر انہیں گولڑہ بھجوائی گئیں کہ وہ اس مقابلہ کے لئے لاہور تشریف لاویں اس کے لئے انہیں سیکنڈ کلاس کا کرایہ اور دو خادموں کے لئے انٹر کا کرایہ بھی پیش کیا جائے گا۔ مگر انہوں نے جواب ہی نہ دیا چنانچہ اس کے بعد پھر حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے پیر مہر علی شاہ گولڑوی کی خدمت میں ایک اور اشتہار بھجوایا جس میں مقابلہ کی ایک اور نئی تجویز دی اور لکھا کہ:

''اگر درحقیقت مہر علی شاہ صاحب علم و معارف قرآن اور عربی کی ادب اور فصاحت اور بلاغت میں یگانہ روزگار ہیں ...... اس لئے میں یہ تجویز کرتا ہوں کہ میں اسی جگہ بجائے خود سورۃ فاتحہ کی عربی فصیح میں تفسیر لکھ کر اس سے اپنے دعویٰ کو ثابت کروں اور اس کے متعلق معارف اور حقائق سورۃ ممدوحہ کے بھی بیان کروں اور حضرت پیر صاحب میرے مخالف آسمان سے آنے والے مسیح اور خونی مہدی کا ثبوت اس سے ثابت کریں۔''

حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ:

''ہم ان کو اجازت دیتے ہیں کہ وہ بے شک اپنی مدد کے لئے مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی عبدالجبار غزنوی اور محمد حسین بھین وغیرہ کو بلالیں بلکہ اختیار رکھتے ہیں کہ کچھ طمع دے کر دو چار عرب کے ادیب بھی طلب کر لیں۔ فریقین کی تفسیر چار جز سے کم نہیں ہونی چاہئیے اور اگر میعاد مجوزہ تک یعنی 15/دسمبر 1900ء سے 25/فروری 1901ء تک جو ستر دن ہیں۔ فریقین میں سے کوئی فریق تفسیر فاتحہ چھاپ کر شائع نہ کرے اور یہ دن گذر جائیں تو وہ جھوٹا سمجھا جائے گا اور اس کے کاذب ہونے کے کسی اور دلیل کی حاجت نہیں رہے گی۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 372-371)

ان تمام تحریرات سے یہ امر ظاہر ہے کہ حق کو چھپانے والے ایسے ہی لوگ ہوا کرتے ہیں جو محض اپنے جھوٹی عزت کو قائم رکھنے کی خاطر ہر قسم کی چالاکیاں اور مکاریاں کرتے آئے ہیں اور عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہیں۔ لیکن آسمان کا خدا بھی ہمیشہ اپنے بھیجے ہوؤں کی تائید کرتا ہے اور انہیں غلبہ بخشتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں یہ آیت موجود ہے۔

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ

(المجادلہ:22)

اللہ نے لکھ رکھا ہے کہ ضرور مَیں اور میرے رسول غالب آئیں گے۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل سے ایسا ہی ظہور پذیر ہو رہا ہے۔ خدا تعالیٰ کی تائید اس الٰہی سلسلہ کے ساتھ ہو رہی ہے۔ فالحمدللہ علیٰ ذلک۔

اب خاکسار اس مضمون کے آخری حصے کی طرف آتا ہے اور وہ ہے

کتاب اعجاز المسیح کی تصنیف اور اس کا پس منظر

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے سورۃ فاتحہ کی تفسیر فصیح عربی زبان میں لکھنے کا جو اعلان فرمایا تھا اس کے مطابق اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی خاص تائید سے حضرت اقدس علیہ السلام نے مدت معینہ کے اندر 23 فروری 1901ء کو ''اعجاز المسیح'' کے نام سے فصیح و بلیغ عربی زبان میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر شائع کر دی اور اس کتاب کے سرورق پر آپ نے یہ پیشگوئی کرتے ہوئے بڑی تحدّی سے فرمایا کہ یہ ایک لاجواب کتاب ہے۔ فرمایا:

''فانه كتاب ليس له جواب فمن قام للجواب و تنمر فسوف يرى انه تندم و تدمر'' یعنی یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ کوئی شخص اس کا جواب لکھنے پر قادر نہیں ہو سکے گا۔ اور جس شخص نے بھی اس کا جواب لکھنے پر کمر باندھی اور تیاری شروع کی وہ سخت نادم اور ذلیل ہوگا۔''

نیز آپ نے فرمایا:

''کہ یہ صاحب نادان شخص اگر از خود اس کام کی طاقت نہیں رکھتے تو میری طرف سے اجازت ہے کہ اپنے ہم مشرب علماء کو ساتھ ملا لیں یا اپنی مدد کے لئے عرب سے ایک گروہ ادیبوں کا بلا لیں یا اپنی قوم کے صلحاء سے اس مہم کے سر کرنے کے لئے ہمت اور دعا بھی طلب کر لیں۔ پس یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ لوگ جان لیں کہ یہ سب جاہل ہیں۔ ان میں سے نہ ایک شخص اس کام کی طاقت رکھتا ہے نہ سب مل کر ایسا کر سکتے ہیں۔''

پھر بڑی تحدّی اور شان و شوکت سے آپؑ نے یہ اعلان فرمایا کہ:

''یہ حقیقت ہے اور میں سچ کہتا ہوں کہ یہ کلام ایک شمشیر براں ہے جس نے ہر جھگڑنے والے کو کاٹ کر رکھ دیا ہے۔ لہٰذا اب کوئی مدمقابل باقی نہیں رہا۔ پس جو یہ سمجھتا ہے کہ فصیح البیان ہے اور اس کا کلام چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا ہے تو اس پر اب خاموشی حرام ہے۔ اسے چاہئے کہ اس کی مثیل لائے اور خواہ ان کے باپ، بیٹے، ہمنشیں، علماء، حکماء اور فقہاء سب مل کر بھی کوشش کریں کہ اس تھوڑی اور قلیل مدت میں اس کی مثیل لاسکیں تو وہ ایسا نہیں کر سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ میں نے اس کے بارہ میں دعا کی تو میری دعا کو شرف قبولیت بخشا گیا۔ پس اب کوئی لکھنے والا خواہ وہ بڑا ہو یا چھوٹا اس کا جواب لکھنے پر قدرت نہیں رکھے گا۔ یہ معارف کا خزانہ ہے بلکہ ان کا شہر ہے اور یہ حقائق کے پانی اور حقائق کی مٹی سے بنائی گئی ہے۔''

آپ نے مزید یہ بھی فرمایا کہ:

''میں نے اس کتاب کے لئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اسے علماء کے لئے معجزہ بنائے اور کوئی ادیب اس کی نظیر لانے پر قادر نہ ہو۔ اور ان کو لکھنے کی توفیق نہ ملے۔ اور میری یہ دعا قبول ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بشارت دی اور کہا مَنَعَهُ مَانِعٌ مِّنَ السَّمَآءِ۔ کہ آسمان سے ہم اسے روک دیں گے اور میں سمجھا کہ اس میں اشارہ ہے کہ دشمن اس کی مثال لانے پر قادر نہیں ہوں گے۔'' (ترجمہ عربی عبارت از اعجاز المسیح روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 42 تا 68)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر یہ بھی پیشگوئی فرمائی کہ:

''آج رات کو الہام ہوا منعه مانع من السماء یعنی اس تفسیر نویسی میں کوئی تیرا مقابلہ نہ کر سکے گا۔ خدا نے مخالفین سے سلب طاقت اور سلب علم کر لیا ہے۔ اگرچہ ضمیر واحد مذکر غائب ایک شخص مہر شاہ کی طرف ہے لیکن خدا نے ہمیں سمجھایا ہے کہ اس شخص کے وجود میں تمام مخالفین کا وجود شامل کر کے ایک ہی کا حکم رکھا ہے تاکہ اعلیٰ سے اعلیٰ اور اعظم سے اعظم معجزہ ثابت ہو کہ تمام مخالفین ایک وجود یا کئی جان ایک قالب بن کر اس تفسیر کے مقابلہ میں لکھنا چاہیں تو ہرگز نہ لکھ سکیں گے۔''

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 441)

اور جس نے کوشش کی جیسا کہ ایک مولوی محمد حسن فیضی، جو خدا تعالیٰ کی مشیت خاص اور حضرت مسیح موعودؑ کے الہام منعه مانع من السماء کی سچائی کا گواہ بنتے ہوئے ہلاک ہوگیا۔

پس حقیقت یہی ہے کہ دشمنان احمدیت پہلے بھی اور آج بھی یہی کوشش کر رہے ہیں کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی صداقت کو لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ اپنے منہ کی جھاگوں سے خدا کے نور کو بجھا دیں ایسا نہ پہلے کبھی ہوا اور نہ ایسا کبھی آئندہ ہوگا۔ حضرت اقدس کے چیلنجز، کتب اور تفاسیر آج بھی اسی طرح زندہ جاوید کارنامے کے طور پر موجود ہیں اور آپ کے چیلنجز آج بھی اسی طرح زندہ ہیں جیسا کہ آپ کے زمانہ میں تھے۔ خدا کے مامور کی باتیں پوری ہو رہی ہیں۔ اور دنیا اس بات کی گواہ بنتی چلی جا رہی ہے۔ کاش لوگ مامور من اللہ کی آواز پر کان دھریں!

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

......☆......☆......

قرآن مجید کی تعلیم قیامت تک کے لئے ہے

قرآن کریم کے معارف وحقائق کے اظہار کا سلسلہ قیامت تک دراز کیا گیا ہے۔ ہر زمانے میں نئے معارف اور اسرار ظاہر ہوتے ہیں۔ فلسفی اپنے رنگ میں، طبیب اپنے مذاق پر، صُوفی اپنے طرز پر بیان کرتے ہیں اور پھر یہ تفصیل بھی حکیم وخبیر خدا نے رکھی ہے۔ حکیم اس کو کہتے ہیں کہ جن چیزوں کا علم مطلوب ہو وہ کامل طور پر ہو اور پھر عمل بھی کامل ہو ایسا کہ ہر ایک چیز کو اپنے اپنے محل وموقع پر رکھ سکے۔ حکمت کے معنی وَضْعُ الشَّيْءِ فِيْ مَحَلِّهٖ اور خبیر مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی ایسا وسیع علم کہ کوئی چیز اس کی خبر سے باہر نہیں۔ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 346)

جماعت احمدیہ کی طرف سے تراجم قرآن کریم کا عظیم الشان کارنامہ

(نصیر احمد قمر، مدیر اعلیٰ الفضل انٹرنیشنل، لندن)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (الجمعہ 3-4)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اُمّی لوگوں میں انہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کیا۔ وہ ان پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی کھلی گمراہی میں تھے۔ اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی ان سے نہیں ملے اور وہ کامل غلبہ والا اور صاحب حکمت ہے۔

حدیث میں آتا ہے، حضرت ابوھریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ آپؐ پر سورۃ جمعہ نازل ہوئی۔ جب آپؐ نے اس کی آیت وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (الجمعہ:3) پڑھی (جس کے معنی یہ ہیں کہ "کچھ بعد میں آنے والے لوگ بھی ان صحابہ میں شامل ہوں گے جو ابھی ان کے ساتھ نہیں ملے") تو ایک آدمی نے پوچھا یا رسول اللہ یہ کون لوگ ہیں؟ (جو درجہ تو صحابہ کا رکھتے ہیں لیکن ابھی ان میں شامل نہیں ہوئے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس آدمی نے تین دفعہ یہی سوال دہرایا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسیؓ ہم میں بیٹھے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنا ہاتھ ان کے کاندھے پر رکھا اور فرمایا کہ اگر ایمان ثریا کے پاس بھی پہنچ گیا (یعنی زمین سے اُٹھ گیا) تو ان لوگوں میں سے ایک شخص، اور بعض روایات کے مطابق، کچھ لوگ اسے واپس لے آئیں گے۔

آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد میں جہاں ایک بہت ہی عظیم الشان بشارت دی گئی ہے وہاں اس میں یہ انذار بھی شامل تھا کہ امت محمدیہ پر ایک وقت ایسا آئے گا جب باوجود اس کے کہ قرآن مجید بظاہر تو موجود ہوگا لیکن لوگوں کے دلوں سے اُٹھ جائے گا اور ایمان ثریا پر چلا جائے گا۔

قرآن کریم کی متعدد آیات میں اور احادیث نبویہ میں اس زمانے کی مزید علامات تفصیل سے بیان کی گئی ہیں اور اس زمانے کی تعیین کی گئی ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی متعدد کتب میں تفصیل سے اس مضمون پر روشنی ڈالی ہے اور خاص طور پر سورۃ المومنون کی آیت 19 کے الفاظ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۭ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ (المومنون:19) (یعنی اور ہم اسے لے جانے پر بھی یقیناً قدرت رکھتے ہیں) سے ایک لطیف استدلال فرماتے ہوئے اپنی تصنیف ازالہ اوہام میں تحریر فرماتے ہیں:

"اس آیت کے اعداد بحساب جمل 1274 ہیں اور 1274 کے زمانہ کو جب عیسوی تاریخ میں دیکھنا چاہیں تو 1857 ہوتا ہے۔ سو درحقیقت ضعف اسلام کا ابتدائی زمانہ یہی 1857 ہے جس کی نسبت خدا تعالیٰ آیت موصوفہ بالا میں فرماتا ہے کہ جب وہ زمانہ آئے گا تو قرآن زمین پر سے اُٹھا لیا جائے گا۔"

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 89 حاشیہ)

اسی طرح آپ نے فرمایا:

"اس زمانہ میں بلاشبہ کتاب الٰہی کے لئے ضروری ہے کہ اس کی ایک نئی اور صحیح تفسیر کی جائے کیونکہ حال میں جن تفسیروں کی تعلیم دی جاتی ہے وہ نہ اخلاقی حالت کو درست کرسکتی ہیں اور نہ ایمانی حالت پر نیک اثر ڈالتی ہیں بلکہ فطرتی سعادت اور نیک روشنی کی مزاحم ہورہی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دراصل اپنے اکثر زوائد کی وجہ سے قرآن کریم کی تعلیم نہیں ہے قرآنی تعلیم ایسے لوگوں کے دلوں سے مٹ گئی ہے کہ گویا قرآن آسمان پر اٹھایا گیا ہے۔ وہ ایمان جو قرآن نے سکھلایا تھا اس سے لوگ بے خبر ہیں وہ عرفان جو قرآن نے بخشا تھا اس سے لوگ غافل ہوگئے ہیں۔ ہاں یہ سچ ہے کہ قرآن پڑھتے ہیں مگر قرآن اُن کے حلق سے نیچے نہیں اُترتا۔ انہیں معنوں سے کہا گیا ہے کہ آخری زمانہ میں قرآن آسمان پر اُٹھایا جائے گا۔ پھر انہیں حدیثوں میں لکھا ہے کہ پھر دوبارہ قرآن کو زمین پر لانے والا ایک مرد فارسی الاصل ہوگا جیسا کہ فرمایا ہے **لو کان الایمان معلقًا عند الثریا لنالہ رجل من فارس**۔ یہ حدیث درحقیقت اسی زمانہ کی طرف اشارہ کرتی ہے جو آیت اِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۭ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ میں اشارۃً بیان کیا گیا ہے۔" (ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ نمبر 492-493 حاشیہ)

الغرض تیرھویں صدی ہجری کا یہ وہ زمانہ تھا جس میں قرآن عملاً زمین سے اُٹھ چکا تھا ایک بڑی تعداد مسلمانوں کی ایسی تھی جو قرآن پڑھنا ہی نہیں جانتی تھی۔ قرآن غلافوں میں بند کر کے طاقچوں کی زینت بنادیا گیا تھا۔ جو قرآن پڑھتے تھے ان میں سے اکثریت کا حدیث نبوی کے مطابق یہ حال تھا کہ وہ ان کے حلق سے نیچے ہی نہیں اُترتا تھا اور ان کی زندگیوں میں قرآنی تعلیم کا کوئی اظہار نہیں ہوتا تھا۔ بہت سی اعتقادی اور علمی وعملی خرابیاں مسلمانوں میں پیدا ہوچکی تھیں۔ اور لَا يَبْقٰى مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اسْمُهٗ وَلَا يَبْقٰى مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ کا مضمون ان پر صادق آتا تھا۔ علما کی حالت اور بھی ناگفتہ بہ تھی۔ قرآنی آیات کی منسوخی کا باطل عقیدہ ان میں رائج تھا۔ ایک سے لیکر سات سو تک آیات منسوخ قرار دے دی گئی تھیں۔ بدقسمتی سے آج بھی ایسے علما پائے جاتے ہیں جو اس عقیدہ پر نہ صرف قائم ہیں بلکہ بڑی ڈھٹائی کے ساتھ اس کا پرچار کرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ یہ عقیدہ توہین قرآن کے مترادف ہے۔ قرآن مجید میں مذکور انبیاء علیہم السلام کے واقعات کو محض قصوں اور کہانیوں کے طور پر پیش کیا جاتا تھا۔ ایک طبقہ ایسا تھا جو احادیث کو اور روایات کو قرآن پر مقدم رکھتا تھا۔ بعض مسلمانوں نے حال کے جدید علوم اور فلسفہ اور سائنس سے ڈر کر قرآنی آیات کو تاویلات کے شکنجے پر چڑھادیا تھا اور اس میں اس حد تک دُور نکل گئے کہ اللہ تعالیٰ کی وحی والہام، استجابت دعا، نزول ملائکہ اور اخبار غیبیہ وغیرہ اہم امور کا انکار کردیا۔ مسلمانوں کی عملی وعلمی پستی اور ادبار کے پیش نظر غیروں کو اور بھی جرأت ملی اور انہوں نے قرآن کریم پر ہر طرف سے اور ہر قسم کے اعتراضات کی بوچھاڑ شروع کردی۔

غرض یہ وہ زمانہ تھا کہ جب ایمان ثریا پر اُٹھ گیا تھا اور قرآن آسمان پر اٹھایا جاچکا تھا اور اب وہ وقت آچکا تھا کہ وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ میں مذکور پیشگوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح کے مطابق وہ رجل فارس مبعوث ہو جو قرآن کو آسمان سے واپس لائے اور ایمان کو پھر سے دلوں میں قائم کرے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے آیت قرآنی وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ کی تفسیر میں یہ لطیف نکتہ بیان فرمایا ہے کہ اس کے اعداد میں ہی اس زمانے کی طرف اشارہ کردیا گیا تھا جو اس موعود رجل فارس کے ظہور کا زمانہ تھا۔ آپ فرماتے ہیں:

قرآن کریم میں ہر ایک غلط عقیدہ اور بُری تعلیم کے استیصال کے لئے کافی تعلیم موجود ہے

قرآن کریم ہر ایک قسم کی تعلیم اپنے اندر رکھتا ہے۔ ہر ایک غلط عقیدہ یا بُری تعلیم جو دنیا میں ممکن ہے، اس کے استیصال کے لئے کافی تعلیم اس میں موجود ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عمیق حکمت وتصرف ہے۔ چونکہ کامل کتاب نے آکر کامل اصلاح کرنی تھی، ضرور تھا کہ اس کے نزول کے وقت اس کے جائے نزول میں بیماری بھی کامل طور پر ہو، تا کہ ہر بیماری کا کامل علاج مہیا کیا جاوے۔ سو اس جزیرہ میں کامل طور سے بیمار (لوگ موجود) تھے اور جن میں وہ تمام رُوحانی بیماریاں موجود تھیں جو اس وقت یا اس کے بعد آئندہ نسلوں کو لاحق ہونے والی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ قرآن شریف نے کل شریعت کی تکمیل کی۔ دوسری کتابوں کے نزول کے وقت نہ یہ ضرورت تھی نہ اُن میں ایسی کامل تعلیم ہے۔ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 24)

اس آیت میں وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ کے تمام حروف کے اعداد سے جو 1275 ہیں اس بات کی طرف اشارہ کر دیا جو وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ کا مصداق جو فارسی الاصل ہے اپنے نشان ظاہر کا بلوغ اس سن میں پورا کر کے صحابہ سے مناسبت پیدا کرلے گا۔ سو یہی سن 1275 ہجری جو آیت وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ کے حروف کی اعداد سے ظاہر ہوتا ہے اس عاجز کی بلوغ اور پیدائش ثانی اور تولد روحانی کی تاریخ ہے۔'' (آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 219۔220)

چنانچہ بانی جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی موعود علیہ السلام قرآن وحدیث میں مذکور پیشگوئیوں کے عین مطابق خدا تعالیٰ کی طرف سے احیاء دین اسلام اور قیام شریعت کیلئے مبعوث ہوئے۔ آپ نے فرمایا:

'' مجھے خدا تعالیٰ نے اس چودھویں صدی کے سر پر اپنی طرف سے مامور کر کے دین متین اسلام کی تجدید اور تائید کے لئے بھیجا ہے تا کہ میں اس پُر آشوب زمانہ میں قرآن کی خوبیاں اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتیں ظاہر کروں اور اُن تمام دشمنوں کو جو اسلام پر حملہ کر رہے ہیں اُن نوروں اور برکات اور خوارق اور علوم لدنیہ کی مدد سے جواب دوں جو مجھ کو عطا کئے گئے ہیں۔'' (برکات الدعا، روحانی خزائن، جلد 6، صفحہ 34)

اسی طرح آپ نے فرمایا:

''خداوند تعالیٰ نے اس احقر عباد کو اس زمانہ میں پیدا کر کے اور صدہا نشان آسمانی اور خوارقِ غیبی اور معارف وحقائق مرحمت فرما کر اور صدہا دلائل عقلیہ قطعیہ پر علم بخش کر یہ ارادہ فرمایا ہے کہ تا تعلیمات حقہ قرآنی کو ہر قوم اور ہر ملک میں شائع اور رائج فرماوے اور اپنی حجت ان پر پوری کرے۔'' (براہین احمدیہ، روحانی خزائن، جلد اول، صفحہ 596، حاشیہ نمبر 3)

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ صرف رسمی اور ظاہری طور پر قرآن شریف یا اس کے تراجم کو پھیلانا ہی خدمت قرآن ہے۔ مگر حضور علیہ السلام نے فرمایا:

''صرف رسمی اور ظاہری طور پر قرآن شریف کے تراجم پھیلانا یا فقط کتب دینیہ اور احادیث نبویہ کو اردو یا فارسی میں ترجمہ کر کے رواج دینا یا بدعات سے بھرے ہوئے خشک طریقے جیسے زمانہ حال کے اکثر مشائخ کا دستور ہو رہا ہے سکھلانا یہ امور ایسے نہیں ہیں جن کو کامل اور واقعی طور پر تجدید دین کہا جائے بلکہ مؤخر الذکر طریق تو شیطانی راہوں کی تجدید ہے اور دین کا رہزن۔ قرآن شریف اور احادیث صحیحہ کو دنیا میں پھیلانا بے شک عمدہ طریق ہے مگر رسمی طور پر اور تکلف اور فکر اور خوض سے یہ کام کرنا اور اپنا نفس واقعی طور پر حدیث اور قرآن کا مورد نہ ہونا ایسی ظاہری اور بے مغز خدمتیں ہر ایک باعلم آدمی کر سکتا ہے اور ہمیشہ جاری ہیں۔ ان کو مجددیت سے کچھ علاقہ نہیں یہ تمام امور خدا تعالیٰ کے نزدیک فقط استخوان فروشی ہے اس سے بڑھکر نہیں۔''

اسی طرح فرمایا:

جو لوگ خدا تعالیٰ کی طرف سے مجددیت کی قوت پاتے ہیں وہ نرے استخوان فروش نہیں ہوتے بلکہ وہ واقعی طور پر نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور روحانی طور پر آنجناب کے خلیفہ ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ انہیں ان تمام نعمتوں کا وارث بناتا ہے جو نبیوں اور رسولوں کو دی جاتی ہیں اور انکی باتیں از قبیل جوشیدن ہوتی ہیں نہ محض از قبیل کوشیدن۔ اور وہ حال سے بولتے ہیں نہ مجرد قال سے۔ اور خدا تعالیٰ کے الہام کی تجلّی انکے دلوں پر ہوتی ہے اور وہ ہر ایک مشکل کے وقت روح القدس سے سکھلائے جاتے ہیں اور انکی گفتار اور کردار میں دنیا پرستی کی ملونی نہیں ہوتی کیونکہ وہ بکلّی مصفّا کئے گئے اور بتمام وکمال کھینچے گئے ہیں۔'' (فتح اسلام، روحانی خزائن جلد نمبر 3 صفحہ 6۔7 حاشیہ)

اس غرض سے آپ کی محنت اور جانفشانی اور جوش وجذبہ کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک موقع پر آپ نے فرمایا:

'' میری روزانہ زندگی کا آرام اسی میں ہے کہ میں اسی کام میں لگا رہوں۔ بلکہ میں اس کے بغیر جی ہی نہیں سکتا کہ میں اس کا اور اس کے رسول کا اور اس کی کلام کا جلال ظاہر کروں۔'' (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 519)

آپ نے بتایا کہ ہدایت کے تین ذرائع ہیں جن میں سے سب سے اول قرآن کریم ہے۔ اس کے بعد سنّت نبویؐ اور تیسرا ذریعہ ہدایت کا حدیث ہے اور یہ کہ اگر کوئی حدیث قرآن کریم سے مخالف ہو تو ہرگز نہیں ماننی چاہئے۔

اسی طرح آپ نے سچی اور صحیح تفسیر قرآن کے اصول بیان فرمائے اور مسلمانوں میں پائی جانے والی اعتقادی وعملی غلطیوں کی اصلاح کر کے اور غلط تفسیروں کے بطلان کو ثابت کر کے قرآنی صداقتوں کو نکھار کر پیش فرمایا۔

آپ نے تمام مذاہب کے ماننے والوں اور مخالف الرائے مسلمانوں وغیرہ کو مخاطب کر کے دعوت مبارزت دی کہ اگر وہ اسلام یا قرآن یا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے متعلق کوئی اعتراضات رکھتے ہیں تو وہ میرے مقابل پر آئیں اور میں ان کا جواب دوں گا۔ اس کے لئے آپ نے انعامی چیلنج بھی دیئے مگر کسی کو مقابل پر آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور اگر کسی نے قرآن میں کہیں سے کوئی اعتراض اُٹھایا تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر وہیں سے قرآنی علوم ومعارف اور حکمتوں کا ایک دریا بہتا ہوا دکھا دیا۔

قرآن مجید کے زندہ کتاب ہونے اور اس کی برکات وتاثیرات کے اثبات میں حضور علیہ السلام نے صرف علمی وعقلی دلائل ہی پیش نہیں فرمائے بلکہ ان کے تازہ بتازہ ثبوت میں حضرت مسیح موعود نے اپنی ذات کو، اپنے وجود کو پیش فرمایا۔ اور پھر یہ بات آپ کی ذات اقدس تک ہی محدود نہیں رہی بلکہ آپ نے خدا تعالیٰ کے حکم سے ایک ایسی جماعت کی بنیاد رکھی جو قرآن مجید کی حقانیت اور اس کی سچائیوں پر عملی طور پر گواہ ہے۔ ایک موقع پر آپ نے فرمایا:

'' قرآن شریف ایک زندہ اور روشن کتاب ہے...... میں بار بار اس امر کی طرف ان لوگوں کو جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہیں نصیحت کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اس سلسلہ کو کشف حقائق کے لئے قائم کیا ہے کیونکہ بدوں اس کے عملی زندگی میں کوئی روشنی اور نور پیدا نہیں ہو سکتا اور میں چاہتا ہوں کہ عملی سچائی کے ذریعہ اسلام کی خوبی دنیا پر ظاہر ہو جیسا کہ خدا نے مجھے اس کام کے لئے مامور کیا ہے۔'' (ملفوظات جلد دوم صفحہ 113 ایڈیشن 2003 مطبوعہ ربوہ)

چنانچہ حضور علیہ السلام نے جہاں قرآن مجید پر وارد ہونے والے اعتراضات کے جواب دیئے اور کثرت سے ایسی کتب تحریر فرمائیں جو قرآن مجید کی خوبیوں اور کمالات کے ذکر سے معمور ہیں وہاں اپنی قوت قدسیہ اور پاک نصائح اور عملی تدبیروں کے ساتھ اپنی جماعت کے افراد کے دلوں میں قرآن مجید کی محبت کو اس طرح راسخ کر دیا کہ وہ دل وجاں سے اس پر فدا ہیں اور اس کی مقدس تعلیمات کو اپنی زندگیوں میں جاری کرنے کیلئے اور جمال وحسن قرآن سے غیروں کو آگاہی بخشنے کے لئے مسلسل مصروف جہاد ہیں۔

الغرض حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے خدمت قرآن کی جو راہیں اپنے قول اور فعل سے روشن فرمائی تھیں، آپؑ کے بعد آپؑ کے مقدس خلفاء کرام نے ان تمام نورانی راہوں پر بڑے عزم اور استقلال کے ساتھ قدم آگے بڑھایا اور آپ کی قائم کردہ بنیادوں پر ایک عالی شان عمارت کھڑی کر دی۔ حقیقت یہ ہے کہ خلفائے مسیح موعودؑ نے اپنے آقا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی نمائندگی میں تمام عالم میں قرآنی تعلیمات کی حقانیت کے اثبات اور قرآنی علوم ومعارف اور حقائق ودقائق کی تعلیم وتدریس اور ترویج واشاعت اور قرآن مجید کی عزت وعظمت کے اظہار اور اس کے عملی نمونوں کے قیام واستحکام کیلئے جس محنت اور جانفشانی سے اپنے جگر خون کئے اور مسیح پاک علیہ السلام کی جاری فرمودہ عظیم مہمات کو نہایت کامیابی وکامرانی سے آگے بڑھایا اس کا ذکر اس مختصر سے مضمون میں ممکن نہیں۔ یہ داستان بہت طویل، لذت بھری اور حد درجہ ایمان افروز ہے۔

قرآن شریف نے ہر طرح کے انسانوں اور مختلف عقل والوں کی پرورش کرنے کے طریق سکھلائے

قرآن شریف نے جس قدر تقویٰ کی راہیں بتلائیں اور ہر طرح کے انسانوں اور مختلف عقل والوں کی پرورش کرنے کے طریق سکھلائے ایک جاہل، عالم اور فلسفی کی پرورش کے راستے، ہر طبقہ کے سوالات کے جواب، غرضیکہ کوئی فرقہ نہ چھوڑا جس کی اصلاح کے طریق نہ بتائے۔ یہ ایک صحیفہ قدرت تھا جیسے کہ فرمایا فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (البینۃ: ۴) یہ وہ صحیفے ہیں جن میں کل سچائیاں ہیں۔ یہ کیسی مبارک کتاب ہے کہ اس میں سب سامان اعلیٰ درجہ تک پہنچنے کے موجود ہیں۔ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 25)

اگر چہ خلافت حقہ اسلامیہ سے وابستہ جماعت احمدیہ کے علاوہ بھی بعض مسلمان افراد، اداروں، جماعتوں، فرقوں یا حکومتوں نے مختلف زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم شائع کئے ہیں لیکن احمدیہ مسلم جماعت وہ منفرد جماعت ہے جس نے خلافت حقہ اسلامیہ کی بابرکت قیادت اور مقدس رہنمائی میں باقاعدہ ایک منظم پروگرام کے تحت دنیا کی مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے اور اس سلسلہ میں اٹھنے والے تمام اخراجات افراد جماعت احمدیہ اپنے امام کی تحریک پر خود برداشت کرتے ہیں۔

اگر چہ اس جماعت کے اکثر افراد دنیوی اور مادی وسائل کے لحاظ سے بہت معمولی حیثیت رکھتے ہیں اور اس جماعت کے پاس نہ تو تیل کی دولت ہے اور نہ دوسرے معدنی ذخائر کی لیکن اس جماعت کو ایسی سیادت نصیب ہے جو خدا تعالیٰ سے مؤید ومنصور ہے اور جس کی پیشگوئی پہلے سے قرآن وحدیث میں کی گئی تھی۔ اور اس الٰہی امامت وخلافت کو سچے دلوں اور اخلاص کی دولت سے مالامال افراد پر مشتمل ایسی جماعت عطا ہوئی ہے جو دین کو دنیا پر مقدم رکھتے ہوئے اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے جان، مال، وقت اور عزت سب کچھ قربان کرنے کیلئے ہمہ وقت مستعد ہے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ جماعت احمدیہ کو خدمت قرآن کی اس توفیق اور سعادت کا ملنا خود قرآن مجید میں مذکور پیش خبریوں اور پیشگوئیوں کے عین مطابق ہے اور اس کے ساتھ الٰہی نصرت وتائید اور کامیابی کے عظیم الشان وعدے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے یہ خدمت اور یہ سعادت پہلے سے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق، آپ کے عظیم روحانی فرزند اور غلام، جریُ اللہ فی حلل الانبیاء حضرت مسیح موعودؑ اور وَاٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ (الجمعۃ:4) کی مصداق آپ کو عطا ہونے والی جماعت کیلئے مقدر فرما رکھی تھی۔ سو ضرور تھا کہ ایسا ہوتا اور ایسا ہی ہوا۔ اور یہ وہ خاص امتیاز ہے جو کسی اور مسلمان فرد، ادارے، تنظیم، فرقے یا جماعت کو حاصل نہیں۔

اس بات کے ثبوت میں اور اس کی کسی قدر وضاحت کیلئے بانی جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام کے بہت سے ارشادات میں سے صرف چند ایک ذیل میں ہدیۂ قارئین ہیں جن میں آپ نے قرآن مجید کی روشنی میں یہ ثابت فرمایا ہے کہ مختلف زبانوں میں قرآن مجید، فرقان حمید کے تراجم اور تعلیمات قرآنیہ کی اشاعت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں اور اسی کے ہاتھوں سے مقدر تھی جس کا آنا ظلی اور بروزی طور پر گو یا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آنا تھا۔ اور یہ سب خدمتیں، یہ سب کامیابیاں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا سلسلہ اور آپ ہی کی روحانی توجہات کا فیض ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے اغراض میں سے ایک تکمیل دین بھی تھا جس کیلئے فرمایا گیا تھا اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ (المائدہ:4) اب اس کی تکمیل میں دو خوبیاں تھیں۔ ایک تکمیل ہدایت اور دوسری تکمیل اشاعت ہدایت۔

تکمیل ہدایت کا زمانہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا پہلا زمانہ تھا اور تکمیل اشاعت ہدایت کا زمانہ آپؐ کا دوسرا زمانہ ہے جبکہ وَاٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ (الجمعۃ:4) کا وقت آنے والا ہے اور وہ وقت اب ہے۔ یعنی میرا زمانہ یعنی مسیح موعود کا زمانہ۔'' (الحکم جلد 6 نمبر 43 مورخہ 30/نومبر 1902، صفحہ اول)

اسی طرح فرمایا:

''اتمام نعمت کی صورتیں دراصل دو ہیں۔ اول تکمیل ہدایت۔ دوم تکمیل اشاعت ہدایت۔ اب تم غور کرکے دیکھو تکمیل ہدایت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کامل طور پر ہو چکی لیکن اللہ تعالیٰ نے مقدر کیا تھا کہ تکمیل اشاعت ہدایت کا زمانہ دوسرا ہو جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بروزی رنگ میں ظہور فرماویں اور وہ زمانہ مسیح موعود اور مہدی کا زمانہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لِیُظۡہِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ (الصّف:10) اس شان میں فرمایا گیا ہے۔ تمام مفسرین نے بالاتفاق اس امر کو تسلیم کرلیا ہے کہ یہ آیت مسیح موعودؑ کے زمانہ سے متعلق ہے۔

درحقیقت اظہار دین اسی وقت ہوسکتا ہے جبکہ کل مذاہب میدان میں نکل آویں اور اشاعت مذہب کے ہر قسم کے مفید ذریعے پیدا ہوجائیں اور وہ زمانہ خدا کے فضل سے آگیا ہے۔ چنانچہ اس وقت پریس کی طاقت سے کتابوں کی اشاعت اور طبع میں جو جو سہولتیں میسر آئی ہیں وہ سب کو معلوم ہیں...... جس قدر آئے دن نئی ایجادیں ہوتی جاتی ہیں اسی قدر عظمت کے ساتھ مسیح موعودؑ کے زمانہ کی تصدیق ہوتی جاتی ہے اور اظہار دین کی صورتیں نکلتی آتی ہیں۔

اس لئے یہ وقت وہی وقت ہے جس کی پیشگوئی اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ لِیُظۡہِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ (الصّف:10) کہہ کر فرمائی تھی۔ یہ وہی زمانہ ہے جو اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ (المائدہ:4) کی شان کو بلند کرنے والا اور تکمیل اشاعت ہدایت کی صورت میں دوبارہ اتمام نعمت کا زمانہ ہے اور پھر یہ وہی وقت اور جمعہ ہے جس میں وَاٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ (الجمعۃ:4) کی پیشگوئی پوری ہوتی ہے۔''

(الحکم، جلد 6 نمبر 18 مورخہ 17/مئی 1902، صفحہ 5-6)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک موقع پر فرمایا:

قُوۡمُوۡا لِاِشَاعَۃِ الۡقُرۡاٰنِ وَسِیۡرُوۡا فِی الۡبُلۡدَانِ وَلَا تَصۡبُوۡا اِلَی الۡاَوۡطَانِ وَفِی الۡبِلَادِ الۡاِنۡکِلِیۡزِیَّۃِ قُلُوۡبٌ یَّنۡتَظِرُوۡنَ اِعَانَتَکُمۡ (نور الحق، الحصۃ الثانیہ، روحانی خزائن، جلد 8، صفحہ 247) یعنی قرآن کے شائع کرنے کیلئے کھڑے ہوجاؤ اور شہروں میں پھرو۔ اور اپنے ملکوں کی طرف مت مائل ہو۔ اور انگریزی ولایتوں میں ایسے دل ہیں جو تمہاری مددوں کا انتظار کر رہے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواہش تھی کہ یورپ اور امریکہ کے لوگوں میں اسلام کی اشاعت کیلئے قرآن کریم کی ایک تفسیر بھی تیار کر کے اور انگریزی میں ترجمہ کرا کے بھیجی جائے۔ یورپ اور مغربی ممالک میں حقیقی اسلامی تعلیمات اور قرآن کریم کی اشاعت کے حوالہ سے آپ نے ایک نہایت اہم ارشاد یہ فرمایا کہ:

''میں اس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے رَہ نہیں سکتا کہ یہ میرا کام ہے۔ دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہوگا جیسا مجھ سے یا جیسا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی میں داخل ہے۔''

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 518)

مذکورہ بالا اقتباس میں حضور علیہ السلام کے مبارک کلمات ''جیسا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ ہی میں داخل ہے'' سے بخوبی عیاں ہے کہ اس سے مراد اوّل طور پر آپؑ کے بعد قائم ہونے والی خلافت حقہ ہے اور اس کے بعد وہ جو اس خلافت مسیح موعود سے دلی محبت اور اخلاص اور وفا کے ساتھ وابستہ رہتے ہوئے مسیح موعودؑ کے درخت وجود کی سرسبز شاخوں میں شامل ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک موقعہ پر فرمایا تھا کہ:

صد بار رقص ہاکنم از خرمی اگر
بینم کہ حسن دلکش فرقاں نہاں نماند

یعنی میں خوشی کے مارے سینکڑوں دفعہ رقص کروں اگر یہ دیکھ لوں کہ قرآن کا دلکش جمال پوشیدہ نہیں رہا۔

چنانچہ جماعت احمدیہ کی 126 سالہ تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ حسن وجمال قرآن کو تمام عالم پر آشکار کرنے اور تکمیل اشاعت ہدایت کا وہ مبارک کام جس کا آغاز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقدس ہاتھوں سے ہوا تھا وہ الٰہی وعدوں کے مطابق آپ کے بعد ظاہر ہونے

قرآنی تعلیم میں یہ خوبی ہے کہ اس کا ہر حکم معلّل باغراض ومصالح ہے
قرآن مجید میں تاکید ہے کہ عقل، فہم، تدبر، فقاہت اور ایمان سے کام لیا جائے

''یہ خوبی قرآنی تعلیم میں ہے کہ اس کا ہر حکم معلّل باغراض ومصالح ہے اور اس لئے جابجا قرآن کریم میں تاکید ہے کہ عقل، فہم، تدبر، فقاہت اور ایمان سے کام لیا جائے اور قرآن مجید اور دوسری کتابوں میں یہی مابہ الامتیاز ہے۔ اور کسی کتاب نے اپنی تعلیم کو عقل اور تدبر کی دقیق اور آزاد نکتہ چینی کے آگے ڈالنے کی جرأت ہی نہیں کی۔ بلکہ

والی قدرت ثانیہ یعنی خلافت حقہ اسلامیہ احمدیہ کے ذریعہ نہایت کامیابی اور کامرانی کے ساتھ مسلسل وسعت پذیر ہے۔ اور جیسا کہ قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں بشارت دی گئی تھی خلافت حقہ اسلامیہ احمدیہ سے وابستہ افراد جماعت احمدیہ اس سلسلہ میں اپنے امام کے تابع تمام ذمہ داریوں کو ادا کرنے کیلئے دامے، درمے، سخنے ہر قسم کی قربانیاں پیش کرتے ہوئے نہایت محنت اور اخلاص اور جانفشانی کے ساتھ مصروف جہاد ہیں۔ آپ علیہ السلام کے مقدس خلفاء نے اس خواہش کو جس شان سے پورا کرنے کا فریضہ انجام دیا اس پر یقیناً مسیح پاک علیہ السلام کی روح خدا کے دربار میں خوشی سے جھومتی ہوگی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی ہدایت پر انگریزی ترجمہ قرآن کریم کا کام مولوی محمد علی صاحب کے سپرد کیا گیا اور اس کیلئے انہیں تمام ممکنہ ضروری سہولیات فراہم کی گئیں اور زرکثیر خرچ کیا گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ خود بنفس نفیس انگریزی ترجمہ قرآن کے نوٹس سنتے اور حقائق و معارف قرآن بیان فرماتے۔ آپ کی دلی خواہش تھی کہ انگریزی ترجمہ قرآن جلد شائع ہو۔ ترجمہ کے نوٹ آخری مراحل پر تھے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وفات ہوگئی اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح منتخب ہوئے تو مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء نے آپ کی خلافت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا بعد میں وہ قادیان کو چھوڑ کر لاہور منتقل ہو گئے اور ترجمہ قرآن کا وہ مسودہ جو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر ہدایت و نگرانی تیار ہوا تھا وہ بھی ساتھ لے گئے۔

اس کے بعد حضرت مصلح موعودؓ نے اس طرف توجہ فرمائی۔ آپؓ نے 1915 میں ایک پارہ کی تفسیر خود لکھی اور وہ اردو اور انگریزی میں طبع بھی ہوئی۔ اور فرمایا کہ میں ایک نمونہ قائم کر رہا ہوں۔ جماعت کے علما کا کام ہے کہ وہ اسی طرز پر اس کو آگے بڑھائیں۔

حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ، خان بہادر ابوالہاشم خان صاحب اور ملک غلام فرید صاحبؓ کو یہ ذمہ داری سونپی اور ان کی مجموعی کوششوں سے ایک مکمل اور مستند انگریزی ترجمہ اور پھر اس کی تفسیر بھی شائع ہوئی۔ قرآن مجید کی انگریزی تفسیر قریباً 3000 صفحات پر پھیلی ہوئی ہے جو عجیب و غریب قرآنی معارف کا حسین و دلفریب مرقع ہے۔ اس کے ساتھ حضرت مصلح موعودؓ کا دیباچہ بھی ہے۔ یورپ اور امریکہ کے چوٹی کے اہل علم نے اس کو سراہا۔ اسی طرح مسلمان مشاہیر نے بھی اس کی تعریف کی۔ ایک مستشرق رچرڈ بیل نے اسے قرآنی تعلیمات کو ایک ایسی شکل میں پیش کرنے کی کوشش قرار دیا جو موجودہ زمانہ کی ضروریات کے مناسب حال روحانی زندگی اور تبلیغی جدوجہد کی آئینہ دار ہے۔ اور مجموعی لحاظ سے روشن خیالی اور ترقی پسندی پر دلالت کرتی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 1944 میں مختلف زبانوں میں تراجم قرآن کریم کی اشاعت سے متعلق خصوصی تحریک فرمائی۔ چنانچہ آپ نے 20 ر اکتوبر 1944 کو دنیا کی سات مشہور زبانوں انگریزی، روسی، جرمن، فرانسیسی، اطالوی، ڈچ، ہسپانوی اور پرتگیزی زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کی عظیم الشان تحریک فرمائی اور پھر اپنے عہد خلافت میں اس کی تکمیل کیلئے کامیاب جدوجہد فرمائی۔ جیسا کہ قرآن مجید میں وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ کے الفاظ میں پیشگوئی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دوست مخلص صحابہ کے رنگ میں ہوں گے۔ جماعت احمدیہ کے افراد مرد و زن نے اس تحریک پر جس شان کے ساتھ اور والہانہ طور پر لبیک کہا وہ غیر معمولی ہے۔ جوں جوں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا خطبہ جمعہ جماعتوں میں پہنچا تراجم قرآن کریم کی اشاعت کے اخراجات کے لئے مزید وعدے آنے شروع ہوئے۔ اور اس تحریک کی اشاعت کے چند دن کے اندر اندر 9 تراجم کے لئے وعدہ جات موصول ہو گئے۔

خلافت کے عشاق نے روح مسابقت اور جذبۂ اخلاص کے ایسے شاندار نمونے دکھائے کہ حضرت مصلح موعودؓ نے 3 نومبر 1944 کے خطبہ جمعہ میں فرمایا:

''خدا تعالیٰ کا میرے ساتھ ہمیشہ یہ معاملہ رہا ہے کہ وہ جب کبھی میرے منہ سے کوئی بات نکلواتا ہے تو اس کی کامیابی کے سامان بھی کر دیتا ہے۔ اس تحریک کے بعد جو درخواستیں آئی ہیں وہ ہمارے مطالبہ سے بہت زیادہ ہیں۔ ہمارا مطالبہ تھا سات تراجم کے اخراجات کا اور درخواستیں آئی ہیں بارہ تراجم کے اخراجات کے لئے اور ابھی بیرونجات سے چٹھیاں آ رہی ہیں کہ وہ اس چندہ میں حصہ لینا چاہتے ہیں۔''
(الفضل 8 نومبر 1944ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے اندازہ کے مطابق ان تراجم اور ان کی چھپوائی کے لئے ایک لاکھ چورانوے ہزار روپے کی ضرورت تھی جس کا آپ نے جماعت سے مطالبہ کیا۔ لیکن مسیح موعود علیہ السلام اور خلافت حقہ کی فدائی جماعت نے دو لاکھ ساٹھ ہزار روپے کے وعدے قلیل عرصہ میں پیش کر دیئے اور پھر ان کا اکثر حصہ وصول ہو گیا اور دو سال کے عرصہ میں مذکورہ بالا ساتوں زبانوں میں تراجم مکمل ہو گئے۔ (انگریزی زبان میں ترجمہ پہلے سے مکمل ہو چکا تھا)

چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''قرآن کے سات مختلف زبانوں میں جو تراجم ہو رہے تھے وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے مکمل ہو گئے ہیں اور ان کی ایک اور نقل بینک میں محفوظ کر لی گئی ہے۔ صرف اس بات کا انتظار ہے کہ ہمارے مبلغین ان زبانوں کو سیکھ کر ان پر نظر ثانی کر لیں تا غلطی کا امکان نہ رہے۔''
(الفضل 28 دسمبر 1946ء)

الغرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقدس خلفاء کی نگرانی میں اور ان کی تحریکات کے مطابق مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم اور ان کی اشاعت کا مبارک سلسلہ مسلسل آگے بڑھتا رہا اور آج 30 ستمبر 2015 تک دنیا کی 74 زبانوں میں مکمل قرآن مجید کے تراجم کی اشاعت کی توفیق خلافت حقہ اسلامیہ احمدیہ سے وابستہ جماعت احمدیہ کو حاصل ہو چکی ہے۔ ان میں کئی تراجم کے ساتھ اہم آیات پر تشریحی نوٹس اور سورتوں کا تعارف اور مضامین کا تفصیلی انڈیکس بھی شامل ہے۔ ان میں سے بعض تراجم مثلاً اردو، انگریزی، ڈچ، جرمن، سواحیلی، لوگنڈا، فرنچ، پرتگیزی، فارسی، البانین، ڈینش، پولش، بنگالی، رشین وغیرہ کے کئی کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

علاوہ ازیں کئی زبانوں میں قرآن کریم کا ترجمہ ہو چکا ہے اور اس وقت نظر ثانی یا کمپوزنگ یا اشاعت کے لئے تیاری کے مختلف مراحل میں ہے۔ اسی طرح متعدد نئی زبانوں میں تراجم کی تیاری کا کام بھی سرعت سے آگے بڑھ رہا ہے۔

خلافت ثانیہ کے عہد میں اردو، ڈچ، سواحیلی، جرمن اور انگریزی کل پانچ زبانوں میں مکمل قرآن کریم کے تراجم طبع ہوئے۔ جبکہ آپ کے عہد میں ڈینش میں پہلے سات پاروں کا ترجمہ مع مختصر تفسیری نوٹس، یوگنڈا کی زبان میں پہلے پانچ پاروں کا ترجمہ مع مختصر تفسیری نوٹس اور مینڈے زبان میں پہلے پارہ کا ترجمہ شائع ہوا۔

خلافت ثالثہ کے دور میں یہ سلسلہ آگے بڑھا اور ڈینش، اسپرانٹو، انڈونیشین اور یوروبا چار مزید زبانوں میں مکمل قرآن کریم کے تراجم طبع ہوئے اسی طرح انگریزی میں تفسیر القرآن کا ایک جلد میں خلاصہ پہلی بار شائع ہوا۔ نیز سویڈش اور فجین زبان میں جزوی طور پر بعض پاروں کا ترجمہ طبع ہوا۔ آپ کے عہد میں کئی زبانوں میں لاکھوں کی تعداد میں قرآن مجید شائع ہو کر یورپ، افریقہ، امریکہ اور ایشیا میں تقسیم ہوا۔

خلافت رابعہ کے پہلے دو سالوں میں

انجیل خاموش کے چالاک اور عیار حامیوں نے اس خیال سے کہ انجیل کی تعلیم عقلی زور کے مقابل بے جان محض ہے، نہایت ہوشیاری سے اپنے عقائد میں اس امر کو داخل کر لیا کہ تثلیث اور کفارہ ایسے راز ہیں کہ انسانی عقل ان کی کنہ تک نہیں پہنچ سکتی۔ برخلاف اس کے فرقان حمید کی یہ تعلیم ہے اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ○الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ (آل عمران: ۱۹۱، ۱۹۲) یعنے آسمانوں کی بناوٹ اور زمین کی بناوٹ اور رات اور دن کا آگے پیچھے آنا دانشمندوں کو اُس اللہ کا صاف پتہ دیتے ہیں، جس کی طرف مذہب اسلام دعوت دیتا ہے۔ اس آیت میں کس قدر صاف حکم ہے کہ دانشمند اپنی دانشوں اور مغزوں سے بھی کام لیں۔ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 39)

گورمکھی اور لوگنڈا زبان میں قرآن کریم کے تراجم طبع ہوئے۔ اور 1984ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کو پاکستان کے فوجی ڈکٹیٹر ضیاء الحق کے ظالمانہ آرڈیننس کی بنا پر پاکستان سے ہجرت کرنا پڑی اس وقت تک گیارہ زبانوں میں مکمل قرآن کریم کے تراجم شائع ہو چکے تھے۔

1989ء کا سال جماعت کی تاسیس پر سو سال مکمل ہونے کے لحاظ سے صد سالہ جوبلی کا سال تھا اور جماعتی تاریخ میں یہ ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے اس کے شایان شان دیگر پروگراموں کی طرح مختلف زبانوں میں تراجم قرآن کریم کی اشاعت کا منصوبہ بھی تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے اپریل 1984ء میں پاکستان سے ہجرت کے بعد سے جولائی 1989ء تک کے ہجرت کے پانچ سالوں میں حسب ذیل 16 نئی زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم طبع ہوئے۔

(1) فرنچ ۔(2) اٹالین ۔(3) فجین ۔ (4) ہندی ۔ (5) رشین۔ (6) پرتگیز۔ (7) سویڈش۔ (8) کورین۔ (9) کیکویو۔ (10) سپینش۔(11) جاپانی۔ (12) ملائی (13) فارسی ۔ (14) سندھی ۔ (15) بنگلہ۔ (16) اڑیہ۔

(اٹالین ، ملائی اور فارسی ترجمہ سے متعلق طباعت پر معلوم ہوا کہ جلدی میں ان میں بعض غلطیاں رہ گئی ہیں۔ چنانچہ ان تراجم کی سرکولیشن روک دی گئی۔ فارسی ترجمہ ریویژن کے بعد شائع ہو چکا ہے۔ اٹالین ترجمہ پر ابھی کام جاری ہے۔)

1989ء میں کئی تراجم طباعت کے مختلف مراحل میں تھے اور جلسہ یوکے (جولائی 1989ء) تک شائع نہیں ہو سکے تھے۔ چنانچہ اگست 1989ء سے جولائی 1990ء تک کے صرف ایک سال کے عرصہ میں حسب ذیل 15 مزید نئی زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم شائع کرنے کی سعادت جماعت کو حاصل ہوئی۔

(1) البانین (2) مینڈے (3) گریک (4) تامل (5) ویتنامی (6) گجراتی (7) ٹرکش (8) طوالوئن (9) چینی (10) پشتو (11) پولش (12) چیک (13) سرائیکی (14) پنجابی (15) اگبو

اس طرح 1984ء میں جماعت کے زیر انتظام مختلف زبانوں میں شائع کردہ تراجم قرآن کریم کی جو تعداد صرف گیارہ تھی وہ جولائی 1990ء تک 42 میں تبدیل ہو چکی تھی۔ چھ سال کے قلیل عرصہ میں 31 نئے تراجم کے ساتھ یہ قریباً چار گنا اضافہ تھا اور ابھی کئی تراجم تکمیل کے بعد طباعت کے مختلف مراحل میں سے گزر رہے تھے۔

چنانچہ 1994ء تک جماعت کو مجموعی طور پر پچاس زبانوں میں تراجم قرآن کریم کی طباعت کی سعادت حاصل ہو چکی تھی۔

2003ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات تک صرف آپ کے اکیس سالہ عہد خلافت میں 47 زبانوں میں مکمل قرآن مجید کے تراجم طبع ہوئے۔ جبکہ اس کے علاوہ تھائی زبان میں 1999ء میں پہلے دس پاروں کا ترجمہ شائع ہوا۔ اور 2000ء میں جاوانیز میں پہلے دس پاروں کا ترجمہ شائع ہوا۔

جماعت احمدیہ کی صد سالہ جوبلی کے سال کی مناسبت سے آپ نے مختلف موضوعات پر قرآن مجید کی منتخب آیات کا سو سے زائد زبانوں میں ترجمہ کروا کر بھی شائع فرمایا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہدایت پر خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی منصوبہ کے تحت ان منتخب آیات کی آڈیو سی ڈیز اور ویڈیوز تیار کرنے کا کام شروع ہوا۔ خلافت خامسہ کے بابرکت دور میں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ نئے تراجم قرآن کریم کی تیاری اور ان کی اشاعت کا یہ کام بلندی کی نئی منزلیں طے کر رہا ہے۔

2003ء میں میانمار زبان میں پہلے دس پاروں کا ترجمہ شائع ہوا۔ اور پھر اگست 2015ء میں مکمل ترجمہ شائع ہوا۔　　علاوہ ازیں :

2004ء میں کناڈا اور کریول میں۔

2005ء میں اُزبک میں۔

2006ء میں مورے میں۔

2007ء میں فُولا، مِنڈنکا، اور وولف میں۔

2008ء میں بوزنین ، مالاگاسی ، قرغیز ، اور اشانٹی میں مکمل قرآن مجید کے تراجم شائع ہوئے۔

اسی طرح جون 2008ء میں تھائی زبان میں آخری دس پاروں کے ترجمہ کی طباعت کے ساتھ اس زبان میں ترجمہ کا کام بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے مکمل ہو گیا۔ (قبل ازیں 1999ء اور 2006ء میں بالترتیب اس کے پہلے اور دوسرے دس پاروں کی طباعت ہوئی تھی)

جولائی 2008ء میں نیوزی لینڈ کی زبان ماؤرے میں پہلے پندرہ پاروں کا ترجمہ طبع ہوا۔ اور پھر 2013ء میں مکمل ترجمہ شائع ہوا۔

جولائی 2010ء میں کریول میں۔

مارچ 2013ء میں یاؤ میں اور

اگست 2015ء میں سنہالہ میں مکمل قرآن مجید کے تراجم شائع ہوئے۔

حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کا انگریزی ترجمہ قرآن نابینا افراد کے لئے بریل (Brail) میں بھی جماعت احمدیہ یُوکے سے دستیاب ہے۔

یوں 2003ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کے منصب خلافت پر متمکن ہونے کے بعد سے اب تک بارہ سال کے قلیل عرصہ میں 17 زبانوں کریول، کناڈا، ازبک، فولا، مینڈنکا، وولف، مورے، (بورکینا فاسو) بوسنین، مالاگاسی، قرغز، اشانٹی، چوئی، تھائی، ماؤرے، کریول (گیمبیا)، یاؤ، سنہالہ، میانمار (برمی) میں مکمل قرآن کریم کے تراجم طبع ہو چکے ہیں۔

اس کے علاوہ اس عرصہ میں کئی تراجم کے نئے ایڈیشن بھی شائع ہوئے ہیں۔ علاوہ ازیں کئی زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم مکمل ہو کر نظر ثانی یا کمپوزنگ وغیرہ کے مراحل میں ہیں یا زیر تکمیل ہیں۔ اسی طرح نئی زبانوں میں تراجم کی کوششیں بھی جاری ہیں۔ الغرض مختلف زبانوں میں اشاعت قرآن کریم کا یہ سلسلہ خلافت حقہ کی برکت سے مسلسل ترقی پذیر ہے۔

اَللّٰھُمَّ زِدْ وَبَارِکْ۔

دُنیا میں تیل اور معدنیات کی دولت سے مالا مال بڑے بڑے ممالک ہیں جو مسلمان ممالک کہلاتے ہیں لیکن کسی حکومت کو اتنی عظیم الشان خدمت کی توفیق نہیں ملی ۔ اگرچہ بعض تراجم شائع کئے جاتے ہیں لیکن جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا گیا ہے یہ بے مغز خدمتیں ہیں۔ کیونکہ ان کے تراجم و تفاسیر میں کئی باتیں قرآنی احکامات کے منافی اور اس سے متصادم ہیں اور ان میں ایسے اعتقادات اپنائے گئے ہیں جو قرآن مجید کے محکمات کے خلاف ہیں۔

غرضیکہ ساری دنیا میں خلافت احمدیہ سے وابستہ جماعت احمدیہ وہ واحد جماعت ہے جسے تن تنہا اتنی بہت سی زبانوں میں تراجم قرآن کریم کی اشاعت کی توفیق عطا ہوئی ہے اور یہ سب الٰہی وعدوں کا فیض اور خلافت احمدیہ کی برکت ہے۔

جماعت احمدیہ کے ذریعہ مختلف زبانوں میں طبع شدہ مکمل قرآن مجید کے تراجم کی فہرست

نمبر شمار	زبان	پہلا ایڈیشن
1	ڈچ	1953
2	سواحیلی	1953
3	جرمن	1954
4	انگریزی (ترجمہ از حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ)	1955
	انگریزی ترجمہ و تفسیر 5 جلدوں میں 5 Vol. Commentry	1947 پہلا حصہ
5	اردو (تفسیر صغیر)	1957
	اردو (حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ)	2000
6	ڈینش	1967
7	اسپرانٹو	1970
8	انڈونیشین	1970
9	یوروبا	1976
10	گورمکھی	1983
11	لوگنڈا	1984
12	فرنچ	1985
13	اٹالین	1986

قرآن کی ساری تعلیم کی شہادت قانون قدرت کے ذرّہ ذرّہ کی زبان سے ادا ہوتی ہے

اس کی تعلیم اور اس کی برکات کتھا کہانی نہیں جو مٹ جائیں

اللہ تعالیٰ اس آیت اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ (آل عمران: ۱۹۱) میں بتلاتا ہے کہ جس خدا کو قرآن مجید پیش کرتا ہے اس کے لئے زمین و آسمان دلائل سے بھرے پڑے ہیں۔ مجھے ایک حکیم کا مقولہ بہت ہی پسند آتا ہے کہ اگر کل کتابیں دریا برد کر دی جاویں، تو پھر بھی اسلام کا خدا باقی رہ جائے گا۔ اس لئے کہ وہ مثلث اور کہانی نہیں۔

14	فیجین	1987
15	ہندی	1987
16	رشین	1987
17	جاپانی	1988
18	کیکویو	1988
19	کورین	1988
20	پرتگالی	1988
21	ہسپانوی	1988
22	سویڈش	1988
23	یونانی	1989
24	ملائی	1989
25	اُڑیہ	1989
26	فارسی	1989
27	پنجابی	1989
28	تامل	1989
29	ویتنامی	1989
30	البانین	1990
31	آسامی	1990
32	بنگلہ	1990
33	چینی	1990
34	چیک	1990
35	گجراتی	1990
36	اگبو	1990
37	مینڈے	1990
38	پشتو	1990
39	پولش	1990
40	سرائیکی	1990
41	ٹرکش	1990
42	طوالوئن	1990
43	بلغارین	1991
44	ملیالم	1991
45	منی پوری	1991
46	سندھی	1991
47	ٹگالاگ	1991
48	تیلگو	1991

49	ہاؤسا	1992
50	مراٹھی	1992
51	نارویجین	1996
52	کشمیری	1998
53	سنڈانیز	1998
54	تھائی :	
	(vol:1 Part 1 to 10)	1999
	(vol:2 Part 11 to 20)	2006
	(vol:3 Part 21 to 30)	2008
55	نیپالی	2001
56	جولا	2002
57	کیکامبا	2002
58	کتلان	2003
59	کناڈا	2004
50	کریول	2004
61	ازبک	2005
62	مورے	2006
63	فُولا	2007
64	منڈنکا	2007
65	وولوف	2007
66	بوزنین	2008
67	مالاگاسی	2008
68	قرغیز	2008
69	اشانٹی	2008
70	ماؤری (نیوزی لینڈ)	
	پہلے پندرہ پارے	2008
	ماؤری: مکمل ترجمہ	2013
71	میانمار: پہلے دس پارے	2003
	میانمار: 11 تا 20 پارے	2012
	میانمار: مکمل ترجمہ	2014
72	کریول (گیمبیا)	2010
73	یاؤ	2013
74	سنہالہ	2015
75	جاوانیز: پہلے دس پارے	2000

......☆......☆......

بحرِ حکمت ہے وہ کلام تمام

پاکیزہ منظوم کلام حضرت امام مہدی و مسیح موعود علیہ السلام

آؤ عیسائیو ادھر آؤ　　نور حق دیکھو راہ حق پاؤ
جس قدر خوبیاں ہیں فرقاں میں　　کہیں انجیل میں تو دکھلاؤ
سر پہ خالق ہے اس کو یاد کرو　　یوں ہی مخلوق کو نہ بہکاؤ
کب تلک جھوٹ سے کرو گے پیار　　کچھ تو سچ کو بھی کام فرماؤ
کچھ تو خوف خدا کرو لوگو　　کچھ تو لوگو خدا سے شرماؤ
عیش دنیا سدا نہیں پیارو　　اس جہاں کو بقا نہیں پیارو
یہ تو رہنے کی جا نہیں پیارو　　کوئی اس میں رہا نہیں پیارو
اس خرابہ میں کیوں لگاؤ دل　　ہاتھ سے اپنے کیوں جلاؤ دل
کیوں نہیں تم کو دینِ حق کا خیال　　ہائے سو سو اٹھے ہے دل میں اُبال
کیوں نہیں دیکھتے طریق صواب　　کس بلا کا پڑا ہے دل پہ حجاب
اس قدر کیوں ہے کین و استکبار　　کیوں خدا یاد سے گیا یک بار
تم نے حق کو بھلا دیا ہیہات　　دل کو پتھر بنا دیا ہیہات
اے عزیزو سنو کہ بے قرآں　　حق کو ملتا نہیں کبھی انساں
جن کو اس نور کی خبر ہی نہیں　　ان پہ اس یار کی نظر ہی نہیں
ہے یہ فرقاں میں اک عجیب اثر　　کہ بناتا ہے عاشق دلبر
جس کا ہے نام قادر اکبر　　اس کی ہستی سے دی ہے پختہ خبر
کُوئے دلبر میں کھینچ لاتا ہے　　پھر تو کیا کیا نشاں دکھاتا ہے
دل میں ہر وقت نور بھرتا ہے　　سینہ کو خوب صاف کرتا ہے
اس کے اَوصاف کیا کروں میں بیاں　　وہ تو دیتا ہے جاں کو اور اِک جاں
وہ تو چمکا ہے نیر اکبر　　اس سے انکار ہوسکے کیونکر
وہ ہمیں دلستاں تلک لایا　　اس کے پانے سے یار کو پایا
بحر حکمت ہے وہ کلام تمام　　عشق حق کا پلا رہا ہے جام
بات جب اس کی یاد آتی ہے　　یاد سے ساری خلق جاتی ہے
سینہ میں نقش حق جماتی ہے　　دل سے غیر خدا اٹھاتی ہے
درد مندوں کی ہے دوا وہی ایک　　ہے خدا سے خدا نما وہی ایک
ہم نے پایا خور ہدیٰ وہی ایک　　ہم نے دیکھا ہے دلربا وہی ایک
اس کے منکر جو بات کہتے ہیں　　یونہی اک واہیات کہتے ہیں
بات جب ہو کہ میرے پاس آویں　　میرے منہ پر وہ بات کہہ جاویں
مجھ سے اس دلستاں کا حال سنیں　　مجھ سے وہ صورت و جمال سنیں
آنکھ پھوٹی تو خیر کان سہی　　نہ سہی یوں ہی امتحان سہی

☆☆☆

اصل میں پختہ بات وہی ہے، جس کی صداقت کسی خاص چیز پر منحصر نہ ہو کہ اگر وہ نہ ہو تو اس کا پتہ ہی ندارد۔ قصہ کہانی کا نقش نہ دل پر ہوتا ہے نہ صحیفۂ فطرت میں جب تک کسی پنڈت، پاندھے یا پادری نے یاد رکھا ان کا کوئی وجود مسلم رہا۔ زاں بعد حرف غلط کی طرح مٹ گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ○ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ○ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ○ (الواقعہ: ۷۸ تا ۸۰) بلکہ یہ سارا صحیفہ قدرت کے مضبوط صندوق میں محفوظ ہے۔ کیا مطلب کہ یہ قرآن کریم ایک چھپی ہوئی کتاب میں ہے۔ اس کا وجود کاغذوں تک ہی محدود نہیں بلکہ وہ ایک چھپی ہوئی کتاب میں ہے۔ جس کو صحیفہ فطرت کہتے ہیں۔ یعنی قرآن کی ساری تعلیم کی شہادت قانون قدرت کے ذرّہ ذرّہ کی زبان سے ادا ہوتی ہے۔ اس کی تعلیم اور اس کی برکات کتھا کہانی نہیں جو مٹ جائیں۔ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 40)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عشق قرآن آپؑ کے فارسی منظوم کلام کی روشنی میں

(نویدالفتح شاہد، مربی سلسلہ)

اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ومہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے آقا ومطاع حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے عین مطابق اس زمانے کا امام، مسیح ومہدی اور امتی نبی بنا کر مبعوث فرمایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی یحی الدین ویقیم الشریعة کے مطابق آپ نے قرآن مجید کی زبردست خدمت کی اور آفتاب آمد دلیل آفتاب کے تحت اپنی صداقت پر خود مہر لگا دی۔ آپ فرماتے ہیں:

''حضرت مسیح علیہ السلام جیسے اپنی کوئی شریعت لے کر نہ آئے تھے بلکہ توریت کو پورا کرنے آئے تھے۔ اسی طرح پر محمدی سلسلہ کا مسیح اپنی کوئی شریعت لے کر نہیں آیا بلکہ قرآن شریف کے احیاء کیلئے آیا ہے اور اس تکمیل کیلئے آیا ہے جو تکمیل اشاعت ہدایت کہلاتی ہے۔''
(ملفوظات، جلد دوم، صفحہ 361)

اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو الہاماً فرمایا:

''اِنِّیْ مَعَكَ حَیْثُ مَا كُنْتَ وَاِنِّیْ نَاصِرُكَ وَ اِنِّیْ بُدُّكَ اللَّازِمُ وَ عَضُدُكَ الْاَقْوٰی۔ وَاَمَرَنِیْ اَنْ اَدْعُوَا لْخَلْقَ اِلَی الْفُرْقَانِ وَدِیْنِ خَیْرِ الْوَرٰی۔

تو جہاں بھی ہو میں تیرے ساتھ ہوں میں تیری مدد کروں گا اور میں ہمیشہ کیلئے تیرا چارہ اور سہارا اور تیرا نہایت قوی بازو ہوں اور مجھے حکم دیا کہ میں لوگوں کو قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی دعوت دوں۔''
(روحانی خزائن، جلد 5، آئینہ کمالات اسلام صفحہ 383)

اس حکم خداوندی کی بجا آوری میں حضور علیہ السلام نے ساری دنیا پر قرآن مجید کی حقانیت ثابت کرتے ہوئے اس کے فیض کو عام کیا۔ آپ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

این چشمۂ رواں کہ بخلق خدا دہم
یک قطرۂ ز بحر کمالِ محمدؐ است

کہ معارف کا یہ چشمۂ رواں جو میں خلق خدا کو پیش کرتا ہوں، یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کے سمندر میں سے محض ایک قطرہ ہے۔

حق تو یہ ہے کہ معارف کا یہ چشمۂ رواں ہزاروں سال سے مدفون تھا۔ جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جاری کر کے خلق خدا کی طرف بہایا۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تکمیل اشاعت دین کیلئے قرآن مجید کی زبردست تفسیر لکھی۔ قرآن مجید پر ہونے والے اعتراضات کے مسکت جوابات دیئے۔ قرآن مجید کی زبردست خدمت نہ صرف اردو زبان میں کی بلکہ عربی اور فارسی زبان میں بھی کی۔ آپ علیہ السلام نے نہ صرف اردو، عربی وفارسی منثور کلام کے ذریعہ علم ومعرفت کا دریا بہایا۔ بلکہ ان زبانوں میں آپ کا منظوم کلام بھی ایک زبردست علمی شاہ کار ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہاماً فرمایا کہ:

''درکلام تو چیزے ست کہ شعراء راد راں دخلے نیست'' (تذکرہ، صفحہ 508)

یعنی تیرے کلام میں ایک چیز ہے جس میں شاعروں کو دخل نہیں ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اندر سب سے بڑا وصف یہ تھا کہ فرقان مجید کا غم آپؑ کو دامن گیر تھا کہ کس طرح لوگوں کے دلوں میں اس کی حقانیت جاگزیں کی جائے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

یارب چہ بہرِ من غمِ فرقاں مقدراست
یاخود دریں زمانہ کسے رازداں نماند
(درثمین کلام منظوم صفحہ 278)

کہ اے رب کیا میری تقدیر میں ہی فرقان کیلئے غم کھانا لکھا ہے یا اس زمانہ میں میرے سوا اور کوئی واقفِ حقیقت ہی نہیں ہے۔

دراصل یہ قلق اور تڑپ بعثت مسیح موعود کیلئے قوی دلیل ہے جس کا نقشہ قرآن نے ان الفاظ کے ساتھ کھینچا ہے کہ:

وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا
(الفرقان:31)

ترجمہ: اے میرے رب میری قوم نے تو اس فرقان کو پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی جب پوری ہوئی اور مسلمانوں نے وَلَا یَبْقٰی مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُہٗ کا مظاہرہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فرزند جلیل نے وعدۂ الٰہی کے موافق فرقان مجید کے نور کو فروزاں کیا۔

ذیل میں قرآن مجید کی فضیلت وبرتری اور اس سے آپ کے عشق ومحبت کی ایک جھلک آپ کے فارسی منظوم کلام کے حوالہ سے پیش کی جاتی ہے۔

الغرض فرقاں مدار دین ماست
او انیس خاطر غمگین ماست
نور فرقاں میکشد سوئے خدا
ے تواں دیدن از او روئے خدا
ماچہ ساں بندیم زاں دلبر نظر
ہمچو روئے اُو کجا روئے دگر
روئے من از نور روئے او بتافت
یافت از فیضش دل من ہرچہ یافت
(درثمین کلام منظوم صفحہ 166)

ترجمہ: الغرض قرآن ہمارے دین کی بنیاد ہے، وہ ہمارے غمگین دل کو تسلی دینے والا ہے۔

فرقان کا نور خدا کی طرف کھینچتا ہے، اس کے ذریعہ خدا کا چہرہ دیکھا جا سکتا ہے۔

میں اس محبوب سے اپنی آنکھیں کیونکر بند کر سکتا ہوں، اس کے خوبصورت چہرے کے مقابل کونسا چہرہ ہے۔

میرا چہرہ اس کے منہ کے نور سے چمک اٹھا، میرے دل نے جو پایا اسی کے فیض سے پایا۔

ایک اور مقام پر آپؑ نے قرآن مجید کی زبردست تعریف کی ہے کہ ایسی تعریف ہمیں غیروں کے کلام میں کہیں نظر نہیں آئی۔ اس سے آپ کے کمال عشق قرآن کا پتا لگتا ہے۔

از نورِ پاک قرآں صبحِ صفادمیدہ
برغنچہ ہائے دلہا بادِ صبا وزیدہ
ایں روشنی ولمعاں شمس الضحیٰ ندارد
وایں دلبری وخوبی کس درقمر نہ دیدہ
کیفیتِ علومش دانی چہ شان دارد
شہدیست آسمانی از وحئ حق چکیدہ
(درثمین کلام منظوم صفحہ 45)

ترجمہ: قرآں کے پاک نور سے روشن صبح نمودار ہوئی اور دلوں کے غنچوں پر بادصبا چلنے لگی۔

ایسی روشنی اور چمک تو دوپہر کے سورج میں بھی نہیں اور ایسی کشش اور حسن تو کسی نے چاند میں بھی نہیں دیکھی۔

تجھے کیا پتہ کہ اس کے علوم کی حقیقت کس شان کی ہے وہ آسمانی شہد ہے جو خدا کی وحی سے ٹپکا ہے۔

لاکھوں مقدّسوں کا یہ تجربہ ہے کہ قرآن شریف کے اتباع سے برکات الٰہی دل پر نازل ہوتی ہیں اور ایک عجیب پیوند مولیٰ کریم سے ہو جاتا ہے خدائے تعالیٰ کے انوار اور الہام ان کے دلوں پر اترتے ہیں

خدائے قادر ومطلق حیّ قیوم کے پاک کلام کی زبردست اور عجیب تاثیریں تھیں کہ جو ایک گروہ کثیر کو ہزاروں ظلمتوں سے نکال کر نور کی طرف لے آئیں۔ بلاشبہ یہ قرآنی تاثیریں خارق عادت ہیں کیونکہ کوئی دنیا میں بطور نظیر نہیں بتلا سکتا کہ کبھی کسی کتاب نے ایسی تاثیر کی۔ کون اس بات کا ثبوت دے سکتا ہے کہ کسی کتاب نے ایسی عجیب

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی بعثت کا مقصد کچھ اس طرح بیان فرمایا ہے کہ:

’’اس وقت جو ضرورت ہے ۔ وہ یقیناً سمجھ لو سیف کی نہیں بلکہ قلم کی ہے ۔ ہمارے مخالفین نے اسلام پر جو شبہات وارد کئے ہیں اور مختلف سائنسوں اور مکائد کی رو سے اللہ تعالیٰ کے سچے مذہب پر حملہ کرنا چاہا ہے، اس نے مجھے متوجہ کیا ہے کہ میں قلمی اسلحہ پہن کر اس سائنس اور علمی ترقی کے میدانِ کارزار میں اُتروں اور اسلام کی روحانی شجاعت اور باطنی قوت کا کرشمہ بھی دکھاؤں .... اور خدا تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا کہ میں ان خزائن مدفونہ کو دنیا پر ظاہر کروں اور ناپاک اعتراضات کا کیچڑ جو ان درخشاں جواہرات پر تھوپا گیا ہے۔ اس سے ان کو پاک صاف کروں ۔ خدا تعالیٰ کی غیرت اس وقت بڑی جوش میں ہے کہ قرآن شریف کی عزت کو ہر ایک خبیث دشمن کے داغِ اعتراض سے منزہ ومقدس کرے ۔‘‘

(ملفوظات ۔ جلد اول، صفحہ 38)

چنانچہ اس کام کیلئے کہ آپ اسلام کی برتری دوسرے تمام مذاہب پر ثابت کرسکیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم قرآن کے ہتھیار سے لیس فرمایا۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

علم قرآں علم آں طیب زباں
علم غیب از وحئ خلاق جہاں
ایں سہ علم از نشانہا دادہ اند
ہر سہ ہمچو شاھداں استادہ اند

(درثمین کلام منظوم صفحہ 187)

یعنی قرآن کا علم اور قرآن کی پاک زبان کا علم اور خدا کی وحی سے غیب کا علم یہ تین علوم مجھے نشان کے طور پر عطا کئے گئے ہیں اور یہ تینوں میرے دعاوی کی صداقت کے ثبوت میں گواہ کے طور پر کھڑے ہیں۔

حضور علیہ السلام فرقان مجید کے علوم کو مخلوق خدا کے دل میں جاگزیں کرنے کی کاوش میں ہمیشہ نظر آتے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے اس خدائی رسّی کو ہمیشہ تھامے رکھنے کی تلقین فرمائی۔

قرآن کی روشنی سارے جگ کو روشن کرنے والی ہے اس سے منہ موڑنا ضلالت وگمراہی کے اندھیرے میں چلے جانے کے مترادف ہے۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

ہست فرقاں آفتابِ علم ودیں
تابرندت از گماں سوئے یقیں
ہست فرقاں از خدا حبل المتین
تاکشندت سوئے ربُّ العالمین
ہست فرقاں روز روشن از خدا
تادہندت روشنئ دیدہ ہا
حق فرستاد ایں کلام بے مثال
تارسی درحضرت قدس وجلال
داروئے شک است الہام خدا
کاں نماید ، قدرت تام خدا

(درثمین کلام منظوم صفحہ 28)

یعنی قرآن مجید علم اور دین کا سورج ہے تاتجھے شک سے چھڑا کر یقین کی طرف لے جائے۔

قرآن مجید خدا کی طرف سے ایک مضبوط رسی ہے تا تجھے رب العالمین خدا کی طرف کھینچ کرلے جائے۔

قرآن مجید خدا کی طرف سے ایک روشن دن کی مانند ہے تا تجھے روحانی آنکھوں کی روشنی عطا کرے۔

خدا نے اس بےنظیر کلام کو اس لئے بھیجا ہے تا تُو پاکیزگی اور عظمت والی بارگاہ میں پہنچ جائے۔

خدا کا کلام شبہات کا ایسا علاج ہے جو خدا کی کامل قدرت کو دکھاتا ہے۔

جس کسی نے قرآن سے روگردانی کی اس کا دل یقین کا منہ ہرگز نہیں دیکھ سکے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سچ کہا ہے کہ:

آں کس کہ عالمش شد، شدمخزن معارف
وآں بے خبر زعالم ،کیں عالمے ندیدہ

(درثمین کلام منظوم صفحہ 45)

یعنی جو کوئی اس قرآن کا عالم بن گیا وہ معرفت کا خزانہ بن گیا لیکن جس نے اس کیفیت کو نہ پایا۔ وہ دنیا جہان سے بےخبر رہا۔

اس لئے آپؑ نے متعدد بار علم قرآن کو حاصل کرنے کی طرف توجہ دلائی اور قرآن حکیم کی تمام حکمت کو کھول کھول کر بیان فرمایا اور فرمانِ نبویؐ خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ پر سب سے زیادہ عمل کر کے دکھایا اور دنیا کو ببانگ دہل بتایا کہ آپ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے علومِ قرآن کے دروازے کھولے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

غیر راہرگز نمے باشد گذر درکوئے حق
ہر کہ آید ز آسماں او رازِ آں یارآورد
خود بخود فہمیدنِ قرآں گمان باطل است
ہر کہ از خود آورد او نجس و مردار آورد

(درثمین کلام منظوم صفحہ 144)

یعنی خدا کے کوچہ میں غیر کو ہرگز دخل نہیں جو آسمان سے آتا ہے وہی اس یار کے اسرار ہمراہ لاتا ہے۔

آپ ہی آپ قرآن کو سمجھ لینا ایک غلط خیال ہے ۔ جو شخص اپنے پاس سے اس کا مطلب بیان کرتا ہے وہ گندگی اور مردار پیش کرتا ہے۔

(برکات الدعا، روحانی خزائن، جلد 6، صفحہ 5)

لہٰذا اب قرآن مجید کی صحیح تفسیر اور معانی ومطالب بجز حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کے خلفاء کے کوئی بیان نہیں کرسکتا۔ دنیاوی فلسفیوں کا ہرگز یہ مشغلہ نہیں ہوسکتا کہ اپنے طور پر معانی ومطالب قرآن بیان کرتے پھریں۔ حق تو یہ ہے کہ اس کتاب کے نور سے سارا جگ منور ہے۔ بدقسمت وہ ہیں جو اندھیروں میں بیٹھے رہتے ہیں اور ہر طرف سے روشنی کے امکان کو اپنے تئیں دور رکھتے ہیں۔ قرآن مجید کے اوصاف حمیدہ کا حقیقی پتہ وہی دے سکتا ہے جو اس خدائے ذوالمنن سے سچا تعلق رکھتا ہو۔ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر الہاماً یہ رازحقیقت کھولا کہ اَلْخَيْرُ كُلُّهٗ فِي الْقُرْاٰنِ یعنی تمام قسم کی خیر وبرکت قرآن میں ہے۔

آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

نورِ فرقاں نہ تافت است چناں
کو بماندے نہاں زدیدہ وراں
آں چراغِ ھدیٰ ست دنیا را
رہبر و رہنماست دنیا را
رحمتے از خداست دنیا را
نعمتے از سماست دنیا را

(درثمین کلام منظوم صفحہ 47)

ترجمہ: قرآن کا نور ایسا نہیں چمکتا ہے کہ دیکھنے والوں کی نظر سے مخفی رہ سکے۔

وہ تو تمام دنیا کیلئے ہدایت کا ایک چراغ ہے اور جہاں بھر کے لئے رہبر اور رہنما ہے۔

وہ خدا کی طرف سے دنیا کیلئے ایک رحمت ہے اور آسمان سے اہل جہان کیلئے ایک نعمت۔

الغرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے منظوم کلام کے ذریعہ قرآن کی زبردست خدمت کی اور ساری دنیا کو بتادیا کہ قرآنی انوار نصف النہار کی طرح تاباں ہے۔ قرآن ایک ایسی قندیل ہدایت ہے کہ جسکی روشنی سے صدیوں کے بھٹکے ہوئے راہ پالیتے ہیں۔ اس کی ملیح الحسن تعلیمات سے غیروں کے دل اسلام کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دلی خواہش ہمیشہ یہی رہی کہ:

صدبار رقص ہاکنم از خرّمی اگر
بینم کہ حسن دلکش فرقاں نہا نماند

(درثمین کلام منظوم صفحہ 279)

کہ میں خوشی کے مارے سینکڑوں دفعہ رقص کروں۔ اگر یہ دیکھ لوں کہ قرآن کا دل کش جمال پوشیدہ نہیں رہا۔

الغرض حضور علیہ السلام نہ صرف خود فرقان مجید کی خدمت پہ مامور رہے بلکہ پوری امت کو اس کارِ خیر کیلئے کمر باندھنے کی تلقین بھی فرماتے رہے۔ خدمت قرآن کیلئے آپ کی تڑپ انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں

اے بےخبر بخدمت فرقاں کمر بہ بند
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

(درثمین کلام منظوم صفحہ 279)

یعنی اے بےخبر فرقان کی خدمت کیلئے کمر باندھ لے اس سے پہلے کہ یہ آواز آئے کہ فلاں شخص مرگیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی توقعات کے مطابق خدمت قرآن کیلئے ہمیشہ کوشاں رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یاارحم الرحمین۔

......★......★......★......

تبدیل واصلاح کی جیسی قرآن شریف نے کی......لاکھوں مقدّسوں کا یہ تجربہ ہے کہ قرآن شریف کے اتباع سے برکات الٰہی دل پر نازل ہوتی ہیں اور ایک عجیب پیوند مولیٰ کریم سے ہوجاتا ہے۔ خدائے تعالیٰ کے انوار اور الہام ان کے دلوں پر اترتے ہیں اور معارف اور نکات ان کے مونہہ سے نکلتے ہی ایک قوی توکّل ان کو عطا ہوتی ہے اور ایک محکم یقین ان کو دیا جاتا ہے اور ایک لذیذ محبت الٰہی جو لذت وصال سے پرورش یاب ہے ان کے دلوں میں رکھی جاتی ہے۔ اگر ان کے وجودوں کو ہاون مصائب میں پیسا جائے اور سخت شکنجوں میں دے کر نچوڑا جائے تو ان کا عرق بجز حبِّ الٰہی کے اور کچھ نہیں۔‘‘ (سرمہ چشم آریہ روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 77 تا 79 حاشیہ)

دیانند سرسوتی بانی آریہ سماج کی کتاب ستیارتھ پرکاش کے

قرآن مجید پر کئے گئے اعتراضات کے جوابات

(شیخ مجاہد احمد شاستری، قادیان)

سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام نے آریہ سماج کے اسلام کے خلاف کئے جانے والے اعتراضات کا مقابلہ کیا۔ آریہ سماج کی طرف سے پہلا مقابلہ ہی دیانند سرسوتی سے ہوا جو آریہ سماج کے بانی تھے۔

سوامی دیانند سرسوتی نے 1875ء میں بنارس سے ناگری زبان میں ''ستیارتھ پرکاش'' شائع کی تھی۔ اس کتاب میں تمام مروجہ مذاہب کا بزعم خود کھنڈن یعنی رد کیا گیا ہے۔ اور اسکے چودھویں باب میں سوامی دیانند نے قرآن مجید پر اعتراضات کئے ہیں۔ سوامی دیانند نے قرآن شریف کا اُردو ترجمہ ناگری یعنی ہندی زبان میں کرا کر بلا سوچے سمجھے سیاق و سباق پر غور کئے بنا جو کچھ دل میں آیا لکھ دیا۔ اگرچہ انہوں نے قرآن مجید کے ترجمہ کا نام نہیں بتایا لیکن قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے سامنے شاہ رفیع الدین صاحب کا لفظی ترجمہ تھا اس کے علاوہ اپنی طرز بھی جابجا اختیار کی ہے۔

سوامی دیانند نے یہ طرز اختیار کی ہے کہ پہلے قرآن شریف کا لفظی ترجمہ نقل کرتے ہیں پھر اپنا نام محقق لکھ کر اس پر اعتراضات کرتے ہیں۔ اعتراضات کی زبان انتہائی دل آزار اور دل شکنی کرنے والی ہے۔ کہیں سے بھی ایسا معلوم نہیں ہوتا کہ ایک محقق ایمانداری سے تحقیق کر رہا ہے۔ سوامی دیانند نے اپنی کتاب میں قرآن مجید پر 159 اعتراضات کئے ہیں۔

اس جگہ خاکسار چند اعتراضات کا جواب سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے مقدس خلفاء کرام کی تحریرات سے پیش کرے گا۔ اس مضمون میں جہاں جہاں ستیارتھ پرکاش کا حوالہ دیا گیا ہے اُس سے مراد آریہ پرتی ندھی سبھا لاہور سے 1899ء میں شائع ہونے والا اردو ترجمہ ہے۔

اعتراض 1

'' شروع ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے۔ (منزل اول سپارہ اوّل آیت اول صفحہ 671)''

اعتراض سوامی دیانند سرسوتی

''مسلمان لوگ ایسا کہتے ہیں کہ یہ قرآن خدا کا کلام ہے لیکن اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا بنانے والا کوئی دوسرا ہے۔ کیونکہ اگر خدا کا بنایا ہوا ہوتا تو ''شروع ساتھ نام اللہ کے'' ایسا نہ کہتا بلکہ'' شروع واسطے ہدایت انسانوں کے'' ایسا کہتا۔ اگر انسانوں کو نصیحت کرتا ہے کہ تم کہو تو بھی درست نہیں کیونکہ اس سے گناہ کا شروع بھی خدا کے نام سے صادق ہونا آئے گا۔ اگر وہ بخشش اور رحم کرنے والا ہے تو اُس نے اپنی مخلوق میں انسانوں کے آرام کے واسطے دوسرے جانداروں کو مار کر سخت ایذا دلا کر اور ذبح کرا کے گوشت کھانے کی (انسانوں کو) اجازت کیوں دی؟ کیا وہ ذی روح بے گناہ اور اللہ کے بنائے ہوئے نہیں ہیں اور یہ بھی کہنا تھا کہ'' خدا کے نام پر عمدہ باتوں کا شروع خراب باتوں کا نہیں یہ الفاظ مبہم ہیں کیا چوری زنا کاری، دروغ گوئی اور ادھرم کا آغاز بھی خدا کے نام پر کیا جائے؟ اس وجہ سے دیکھو کہ قصاب وغیرہ مسلمان گائے وغیرہ کی گردن کاٹنے میں بھی ''بسم اللہ'' اس کلام کو پڑھتے جب یہی اس کا مذکورہ بالا مطلب ہے تب ہی تو برائیوں کا آغاز بھی مسلمان خدا کے نام پر کرتے ہیں اور مسلمانوں کا خدا رحیم بھی ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اُس کا رحم اُن حیوانات کے لئے نہیں ہے اور اگر مسلمان لوگ اس کا مطلب نہیں جانتے تو اس کلام کا نازل ہونا بے فائدہ ہے اگر مسلمان اس کے معنی اور کرتے ہیں تو پھر اصل مطلب کیا ہے۔'' (ستیارتھ پرکاش صفحہ 672)

اس عبارت میں مندرجہ ذیل اعتراضات سوامی دیانند نے کئے ہیں۔

(1) قرآن مجید خدا کا کلام نہیں ہے کیونکہ اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا بنانے والا کوئی دوسرا ہے۔ اگر خدا کا بنایا ہوا ہوتا تو '' شروع ساتھ نام اللہ کے'' ایسا نہ کہتا بلکہ'' شروع واسطے ہدایت انسانوں کے'' ایسا کہتا۔ اگر انسانوں کو نصیحت کرتا ہے کہ تم کہو تو بھی درست نہیں کیونکہ اس سے گناہ کا شروع بھی خدا کے نام سے صادق ہونا آئے گا۔

جواب: سوامی دیانند نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا جو یہ ترجمہ کیا ہے کہ'' شروع ساتھ نام اللہ کے، بخشش کرنے والے مہربان کے۔'' یہ درست نہیں ہے۔ اس کا صحیح ترجمہ ہے'' اللہ کے نام کے ساتھ جو بے انتہا کرم کرنے والا، بن مانگے دینے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

دیانند سرسوتی نے اعتراض کیا ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ خدا کا بنایا ہوا کلام نہیں ہے۔ حالانکہ اس آیت سے ہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اس زمانہ کے امام سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام اس آیت کی تفسیر میں اس امر کی وضاحت فرماتے ہیں کہ یہ آیت اللہ تعالیٰ کی ذات پر دلالت کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ اس کلام کو نازل کرنے والا خدا تعالیٰ ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

''اب یہ آیت جن کامل صداقتوں پر مشتمل ہے اُن کو بھی سُن لینا چاہیے سو منجملہ اُن کے ایک یہ ہے کہ اصل مطلب اس آیت کے نزول سے یہ ہے کہ تا عاجز اور بے خبر بندوں کو اِس نکتۂ معرفت کی تعلیم کی جائے کہ ذات واجب الوجود کا اسم اعظم جو اللہ ہے کہ جو اصطلاح قُرآنی ربّانی کے رو سے ذات مستجمع جمیع صفاتِ کاملہ اور منزّہ عن جمیع رزائل اور معبودِ برحق اور واحد لا شریک اور مبدءِ جمیع فیوض پر بولا جاتا ہے اِس اِسم اعظم کی بہت سی صفات میں سے جو صفتیں بسم اللہ میں بیان کی گئی ہیں یعنی صفت رحمانیت و رحیمیت اِنہیں دو صفتوں کے تقاضا سے کلامِ الٰہی کا نزول اور اُس کے انوار و برکات کا صدور ہے۔''

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 1 تفسیر سورۃ فاتحہ صفحہ 29 مطبوعہ 2004ء قادیان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں صفت رحمانیت اور رحیمیت کے استعمال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''جاننا چاہیے کہ آیتِ ممدوحہ کی تعلیم سے مطلب یہ ہے کہ قُرآنِ شریف کے شروع کرنے کے وقت اللہ تعالیٰ کی ذاتِ جامع صفاتِ کاملہ کی رحمانیت اور رحیمیت سے استمداد اور برکت طلب کی جائے صفت رحمانیت سے برکت طلب کرنا اس غرض سے ہے کہ تا وہ ذاتِ کامل اپنی رحمانیت کی وجہ سے اُن سب اسباب کو محض لُطف اور احسان سے میسّر کر دے کہ جو کلام الٰہی کی متابعت میں جدوجہد کرنے سے پہلے درکار ہیں جیسے عمر کا وفا کرنا فرصت اور فراغت کا حاصل ہونا وقت صفا میسّر آ جانا طاقتوں اور قوتوں کا قائم ہونا کوئی ایسا امر پیش نہ آ جانا کہ جو آسایش اور امن میں خلل ڈالے کوئی ایسا مانع نہ آ پڑنا کہ جو دل کو متوجّہ ہونے سے روک دے غرض ہر طرح سے توفیق عطا کیے جانا یہ سب اُمور صفتِ رحمانیّت سے حاصل ہوتے ہیں اور صفت رحیمیت سے برکت طلب کرنا اِس غرض سے ہے کہ تا وہ ذاتِ کامل اپنی رحیمیت کی وجہ سے انسان کی کوششوں پر ثمراتِ حسنہ مُترتب کرے اور انسان کی محنتوں کو ضائع ہونے سے بچاوے اور اُس کی سعی اور جدوجہد کے بعد اُس کے کام میں برکت ڈالے پس اِس طور پر خدا تعالیٰ کی دونوں صفتوں رحمانیت اور رحیمیت سے کلامِ الٰہی کے شروع کرنے کے وقت بلکہ ہر یک ذی شان کام کے ابتدا میں تبرک اور استمداد چاہنا یہ نہایت اعلیٰ درجہ کی صداقت ہے جس سے انسان کو حقیقت توحید کی حاصل ہوتی ہے۔''

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد اوّل صفحہ 33)

قرآن مجید کے معجزات کا مقابلہ کوئی دوسری الہامی کتاب نہیں کرسکتی

کسی کتاب نے یہ دعویٰ نہیں کیا جو قرآن شریف نے کیا جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے۔ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ ظَھِیْرًا یعنی ان کو کہہ دے کہ اگر سب جن وانس اس بات پر متفق ہو جائیں کہ قرآن کی کوئی نظیر پیش کرنی چاہئے تو ممکن نہیں کہ کر سکیں اگرچہ بعض بعضوں کی مدد بھی کریں۔ اور جو کچھ قرآن شریف کے ذاتی معجزات اس جگہ ہم نے تحریر کئے ہیں، اگر کسی آریہ وغیرہ کو اپنے دل میں کچھ گھمنڈ یا سر میں کچھ غرور ہو اور خیال ہو کہ یہ معجزہ نہیں ہے بلکہ وید یا اس کی کوئی اور کتاب جس کو وہ الہامی سمجھتا ہے اس کا مقابلہ کر سکتی ہے تو اسے اختیار ہے کہ آزما کر دیکھ لے اور ہم وعدہ

قرآن مجید کا بے نظیر افتتاح اور ’’با‘‘ کے استعمال میں حکمت:

قرآن مجید کا آغاز بلکہ اس مقدس کلام کی ہر سورۃ کا افتتاح بسم اللہ سے ہوتا ہے۔’اللہ کے نام کے ساتھ‘۔ بسم اللہ میں سب سے پہلا حرف ’’با‘‘ ہے جو طلب استعانت کے لئے آتا ہے۔ یہ طلب استعانت کا حرف انسان کی کمزوری اور بے سروسامانی اور اللہ تعالیٰ کے استغنا کے دو مختلف نظارے پیش کرتا ہے۔’’با‘‘ کا لفظ حرف جار میں سے ہے اس کے علاوہ عربی زبان میں مفرد لفظ ’’با‘‘ کے معنی طلب اعانت اور استعانت کے ہیں۔ عربی زبان کے علاوہ دنیا کی کسی اور زبان میں مفرد ’’با‘‘ کے کوئی معنی اور مطلب نہیں ہیں۔ سنسکرت زبان میں ’’با‘‘ کا کوئی مطلب نہیں۔ انگریزی زبان کا لفظ ’’B‘‘ بے معنی اور محض ایک حرف کا نام ہے۔ جبکہ اس کے بالمقابل عربی زبان کا لفظ ’’با‘‘ بے معنی نہیں بلکہ بیسیوں معنی رکھتا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے شروع میں استعمال ہونے والی ’’ب‘‘ کے حوالہ سے جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ تحریر فرماتے ہیں کہ:

’’(با) بسم اللہ کی ابتداء میں جو باء آئی ہے وہ حروف ہجاء کا حرف نہیں بلکہ بامعنی حرف ہے عربی زبان میں حروف سے ہجاء کا کام لینے کے علاوہ معنوں کا کام بھی لیا جاتا ہے اور بعض حروف ہجاء کی علامت ہونے کے علاوہ بعض معنے بھی دیتے ہیں۔ ان حروف میں سے باء بھی ہے۔ یہ حروف ہجاء کا دوسرا حرف بھی ہے اور بامعنی حرفوں میں سے بھی ہے اس کے معنی معیت اور استعانت کے ہیں اور اس کا لفظی ترجمہ ’سے‘ اور ’ساتھ‘ ہے مگر چونکہ ان لفظوں سے معنی واضح نہیں ہوتے اس لئے ’لیکر‘ ترجمہ کیا گیا ہے جو دونوں معنوں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے زیادہ مناسب ہے۔ مطلب آیت کا یہ ہوا کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق پکڑتے ہوئے اور اس سے مدد مانگتے ہوئے میں یہ کلام پڑھنے لگا ہوں۔

باء حروف جارہ میں سے ہے یعنی جس اسم پر یہ حرف آتے ہیں اس کے آخری حرف پر زیر یا زیر کی علامت آتی ہے۔ عربی قاعدہ کی رُو سے ان حروف سے پہلے اکثر ایک متعلق محذوف ہوتا ہے جو عبارت کے مفہوم کے مطابق نکال لیا جاتا ہے۔ اس آیت سے پہلے اِقْرَأْ یا اِشْرَعْ بعض نے محذوف نکالا ہے یعنی پڑھ یا شروع کر۔ اور اس کی وجہ سورۃ علق کی یہ آیت بیان کی ہے۔ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ۔ پس جو لفظ وہاں بیان ہُوا ہے وہی یا اس کے ہم معنی لفظ یہاں نکالا جائے گا۔ زمخشری نے اِقْرَأْ یا اِشْرَعْ کی جگہ جو امر کے صیغے ہیں اَقْرَأُ یا اَشْرَعُ جو مضارع کے صیغے ہیں محذوف نکالے ہیں یعنی میں پڑھتا ہوں یا شروع کرتا ہوں۔ اور اس کی جگہ بِسْمِ اللهِ کے بعد تجویز کی ہے یعنی میں پڑھتا ہوں اللہ کا نام لیکر کی بجائے میں اللہ کا نام لے کر پڑھتا ہوں۔ اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس میں اللہ کے نام پر زور پیدا ہوتا ہے لیکن اگر پڑھتا ہوں پہلے رکھا جائے تو پڑھتا ہوں پر زور آ جاتا ہے۔ زمخشری کے یہ معنی لطیف ہیں میں نے ترجمہ میں انہی معنوں کو اختیار کیا ہے۔ زمخشری نے سورۃ علق میں جو اِقْرَأْ پہلے آتا ہے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس موقعہ پر اِقْرَأْ پر زور دینا منظور تھا کیونکہ رسول کریم صلعم پڑھنے سے ہچکچاتے تھے (بخاری) لیکن بِسْمِ اللهِ میں پڑھنے پر زور دینا مقصود نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر پڑھنے پر زور دینا مقصود ہے۔ اس لئے اس جگہ پڑھنے کا لفظ بعد میں محذوف قرار دینا زیادہ مناسب ہے۔ زمخشری کی یہ تشریح بھی نہایت لطیف ہے۔ اور میں نے جو بِسْمِ اللهِ کے دہرانے کے دلائل بیان کئے ہیں۔ ان کے بالکل مطابق آتی ہے۔‘‘

(بحوالہ تفسیر کبیر جلد اول صفحہ 10)

بسم اللہ میں اللہ کے نام یعنی ’’اسم‘‘ کے استعمال میں حکمت:

سوامی دیانند کو ’’شروع ساتھ نام اللہ‘‘ پر اعتراض ہے۔ اس لئے کہتے ہیں کہ ’’شروع ہدایت واسطے انسانوں کے ‘‘ہونا چاہیے۔ حالانکہ بسم اللہ میں جو لفظ ’’اسم‘‘ استعمال کیا گیا ہے وہ بھی اپنے اندر حکمت رکھتا ہے۔ اور بر موقعہ اور برمحل ہے۔ اس طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں کہ

’’ایک اور سوال اس جگہ پیدا ہوتا ہے کہ کہنا تو یہ چاہیئے تھا کہ اللہ کی مدد مانگتے ہوئے قرآن کریم پڑھتا ہوں اور کہا یہ گیا ہے کہ اللہ کے نام کی مدد سے پڑھتا ہوں۔ نام کا لفظ کیوں زیادہ کیا گیا ہے اس کے مفصلہ ذیل جواب ہیں۔

(۱) باء استعانت کے علاوہ قسم کے لئے بھی آتی ہے اگر خالی باللّٰہ ہوتا تو شُبہ ہوسکتا تھا کہ شائد قسم کھائی گئی ہے پس اس شبہ کے ازالہ کے لئے اسم کا لفظ بڑھایا گیا (۲) اللہ تعالیٰ کی ذات مخفی ہے اور صفات ہی سے وہ پہچانا جاتا ہے۔ اس لئے اسم کا لفظ بڑھایا گیا۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے ذکر سے مُراد بھی یہی ہے کہ میں خدا تعالیٰ سے اس کی رحمانیت اور رحیمیت کا واسطہ دے کر مدد طلب کرتا ہوں (۳) یہ توجہ دلائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں بھی برکت ہے اور ان کی طرف انسان کو توجہ رکھنی چاہیئے (۴) قرآن کریم ایک بند خزانہ ہے اور جب کوئی کسی ایسے مکان میں جس میں داخلہ بلا اجازت ممنوع ہو داخل ہوتا ہے تو اس کے محافظوں کو مالک کا حکم یا اجازت دکھاتا ہے یا اس کا ذکر کرتا ہے چنانچہ پولیس جب کسی کے گھر میں داخل ہوتی ہے تو کہتی ہے کہ حکومت کے نام پر ہم داخل ہو رہے ہیں یا فلاں مال پر قبضہ کرتے ہیں پس اس جگہ نام کا لفظ بڑھا کر اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جو شخص بسم اللہ پڑھ کر قرآن کریم پڑھتا ہے وہ گویا قرآن کریم کی خدمت پر مامور فرشتوں سے کہتا ہے کہ مجھے خدا تعالیٰ نے خود اس سورۃ کے پڑھنے کا حکم دیا ہے پس میرے لئے اس کے مطالب کے دروازے کھول دو اور وہ اختصاراً اس مضمون کو یُوں ادا کرتا ہے کہ اللہ رحمٰن رحیم کے نام پر اس خزانہ کے کھولے جانے کی میں درخواست کرتا ہوں ظاہر ہے کہ جو اس طرح خدا تعالیٰ کے اذن سے قرآن کریم کی طرف متوجہ ہوگا۔ اس کے علوم سے حصہ پائے گا۔ لیکن جو اس کے اذن اور اس کے نام سے توجہ نہیں کرے گا بلکہ شرارت اور بغض سے توجہ کرے گا اس کے لئے اس کے خزانے نہیں کھولے جائینگے۔

پانچویں اور چھٹی حکمت اس کی ان دو پیشگوئیوں کی طرف اشارہ کرنا ہے جو استثناء باب ۱۸۔ اور آیت ۲۰ میں مذکور ہیں اور جن کا ذکر میں اس سوال کی بحث میں کر آیا ہوں کہ ہر سورۃ کے شروع میں بسم اللہ کیوں دہرائی گئی ہے اور وہ حکمت یہ ہے کہ ان پیشگوئیوں میں لکھا تھا کہ وہ خدا کا نام لیکر کلام الٰہی سنائے گا پس ان پیشگوئیوں کی طرف توجہ دلانے کے لئے ضروری تھا کہ اسم کا لفظ اس جگہ بڑھایا جاتا۔‘‘ (تفسیر کبیر جلد اول صفحہ 18)

آیئے اب ویدوں میں سب سے بڑے وید رِگ وید کے پہلے منتر پر نظر ڈالیں کہ وہ کس طریق پر شروع ہوا ہے۔

’’میں (مدھوچھندو ولد وشوا متر) اس آگ کی تعریف کرتا ہوں جو کہ ہمارا پوروہت کرنے والا اور یگیوں کا ہون کرنے والا روشن موسموں کی تبدیلی کرنے والا جملہ جواہرات کا پیدا کرنے والا ہے۔‘‘

(بحوالہ حق پرکاش ثناء اللہ امرتسری صفحہ 20)

I glorify Agni the divine Priest and the messenger of my oblations to God who is the bestower of prosperity

(Compiled by the Dharmic Scriptures Team November 24,2002)

ان تراجم سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس پہلے منتر میں اگنی کی تعریف اور پوجا کی جارہی ہے۔ سوامی دیانند کی وہ تعریف کہ کلام الٰہی کے شروع میں ’’شروع واسطے ہدایت انسانوں کے‘‘ لکھا ہونا چاہیے خود رگ وید پر لاگو نہیں ہو رہی ہے۔

آریہ سماجی ان اعتراضوں سے بچنے کے لئے اس منتر کا ترجمہ کرتے ہوئے اگنی سے مراد خدا کرتے ہیں حالانکہ یہ سناتن دھرم کے مفسرین کے خلاف اور ویدوں کی لغت ’’نرکت‘‘ اور دیگر کتب کے بھی خلاف ہے۔ بفرض محال اگر یہاں پر اگنی سے مراد خدا ہے اور دوسری طرف آریہ سماجیوں کا یہ دعویٰ ہے کہ وید بھی خدا کا کلام ہے تو اس کلام کا قائل کون ہوگا؟ ویدوں کا خدا اگنی خود اپنی تعریف کر رہا ہے۔ ذرا غور فرمائیں کہ معنی کیا سے کیا بن گئے۔ اور جب خدا خود اپنی یعنی اگنی کی آپ تعریف کر رہا ہے تو ایسا کرنے سے بندوں کا کیا فائدہ؟

اعتراض (2)

سب تعریف واسطے اللہ کے جو پروردگار

کرتے ہیں کہ اگر کوئی مخالف ممتاز اور ذی علم لوگوں میں سے ان معجزات قرآنیہ میں سے کسی معجزہ کا انکاری ہو اور اپنی کتاب الہامی میں زور مقابلہ خیال کرتا ہو تو ہم حسب فرمائش اس کے کوئی قسم اقسام معجزات ذاتیہ قرآن شریف میں سے تحریر کر کے کوئی مستقل رسالہ شائع کر دیں گے پھر اگر اس کی الہامی کتاب قرآن شریف کا مقابلہ کر سکے تو اسے حق پہنچتا ہے کہ تمام معجزات قرآنی سے منکر ہو جائے اور جو شرط قرار دی جائے ہم سے پوری کر لے ورنہ صرف عناد اور کور باطنی کی وجہ سے معجزہ شق القمر سے انکار کرنا ایسا امر نہیں ہے کہ جس سے اسلام کے ایک بال کو بھی ضرر پہنچ سکے جب معجزات موجودہ قرآنیہ کا مخالفین سے ردّ نہیں ہو سکتا تو موجود کو چھوڑ کر ان معجزات کی بحث چھیڑنا جواب آنکھوں کے سامنے نہیں ہیں سراسر بے راہی ہے۔ (رُوحانی خزائن جلد 2، سرمہ چشم آریہ، صفحہ 274)

عالموں کا بخشش کرنے والا مہربان ہے۔
(سورۃ فاتحہ آیت 3-2)

''اگر قرآن کا خدا دنیا کا پروردگار ہوتا اور سب پر رحم اور بخشش کیا کرتا تو دوسرے مذہب والوں اور حیوانات وغیرہ کو بھی مسلمانوں کے ہاتھوں سے قتل کرانے کا حکم نہ دیتا۔ اگر معاف کرنے والا ہے تو کیا گناہ گاروں پر بھی رحم کرے گا اور اگر کرے گا تو آگے ذکر آئے گا'' کافروں کا قتل کرو'، یعنی جو قرآن اور پیغمبر کو نہ مانیں وہ کافر ہیں ایسا کیوں کہتا ہے؟ اس لئے قرآن خدا کا کلام ثابت نہیں ہوتا۔'' (ستیارتھ پرکاش صفحہ 672)

جواب: ایسے رکیک اور لایعنی اعتراض کر کے سوامی دیانند نے انصاف کا خون کیا ہے۔ اس اعتراض سے ان کا تعصب عیاں ہے۔ والدین کا رحم دنیا میں کون نہیں جانتا، ماں باپ سے بڑھ کر اولاد کے حق میں اور کوئی رحم کرنے والا اور شفیق نہیں ہوسکتا لیکن وہی والدین اولاد کی خطاؤں پر بچوں کو سزائیں دیتے ہیں۔ کیا والدین کا سزا دینا بے رحمی سمجھا جائے گا؟ سوامی جی کی عقل اتنی سی بات سمجھنے سے قاصر ہوئی اور یہ منطق تیار کر لی کہ گناہ گار کو سزا دینا تقاضائے رحم کے خلاف ہے۔ کیا پنڈت جی کے نزدیک سزا دینے والے والدین اور مارنے والے استاد سزا کے لائق ہیں؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی صفات رب، رحمان، رحیم اور مالک یوم الدین کے بارے میں اپنی تحریرات میں تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ اسی طرح اس بات کو بھی بتایا ہے کہ خدا تعالیٰ کی بخشش کے کیا معنی ہوتے ہیں ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں:

''اس سورۃ کو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سے شروع کیا گیا ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ ہر ایک حمد اور تعریف اُس ذات کے لیے مسلّم ہے جس کا نام اللہ ہے اور اس فقرہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سے اس لیے شروع کیا گیا کہ اصل مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی عبادت روح کے جوش اور طبیعت کی کشش سے ہو اور ایسی کشش جو عشق اور محبّت سے بھری ہوئی ہو ہرگز کسی کی نسبت پیدا نہیں ہوسکتی جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ وہ شخص ایسی کامِل خوبیوں کا جامع ہے جن کے ملاحظہ سے بے اختیار دل تعریف کرنے لگتا ہے۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ کامل تعریف دو قسم کی خوبیوں کے لیے ہوتی ہے ایک کمال حُسن اور ایک کمال احسان اور اگر کسی میں دونوں خوبیاں جمع ہوں تو پھر اُس کے لیے دل فدا اور شیدا ہو جاتا ہے اور قرآن شریف کا بڑا مطلب یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی دونوں قسم کی خوبیاں حق کے طالبوں پر ظاہر کرے تا اُس بے مثل و مانند ذات کی طرف لوگ کھینچے جائیں اور روح کے جوش اور کشش سے اُس کی بندگی کریں۔ اس لیے پہلی صورت میں ہی یہ نہایت لطیف نقشہ دکھلانا چاہا ہے کہ وہ خدا جس کی طرف قرآن بُلاتا ہے وہ کیسی خوبیاں اپنے اندر رکھتا ہے سو اسی غرض سے اس سورۃ کو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سے شروع کیا گیا جس کے یہ معنی ہیں کہ سب تعریفیں اُس ذات کے لیے لائق ہیں جس کا نام اللہ ہے۔ اور قرآن کی اصطلاح کی رو سے اللہ اُس ذات کا نام ہے جس کی تمام خوبیاں حُسن و احسان کے کمال کے نقطہ پر پہنچی ہوئی ہوں اور کوئی منقصت اُس کی ذات میں نہ ہو قرآن شریف میں تمام صفات کا موصوف صرف اللہ کے اسم کو ہی ٹھہرایا ہے تا اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ اللہ کا اسم تب متحقق ہوتا ہے کہ جب تمام صفات کاملہ اُس میں پائی جائیں۔''
(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد اول صفحہ 82)

سوامی دیانند نے اعتراض کیا ہے کہ اسلام کا خدا بخشش کرنے والا نہیں ہے۔ غیروں اور حیوانوں کا قتل کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اس بات کے رد میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسلامی خدا کی ربوبیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''سو یہ بات بغیر کسی بحث کے قبول کرنے کے لائق ہے کہ وہ سچّا اور کامل خدا جس پر ایمان لانا ہر ایک بندہ کا فرض ہے وہ رب العالمین ہے اور اُس کی ربوبیت کسی خاص قوم تک محدود نہیں اور نہ کسی خاص زمانہ تک اور نہ کسی خاص ملک تک بلکہ وہ سب قوموں کا رب ہے اور تمام زمانوں کا رب ہے اور تمام مکانوں کا رب ہے اور تمام ملکوں کا وہی رب ہے اور تمام فیضوں کا وہی سرچشمہ ہے۔ اور ہر ایک جسمانی اور روحانی طاقت اُسی سے ہے اور اُسی سے تمام موجودات پرورش پاتی ہیں۔ اور ہر ایک وجود کا وہی سہارا ہے خدا کا فیض عام ہے جو تمام قوموں اور تمام ملکوں اور تمام زمانوں پر محیط ہو رہا ہے۔ یہ اس لیے ہوا کہ تا کسی قوم کو شکایت کرنے کا موقع نہ ملے اور یہ نہ کہیں کہ خدا نے فلاں فلاں قوم پر احسان کیا۔ مگر ہم پر نہ کیا یا فلاں قوم کو اس کی طرف سے کتاب ملی تا وہ اُس سے ہدایت پاویں مگر ہم کو نہ ملی۔ یا فلاں زمانہ میں وہ اپنی وحی اور الہام اور معجزات کے ساتھ ظاہر ہوا۔ مگر ہمارے زمانہ میں مخفی رہا۔ پس اُس نے عام فیض دکھلا کر ان تمام اعتراضات کو دفع کر دیا اور اپنے ایسے وسیع اخلاق دکھلائے کہ کسی قوم کو اپنے جِسمانی اور روحانی فیضوں سے محروم نہیں رکھا۔ اور نہ کسی زمانہ کو بے نصیب ٹھہرایا۔ (پیغام صلح صفحہ ٦ تا ٧)

اس سورۃ میں رب العالمین کے الفاظ کیوں استعمال کئے گئے ہیں، اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے، فرماتے ہیں کہ:

''یہاں خالق العالمین نہیں فرمایا بلکہ رب العالمین فرمایا...... اس لیے کہ بعض قومیں ربوبیت کی منکر ہیں اور کہتی ہیں کہ ہم کو جو کچھ ملتا ہے مثلاً اگر دودھ ملتا ہے تو اگر ہم کوئی گناہ کر کے گائے یا بھینس وغیرہ کے جون میں نہ جاتے تو دودھ ہی نہ ہوتا۔ اور خلق چونکہ قطع بُرید کرنے کا نام ہے اس لیے اس موقع پر رب العالمین کو جو اس سے افضل تر ہے بیان فرمایا۔''
(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 389)

انسان مختلف اوقات میں مصیبتوں اور آزمائشوں میں ڈالا جاتا ہے۔ اس میں بھی کئی مصلحتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بخشش اور اُس کا رحم یہاں بھی کام کر رہا ہوتا ہے۔ لہٰذا سوامی جی کا یہ کہنا کہ اگر معاف کرنے والا ہے تو کیا گناہ گاروں پر بھی رحم کرے گا، قلت تدبر اور ناسمجھی کا اظہار ہے۔ مصیبت اور آزمائش کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی صفت رب، رحیم کا ایک نئے رنگ میں اظہار ہوتا ہے اس بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''الحمد للہ ایسا پاک کلمہ ہے اور اس میں ایسے سمندر حکمت الٰہی کے بھرے ہوئے ہیں کہ جن کا خاتمہ ہی نہیں۔ میں بعض اوقات نماز میں الحمد للہ پڑھنے کے بعد ٹھہر جاتا ہوں اس کی وجہ یہی ہے کہ میں ان کے معانی میں غور و خوض کرتا ہوا غرق ہو جاتا ہوں۔ دیکھو بعض وقت مجھے بھی سخت سے سخت مشکلات اور تکالیف پہنچتی ہیں کہ ان سے جان جانے کا بھی اندیشہ ہوا ہے مگر میں نے جب قرآن شریف کو شروع کیا ہے اور اُس میں اوّل ہی اوّل الحمد للہ سے شروع ہوا اور میں نے اس آیت پر غور کیا ہے تو دل میں بسا اوقات جوش آیا ہے کہ بتاؤ تو صحیح الحمد کا کیا مقام ہے۔ ان مصائب اور دکھوں کے سمندر میں کس طرح سے الحمد کہو گے اور ممکن ہے کہ دوسرے مومن کے دل میں بھی آیا ہو کیونکہ میرے دل میں ایسا بارہا آیا ہے۔ تو اس کے واسطے میں نے غور سے دیکھا ہے کہ مصائب اور مشکلات میں واقعی اللہ تعالیٰ کی ذات سات طرح سے الحمد للہ کہے جانے کے لائق ذات ہے۔

1۔ اوّل تو اس لئے کہ مصائب اور شدائد کفارہ گناہ ہوتے ہیں سو یہ بھی اس کا فضل ہے ورنہ قیامت میں خدا جانے ان کی سزا کیا ہے اس دنیا ہی میں بھگت کر نپٹ لیا۔ 2۔ اس لئے کہ ہر مصیبت سے بڑھ کر مصیبت ممکن ہے اس کا فضل ہے کہ اعلیٰ اور سخت مصیبت سے بچا لیا۔ 3۔ مصائب دو قسم کے ہوتے ہیں دینی اور دنیاوی۔ ممکن ہے گناہ کی سزا میں انسان کی اولاد مرتد ہو جاوے یا یہ خود ہی مرتد ہو جاوے۔ یہ اس کا فضل ہے کہ اس نے دینی مصائب سے بچا لیا اور دنیاوی مشکلات پر اکتفا کر دیا۔ 4۔ مصائب شدائد پر صبر کرنے والوں کو اجر ملتا ہے...... 5۔ صلوٰت ہوتے ہیں اُن پر اللہ کے۔ 6 رحمت ہوتی ہے اُن پر اللہ کی۔ 7۔ اور آخر کار ہدایت یافتہ ہو کر انکا خاتمہ بالخیر ہو جاتا ہے۔

اب غور کرو جن مصائب کے وقت صبر کرنے والے انسان کو انعامات کا تصور آجاوے جو اُس کو اللہ کی طرف سے عطا ہونے کا وعدہ ہے تو بھلا وہ مصیبت مصیبت رہ سکتی ہے اور غم رہتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پس کیسا پاک کلمہ ہے الحمد للہ۔ اور کیسی پاک تعلیم ہے وہ جو مسلمانوں کو سکھائی گئی۔'' (حقائق الفرقان جلد 1 صفحہ 12-11)

اعتراض (3)

خداوند دن انصاف کا، تجھ ہی کی عبادت

جو خدا کی طرف سے مامور ہو کر اور حکم بن کر آیا ہے، جو معنی قرآن شریف کے وہ کرے گا وہی صحیح ہونگے

میری حیثیت ایک معمولی مولوی کی حیثیت نہیں ہے۔ میری حیثیت سُنن انبیاء کی سی حیثیت ہے۔ مجھے ایک سماوی آدمی مانو پھر یہ سارے جھگڑے اور تمام نزاعیں جو مسلمانوں میں پڑی ہوئی ہیں ایک دم میں طے ہوسکتی ہیں۔ جو خدا کی طرف سے مامور ہو کر اور حکم بن کر آیا ہے، جو معنی قرآن شریف کے وہ کرے گا وہی صحیح ہونگے۔ اور جس حدیث کو وہ صحیح قرار دے گا وہی صحیح حدیث ہوگی۔ (الحکم 10 نومبر 1900)

کرتے ہیں ہم اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ دکھا ہم کو راہ سیدھا۔

کیا خدا ہمیشہ انصاف نہیں کرتا۔ کسی خاص دن انصاف کرتا ہے تو اندھیر کی بات ہے اسی کی عبادت کرنا اور اسی کی مدد چاہنا تو ٹھیک ہے لیکن کیا بُری بات میں بھی مدد کا چاہنا ٹھیک ہے؟ اور سیدھا راستہ کیا صرف مسلمانوں ہی کا ہے یا دوسروں کا بھی؟ سیدھے راستے کو مسلمان کیوں قبول نہیں کرتے؟ کیا سیدھا راستہ برائی کی طرف کا تو نہیں چاہتے؟ اگر اچھی باتیں سب کی سب یکساں ہیں تو پھر مسلمانوں میں کچھ خصوصیت نہ رہی اور اگر دوسروں کی اچھی باتیں نہیں مانتے تو متعصب ہیں۔ (ستیارتھ پرکاش صفحہ 672)

جواب: اس جگہ اللہ تعالیٰ کی صفت مالک یوم الدین پر اعتراض کیا گیا ہے۔ اگر ایک لفظ میں کہا جائے تو یہ اعتراض ہی غلط ہے۔ دراصل یوم کے معنی محدود لئے گئے ہیں۔ اور قیامت کے ایک دن کو مراد لے کر اعتراض کر دیا ہے۔ حالانکہ عربی زبان میں یوم کا لفظ چھوٹے سے چھوٹے اور طویل وقت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ نیز اس کے علاوہ بندوں کا یوم یعنی دن اور خدا تعالیٰ کے یوم یعنی دن میں فرق ہے خدا تعالیٰ کے دن کو انسانی 24 گھنٹہ کے دن پر محمول کر کے اعتراض کر دینا کہ کیا صرف خدا تعالیٰ ایک دن انصاف کرتا ہے تعصب اور جہالت کی انتہاء ہے۔ خود ہندو مذہب میں دیوتاؤں کا دن، انسانوں کا دن، اسروں کا دن الگ بیان کیا جاتا ہے۔ تعجب ہے اس بات کا علم رکھتے ہوئے بھی سوامی جی نے اس طرح کے جاہلانہ اعتراضات کئے ہیں۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ''مالک'' اور ''یوم'' کے حوالہ سے ایک جگہ بیان فرماتے ہیں کہ

''مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْن سے صرف یہ مراد نہیں ہے کہ قیامت کو جزا سزا ہوگی بلکہ قرآن شریف میں بار بار اور صاف صاف بیان کیا گیا ہے کہ قیامت تو مجازاتِ کُبریٰ کا وقت ہے۔ مگر ایک قسم کی مجازات اِسی دنیا میں شروع ہے جس کی طرف آیت يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا (الانفال 30) اشارہ کرتی ہے۔'' (کشتی نوح صفحہ ۳۹)

سوامی جی نے اعتراض کیا کہ کیا خدا تعالیٰ صرف قیامت کے دن انصاف کرے گا؟ اور دیگر دنوں میں انصاف نہیں کرتا۔ خدا تعالیٰ کے انصاف کا طریقہ بیان کرتے ہوئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''فرمایا کہ میں مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْن ہوں۔ جزا و سزا دینا اسی کے اختیار میں ہے۔ اسی عالم سے جزا و سزا کا معاملہ شروع ہو جاتا ہے۔ جو نقب زنی کرتا ہے شاید ایک دفعہ نہیں تو دوسری دفعہ دوسری دفعہ نہیں تو تیسری دفعہ ضرور پکڑا جاتا ہے یا کسی اور رنگ میں اسے سزا مل جاتی ہے۔ یہ سزا کیا کم ہے چور دولت کے لیے چوری کرتا ہے اور پھر بھی ہمیشہ مفلس اور غریب ذلیل رہتا ہے ہم نے اس عالم میں خوب غور کر کے دیکھ لیا کہ جو سرگرمی سے نیکی کرتا ہے تو نیک نتیجہ پانے سے خالی نہیں رہتا اور جو بدی کرتا ہے ضرور بد نتیجہ بھگت لیتا ہے دیکھو جو زنا کرتے ہیں اُن کو آتشک ہو جاتی ہے شراب پینے والوں کو رعشہ ہو جاتا ہے۔ کسی کی انتڑیوں میں پھوڑے نکل آتے ہیں۔ القصّہ خدا کے اس قدر احسان ہیں کہ کس کی طاقت ہے جو ان احسانوں کو شمار کر سکے انسان جس قدر قویٰ لے کر آیا ہے وہ کسی کا عطیہ ہے۔ انسان اگر سوچ کر دیکھے تو سب قویٰ اللہ کے زیر قدرت ہیں چاہے تو ایک دم میں قلب کی حرکت موقوف ہو جائے اور انسان فوراً ہلاک ہو جائے مگر مرنے کو کس کا دل چاہتا ہے۔''

(البدر ۲۵ جون ۱۹۰۸ صفحہ ۳)

حضرت مسیح موعودؑ اللہ تعالیٰ کی مالکیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْن یعنی وہ خدا ہر ایک کی جزا اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے اس کا کوئی ایسا کارپرداز نہیں جس کو اس نے زمین و آسمان کی حکومت سونپ دی ہو اور آپ الگ ہو بیٹھا ہو اور آپ کچھ نہ کرتا ہو۔ وہی کارپرداز سب کچھ جزا دیتا ہو یا آئندہ دینے والا ہو۔'' (اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۴۳)

اعتراض (4)

سوامی دیانند کا یہ اعتراض کرنا کہ 'کیا بُری بات میں بھی مدد کا چاہنا ٹھیک ہے؟ عجیب منطق ہے؟ سورۃ فاتحہ میں ایک ترتیب کا نظام کام کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی چاروں بنیادی صفات کے ذکر کے بعد بندے کی طلب اور استعانت کا ذکر ہو رہا ہے۔ اور یہ مدد نیک کاموں میں بڑھنے اور تقویٰ کے حصول کے لئے ہے۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''اس سے بڑھ کر کوئی نعمت انسان کے لیے نہیں ہے کہ اسے گناہ سے نفرت ہو اور خدا تعالیٰ خود اسے معاصی سے بچالیوے مگر یہ بات نری تدبیر یا نری دعا سے حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ دونوں سے مل کر حاصل ہوگی جیسے کہ خدا تعالیٰ نے تعلیم دی ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْن جسکے یہ معنی ہیں کہ جو کچھ قویٰ خدا تعالیٰ نے انسان کو عطا کیے ہیں ان سے پورا کام لے پھر وہ انجام کو خدا کے سپرد کرتا ہے اور خدا تعالیٰ سے عرض کرتا ہے کہ جہاں تک تو نے مجھے توفیق عطا کی تھی اُس حد تک تو میں نے اس سے کام لے لیا یہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ کے معنے ہیں اور پھر اِيَّاكَ نَسْتَعِيْن کہہ کر خدا سے امداد چاہتا ہے کہ باقی مرحلوں کے لیے میں تجھ سے استمداد طلب کرتا ہوں وہ بہت نادان ہے جو کہ خدا کے عطا کیے ہوئے قویٰ سے تو کام نہیں لیتا اور صرف دعا سے مدد چاہتا ہے ایسا شخص کامیابی کا منہ کس طرح دیکھے گا۔''

(البدر یکم مارچ ۱۹۰۴ صفحہ ۳)

اسی طرح فرمایا

''اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ جو لوگ اپنے رب کے آگے انکسار سے دعا کرتے رہتے ہیں کہ شاید کوئی عاجزی منظور ہو جائے تو ان کا اللہ تعالیٰ خود مددگار ہو جاتا ہے۔''

(البدر ۳۱ جولائی ۱۹۰۳ صفحہ ۲۱۷)

اعتراض (5)

کیا سیدھا راستہ صرف مسلمانوں ہی کا ہے یا دوسروں کا بھی؟ سیدھے راستے کو مسلمان کیوں قبول نہیں کرتے؟ کیا سیدھا راستہ برائی کی طرف کا تو نہیں چاہتے؟ اگر اچھی باتیں سب کی سب یکساں ہیں تو پھر مسلمانوں میں کچھ خصوصیت نہ رہی اور اگر دوسروں کی اچھی باتیں نہیں مانتے تو متعصب ہیں۔

(ستیارتھ پرکاش صفحہ 672)

جواب: سوامی دیانند نے سیدھے راستے کے متعلق استفہامیہ رنگ میں سوال پوچھا ہے کہ کیا سیدھا راستہ صرف اسلام کا ہی ہے یا کوئی دوسرا راستہ؟ اس بارے میں امام الزمان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

''جس ہدایت کے طلب کرنے کا ہمیں سورہ فاتحہ میں حکم دیا گیا ہے وہ ذاتِ باری کی خوبیوں اور اُس کی چاروں صفات کی پیروی کرنا ہے۔ اور اسی کی طرف وہ الف لام اشارہ کر رہا ہے جو اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْم میں موجود ہے۔ اِس بات کو وہ شخص سمجھ سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے عقلِ سلیم عطا فرمائی ہو اور کچھ شک نہیں کہ یہ چاروں صفات (باقی تمام) صفات کیلئے بطورِ اصل کے ہیں اور یہ لوگوں کو قابلِ نفرت باتوں اور قسما قسم کی برائیوں سے پاک کرنے کیلئے کافی ہیں۔ پس کوئی بندہ اُس وقت تک اِن پر ایمان نہیں لاتا جب تک کہ وہ اِن میں سے ہر صفت سے اپنا حصّہ نہ لے لے اور پروردگارِ عالَم کے اخلاق کو اختیار نہ کر لے پس جو کوئی بھی اِن سے فائدہ اُٹھاتا ہے اُس پر محبوب ربّ کی معرفت کا ایک عظیم دروازہ کھولا جاتا ہے۔ اور اُس (ربّ) کی عظمت اُس کیلئے جلوہ گر ہو جاتی ہے۔ پس اُسے اللہ تعالیٰ کے اِذن سے جو سالکین کی تربیت کرنے والا ہے رجوع الی اللہ، گناہوں سے نفرت، سکینت، تواضع، حقیقی اطاعت، خشیت، اُنس، ذوق و شوق، صحیح وجدانی کیفیت اور فنا (فی اللہ) کرنے والی اور (گناہوں کو) بھسم کر ڈالنے والی ذاتی محبت حاصل ہو جاتی ہے۔''

(ترجمہ: کرامات الصادقین، روحانی خزائن جلد ۷، صفحہ ۱۴۵)

اسی طرح فرمایا کہ

''اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ کی دعا سکھائی ہے۔ اور یہ معلوم ہی ہے کہ کشف، الہام اور رؤیا صالحہ، مکالمات و مخاطبات اور محدّثیت ہدایت کی قسمیں ہیں تا کہ ان کے ذریعہ قرآن کے اسرار منکشف ہوں اور یقین میں اضافہ ہو۔ بلکہ انعام کے ان سماوی فیوض کے علاوہ اور کوئی معنی نہیں کیونکہ یہ سالکین کے

کیونکہ کذب کذب کو کھینچتا ہے
اس لئے کبھی بھی کاذب قرآنی معارف اور حقائق سے آگاہ نہیں ہوسکتا

صدیق کے مرتبہ پر قرآن کریم کی معرفت اور اس سے محبت اور اس کے نکات وحقائق پر اطلاع ملتی ہے۔ کیونکہ کذب کذب کو کھینچتا ہے اس لئے کبھی بھی کاذب قرآنی معارف اور حقائق سے آگاہ نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ فرمایا گیا ہے۔ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 276)

اصل مقاصد ہیں جو چاہتے ہیں کہ اُن پر معرفت کے دقائق منکشف ہوں اور وہ اس دنیا میں اپنے ربّ کو پہچان لیں اور محبّت اور ایمان میں ترقی کریں۔'' (حمامۃ البشریٰ صفحہ 80 ترجمہ)

اعتراض (6)

راہ اُن لوگوں کی کہ نعمت کی ہے تو نے اُوپر اُن کے سوائے اُن کے جو غصہ کیا گیا ہے اوپر اُن کے اور نہ گمراہوں کے راستہ ہم کو دکھا۔ (منزل اول سیپارہ اول سورۃ الفاتحہ آیت 6-7)

سوامی جی لکھتے ہیں جب مسلمان لوگ تناسخ اور پہلے کئے ہوئے گناہ اور ثواب نہیں مانتے۔ تو بعض لوگوں پر رحمت کرنے اور بعض لوگوں پر نہ کرنے سے خدا طرفدار ٹھہرتا ہے کیونکہ گناہ وثواب بغیر رنج و راحت کا دینا صرف بے انصافی کی بات ہے اور بلا سبب کسی پر رحم اور کسی پر غضب کی نظر کرنا بھی فطرت سے بعید ہے (بلا وجہ) وہ رحم یا غضب نہیں کر سکتا۔ اور جب اُن کے سابقہ ''سنچت'' گناہ وثواب ہی نہیں تو کسی پر رحم اور کسی پر غضب کرنا یہ بات ہی نہیں بن سکتی۔ (ستیارتھ پرکاش صفحہ 673-672)

جواب: اس جگہ دیانند نے خدا تعالیٰ پر بلا وجہ بعضوں پر رحم کرنے اور بعضوں پر نہ کرنے کا اعتراض کر کے طرف داری کا الزام لگایا ہے۔ جو کہ سراسر غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کسی کو بلا محنت کے نعمت کا عطا کرنا اُس کی رحمت کی دلیل ہے، اسلام کا خدا مالک خدا ہے اور مالک خود مختار ہوتا ہے کہ وہ جو چاہے کرے۔ اگر یہ اختیار نہیں تو پھر کس بات کا مالک ہے۔

حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ اس بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ:

''خدا کا کسی کو نعمت دینا اور بدوں کسی سابق مزدوری اور کسی محنت کے اللہ تعالیٰ کا انعام اور اکرام کرنا اس کی رحمت اور فضل کا نشان ہے جو باری تعالیٰ کی اعلیٰ درجہ کی صفت ہے۔'' (تصدیق براہین احمدیہ صفحہ 187 بحوالہ حقائق الفرقان جلد 1 صفحہ 21)

اعتراض (7)

خدا کا کلام انسانوں کے منہ سے کہلوانے پر اعتراض کرتے ہوئے سوامی دیانند نے لکھا کہ:

''اس سورۃ کی شرح میں یہ الفاظ کہ ''یہ سورۃ اللہ میاں نے دو آدمیوں کے منہ سے کہلائی کہ ہمیشہ اس طرح سے کہا کریں۔'' (درج ہیں) اگر یہ بات درست ہے تو ''الف۔ ب'' حروف بھی خدا نے ہی پڑھائے ہونگے؟ اگر کہو کہ بلا حروف جاننے کے اس سورۃ کو کیسے پڑھ سکتے (تو سوال یہ ہے کہ) کیا حلق ہی سے بُلائے اور بولتے گئے؟ اگر یہ درست ہو تو سب قرآن ہی زبانی پڑھایا ہوگا۔''

(ستیارتھ پرکاش صفحہ 673-672)

نہ جانے دیانند نے یہ نزول قرآن مجید کا خود ساختہ طریق کہاں سے سن لیا۔ قرآن مجید کے نزول کی کیفیت اور اُس حالت کا ذکر کرتے ہوئے صاحب تجربہ وحی و الہام سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''اِس بات کو تو ایک ناخواندہ مسلمان بھی جانتا ہے کہ قرآن شریف کا نازل ہونا اس طور سے مانا جاتا ہے کہ وہ خدا کا پاک کلام ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دِل پر نازل ہوا اور اِسی طرح ہم اب بھی خدا تعالیٰ کا قانونِ قدرت مشاہدہ کرتے ہیں جس مشاہدہ کے ہم خود گواہ رویت ہیں کہ یہی سنت اللہ اور قانون قدرت ہے کہ خدا کا کلام مع الفاظ دل پر نازل ہوتا اور زبان پر جاری ہوتا ہے وہ صرف مفہوم نہیں ہوتا بلکہ اُس کے ساتھ لفظ بھی ہوتے ہیں اور جیسا کہ خدا کا فعل بے نظیر ہے ایسا ہی وہ خدا کا کلام بھی بے مثل ہوتا ہے اِس طرح پر کہ نہایت درجہ کی بلاغت فصاحت کے ساتھ امور غیبیہ سے بھرا ہوا ہوتا ہے اور اس کے اندر ایک طاقت اور برکت اور کشش ہوتی ہے جو اپنی طرف کھینچتی ہے اور ایک نور ہوتا ہے جو تاریکی کو دُور کرتا ہے اور پیروی کرنے والے کو اُس نور سے منور کرتا ہے اور اُس کو خدا سے نزدیک کر دیتا ہے اور اُس کے ذریعہ سے پیروی کرنے والا گندی زندگی سے نجات پا کر بغیر اس کے جو ہزاروں جونوں میں ڈالا جائے اُسی پہلی جون میں ہی نجات پا لیتا ہے۔'' (چشمۂ معرفت روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 91,92)

اعتراض (8)

وہ کتاب خدا کی بنائی ہوئی نہیں ہو سکتی مثلاً عربی زبان میں نازل کرنے سے عرب والوں کو اس کا پڑھنا سہل اور دوسری زبان بولنے والوں کو مشکل ہو جاتا ہے۔ اس سے خدا طرف دار ٹھہرتا ہے اور جس طرح کہ خدا نے کل دنیا کے رہنے والے آدمیوں پر نظر انصاف سے سب ملکوں کی زبانوں سے نرالی سنسکرت زبان میں کہ جو سب ملک والوں کے لئے یکساں محنت سے حاصل ہوتی ہے۔ ویدوں کو نازل کیا ہے ایسی ہی زبان میں اگر قرآن کو نازل کرتا تو یہ نقص عائد نہ ہوتا۔

اس عبارت کا حاصل مقصد یہ ہے کہ عربی زبان میں الہام کیوں نازل ہوا سنسکرت میں ہونا چاہیے تھا۔ کوئی پوچھے کہ سنسکرت میں کیوں نازل ہونا چاہیے تھا؟ تو جواب میں دلیل کوئی نہیں بلکہ ایک اور دعویٰ پیش کرنا کہ وید کائنات کے شروعات میں نازل ہوئے تھے چونکہ ان کی زبان سنسکرت ہے لہذا سنسکرت میں الہام نازل ہونا چاہیے۔ دعویٰ پر دعویٰ مگر ثبوت ندارد۔ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ وید کائنات کے شروعات میں نازل ہوئے؟ اگر نازل ہی نہیں ہوئے تو پھر ان کی زبان میں الہام کے اترنے پر بھی تو خدا تعالیٰ پر پکش یعنی جانب داری اور طرف داری کا الزام عائد ہوگا۔

امام الزمان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس بارے میں آریہ سماج کی جانب سے کئے جانے والے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:

''یہ تو ہم مانتے ہیں کہ ابتدائے آفرینش میں بھی اُس وقت کے انسانوں کے لئے خدا تعالیٰ نے کوئی کتاب دی تھی مگر یہ نہیں مانتے کہ وہ کتاب وید ہی ہے اور نہ وید نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ ابتدائے زمانہ کی کتاب ہے۔ بلکہ رِگ وید جابجا اس مضمون سے بھرا پڑا ہے کہ وید سے پہلے کئی راستباز گذر چکے ہیں اور وید میں جابجا ایسی چیزوں کا ذکر ہے جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وید اُس زمانہ کی کتاب ہے جب کہ دنیا ہر ایک نیک و بد سے خوب آباد ہو چکی تھی اور اہل دُنیا کے تمام ضروری اسباب پیدا ہو چکے تھے۔

اور ہم اس دلیل کو بھی نہیں مانتے کہ جو وید کے الہامی ہونے پر اِس طور سے پیش کی جاتی ہے کہ اوّل صرف دعوے کے طور پر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وید ایک ایسی کتاب ہے کہ جو ابتدائے آفرینش میں انسانوں کو دی گئی اور پھر بعد اس کے یہ کہا جاتا ہے کہ ابتدائے زمانہ میں یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ بجز خدا کے کسی نے افترا کے طور پر کتاب بنائی ہو کیونکہ اُس زمانہ میں بولی سکھلانے والا محض خدا تھا اُس کے سوا کوئی نہ تھا سو اُسنے ویدک سنسکرت سکھلائی اور ظاہر ہے کہ بغیر سکھلانے کے کوئی بولی یاد نہیں آسکتی۔ اگر کسی نوزاد بچہ کو کچھ بھی نہ سکھلایا جائے تو وہ گُنگا رہ جاتا ہے۔

یہ عجیب دلیل ہے کہ جو آریہ مضمون سنانے والے نے (4 دسمبر 1907ء کا جلسہ آریہ سماج لاہور مراد ہے۔ ناقل) پیش کی ہے کہ پہلے تو وہ لوگوں کو اِس بات کے لئے مجبور کرتا ہے کہ تم بلا دلیل مان لو کہ وید ابتدائے زمانہ کی کتاب ہے اور پھر اپنے مذکورہ بالا بیان کے ساتھ وید کو الہامی کتاب ٹھہراتا ہے۔ سو اس کی یہ دلیل محض اِس طور کی ہے کہ جیسے کوئی کہے کہ اوّل تم بلا دلیل اس بات کو مان لو کہ پنڈت دیانند کے جسم پر پرندوں کی طرح پَر بھی تھے جو عقاب کے پَروں کی طرح نہایت قوی اور مضبوط تھے اور پھر ہم یہ بات ثابت کر دیں گے کہ آریہ ورت میں جس قدر اُس نے دورہ کیا اُس تمام دورہ میں وہ ریل وغیرہ کا محتاج نہ تھا بلکہ پرواز کر کے ایک شہر سے دوسرے شہر تک جاتا تھا۔ افسوس یہ لوگ نہیں جانتے کہ ایک بلا دلیل دعویٰ پیش کر کے پھر اُسی دعویٰ کی بناء پر کوئی بکواس کر کے اُس کا نام دلیل رکھنا عقلمندوں کا کام نہیں۔ سو یاد رہے کہ پہلے تو یہی بار ثبوت آریہ صاحبوں کی گردن پر ہے کہ وہ وید کو ابتدائے آفرینش کی کتاب ثابت کریں اور پھر بعد اس کے کوئی بات کریں۔'' (چشمۂ معرفت روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 73-72)

......☆......☆......☆......

۞ قرآن شریف میں یہ ایک برکت ہے کہ اس سے انسان کا ذہن صاف ہوتا اور زبان کھل جاتی ہے۔ (الحکم 10 مارچ 1903)

۞ قرآن شریف خدا کی روحانی کتاب ہے اور صدیقوں کا وجود خدا کی ایک مجسم کتاب ہے۔ جب تک یہ دونوں انوار ایمانی ظاہر نہیں ہوتے تب تک انسان خدا تک نہیں پہنچتا۔ (الحکم 24 جون 1900)

۞ یاد رکھو کہ جس نے قرآن مجید کے الفاظ اور فقرات کو جو قانون ہیں ہاتھ میں نہیں لیا اس نے قرآن کا قدر نہیں سمجھا۔ (الحکم 17 نومبر 1900)

جملہ احباب جماعت کو
جلسہ سالانہ قادیان 2015 مبارک ہو!

عمرالدین سویٹ شاپ: خالص مٹھائیوں کا واحد مرکز

از طرف: نصیرالدین Ph.7508866750

AHMADIYYA CHOWK QADIAN

جملہ احباب جماعت کو
جلسہ سالانہ قادیان 2015 مبارک ہو!

ABDUL MANNAN & FAMILY

SATANKULAM (T.N.)

جملہ احباب جماعت کو
جلسہ سالانہ قادیان 2015 مبارک ہو!

از طرف ایم۔رشید احمد & فیملی

کوڈیاتھور (کیرالہ)

جملہ احباب جماعت کو
جلسہ سالانہ قادیان 2015 مبارک ہو!

از طرف چوہدری حلیم احمد ولد مکرم چوہدری نذیر احمد & فیملی

UNIVERSAL PRO GYM

KURUKSHETRA HARYANA

Mob:9466467773

جملہ احباب جماعت کو
جلسہ سالانہ قادیان 2015 مبارک ہو!

از طرف چوہدری عبدالعزیز & فیملی

هُوَ الشَّافِيْ کلینک محلہ احمدیہ قادیان دارالامان

جملہ احباب جماعت کو
جلسہ سالانہ قادیان 2015 مبارک ہو!

S.S.HASSAN ABOOBACKER & FAMILY

&

RAHMANIYA Hr. Sec. SCHOOL

جملہ احباب جماعت کو
جلسہ سالانہ قادیان 2015 مبارک ہو!

از طرف مسعود احمد انصاری & فیملی

حیدرآباد (تلنگانہ)

جملہ احباب جماعت کو
جلسہ سالانہ قادیان 2015 مبارک ہو!

از طرف سی۔ایچ۔صدیق امیر جماعت احمدیہ کرولائی
وممبران مجلس عاملہ و جملہ احباب جماعت احمدیہ کرولائی

Mob.9446158818

جملہ احباب جماعت کو
جلسہ سالانہ قادیان 2015 مبارک ہو!

از طرف محمد سلیم زاہد زعیم مجلس انصاراللہ
و جملہ اراکین عاملہ و اراکین انصاراللہ سرینگر کشمیر

Mob. 9419026227

جملہ احباب جماعت کو
جلسہ سالانہ قادیان 2015 مبارک ہو!

از طرف پی۔ایم۔بشیر احمد امیر جماعت احمدیہ ماتھوٹم
وممبران مجلس عاملہ و جملہ احباب جماعت احمدیہ ماتھوٹم، کیرلہ

Mob.9388166887

قرآن مجید ایک عظیم الشان معجزہ

حقائق و معارف اور فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے

(رحمۃ اللہ بندیشہ، مربی سلسلہ، ربوہ پاکستان)

کمال اور علوّ مرتبت کا وہ درجہ جس کی مثال نہ لائی جاسکتی ہو اعجاز کہلاتا ہے قرآن کریم ایسے کمالات کا مجموعہ ہے جن کی نظیر لانا انسان کی طاقت میں نہیں۔ خواہ قرآن کے ظاہری الفاظ ہوں یا باطنی مفاہیم اور وسیع معنوی ذخائر، دونوں قسم کے کمالات مقدس کلام ربانی میں ایسے رنگ میں پائے جاتے ہیں کہ انسان اس کی مثل لانے میں عاجز ہے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (سورۃ الشوری آیت 12) یعنی اس کے ساتھ کسی چیز کو مثال کے طور پر پیش نہیں کیا جاسکتا ایسا ہی اس کے کلام کا حال ہے کہ اس کی نہ کوئی مثال ہے نہ بنائی جاسکتی ہے۔ کلام الٰہی ایسا بے نظیر خوبیوں اور معارف کا حامل ہے کہ ظاہر میں الفاظ تو وہی ہیں جو انسان اپنی عام بول چال میں استعمال کرتا ہے لیکن ان کی بندش ایسی ہے جیسے موتی جڑے ہوئے ہوں۔ نثر ہونے کے باوجود نظم سے زیادہ موزونیت رکھتا ہے اور دل و دماغ پر حاوی ہو جاتا ہے لیکن آسانی سے حفظ ہوجاتا ہے الفاظ میں شوکت ایسی کہ دل اس کی عظمت اور رعب سے خائف ہوجاتا ہے کہ خدائے عظیم عرش سے اپنے عاجز بندوں کو مخاطب فرمارہا ہے اور اس کا ایک ایک لفظ دل کو اپنے قابو میں لے رہا ہے قرآن مجید کے وجوہ اعجاز اس قدر کثیر ہیں کہ ان کا احاطہ نہیں ہوسکتا۔ جس شخص کو اپنے مذاق کے مطابق جو بات نمایاں نظر آئی ہے اسی کو اس نے وجہ اعجاز قرار دے لیا ہے۔ قرآن پاک کے وجوہ اعجاز کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا تَنْقَضِي عَجَائِبُهُ (جامع ترمذی کتاب فضائل القرآن) یعنی قرآن پاک کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوں گے۔

صحف سابقہ میں ذکر ہونے کے لحاظ سے اعجاز

صحف سابقہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاءؑ کو سرور کونین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی شریعت کاملہ کی بشارت دی ہے اور مختلف پیرایوں میں اس دائمی رسول اور اس عالمگیر شریعت سے روشناس کروایا ہے۔

خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا!

”میں ان (یعنی بنی اسرائیل) کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ اسے فرماؤں گا وہ سب ان سے کہے گا“

(استثناء باب ۱۸ آیت ۱۸)

پھر اس عظیم تجلی کو دوسری جگہ ان الفاظ میں بیان فرمایا!

”خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا اور اس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی“ (استثناء باب ۳۳ آیت ۲)

نیز فرمایا کہ:

”وہ کس کو دانش سکھائے گا؟ کس کو وعظ کر کے سمجھائیگا؟ انکو جن کا دودھ چھڑایا گیا جو چھاتیوں سے جدا کیے گے کیونکہ حکم پر حکم، حکم پر حکم، قانون پر قانون، قانون پر قانون، ہوتا جاتا تھوڑا یہاں تھوڑا وہاں، ہاں وہ وحشی کے ہونٹوں اور اجنبی کی زبان سے اس گروہ کے ساتھ باتیں کرے گا۔“

(یسعیاہ باب ۲۸ آیت ۹، ۱۰)

ان پیشگوئیوں میں جس مثیل موسیٰؑ صاحب شریعت، عظیم پیغمبر کی بشارت دی گئی ہے اور اس کے ہاتھ میں روشنی بخش جس شریعت کا تذکرہ ہے وہ پیغمبر ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور وہ شریعت غراء قرآن مجید ہے جو ایک نئی چیز اور نیا گیت ہے جو حکموں اور قانونوں کے مجموعہ کا نام ہے جو کچھ یہاں اور کچھ وہاں نازل ہوئے یعنی کچھ مکی آیات ہیں اور کچھ مدنی۔ وہ ایسی زبان میں نازل ہوا جو بنی اسرائیل کے لئے نئی اور اجنبی زبان تھی یہ نیا گیت سلع (جو مدینہ کے قریب ہے) کے بسنے والوں نے گایا اور اسے بری اور بحری ممالک میں ہر جگہ گایا ہر جگہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی ثنا کی۔

سلسلہ موسویہ کے آخری دور میں حضرت مسیحؑ مبعوث ہوئے آپؑ نے بھی فرمایا کہ:

”مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنی ہیں مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا“

(یوحنا باب ۱۶ آیت ۱۲، ۱۳)

مجموعہ اناجیل کے آخری صحیفہ مکاشفہ یوحنا میں آئندہ کے واقعات کے سلسلے میں لکھا ہے:

”جو تخت پر بیٹھا تھا میں نے اس کے داہنے ہاتھ میں ایک کتاب دیکھی جو اندر اور باہر سے لکھی ہوئی تھی اسے سات مہریں لگا کر بند کیا گیا پھر میں نے ایک زورآور فرشتے کو بلند آواز سے یہ منادی کرتے دیکھا کہ کون اس کتاب کے کھولنے اور اس کی مہریں توڑنے کے لائق ہے“ (مکاشفہ یوحنا باب ۵ آیت ۱ تا ۳)

اناجیل کے ان بیانات پر سرسری نظر کرنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ سچائی کا روح کون ہے جس نے تمام سچائی کی راہ دکھا دی۔ ان بیانات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ تمام سچائی کی راہ ایک کتاب کی صورت میں پیش ہونے والی تھی جسے مہر سے بند کیا گیا تھا، یہ کتاب کلام خدا ہے اور اس کا ظاہر و باطن ہے اور اس برگزیدہ پر اس کامل کتاب کا نزول مقدر تھا جو سب نبیوں میں یگانہ ہے جسے وہ نام دیا گیا ہے جو کسی اور نبی کو نہیں دیا گیا وہ نبیوں کا سرتاج اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے آپؐ کی لائی ہوئی شریعت ہی کامل کتاب ہے جس کا خلاصہ سات آیتوں کی صورت میں ابتدا میں سورۃ فاتحہ (کھلی ہوئی کتاب) کی شکل میں ذکر کیا گیا ہے اس کامل کتاب اور اس سات آیتوں والی سورۃ کے حقائق و معارف بے شمار ہیں جو اپنے اپنے وقت پر کھلنے مقدر ہیں۔

بائبل کی ان پیشگوئیوں میں معجزانہ رنگ میں قرآن مجید کے اعجاز کا نہایت عمدہ بیان ہے اور یہ بیان اہل کتاب یہود و نصاریٰ پر حجت ہے کیونکہ وہ ان کتابوں کو الہامی مانتے ہیں قرآن مجید نے خود اس کا دعوی کیا ہے کہ میں ہی بائبل کی ان پیشگوئیوں کا مصداق ہوں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہی یہ پیشگوئیاں منطبق ہوتی ہیں فرمایا!

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ (سورۃ الاعراف آیت ۱۵۸)

اس آیت کریمہ میں یہ بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وعدہ اور آپ کی صفات اور کام تورات اور انجیل میں مذکور ہیں آپؐ ان پیشگوئیوں کے مصداق ہیں اور وہ نور یعنی قرآن

قرآنی فصاحت بلاغت فضول طریقوں سے بکلّی پاک اور منزہ ہے

چونکہ قرآنی فصاحت بلاغت فضول طریقوں سے بکلّی پاک اور منزہ ہے پس اس صورت میں حکیم مطلق کی شان مقدس سے بالکل دور تھا کہ وہ فضول گو شاعروں کی طرح بے نقط یا با نقط عبارت میں اپنا کلام نازل کرتا۔ کیونکہ یہ سب لغو حرکتیں ہیں جن میں کچھ بھی فائدہ نہیں اور حکیم مطلق کی شان اس سے بلند و برتر ہے کہ کوئی لغو حرکت اختیار کرے۔ (براہین احمدیہ حصہ چہارم، صفحہ 384، حاشیہ در حاشیہ)

مجید جو آپؐ کے ساتھ نازل ہوا اس کی پیروی اور اتباع کرنے والے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے اور آپؐ کی نصرت کرنے والے ہی کامیاب و کامران ہوں گے۔ تورات وانجیل کی پیشگوئیوں میں درج تھا کہ آنے والی موعود شریعت تمام سچائی کی راہ بیان کرے گی اور پھر یہ کہ وہ عالمگیر اور ساری دنیا کے لئے ہو گی قرآن مجید نے دعوی فرمایا ہے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدہ:4)

کہ اب نسل انسانی کے لئے شریعت اور دین کو کامل کر دیا گیا ہے اور آسمانی نعمت پایہ تکمیل کو پہنچ گئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اب ہمیشہ کے لئے اسلام کو دین الٰہی مقرر کر دیا ہے

پس قرآن مجید کا یہ اعجاز ہے کہ وہ سابقہ آسمانی کتابوں کی موعود کامل شریعت ہے جو فضائل و اعجاز ان پیشگوئیوں میں مذکور ہیں وہ سب قرآن مجید میں پائے جاتے ہیں۔

قرآن مجید کا دعویٰ اعجاز

اوپر مذکور بائبل کی پیشگوئیوں کے مطابق قرآن مجید نے ببانگ دہل اپنے اعجازی ہونے کا اعلان کیا ہے جو آج سے چودہ سو سال قبل بھی اسی طرح کارگر تھا جس طرح آج ہے مگر کسی کو بھی یہ توفیق نہیں ہوئی کہ اس کی مثل لا سکے قرآن مجید نے سورۃ بنی اسرائیل میں دعویٰ کیا ہے:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۸۹)

اگر دنیا کے سارے جن وانس جمع ہو کر باہمی تعاون سے بھی قرآن کی طرح کا کلام بنانا چاہیں تو وہ کبھی بھی اس جیسا کلام بنا کر پیش نہیں کر سکتے۔

اور سورۃ ھود میں ان لوگوں کو چیلنج کیا گیا ہے جو قرآن کو کلام الٰہی نہیں مانتے تھے بلکہ کہتے تھے کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اپنا گھڑا ہوا ہے فرمایا:

قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّ ادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ (سورۃ ھود آیت ۱۴)

کہ اگر تم لوگ اپنے ادّعاء میں سچے ہو تو اپنے ادّعاء کی سچائی ثابت کرنے کے لئے زیادہ نہیں قرآن کی دس ہی سورتوں جیسی سورتیں بنا کر دکھا دو اور اس کام کے لئے جتنے مددگار فراہم کر سکتے ہو ان سب کو اپنی مدد کے لئے بلا لو۔

پھر سورۃ بقرہ میں قرآن کے کلام الٰہی ہونے پر شک وشبہ کرنے والوں کو یہ چیلنج کیا گیا کہ وَ ادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ (سورۃ البقرۃ آیت ۲۴)

تمہارے خیال کے مطابق کتاب اللہ نہیں ہے تو چلو، قرآن کی سورتوں میں سے کسی ایک ہی سورت جیسی سورت بنا کر دکھا دو اور جو تمہارے حمایتی ہیں ان سب کو اپنی مدد کے لئے بلا لو۔

قرآن کا یہ چیلنج رہتی دنیا تک کے لئے ہے اس میں نہ کسی خطہ کی کوئی تخصیص ہے اور نہ کسی زمانے کی کوئی خصوصیت ہے۔ عرب ہو یا عجم، شمال ہو یا جنوب، مشرق ہو یا مغرب۔ آج بھی قرآن پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ اگر تمہیں قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں کوئی شک وشبہ ہے تو فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ یعنی اس کی ایک ہی سورت جیسی سورت بنا لاؤ بلکہ سورۃ طُور میں ارشاد ہے کہ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ (سورۃ الطور آیت ۳۴)

اگر یہ لوگ اپنے اس ادّعاء میں سچے ہیں کہ قرآن اللہ کا کلام نہیں تو اس جیسا معجزانہ شان کا صرف ایک ہی جملہ بنا کر لے آئیں۔

فصاحت وبلاغت کے لحاظ سے اعجاز

کیا یہ قرآن پاک کی فصاحت و بلاغت کا اعجاز نہیں ہے کہ ایک امی کی طرف سے قرآن کی مثل لانے کا اعلان شائع ہوا اس وقت عرب کے قبیلہ قبیلہ میں زبان آور شعراء اور آتش بیاں خطیب موجود تھے مگر اس تحدّی کے سامنے سب کی زبانیں گنگ ہو گئیں، کفار عرب نے اسلام اور پیغمبر اسلام کی تکذیب کی کیا کیا کوششیں نہ کیں انھوں نے اس راہ میں جان و مال قربان کیا، دین و مال کو برباد کیا اپنے عزیزوں اور فرزندوں کو نثار کیا خود اپنی جانیں ہتھیلیوں پر رکھیں ان کے سپاہیوں نے میدان جنگ میں پرے جمائے ان کے دولتمندوں نے اپنے خزانے کھول دیئے ان کے شاعروں اور خطیبوں نے اپنی آتش بیانیوں سے تمام ریگستان عرب کو تنور بنا دیا۔ یہ سب کچھ کیا، مگر یہ نہ ہو سکا کہ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا جواب پیش کریں۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ اس کی مثال لانے سے عاجز تھے اور جب وہ جو زبان کے اصل مالک اور محاورہ عرب کے طبعی ماہر تھے اس کے مقابلے سے عاجز آ گئے تھے تو اس زمانے کے بعد کے لوگوں کے لئے تو یہ عجز اور درماندگی اور زیادہ نمایاں ہے۔ لبید عامری عرب کے مشہور شاعر تھے اور سبعہ معلقہ کی بزم مشاعرہ کے ایک رکن تھے اور جس کے اشعار کے متعلق مشہور تھا کہ:

اُكْتُبُوْهَا عَلَى الْحَنَاجِرِ وَ لَوْ بِالْخَنَاجِرِ کہ اے لوگو! لبید عامری کے اشعار کو اپنے گلوں پر لکھو خواہ تمھیں خنجروں کے ساتھ ہی لکھنے پڑیں''

اسلام کے بعد جب حضرت عمرؓ نے ان سے چند اشعار کی فرمائش کی تو انھوں نے جواب دیا جب خدا نے مجھ کو بقرہ اور آل عمران سکھلائی تو مجھے شعر کہنا زیبا نہیں۔ (شرح المواھب اللدنیہ جلد ۲ ص ۵۰۵)

ولید بن مغیرہ بڑا دولت مند اور قریش میں فصاحت کا استاد تھا اس نے خدمت نبویؐ میں حاضر ہو کر کچھ سنانے کی درخواست کی آنحضرتؐ نے ان اللہ یامر بالعدل (النحل :91) والی آیت آخر تک تلاوت فرما کر سنائی۔ ولید اس درجہ متاثر ہوا کہ اس نے مکرر تلاوت کرنے کی فرمائش کی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دوسری مرتبہ بھی سنا چکے تو ولید بولا: خدا کی قسم اس کلام میں کچھ اور ہی شرینی ہے اور تازگی بھی نئی قسم کی ہے اس نخل کا اعلیٰ حصہ ثمر آور ہے اور اس کا زیریں حصہ مضبوط تنہ ہے اور کوئی بشر اس جیسا کلام نہیں بنا سکتا۔ (شرح المواھب اللدنیہ جلد ۲ ص ۵۰۶)

خدا کے قول سے قول بشر کیوں کر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے

جذب وتاثیر کے لحاظ سے اعجاز

قرآن کریم اپنی جذب وتاثیر کے لحاظ سے بھی ایک بے نظیر کتاب ہے اور اپنے اس منصب میں حیوانوں کو انسان اور انسانوں کو با اخلاق انسان اور با اخلاق انسانوں کو باخدا انسان بنانا حقیقتاً قرآن کریم پر ہی ختم ہے جس عمدگی سے قرآن کریم نے اپنے اس منصب کو پورا کیا ہے دنیا کی کوئی مذہبی کتاب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ قرآن مجید اس وقت نازل کیا گیا جب کہ آسمانی کتاب کے حامل اور کتب سماویہ سے خالی ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ یعنی ظاہری اور روحانی لحاظ سے اقوام بگڑ کر كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ (وحشیوں اور چارپایوں سے بھی بدتر ہو چکی تھیں۔ قرآن مجید نے يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ'' کے موافق ان کو گمراہی وضلالت سے نکال کر ہدایت کے اعلیٰ مقام پر اور فرش سے اُٹھا کر عرش پر بٹھا دیا اور وہ وحشی سے مہذب انسان بن گئے۔ اور رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔ کی اسناد خدا تعالیٰ سے حاصل کر لیں۔

قرآن پاک کی تاثیرات کی چند مثالیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں بخاری کتاب التفسیر میں یہ واقعہ درج ہے کہ آپؐ نے حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے فرمائش کی کہ مجھے قرآن کریم سناؤ، انھوں نے جواب دیا کہ بھلا میں آپؐ کو کیا سناؤں آپؐ پر تو خود قرآن اترا ہے آپؐ نے فرمایا نہیں بات یہ ہے کہ مجھ کو قرآن دوسرے شخص سے سننا اچھا لگتا ہے ابن مسعودؓ کہتے ہیں میں نے سورۃ نساء

قرآن مجید کی طرح دُنیا کے کسی متکلم نے اپنے کلام کے بے مثل ہونے کا دعویٰ نہیں کیا

اگر کسی متکلم نے ایسا دعویٰ ہی نہیں کیا کہ میرا کلام بے مثل و مانند ہے جس کے مقابلہ اور معارضہ سے فی الحقیقت تمام جن وانس عاجز وساکت ہیں تو ایسے متکلم کے کلام کو خواہ نخواہ بے مثل و مانند سمجھ لینا حقیقت میں اسی مثل مشہور کا مصداق ہے کہ مدعی سست و گواہ چست۔ ماسوا اس کے کسی کلام کو قرآن شریف کی نظیر اور شبیہہ ٹھہرانے میں اس بات کا ثبوت بھی پیدا کر لینا چاہئے کہ جن کمالات ظاہری و باطنی پر قرآن شریف مشتمل ہے انہیں کمالات پر وہ کلام بھی اشتمال رکھتا ہے جس کو بطور نظیر پیش کیا گیا ہے۔ کیونکہ اگر نظیر پیش کردہ کو کمالات قرآنیہ سے کچھ بھی حصہ حاصل نہیں تو پھر ایسی نظیر پیش کرنا بجز اپنی جہالت اور حماقت دکھلانے کے کس غرض پر مبنی ہوگا۔ (براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ 397، حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

پڑھنی شروع کی تھوڑی دیر بعد آپؐ نے فرمایا بس کرو۔ آپؐ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔(بخاری کتاب التفسیر سورۃ النساء باب فکیف اذا جئنا من کلّ امّۃٍ بشھیدٍ)

ایسا ہی حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کا واقعہ ہے کہ آپ جیسا شخص انتہائی غیظ وغضب کی حالت میں گھر سے مسلح ہو کر نکلتا ہے کہ نعوذ باللہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا کام تمام کردے اور ہمیشہ کے لئے اس وجود کو صفحۂ ہستی سے مٹا دے لیکن جونہی اپنی بہن کے گھر پہنچتا ہے قرآن کریم کی آیات سن لیتا ہے تو تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑتی ہے اور اپنی بہن کے گھر سے صاف ہو کر نہایت منکسرانہ حالت میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہو جاتا ہے اور اسلام سے مشرف ہو کر رضی اللہ عنہم کے گروہ میں شامل ہو جاتے ہیں۔

(سیر الصحابہؓ جلد ۱ ص ۹۸،۹۹)

نجاشی کے دربار میں حضرت جعفرؓ نے جب سورۃ مریم کی تلاوت کی تو اس پر رقت طاری ہوگئی اور اس کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے پھر کہا ''خدا کی قسم! یہ کلام اور انجیل دونوں ایک ہی چراغ کے پرتو ہیں۔

(مسند احمد بن حنبل جلد ۱ ص ۳۳۳ حدیث جعفر بن ابی طالب ھو حدیث الھجرۃ)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ قرآن کی روحانی تاثیرات سے متاثر ہو کر اپنے قلبی جذبات واحساسات یوں بیان کرتے ہیں۔

''میں نے دنیا کی بہت سی کتابیں پڑھی ہیں اور بہت ہی پڑھی ہیں مگر ایسی کتاب دنیا کی دل ربا، راحت بخش، لذت دینے والی جس کا نتیجہ دکھ نہ ہو، نہیں دیکھی ...... میں پھر تم کو یقین دلاتا ہوں کہ میری عمر، میری مطالعہ پسند طبیعت، کتابوں کا شوق اس امر کو ایک بصیرت اور کافی تجربہ کی بنا پر کہنے کے لئے جرأت دلاتے ہیں کہ ہرگز ہرگز کوئی کتاب ایسی موجود نہیں ہے اگر ہے تو وہ ایک ہی کتاب ہے وہ کون سی کتاب ہے؟ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ کیسا پیارا نام ہے میں سچ کہتا ہوں کہ قرآن شریف کے سوا کوئی ایسی کتاب نہیں ہے کہ اس کو جتنی بار پڑھو جس قدر پڑھو اور جتنا اس پر غور کرو اسی قدر لطف اور راحت بڑھتی جاوے گی طبیعت اکتانے کے بجائے چاہے گی کہ اور وقت اس پر صرف کرو عمل کرنے کے لئے کم از کم جوش پیدا ہوتا ہے اور دل میں ایمان یقین اور عرفان کی لہریں اٹھتی ہیں۔''

(حقائق الفرقان جلد اوّل ص ۳۴)

حفاظت کے لحاظ سے اعجاز

قرآن مجید کا یہ اعجاز ہے کہ وہ ہر طرح کی تحریف و تبدل اور تغیر سے محفوظ ہے اس کی حفاظت ایسی پختہ اور ایسی قطعی ہے کہ اس میں نہ خلل پیدا ہوا ہے اور نہ کبھی پیدا ہو سکتا ہے اور یہ حقیقت خود قرآن مجید کے عالمگیر اور زندہ کتاب ہونے کا ایک ناقابل انکار ثبوت ہے آسمانی کتابوں میں سے قرآن مجید وہ واحد کتاب ہے جس کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ (سورۃ الحجر:10)

کہ ہم نے ہی اس قابل شرف کتاب کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

یہ بھی عجیب بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ صرف قرآن مجید کے لئے ہوا ہے اور پھر اس سے بھی عجیب تر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی رنگ میں قرآن مجید کی حفاظت فرمائی ہے اور ایسا ہونا ضروری تھا کیونکہ سابقہ کتب ایک ایک قوم کے لئے اور ایک محدود زمانہ کے لئے ہوتی تھیں مگر قرآن مجید ایک عالمگیر شریعت ہے۔ پیشگوئیوں کے مطابق قرآن مجید کا نزول تدریجاً ہوا عربوں میں غضب کی قوت حافظہ تھی قرآن مجید کی زبان ایسی شیریں اور لذیذ ہے کہ کوئی باذوق عربی دان اسکی لذت سے مسحور ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا پھر اس کا زندہ کلام ہونا قطعی طور پر ثبوت کو پہنچ گیا ہے جس سے دلوں میں انتہائی محبت پیدا ہوگئی پھر مسلمانوں کی نمازیں، ان کے معاملات، انکے تمدنی مسائل، ان کی زندگی کا ہر مرحلہ قرآن مجید سے وابستہ قرار پا گیا ان سب باتوں کا لازمی نتیجہ تھا کہ مسلمان قرآن مجید کے لفظ لفظ حرف حرف کو یاد کرتے۔ دل پر نقش کرتے اور روز و شب بکثرت اس کی تلاوت کرتے اسے استعمال کرتے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

پھر قرآن مجید کی باطنی حفاظت یعنی اس کے معنوں کو محفوظ رکھنے کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی انتظام فرمایا آنحضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے خدا تعالیٰ سے خبر پا کر یہ پیشگوئی فرمائی۔

اِنَّ اللّٰہَ یَبۡعَثُ لِھٰذِہِ الۡاُمَّۃِ عَلٰی رَاۡسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَنۡ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیۡنَھَا

(ابوداؤد کتاب الملاحم باب ما یذکر فی قرن المائۃ)

کہ اللہ تعالیٰ میری امت کے فائدہ کی خاطر ہر صدی کے سر پر ایسے وجود مبعوث کرتا رہے گا جو امت کے دین کی تجدید کریں گے۔

گویا جو میل کچیل اور غلط حواشی اس عرصے میں مذہب اسلام اور قرآن مجید کی طرف منسوب کئے گئے ہوں گے اللہ تعالیٰ ایک مجدد یعنی مصلح کے ذریعے دور فرمادے گا حضرت مسیح موعودؑ حفاظت قرآن کریم کے سلسلے میں فرماتے ہیں:

''قرآن شریف میں یہ وعدہ تھا کہ خدا تعالیٰ فتنوں اور خطرات کے وقت میں دین اسلام کی حفاظت کرے گا جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوۡن۔ سو خدا تعالیٰ نے بموجب اس وعدہ کے چار قسم کی حفاظت اپنی کلام کی کی۔ اوّل حافظوں کے ذریعہ سے اس کے الفاظ اور ترتیب کو محفوظ رکھا اور ہر ایک صدی میں لاکھوں ایسے انسان پیدا کیے جو اس کی پاک کلام کو اپنے سینوں میں حفظ رکھتے ہیں ...... دوسرے ایسے ائمہ اور اکابر کے ذریعہ سے جن کو ہر ایک صدی میں فہم قرآن عطا ہوا ہے ...... تیسرے متکلمین کے ذریعہ سے جنھوں نے قرآنی تعلیمات کو عقل کے ساتھ تطبیق دے کر خدا کی پاک کلام کو کوتہ اندیش فلسفیوں کے استخفاف سے بچایا ہے۔ چوتھے روحانی انعام پانے والوں کے ذریعہ سے جنھوں نے خدا کی پاک کلام کو ہر ایک زمانہ میں معجزات اور معارف کے منکروں کے حملہ سے بچایا ہے۔''

(ایام الصلح روحانی خزائن جلد ۱۴ ص ۲۸۸)

اسی طرح ایک اور موقعہ پر حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں کہ:

''اس نے وعدہ فرمایا تھا اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوۡنَ۔ یعنی بے شک ہم نے ہی اس ذکر (قرآن شریف) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں قرآن شریف کی حفاظت کا جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ تورات یا کسی اور کتاب کے لئے نہیں۔ اس لئے ان کتابوں میں انسانی چالاکیوں نے اپنا کام کیا قرآن شریف کی حفاظت کا یہ بڑا زبردست ثبوت ہے کہ اس کی تاثیرات کا ہمیشہ تازہ بتازہ ثبوت ملتا رہتا ہے''

(الحکم ۱۷ نومبر ۱۹۰۵ صفحہ 8،7)

پھر اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ہی اس کی حفاظت کے سلسلے میں فرماتا ہے کہ:

لَّا یَاۡتِیۡہِ الۡبَاطِلُ مِنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡہِ وَلَا مِنۡ خَلۡفِہٖ ؕ تَنۡزِیۡلٌ مِّنۡ حَکِیۡمٍ حَمِیۡدٍ (سورۃ حٰم سجدہ:43)

یعنی باطل نہ اس کے آگے سے آ سکتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے بڑی حکمتوں والے اور بڑی تعریف والے خدا کی طرف سے وہ اترا ہے قرآن مجید تمام دنیا میں اس کثرت سے پڑھا جاتا ہے کہ اس کی مثال نہیں۔

حقائق ومعارف کے لحاظ سے اعجاز

قرآن مجید کا اسلوب بیان اور اس کی آیتیں اور سورتیں موتیوں کی لڑی کی طرح پروئی ہوئی ہیں کہ اس کی فصاحت و بلاغت کے ساتھ ساتھ اس کے اسلوب بیان سے حقائق و معارف کا بے پایاں سمندر پیدا ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی، اس کی توحید اور اس کی صفات کا بیان دیکھو تو ایسا دلکش ہے کہ انسان محو حیرت ہو جاتا ہے انسانی تخلیق اور کائنات عالم کی پیدائش کے بیاں پر نظر کرو تو نگاہیں خیرہ ہو کر رہ جاتی ہیں انسانی زندگی کے لئے تعلیمات کا جائزہ لیا جائے۔ تمدنی، سیاسی، اقتصادی اور مذہبی تعلیمات و ہدایات کو دیکھا جائے تو ان کا ایجاز جامعیت اور معنوی بھرپوری سے عقلیں دنگ ہیں پیشگوئیوں کے بیانات پر تدبر کیا

بڑے بڑے عرب کے نامی شاعروں کو ماننا پڑا کہ قرآن شریف انسانی طاقتوں سے بلند تر ہے
کئی اندھے تھے کہ جو اِس کامل روشنی سے بینا ہوگئے اور کئی بہرے تھے کہ اِس سے سننے لگ گئے
اور اب بھی وہ روشنی چاروں طرف سے تاریکی کو اٹھاتی جاتی ہے اور قرآن شریف کے انوار حقہ دلوں کو منور کرتے جاتے ہیں

بڑے بڑے عرب کے نامی شاعروں کو کہ جن کی عربی مادری زبان تھی اور جو طبعی طور پر اور نیز کسبی طور پر مذاق کلام سے خوب واقف تھے ماننا پڑا کہ قرآن شریف انسانی طاقتوں سے بلند تر ہے اور کچھ عرب پر موقوف نہیں بلکہ خود تم میں سے کئی اندھے تھے کہ جو اس کامل روشنی سے بینا ہو گئے اور کئی بہرے تھے کہ اس سے سننے لگ گئے اور

جائے تو اتنے خزانے علوم و معارف کے نظر آتے ہیں کہ انسانی ادراک ہر مرحلہ اور ہر مقام پر اپنے عجز کا اعتراف کرتا ہے اور لطافت بیاں ایسی ہے کہ انسان کا دل جذب و کشش کی انتہائی کیفیت سے دوچار ہوتا ہے پھر قیامت ما بعدہ کی زندگی کے کوائف کو جس سحر انگیز انداز میں بیان کیا گیا ہے وہ رگ رگ میں لذت بھر دیتا ہے۔ جنت و دوزخ کے حالات کا نقشہ جس معیاری اسلوب میں بیان ہوا ہے وہ اتنا بے مثال ہے کہ یوں نظر آتا ہے کہ جنت بھی سامنے ہے اور دوزخ بھی آنکھوں کے آگے ہے قرآن مجید اپنے ہر رنگ میں بے مثال اور اپنے ہر پہلو سے عجیب ترین کتاب ہے۔

بہار جاوداں پیدا ہے اس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے
(حضرت مسیح موعودؑ)

اگر انسان قرآن مجید کی سکھائی ہوئی دعاؤں پر ہی غور کرے تو اس کے روئیں روئیں سے عشق و محبت کی چنگاری شعلہ زن ہو جائے گی یہ بڑا وسیع مضمون ہے مگر میں اس جگہ سورۃ فاتحہ اور اس کی دعا کو بطور مثال پیش کرتا ہوں دنیا کی کوئی کتاب قرآن مجید کے کسی مضمون میں اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی، حقائق معارف کے بیان میں اس کے سامنے نہیں ٹھہر سکتی مہدی دوراں، مسیح آخرالزماں نے اعلان فرمایا کہ:

''واقعی اور حقیقی یہی بات ہے کہ توریت اور انجیل کو علوم حکمیہ میں سورہ فاتحہ کے ساتھ بھی مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں۔ ہم کیا کریں اور کیونکر فیصلہ ہو۔ پادری صاحبان ہماری کوئی بات بھی نہیں مانتے۔ بھلا اگر وہ اپنی توریت یا انجیل کو معارف اور حقائق کے بیان کرنے اور خواص کلام الوہیت ظاہر کرنے میں کامل سمجھتے ہیں تو ہم بطور انعام پانچ سو روپیہ نقد ان کو دینے کے لئے طیّار ہیں۔ اگر وہ اپنی کل ضخیم کتابوں میں سے جو ستر کے قریب ہوں گی وہ حقائق اور معارف شریعت اور مرتب اور منتظم دُرِ حکمت و جواہر معرفت و خواص کلام الوہیت دکھلا سکیں جو سورہ فاتحہ میں سے ہم پیش کریں''
(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب روحانی خزائن جلد ۱۲ ص ۳۶۰)

اس بیان سے سورۃ فاتحہ کی خصوصاً اور باقی قرآن مجید کی عموماً نمایاں شان کا اظہار ہوتا ہے اس کی عظمت و دلکشی اس کے اسلوب و بیاں کی جاذبیت اور اس کے حقائق و معارف کی بے حسابی ظاہر و باہر ہے کچھ لوگ اپنی علمی کمی کا اعتراف کرنے کی بجائے قرآن مجید کے لا محدود روحانی خزائن کو چند سالوں، چند صدیوں، چند تفسیروں یا چند کتابوں تک محدود قرار دیتے ہیں اور اس طرح قرآن پاک کے بحر ذخار کی حد بندی کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر جماعت احمدیہ اور کوئی محقق مسلمان یہ تصور نہیں کرسکتا کہ قرآن مجید کے حقائق و معارف ایک نسل یا ایک زمانہ کے لئے تھے اور جو کچھ سابق مفسرین نے لکھ دیا ہے وہ حرف آخر ہے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ تحریر فرماتے ہیں:

''اے بندگان خدا یقینا یاد رکھو کہ قرآن شریف میں غیر محدود معارف و حقائق کا اعجاز ایسا کامل اعجاز ہے جس نے ہر ایک زمانہ میں تلوار سے زیادہ کام کیا ہے اور ہر یک زمانہ اپنی نئی حالت کے ساتھ جو کچھ شبہات پیش کرتا ہے یا جس قسم کے اعلیٰ معارف کا دعوی کرتا ہے اس کی پوری مدافعت اور پورا الزام اور پورا پورا مقابلہ قرآن شریف میں موجود ہے کوئی شخص برہمو یا بدھ مذہب والا یا آریہ یا کسی اور رنگ کا فلسفی کوئی ایسی الٰہی صداقت نکال نہیں سکتا جو قرآن شریف میں پہلے سے موجود نہ ہو قرآن شریف کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہو سکتے اور جس طرح صحیفۂ فطرت کے عجائب و غرائب خواص کسی پہلے زمانے تک ختم نہیں ہو چکے بلکہ جدید در جدید پیدا ہوتے جاتے ہیں یہی حال ان صحفِ مطہرہ کا ہے تا خدائے تعالیٰ کے قول اور فعل میں مطابقت ثابت ہو''
(ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد ۳ ص ۲۵۷، ۲۵۸)

اس سارے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید کو یہ نمایاں فضیلت حاصل ہے کہ وہ حقائق و معارف کا ایک بے پایاں سمندر ہے قرآن مجید کا یہ اعجاز آفتاب نصف النہار کی طرح ثابت ہے۔

......★......★......★......

قُرآن شریف کی محبت میں
حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا پاکیزہ منظوم کلام

جمال و حسن قرآں نور جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلامِ پاک رحماں ہے
بہار جاوداں پیدا ہے اس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے
کلام پاک یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لولوئے عماں ہے وگر لعل بدخشاں ہے
خدا کے قول سے قول بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے
ملائک جس کی حضرت میں کریں اقرار لاعلمی
سخن میں اس کے ہمتائی کہاں مقدور انساں ہے
بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز
تو پھر کیونکر بنانا نور حق کا اُس پہ آساں ہے
ارے لوگو کرو کچھ پاس شان کبریائی کا
زباں کو تھام لو اب بھی اگر کچھ بوئے ایماں ہے
خدا سے غیر کو ہمتا بنانا سخت کفراں ہے
خدا سے کچھ ڈرو یارو یہ کیسا کذب و بہتاں ہے
اگر اقرار ہے تم کو خدا کی ذات واحد کا
تو پھر کیوں اسقدر دل میں تمہارے شرک پنہاں ہے
یہ کیسے پڑ گئے دل پر تمہارے جہل کے پردے
خطا کرتے ہو باز آؤ اگر کچھ خوف یزداں ہے
ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو! نصیحت ہے غریبانہ
کوئی جو پاک دل ہووے دل وجاں اُس پہ قرباں ہے

❀❀❀

اب بھی وہ روشنی چاروں طرف سے تاریکی کو اٹھاتی جاتی ہے اور قرآن شریف کے انوار حقہ دلوں کو منور کرتے جاتے ہیں۔ واقعی یہ حال ہو رہا ہے کہ جس قدر لوگوں کی آنکھیں کھلتی جاتی ہیں اسی قدر قرآن شریف کی عظمت کے قائل ہوتے جاتے ہیں۔ چنانچہ بڑے بڑے متعصب انگریزوں میں سے جو کہ حکیم اور فلاسفر کہلاتے تھے خود بول اٹھے کہ قرآن شریف اپنی فصاحت اور بلاغت میں بے نظیر ہے یہاں تک کہ گادفری ہیگنس صاحب جیسے سرگرم عیسائی کو اپنی کتاب کی دفعہ ۲۲۱ میں لکھنا پڑا کہ حقیقت میں جیسی عالی عبارتیں قرآن میں پائی جاتی ہیں اس سے زیادہ غالباً دنیا بھر میں نہیں مل سکتیں۔ اور ایسا ہی یوٹ صاحب کو بمجبوری اپنی کتاب میں یہی گواہی دینی پڑی۔ (براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ 398، حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

قرآن مجید پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات

از اِفاضات حضرت مسیح موعود علیہ السلام وخلفائے احمدیت

(لئیق احمد ڈار، مربی سلسلہ، نظارت نشر واشاعت قادیان)

اللہ تعالیٰ قرآن شریف کے شروع میں ہی فرماتا ہے ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (البقرہ:2) یعنی یہ وہ کتاب ہے۔ جس میں کوئی شک نہیں۔ ہدایت دینے والی ہے متقیوں کو۔ اس نص صریح میں اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اس کتاب میں کوئی ریب اور شک نہیں۔ بدطینت لوگ ریب نکالنے کے موقعے ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک کر چور ہوجاتے ہیں مگر حاصل ندارد۔ ہر اُمید پر پانی پھر جاتا ہے۔

جمال و حسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
ارے لوگو کرو کچھ پاس شان کبریائی کا
زباں کو تھام لو اب بھی اگر کچھ بوئے ایماں ہے
(درثمین)

ہر زمانہ میں بدفطرت لوگوں کی روش رہی ہے کہ وہ اس زمانہ کے چاند پر تھوکنے کی بے سود کوشش کرجاتے ہیں۔ ایسی ہی لاحاصل کارروائی گذشتہ چودہ سوسال سے قرآن عظیم جیسے بدرِ کامل پر بھی کی جاتی رہی ہے۔ اس کے برعکس قرآن مجید کی آب وتاب نے ہمیشہ مستعد دلوں کو منور کیا ہے۔ اس نور سے استفاضہ کرکے بیشمار لوگ آسمانِ ہدایت کے درخشندہ ستارے بن گئے جیسا کہ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّھِمُ اقْتَدَیْتُمْ اھْتَدَیْتُمْ

(مشکوٰۃ کتاب المناقب، مناقب الصحابہ صفحہ ۵۵۴)

قرآن مجید کے نور سے سب سے زیادہ استفاضہ ہمارے پیارے نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا گویا آپ کا وجود باجود قرآنی تعلیمات کا مجسّمہ تھا چنانچہ جب سعد بن ہشام بن عامر نے اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ سے اخلاق وکردار نبویؐ کے بارہ میں استفسار فرمایا تو اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا کا جواب باصواب کیسا جامع اور حسین پیرائے میں یہ تھا کہ :

أَلَستَ تَقرَأُ القُرآنَ ؟ قُلتُ بَلٰی. قَالَت : فَإِنَّ خُلُقَ نَبِیِّ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ کَانَ القُرآنَ۔ (رواہ مسلم)

یعنی کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا؟ میں نے کہا! کیوں نہیں۔ فرمایا پس یقیناً نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خُلق تو قرآن تھا۔

پھر آپؐ نے اس خُلقِ عظیم کے ذریعہ جو انقلاب عظیم دنیا میں برپا کردیا کُل عالم اس کا گواہ ہے۔ تاریخ سے باخبر لوگ اس حقیقت سے آشنا ہیں۔ اس محیر العقول معجزہ سے انگشت بدنداں ہیں۔ زبان حال سے گویا ہیں کہ یہ انقلاب کس آئین نے برپا کردیا۔ قرآن جس کی تعلیم نے عرب کی وحشی اور ننگِ انسانیت قوم کو پستی کی اتھاہ گہرائی اور سلسلہ وار رسوائی سے اُٹھا کر بام عروج پر پہنچادیا۔ وہ دنیا کے معلّم بن گئے۔ وہ حُسنِ کردار کے پیکر ہوگئے۔ انسان ہوگئے۔ با اخلاق انسان ہوگئے۔ 360 خداؤں کو چھوڑ کر واحد لاشریک کے پرستار ہوگئے۔ باخدا انسان ہوگئے۔ حتیٰ کہ خُدا نما انسان ہوگئے۔ اُن کی زندگی یکسر بدل گئی۔ گویا زمین وآسمان بدل گیا۔

اس تغیر عظیم کے باوجود جو کہ قرآن مجید نے بپا کیا ہر زمانہ میں ہدایت کے دشمن پیہم یہ کوشش کرتے ہیں کہ قرآن عظیم کے خوب رُو پر خاک ڈالیں۔ باوصف اس کے کہ اس کی کوئی نظیر نہیں اور اس میں کوئی نقص نہیں تاہم مخالف لوگ اس کی تعلیم، حجم، اسلوب کلام، ظاہری و باطنی خصائص وغیرہ پر بے بنیاد اعتراض کرتے ہیں۔ زیریں سطور میں قرآن مجید پر کئے جانے والے چند اعتراضات پیش کئے جاتے ہیں جن کا ردّ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ اور آپکے خلفائے عظام نے اپنی تحریروں اور تقریروں میں کیا ہے۔

ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ نزولِ قرآن مجید کی ضرورت کا ثبوت کیا ہے؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

’’خدا تعالیٰ نے قرآن شریف کی ضرورت نزول کی اور اس کے منجانب اللہ ہونے کی یہ دلیل پیش کی ہے کہ قرآن شریف ایسے وقت میں آیا ہے کہ جب تمام امتوں نے اصول حقہ کو چھوڑ دیا تھا اور کوئی دین روئے زمین پر ایسا نہ تھا کہ جو خدا شناسی اور پاک اعتقادی اور نیک عملی پر قائم اور بحال ہوتا بلکہ سارے دین بگڑ گئے تھے اور ہر یک مذہب میں طرح طرح کا فساد دخل کر گیا تھا اور خود لوگوں کے طبائع میں دنیا پرستی کی محبت اس قدر بھر گئی تھی کہ بجز دنیا اور دنیا کے ناموں اور دنیا کے آراموں اور دنیا کی عزتوں اور دنیا کی راحتوں اور دنیا کے مال ومتاع کے اور کچھ ان کا مقصد نہیں رہا تھا اور خدائے تعالیٰ کی محبت اور اس کے ذوق اور شوق سے بکلی بے بہرہ اور بے نصیب ہوگئے تھے اور رسوم اور عادت کو مذہب سمجھا گیا تھا پس خدا نے جس کا یہ قانون قدرت ہے کہ وہ شدتوں اور صعوبتوں کے وقت اپنے عاجز بندوں کی خبر لیتا ہے اور جب کسی سختی سے جیسے امساک باراں وغیرہ سے اس کے بندے قریب ہلاکت کے ہوجاتے ہیں باران رحمت سے ان کی مشکل کشائی کرتا ہے نہ چاہا کہ خلق اللہ ایسی بلا میں مبتلا رہے جس کا نتیجہ ہلاکت دائمی اور ابدی ہے سو اس نے بہ تعمیل اپنے قانون قدیم کے کہ جو جسمانی اور روحانی طور پر ابتداء سے چلا آتا ہے قرآن شریف کو خلق اللہ کی اصلاح کے لئے نازل کیا اور ضرور تھا کہ ایسے وقت میں قرآن شریف نازل ہوتا کیونکہ اس پرظلمت زمانہ کی حالت موجودہ کو ایسی عظیم الشان کتاب اور ایسے عظیم الشان رسول کی حاجت تھی۔‘‘

(براہین احمدیہ حصہ چہارم، روحانی خزائن، جلد 1، صفحہ 658)

چنانچہ تاریخ اس بات کی شاھد ناطق ہے کہ جس زمانہ میں سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے نہ صرف قریش عرب گمراہی کے شکار تھے بلکہ مذہب عیسوی بھی گمراہی میں تھا، یہود بھی اپنے دین پر قائم نہ تھے، ایران کے مذہبی حالات بھی ناگفتہ بہ تھے۔ مختصراً چند ایک حوالے پیش ہیں:۔

جان ڈیون پورٹ جو کہ ۸/جون ۱۷۸۹ء لنڈن میں پیدا ہوئے اپنی کتاب میں عیسائیت کی خراب حالت کے بارے میں رقم طراز ہیں:۔

"It is not easy to conceive of anything more deplorable than the condition of Christianity at this time.At the time of Mohammed's advent all had abandoned the principles of their religion. "

(An Apology For Mohammed And The Koran)

یہود کی حالت زار: ’’یہود بھی اپنے دین پر قائم نہ تھے۔ ان میں بھی دین کی جگہ بدعات، رسومات اور جہالت اور گمراہی نے لے لی تھی وہ ذلّت اور رسوائی میں اپنی زندگی کے دن گذار رہے تھے......قومی غرور، نسبی تکبّر، حرص اور مال و دولت کی از حد طمع، مسلسل سود کے لین دین سے ان میں مخصوص ذہنیت وسیرت اور قومی خصائل و عادات پیدا ہوگئے تھے جن میں وہ ہمیشہ منفرد رہے، کمزور یا مغلوب ہونے کے وقت ذلت وخوشامد، اور غالب ہونے کی صورت میں انتہائی بے رحمی اور بدمعاملگی اور عام حالات میں دغابازی اور نفاق، سنگدلی وخود

قرآن کریم نے تمام دنیا کو صاف اور سیدھے اصول خداشناسی اور حقوق عباد کے عطا کئے اور گم گشتہ توحید کو قائم کیا

ہمارے سیّد ومقتداء ختم المرسلین کے زمانہ کی ضرورتیں درحقیقت کسی ایک نوع میں محدود نہ تھیں اور یہ زمانہ بھی کوئی محدود زمانہ نہ تھا بلکہ ایسا وسیع تھا جس کا دامن قیامت تک پھیل رہا ہے اس لئے خداوند قدیر وحکیم نے قرآن کریم کو بے نہایت کمالات پر مشتمل کیا۔ اور قرآن کریم بوجہ اپنے ان کمالات کے جن میں سے کوئی دقیقہ خیر کا باقی نہیں رہا تھا ہر یک زمانہ کے فساد کا کامل طور پر تدارک کرتا رہا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بڑا کام قرآن کریم کا خلق اللہ کے اصولوں کی اصلاح تھی سو اس نے تمام دنیا کو صاف اور سیدھے اصول خداشناسی اور حقوق عباد کے عطا کئے اور گم گشتہ توحید کو قائم کیا اور دنیا کے پُرظلمت خیالات کے مقابل پر وہ پرحکمت اور پرنور اور بایں ہمہ اعلیٰ درجہ کا بلیغ وفصیح کلام پیش کیا جس نے تمام اس وقت کے موجودہ خیالات کو پاش پاش کردیا اور حکمت اور معرفت اور بلاغت اور فصاحت اور تاثیرات قویہ میں ایک عظیم الشان معجزہ دکھلایا۔ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ 39، 40)

غرضی، مفت خوری و حرام خوری، راہِ حق سے لوگوں کو روکنا اِن کا قومی کردار تھا۔‘‘

(انحطاط المقر یزیۃ جلد 4 صفحہ 392)
the Arab's conquest of (Egypt p.133-134)

ایران اور اس کے مذہبی حالات:

’’متمدّن دُنیا کے اس ملک میں بھی فساد اور فتنہ بپا تھا اور یہاں بھی مذہب کی جڑ اُکھڑ چکی تھی۔ چنانچہ اَخلاقی بنیادیں زمانۂ دراز سے متزلزل چلی آرہی تھیں۔ جن رشتوں سے اِزدواجی تعلّقات دُنیا کے متمدّن علاقوں کے باشندے ہمیشہ ہمیش ناجائز اور غیر قانونی سمجھتے رہے ہیں اور فطری طور پر اس سے نفرت کرتے ہیں، ایرانیوں کو ان کی حرمت و کراہت تسلیم نہیں تھی۔ یزدگرد جس نے پانچویں صدی کے وسط میں حکومت کی ہے، اُس نے اپنی لڑکی کو زوجیت میں رکھا پھر قتل کر دیا۔‘‘

(ماخوذ از Historian's History of the world vol.viii p.24)

ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ جب حروف اور الفاظ مفرد اور چھوٹے فقرات قرآن مجید اور انسان میں مشترک ہوئے تو پھر یہ خدائی کلام کیسے ہوا؟

براہین احمدیہ میں اس وسوسے کا جواب دیتے ہوئے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

بے شک حروف اور الفاظ مفرد اور چھوٹے فقرات خدائی کلام اور انسان میں مشترک ہیں مگر یاد رہے کہ یہ کلمات دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہیں۔ لیکن جب یہ کلام خدا تعالیٰ کی طرف منسوب ہو تو اس میں یہ ضروری ہے کہ یہ مذکورہ عناصر ایک محکم اور پُر حکمت ترتیب رکھتے ہوں اور کمال اعتدال و موزونیت سے برمحل موضوع ہوں۔ جیسے دوسرے تمام کام خدا تعالیٰ کے اپنے اندر یہ خواص رکھتے ہیں۔ پس قانونِ قدرت کی رو سے ضروری ہے کہ کلام الٰہی بے مثل ہو اور شراکت غیری سے منزّہ ہو۔

(ملخص از روحانی خزائن، جلد 1، صفحہ 331 تا 362، براہین احمدیہ حصہ چہارم)

ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اگر کامل معرفت قرآن پر ہی موقوف ہے تو پھر خدا نے اس کو تمام ملکوں میں اور تمام معمورات قدیم و جدید میں کیوں شائع نہ کیا اور کیوں کروڑہا مخلوقات کو اپنی معرفت کاملہ اور اعتقاد صحیح سے محروم رکھا۔

حضورؑ اس اعتراض کا جواب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ وسوسہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید کو تمام ملکوں اور قدیم و جدید معمورات عالم میں کیوں شائع نہ کیا اور کیونکر کروڑہا انسان کو اپنی معرفت سے محروم رکھا صرف سودائیوں کا سا خیال ہے۔ اگر سورج کی روشنی بعض تاریک جگہوں تک نہیں پہنچی یا بعض نے الّو کی طرح سورج کو دیکھ کر آنکھیں بند کر لیں یا کسی نے روزنے اور دروازے اپنے مکان کے بند کر لئے تو کیا اِس سے یہ مستلزم ہے کہ سورج منجانب اللہ نہیں؟ اور یہی مثال بارانِ رحمت کی بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صاف فرما دیا ہے کہ الہام الٰہی کی ہدایت ہر ایک طبیعت کے لئے نہیں۔ جیسا کہ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۳ تا ۵ میں اس کی تشریح موجود ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ یعنی الہامِ الٰہی صرف ان لوگوں کے لئے ہدایت ہے جو پاک باطن ہیں، عقل سلیم رکھتے ہوں، فہم و ادراک میں کامل، شائقین طلب حق ہوں، اور صحیح النّیت ہوں اور ان خواص سے متّصف ہونے کی وجہ سے بالآخر ایمان اور خدا شناسی اور تقویٰ کامل پر پہنچے ہوں تو اللہ تعالیٰ بہر حال انکو ہدایت دیگا۔ اور یہ کتاب ان کو پہنچ رہیگی اور مرنے سے پہلے وہ راہِ راست پالیں گے۔ اور جن تک ہدایت نہیں پہنچی تو وہ مفسد الطبع گروہ میں قطعی طور پر شامل ہیں۔ انکی نجات کے بارے میں یہ مذکور ہے کہ وہ وحشی اور کالانعام لا یعقل مسلوب الحواس کے حکم میں آئیں گے اور ہر ایک باز پُرس سے بری ہیں۔ لیکن جو قدرے عقل اور حواس رکھتے ہیں، ان کا بر اندازہ مقدار عقل محاسبہ ہوگا۔

خدا تعالیٰ نے مختلف طبائع کیوں پیدا کیں؟ یہ اللہ تعالیٰ کے کاموں میں بیجا دخل ہے جو کہ ناجائز ہے۔ فضل اللہ ہے چاہے تو وہ اس فضل میں سے کسی کو دے یا نہ دے لا یسئل عمّا یفعل۔

(ملخص از روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 189 سن طباعت 2008ء از قادیان، حاشیہ نمبر 11)

اعتراض از طرف پادری عماد الدّین و بابا نرائن سنگھ وکیل امرتسری در رسالہ وِدّیا پرکاش بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ فصیح طرز پر نہیں کیونکہ مقدّم الرّحیم اور مؤخّر الرّحمٰن ہونا چاہیئے تھا اسوجہ سے کہ بلاغت میں یہ ہے کہ قلت سے کثرت کی طرف انتقال ہو۔

حضورؑ اس اعتراض کا رد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ’’جس کلام کی بلاغت کو عرب کے تمام اہل زبان جن میں بڑے بڑے شاعر بھی تھے باوجود سخت مخالفت کے تسلیم کر چکے ہیں بلکہ بڑے بڑے معانداس کلام کی شانِ عظیم سے نہایت درجہ تعجب میں پڑ گئے۔ اور اکثر اُن میں سے کہ جو فصیح اور بلیغ کلام کے اسلوب کو بخوبی جاننے پہچاننے والے اور مذاقِ سخن سے عارف اور باانصاف تھے وہ طرزِ قرآنی کو طاقت انسانی سے باہر دیکھ کر ایک معجزہ عظیم یقین کر کے ایمان لے آئے جن کی شہادتیں جا بجا قرآن شریف میں درج ہیں اور جو لوگ سخت کور باطن تھے اگرچہ وہ ایمان نہ لائے مگر سراسیمگی اور حیرانی کی حالت میں اُن کو بھی کہنا پڑا کہ یہ سحرِ عظیم ہے جس کا مقابلہ نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ ان کا یہ بیان بھی فرقانِ مجید کے کئی مقام میں موجود ہے۔ اب اُسی کلام معجز نظام پر ایسے لوگ اعتراض کرنے لگے جن میں سے ایک تو وہ شخص ہے جس کو دو سطریں عربی کی بھی صحیح اور بلیغ طور پر لکھنے کا ملکہ نہیں۔ اور اگر کسی اہلِ زبان سے بات چیت کرنے کا اتفاق ہو تو بجز ٹوٹے پھوٹے اور بے ربط اور غلط فقروں کے کچھ بول نہ سکے۔ اور اگر کسی کو شک ہو تو امتحان کر کے دیکھ لے۔ اور دوسرا وہ شخص ہے جو علم عربی سے بکلی بے بہرہ بلکہ فارسی بھی اچھی طرح نہیں جانتا۔ اور افسوس کہ عیسائی مقدم الذکر کو یہ بھی خبر نہیں کہ یورپ کے اہل علم کہ جو اسکے بزرگ اور پیشرو ہیں جن کا بورٹ صاحب وغیرہ انگریزوں نے ذکر کیا ہے وہ خود قرآن شریف کے اعلیٰ درجہ کی بلاغت کے قائل ہیں۔ اور پھر دانا کو زیادہ تر اس بات پر غور کرنی چاہئے کہ جب ایک کتاب جو خود ایک اہل زبان پر ہی نازل ہوئی ہے اور اس کی کمال بلاغت پر تمام اہل زبان بلکہ سبعہ معلقہ کے شعراء جیسے اتفاق کر چکے ہیں۔ تو کیا ایسا مسلم الثبوت کلام کسی نادان اجنبی وژولیدہ زبان والے کے انکار سے جو کہ لیاقت فن سخن سے محض بے نصیب اور توغل علوم عربیہ سے بالکل بے بہرہ بلکہ کسی ادنیٰ عربی آدمی کے مقابلہ پر بولنے سے عاجز ہے قابل اعتراض ٹھہر سکتا ہے بلکہ ایسے لوگ جو اپنی حیثیت سے بڑھ کر بات کرتے ہیں خود اپنی نادانی دکھلاتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ اہل زبان کی شہادت کے برخلاف اور بڑے بڑے نامی شاعروں کی گواہی کے مخالف کوئی نکتہ چینی کرنا حقیقت میں اپنی جہالت اور خرفطرتی دکھلانا ہے۔‘‘

(روحانی خزائن، جلد اول، صفحہ 432 تا 433 براہین احمدیہ حصہ چہارم، بقیہ حاشیہ نمبر 11)

نیز حضورؑ فرماتے ہیں کہ حقیقی بلاغت اس امر میں محدود نہیں کہ قلیل کو کثیر پر ہر جگہ اور ہر محل میں خواہ نخواہ مقدّم رکھا جائے بلکہ اصل قاعدہ بلاغت کا آئینہ دار بنایا جاوے سو اس جگہ بھی رحمان کو رحیم پر مقدّم کرنے میں کلام کو واقعی صورت اور ترتیب کا آئینہ بنایا گیا ہے۔

(ملخص از روحانی خزائن، جلد اوّل، صفحہ 435، بقیہ حاشیہ نمبر 11)

یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ’حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جامع القرآن تھے؟‘

حضرت حکیم الامت مولانا نور الدین خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ اس اعتراض کا رد کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:

’’لوگ حضرت عثمانؓ کو جامع القرآن بتاتے ہیں۔ یہ بات غلط ہے۔ صرف عثمانؓ کے لفظ کے ساتھ قافیہ ملایا ہے۔ ہاں شائع کنندہ قرآن اگر کہیں تو کسی حد تک بجا ہے۔ آپ کی خلافت کے زمانہ میں اسلام دُور دُور تک پھیل گیا تھا۔ اس لئے آپؓ نے چند نسخہ نقل کرا کر مکہ، مدینہ، شام، بصرہ، کوفہ اور بلاد میں بھجوا دیئے تھے اور جمع تو اللہ تعالیٰ کی پسند کی ہوئی ترتیب کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ہی فرمایا تھا اور اسی پسندیدہ ترتیب

قرآن کریم کے الفاظ جواہرات مرصع کی طرح اپنے اپنے محل پر چسپاں ہیں
اور نیز قرآن کریم کا ہر یک لفظ اور ہر یک نقطہ تصرّف اور دخل انسان سے محفوظ ہے

اگر درحقیقت کوئی حدیث قرآن کریم سے معارض ومخالف ہے تو حدیث قابل تاویل ہے نہ کہ قرآن۔ کیونکہ قرآن کریم کے الفاظ جواہرات مرصع کی طرح اپنے اپنے محل پر چسپاں ہیں اور نیز قرآن کریم کا ہر یک لفظ اور ہر یک نقطہ تصرّف اور دخل انسان سے محفوظ ہے برخلاف حدیثوں کے کہ وہ محفوظ الالفاظ بکلی نہیں اور ان کے الفاظ کی یادداشت اور محل پر رکھنے میں وہ اہتمام نہیں ہوا جو قرآن کریم میں ہوا۔ (ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ 612)

کے مطابق ہم تک پہنچایا گیا۔ ہاں اس کا پڑھنا اور جمع کرنا ہم سب کے ذمہ ہے۔“

(بحوالہ حقائق الفرقان، جلد 4، صفحہ 272)

یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اتنے کاموں اور شورشوں میں قرآن کریم یاد کس طرح رہ سکتا تھا؟

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”یہ ایسا سوال ہے کہ اس کا ایک ہی جواب ہوسکتا ہے اور وہ یہ کہ ایک واقعہ کو کس طرح جھٹلایا جاسکتا ہے۔ جب واقعہ یہ ہے کہ قرآن کریم آپ کو یاد رہا اور شب و روز نمازوں میں سُنایا جاتا رہا تو اس کا انکار کس طرح کیا جاسکتا ہے۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ میرے سامنے پروفیسر مارگولیتھ نے یہ اعتراض کیا کہ اتنا بڑا قرآن کس طرح یاد رہ گیا۔ میں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تو قرآن اُترا تھا اور آپؐ کے سپرد ساری دُنیا کی اصلاح کا کام کیا گیا تھا آپؐ اسے کیوں یاد نہ رکھتے؟ میرے ایک لڑکے نے گیارہ سال کی عمر میں قرآن یاد کر لیا ہے۔ اور لاکھوں انسان موجود ہیں جنہیں سارے کا سارا قرآن یاد ہے۔ جب اتنے لوگ اسے یاد کر سکتے ہیں تو کیا وہی نہیں کر سکتا تھا جس پر قرآن نازل ہوا تھا۔“

(فضائل القرآن نمبر 1 صفحہ 23، مطبوعہ از نظارت نشر و اشاعت قادیان، سن 2012ء)

یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ’چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پڑھ تھے۔ اس لئے کاتب جو چاہتے لکھ دیتے۔‘

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”اس کا جواب یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے سے ہی اس کا انتظام کر لیا تھا۔ اور وہ یہ کہ جب وحی نازل ہوتی تو کاتب کو کہتے لکھ لو اور چار آدمیوں کو کہتے یاد کرلو۔ اس طرح لکھنے والے کی غلطی یاد کرنے والے درست کرا سکتے تھے۔ اور یاد کرنے والوں کی غلطی لکھنے والا بتا سکتا تھا۔ فرض کرو لکھنے والے نے لفظ غلط لکھ لیا مگر یاد کرنے والے اس غلطی کے ساتھ کیونکر متفق ہو سکتے تھے، اس طرح فوراً پکڑی جاسکتی تھی۔“

(فضائل القرآن نمبر 1 صفحہ 26، مطبوعہ از نظارت نشر و اشاعت قادیان، سن 2012ء)

یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ’حضرت عثمانؓ کے وقت قرآن کے پڑھنے میں بہت اختلاف ہو گیا تھا۔‘

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”اس کا جواب یہ ہے کہ کسی صحیح روایت سے یہ پتہ نہیں لگتا کہ حضرت عثمانؓ کے وقت قرآن کے متعلق اختلاف ہو گیا تھا۔ بلکہ صاف لکھا ہے کہ قرأت میں اختلاف تھا اور حدیثوں سے ثابت ہے کہ سات قرأتوں پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن پڑھا۔ چونکہ بعض قوموں کے لئے بعض الفاظ کا ادا کرنا مشکل تھا۔ اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بذریعہ وحی بتلایا جاتا کہ ان الفاظ کو اس طرح بھی پڑھ سکتے ہیں۔ اس بارہ میں روایات میں آتا ہے کہ حضرت علیؓ نے بیان کیا کہ حضرت عثمانؓ نے انہیں بلا کر کہا کہ مختلف قبائل کے لوگ کہتے ہیں کہ ہماری قرأت صحیح ہے اور اس پر جھگڑا پیدا ہو رہا ہے۔ اس لئے اس کا فیصلہ ہونا چاہئے۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ آپ ہی فیصلہ کر دیں۔ انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ چونکہ مسلمان ہو کر اب سب ایک ہو گئے ہیں اس لئے ایک ہی قرأت ہونی چاہئے اور وہ قریش والی قرأت ہے۔“

(فضائل القرآن نمبر 1 صفحہ 26، مطبوعہ از نظارت نشر و اشاعت قادیان، سن 2012ء)

یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ’اگر قرأتوں میں اختلاف نہ تھا تو حضرت ابوبکرؓ کے وقت کے قرآن جلائے کیوں گئے؟‘

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بھی صریح طور پر غلط ہے۔ وہاں تو یہ لکھا ہے کہ حضرت حفصہؓ کے پاس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ کا قرآن تھا۔ وہ ان سے منگوایا گیا اور کہا گیا کہ نقل کرنے کے بعد واپس کر دیں۔ چنانچہ واپس کر دیا گیا۔ اور جلائے مختلف قرأتوں والے قرآن گئے تھے تاکہ قرأتوں کا اختلاف نہ رہے۔“

(فضائل القرآن نمبر 1 صفحہ 26، مطبوعہ از نظارت نشر و اشاعت قادیان، سن 2012ء)

یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ’اگر اختلاف نہیں تھا تو حضرت عثمانؓ کے وقت دوبارہ تحقیق کی ضرورت کیوں پیش آئی۔‘

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”اس کا جواب یہ ہے کہ قرأتوں کی تحقیق کرائی گئی تھی عبارتوں اور سورتوں کی تحقیق نہیں کروائی گئی۔“

(فضائل القرآن نمبر 1 صفحہ 27، مطبوعہ از نظارت نشر و اشاعت قادیان، سن 2012ء)

یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ’قرآن تو کہتا تھا کہ شہد کی مکھی میں سے شہد نکلتا ہے جبکہ اب تحقیق نے تو یہ ثابت کر دیا کہ پھول کے نیکٹر سے یہ شہد کی مکھی شہد بناتی ہے؟‘

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اس اعتراض کا ردّ کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:

”آج سے تیس چالیس سال میں بعض سائنسدانوں کو شہد کی مکھی اور اس کے حالات شہد وغیرہ کے متعلق دلچسپی پیدا ہوئی۔ انہوں نے تحقیق کرنی شروع کی وہ تحقیق جب کی گئی تو ایک وقت میں انہوں نے کہا کہ مکھی پھول سے رس لیتی ہے یعنی شہد جس چیز سے بنتا ہے اس وقت اس کا قوام نہیں ہوتا پھول کے اندر ایک پانی کا قطرہ یا قطرہ کا کچھ حصہ ہوتا ہے۔ اس کے اندر مٹھاس بھی ہوتی ہے اور خوشبو بھی۔ اس کو انگریزی میں نیکٹر (Nector) کہتے ہیں پادریوں کے پاس جب یہ علمی تحقیق آئی تو انہوں نے کہا کہ قرآن تو کہتا تھا کہ شہد کی مکھی میں سے شہد نکلتا ہے۔ **یخرج من بطونها شراب** (النحل:70) کہ ان کے اندر سے شہد نکلتا ہے اب تحقیق نے تو یہ ثابت کر دیا کہ پھول کے نیکٹر سے یہ شہد کی مکھی شہد بناتی ہے۔ نئے علم نے ایک نیا اعتراض پیدا کر دیا اور اللہ تعالیٰ کا قادرانہ تصرف ہے کبھی وہ خود سائنسدانوں کو سائنسدانوں سے ہی جواب دلواتا ہے اور مزید تحقیق سے انہیں جواب مل جاتا ہے اور وہ تحقیق ہمارے حق میں مفید ہوتی ہے۔ ہمیں خدا تعالیٰ نے عقل دی ہم نے بھی سوچا اور پڑھا اور ان ہی سائنسدانوں نے چند سال کے بعد یہ کہا کہ شہد کی مکھی تقریباً ۵۰ فیصد اپنے جسم کے Glands(غدود) میں سے سیکرشن (Secretion) یعنی غدود کا رس نکال کر شہد کے اندر ملاتی ہے۔ پھر انہوں نے یہ کہا کہ جو باہر سے خادم مکھی نیکٹر (Nector) کا ذرا سا جزو لے کر آتی ہے تو چھتے میں رہنے والی مکھیاں زبان باہر نکالتی ہیں تو خادم مکھیاں اس کے اوپر رکھ دیتی ہیں اور چھتے میں رہنے والی مکھی زبان کو نکالنے اور اندر لے جانے کی حرکت ہزاروں ہزار مرتبہ کرتی ہے اور اس طرح پانی کو خشک کر کے شہد کو قوام کی شکل دیتی ہے۔ وہ بھی اس کے منہ میں سے نکلا ہے یعنی جو منہ کے اندر گیا اس کی شکل اور تھی اور جو منہ سے نکلا اس کی شکل اور تھی جو منہ میں گیا وہ پانی سے مشابہ تھا اور جو باہر نکلا اس کی شکل زیادہ ترشیرے سے ملتی ہے۔ دو مختلف شکلیں ہوئیں اور پھر تقریباً ۵۰ فیصد اپنے جسم کے حصے ملا دیئے اب یہ نئی تحقیق نے علم دیا۔ جو اسلام سے پیار کرنے والے اور جن کو اللہ تعالیٰ نے نور ایمان دیا ہوا تھا انہوں نے کہا تمہارا اعتراض غلط ہے کیونکہ اصل کیفیت یہ ہے کہ جس چیز پر تم اعتراض کر رہے ہو وہ حقیقت شے نہیں بلکہ حقیقتِ شے کا نصف ہے جب دو کو ملا دو گے اس کو پورا کر دو گے تو اعتراض خود ہی ساقط ہو جائے گا۔“

(خطبات ناصر، جلد 5، صفحہ 301 تا 302، خطبہ جمعہ 2 نومبر 1973ء)

یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ سورتوں کی ترتیب صحابہ کی لگائی ہوئی ہے اور یہ کہ دائمی ترتیب میں جمع کرتے ہوئے ترتیب نزولی کا خیال نہیں رکھا گیا۔‘

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ اس اعتراض کا رد کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:

”رمضان المبارک میں اس وحی کا آغاز ہوا ہے اور پھر جتنا جتنا قرآن کریم نازل ہوتا رہا رمضان المبارک میں اس کی باقاعدہ دہرائی ہوتی رہی اور جب سے قرآن کریم کا آغاز ہوا ہے اس کے بعد ہر اگلے رمضان میں جبریل

سیفی فتح کچھ چیز نہیں سچی اور حقیقی فتح وہ ہے جو معارف اور حقائق اور کامل صداقتوں کے لشکر کے ساتھ حاصل ہو

جس قدر معارف وحقائق بطون قرآن کریم میں چھپے ہوئے ہیں جو ہر یک قسم کے ادیان فلسفیہ وغیر فلسفیہ کو مقہور و مغلوب کرتے ہیں اُن کے ظہور کا زمانہ یہی تھا۔ کیونکہ وہ بجز تحریک ضرورت پیش آمدہ کے ظاہر نہیں ہو سکتے تھے سو اب مخالفانہ حملے جو نئے فلسفہ کی طرف سے ہوئے تو اُن معارف کے ظاہر ہونے کا وقت آ گیا اور ممکن نہیں تھا کہ بغیر اس کے کہ وہ معارف ظاہر ہوں اسلام تمام ادیان باطلہ پر فتح پا سکے کیونکہ سیفی فتح کچھ چیز نہیں اور چند روزہ اقبال کے دور ہونے سے وہ فتح بھی معدوم ہو جاتی ہے۔ سچی اور حقیقی فتح وہ ہے جو معارف اور حقائق اور کامل صداقتوں کے لشکر کے ساتھ حاصل ہو۔ (ازالہ اوہام صفحہ 676)

علیہ السلام آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور اس وقت تک جتنی وحی نازل ہوچکی ہوتی تھی اسے دہراتے تھے۔ اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ شروع سے ہی قرآن کریم کے نزول کے ساتھ ترتیب کا ایک دور جاری تھا اور وہ ترتیب ساتھ ساتھ مکمل ہوتی جارہی تھی۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 7/اپریل 1989ء)

یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ قرآن کے احکامات ایسے ہیں کہ آدھا قرآن پھاڑ کر علیحدہ کر دینا چاہئے؟ (ہالینڈ کے ممبر پارلیمنٹ Geert wilders کا اعتراض)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس اعتراض کا رد کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:

”ان صاحب سے کوئی پوچھے کہ تم عملاً تو لامذہب ہو لیکن جن مذاہب کو اسلام سے بہتر سمجھتے ہو، ان کی تعلیم کا قرآن کریم کی تعلیم سے موازنہ تو عقل کی آنکھ سے کر کے دیکھو۔ تعصب سے پاک نظر کر کے پھر قرآن کا مطالعہ کرو اور پھر سمجھ نہ آئے تو ہم سے سمجھو کہ جہلاء کو اس پاک کلام کی سمجھ نہیں آسکتی۔ قرآن کریم کا تو دعویٰ ہے کہ پہلے اپنے دلوں اور اپنے دماغوں کو پاک کرو تو پھر اس پاک تعلیم کی سمجھ آئے گی ورنہ تمہارے جیسے جہلاء تو پہلے بھی بہت گزر چکے ہیں جو اعتراض کرتے چلے گئے۔ وہ بھی ابو الحکم کہلاتا تھا جس کا نام قرآن نہ سمجھنے کی وجہ سے ابوجہل پڑا۔ اور وہ غریب مزدور، وہ غلام جو دنیا کی نظر میں عقل اور فراست سے عاری تھے اس قرآن کو سمجھنے کی وجہ سے علم و عرفان پھیلانے والے بن گئے۔ پس ہم تمہیں اتمام حجت کے لئے اس رؤف اور رحیم نبی کے حوالے سے توجہ دلاتے ہیں کہ وہ تم جیسے لوگوں کو بھی آگ کے عذاب سے بچانے کے لئے بے چین رہتا تھا۔ اس کی باتوں کو غور اور تدبر سے پڑھو اور دیکھو، پرکھو، سمجھو اور سمجھ نہ آئے تو ہم سے پوچھو اور اپنے آپ کو اس دردناک عذاب سے بچاؤ جو اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لئے تیار کیا ہوا ہے جو حد سے بڑھنے والوں کے لئے مقدر ہے۔ اللہ کرے کہ اس قسم کی باتیں کرنے والے، یہ لوگ عقل کے ناخن لینے والے ہوں اور سمجھنے والے ہوں۔“

(مشعل راہ جلد پنجم حصہ چہارم صفحہ 151 تا 152)

یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ’قرآن مجید کی تعلیمات جبری ہیں اور ظلم سکھاتی ہیں‘ (پوپ صاحب کا اعتراض)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:

”کہتے ہیں کہ قرآن میں کفار اور اہل کتاب کے بارے میں مختلف سلوک کرنے کی ہدایت ہے جبکہ مذہب میں جبر کا کوئی تصور نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم میں نعوذ باللہ بُری اور غیر انسانی تعلیمات ہی ملیں گی اس کے علاوہ کچھ نہیں ملے گا۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا (بقول اُن کے، نعوذ باللہ) کہ اسلام کو تلوار کے زور سے پھیلایا گیا ہے۔ خود ہی ایک بات غلط طور پر منسوب کر کے جس کا اسلام کی تعلیم سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے، خود ہی یہ فیصلہ صادر کر دیا کہ یہ خلاف عقل باتیں ہیں جو خدا کے انصاف سے متصادم ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک ذی عقل کو قوت یا زور اور ہتھیار درکار نہیں ہیں بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ ایک ذی عقل کو ہتھیار اور طاقت کی ضرورت نہیں۔ یہ تو انہوں نے بالکل ٹھیک بات کی ہے۔ بالکل ضرورت نہیں ہے۔ لیکن آجکل کی جو اِن کی بڑی بڑی طاقتیں ہیں یہ ہزاروں میل دور بیٹھی ہوئی قوموں کے معاملات میں دخل اندازی کر کے طاقت کا استعمال کیوں کر رہی ہیں؟ اس کا جواب انہوں نے نہیں دیا۔ پہلے یہ لوگ اپنے لوگوں کو سمجھائیں کہ کیا صحیح کر رہے ہیں، کیا غلط کر رہے ہیں۔

پھر عیسائیت کی تاریخ میں جو آپس کی جنگیں ہیں وہ نظر نہیں آتیں؟ وہ کس کھاتے میں ڈالتے ہیں؟ پھر سپین میں جو کچھ ہوا وہ کس کھاتے میں ہے؟ جو Inquisition ہوئی اس کی تفصیل تو مَیں یہاں بیان نہیں کرتا، ان سب کو علم ہے۔ اب جو یہ فرماتے ہیں کہ وہ بعد کی تعلیمات سے بھی واقف تھا۔ مذہب پھیلانے کے بارے میں اسلام کی تعلیم کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل کیا تھا، اس واقف کار کو تو اس کا پتہ نہیں تھا لیکن وہ عمل کیا تھا، وہ مَیں پیش کرتا ہوں۔

اسلام دین فطرت ہے۔ اس نے یہ تعلیم تو یقیناً نہیں دی کہ اگر تمہارے ایک گال پر کوئی تھپڑ مارے تو دوسرا بھی آگے کر دو۔ جن کو تعلیم دی گئی ہے وہ بتائیں کہ کس حد تک اس پر عمل کر رہے ہیں۔ ان کی تعلیم کے یہی سقم ہیں جنہوں نے اس زمانے میں عیسائیوں کو عیسائیت سے دور کر دیا ہے ...... سینٹ جونز کالج آکسفورڈ کے پریذیڈنٹ سر سائرل لکھتے ہیں کہ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ یورپ اور امریکہ کے مردوں اور عورتوں کا ایک بڑا حصہ اب عیسائی نہیں رہا۔ اور شاید یہ کہنا بھی صحیح ہوگا کہ ان کی اکثریت اب ایسی ہے...... جبر کے بارہ میں اسلام کا جو نظریہ غیر مسلم پیش کرتے ہیں اس کی کیا حقیقت ہے؟ کہتے ہیں کہ قیصر کو قرآن کے احکامات کا علم تھا۔ تو دیکھ لیں قرآن کیا کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (الکہف:30) اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اعلان کروا دیا کہ تم دنیا کو بتا دو کہ اسلام حق ہے اور تمہارے رب کی طرف سے ہے۔ پس جو چاہے اس پر ایمان لائے اور جو چاہے انکار کر دے کیونکہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (البقرہ:257) کا حکم ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ (یونس:109) یعنی اے رسول! تو لوگوں سے کہہ دے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آیا ہے پس جو شخص ہدایت کو قبول کرے گا اس کا فائدہ اسی کے نفس کو ہوگا اور جو غلط راستے پر چلے گا اس کا وبال بھی اس کی جان پر ہے۔ میں کوئی تمہاری ہدایت کا ذمہ دار نہیں ہوں۔ اس کا عملی نمونہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھایا۔

چنانچہ جب بنونضیر کو اپنی بعض زیادتیوں اور حرکتوں کی وجہ سے جلاوطنی کی سزا ملی تو انصار نے اپنی اولاد کو جو انصار نے پیدائش کے وقت بنونضیر کو دے دی تھی، ان سے واپس لینا چاہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں جو تم دے چکے وہ دے چکے اب دین کے معاملے میں کوئی جبر نہیں، یہ اب ان کے پاس ہی رہیں گے۔

(ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی الاسیر یکرہ علی الاسلام حدیث نمبر 2682)

یہ آپؐ کی تعلیم ہی تھی جس کی وجہ سے آپؐ کے خلفاء اور صحابہؓ اس بات کو سمجھتے ہوئے اس کی پابندی کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے ایک غلام خود بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مجھے کئی دفعہ کہا کہ مسلمان ہو جاؤ لیکن میرے انکار پر آپؓ یہ کہتے کہ ٹھیک ہے، اسلام میں جبر نہیں ہے۔ اور جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو فرمایا کہ مَیں تمہیں آزاد کرتا ہوں، جہاں جانا چاہتے ہو چلے جاؤ۔ تو اسلام میں آزادیٔ مذہب کی یہ تعلیم اور یہ عمل ہیں۔ ایک غلام پر بھی سختی نہیں کی گئی۔ اور پوپ صاحب کہتے ہیں کہ اسلام کے مذہب میں ظلم اور سختی رکھی گئی ہے۔

(الفضل انٹرنیشنل، جلد 12، شمارہ 40، صفحہ 7و8)

الغرض ضرورت اس امر کی ہے کہ غفلت اور تعصب کے غلافوں کو پھاڑ کر ایک طالب حق خلوصِ نیت کیساتھ قرآن مجید کو پڑھے اور غور کرے۔ لازماً وہ اسلام کی سچی تعلیمات جان جائے گا اور خُدا کو دیکھ لے گا۔ اُس خدا کو جو محمد رسول اللہ ﷺ کا کامل صفات والا خدا تھا۔ نہ اُس خدا کو جو دین سے بھٹکے ہوئے اور روحانی مردوں کا خُدا ہے۔ واقعی قرآن مجید آئینہ خدا نما ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن عظیم کا حقیقی فہم عطا فرمائے اور ہم اس نعمت رب العالمین کے حقیقی وارث ٹھہریں اور تحدیثِ نعمت کے طور پر تبلیغ قرآن اور تبلیغ اسلام کماحقہ کرنے والے ہوں۔ اللہ کرے کہ ہر طالبِ حق کو یہ متاع نصیب ہو۔ ہر مخالف راہ ہدایت پائے۔ آمین!!!

......☆......☆......

اگر قرآن شریف اپنے حقائق و دقائق کے لحاظ سے ایک محدود چیز ہوتی تو ہرگز وہ معجزہ تامہ نہیں ٹھہر سکتا تھا

قرآن مجید میں غیر محدود معارف و حقائق و علوم حکمیہ ہیں جو ہر زمانہ میں اس زمانہ کی حاجت کے موافق کھلتے جاتے ہیں

جاننا چاہئے کہ کھلا کھلا اعجاز قرآن شریف کا جو ہر ایک قوم اور ہر یک اہل زبان پر روشن ہوسکتا ہے جس کو پیش کر کے ہم ہر یک ملک کے آدمی کو خواہ ہندی ہو یا پارسی یا یوروپین یا امریکن یا کسی اَور ملک کا ہو ملزم و ساکت و لاجواب کر سکتے ہیں۔ وہ غیر محدود معارف و حقائق و علوم حکمیہ قرآنیہ ہیں جو ہر زمانہ میں اس زمانہ کی حاجت

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور خدمت قرآن

(محمد وسیم خان، نائب ناظر دعوت الی اللہ جنوبی ہند)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے علم وعرفان اور تقوی کے لحاظ سے بہت ہی بلند اور ممتاز مقام پر فائز تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی جناب سے قرآن کریم کا بہت گہرا علم اور عرفان عطا فرمایا تھا اور آپ نے اپنی ساری زندگی چاہے وہ احمدیت کی آغوش میں آنے سے پہلے کی ہو یا بعد کی یا دور خلافت کی قرآن کریم کی خدمت میں ہی گزاری ہے۔ آپ قرآن کریم کی جیتی جاگتی اور چلتی پھرتی تفسیر تھے۔ آپ کو دنیا میں سب سے زیادہ عشق اللہ تعالیٰ کے کلام قرآن مجید سے تھا۔ آپ کے دل میں عشق قرآن کریم کا جو جذبہ تھا اس کے بارے میں خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

اسکو قرآن کریم کے دقائق کے استخراج میں اور فرقان حمید کے حقائق کے خزانوں کو پھیلانے میں عجیب ملکہ ہے......جس طرح اس کے دل میں قرآن کریم کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے ایسی محبت میں اور کسی کے دل میں نہیں دیکھتا۔ وہ قرآن کا عاشق ہے اور اس کی آیات بین کی محبت چمکتی ہے۔ اس کے دل میں خداتعالیٰ کی طرف سے نور ڈالے جاتے ہیں۔ پس وہ ان نوروں کے ساتھ قرآن شریف کے حقائق دکھاتا ہے جو نہایت بعید و پوشیدہ ہوتے ہیں اور اس کی اکثر خوبیوں پر مجھے رشک آتا ہے......اور اسکی فطرت کے لئے خدا تعالیٰ کے کلام سے پوری پوری مناسبت ہے خدا تعالیٰ کے کلام میں بے شمار خزانے ہیں جو اس بزرگ جوان کے لئے ودیعت کئے گئے ہیں......جب بھی وہ کتاب اللہ کی تاویل کی طرف توجہ کرتا ہے تو اسرار کے منبع کھولتا ہے اور معارف کے چشمے بہاتا ہے اور عجیب وغریب معارف ظاہر کرتا ہے جو پردوں کے نیچے ہوتے ہیں......خدا تعالیٰ کی قسم میں اسکے کلام میں ایک نئی شان دیکھتا ہوں اور قرآن شریف کے اسرار کھولنے میں اور اسکے کلام اور مفہوم کے سمجھنے میں اسکو سابقین میں پاتا ہوں اور میں اس کے علم کو اُن دو پہاڑوں کی طرح دیکھتا ہوں جو ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہیں میں نہیں جانتا کہ ان دونوں میں سے کون سا دوسرے پر فوقیت لے گیا ہے۔

(ترجمہ مولوی عبدالرحمن از حصہ عربی آئینہ کمالات اسلام، صفحہ 581 تا 589)

اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو قرآن مجید کا بہت گہرا علم عطا فرمایا تھا۔ اس زمانہ کے بعض بڑے بڑے جید علماء جن آیات کو سرسری اور اوپری معنوں میں لیتے آپ انہیں آیات سے ایک نیا نکتہ اور نیا عرفان اس رنگ میں بیان فرما دیا کرتے تھے جو بڑے بڑے آپ کی نکتہ شناسی کے قائل ہو جاتے تھے چنانچہ بھوپال کے ایک منشی جمال الدین صاحب تھے جو اس ریاست میں سب سے بڑے جلیل القدر منصب پر متعین تھے ان کو بھی قرآن کریم کی اشاعت کا بے حد شوق تھا آپ بعد نماز مغرب قرآن کریم کا لوگوں کو لفظی ترجمہ پڑھایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ کو بھی وہاں اُس درس میں شریک ہونے کا اتفاق ہو گیا۔ اس وقت منشی صاحب موصوف اس آیت کا ترجمہ کر رہے تھے

وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ قَالُوا أَتُحَدِّثُونَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَاجُّوكُمْ بِهِ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ (البقرہ ع ۹)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ کیا اجازت ہے کہ ہم لوگ کچھ سوال بھی کریں۔ منشی صاحب نے کہا بڑی خوشی سے۔ آپ نے فرمایا یہاں بھی منافقوں کا ذکر ہے اور یہاں خدا تعالیٰ نے نرم لفظ بولا ہے۔ یعنی بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ اور اس سورۃ کی ابتدا میں جہاں انہیں منافقین کا ذکر ہے وہاں بڑا تیز لفظ استعمال ہوا ہے۔ یعنی یہ کہا گیا ہے وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ ۝ (البقرہ ع ۲) اس نرمی اور اس سختی کی کیا وجہ ہے۔ منشی صاحب نے فرمایا ہمیں تو نہیں پتہ۔ کیا آپ جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میرے خیال میں یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ مدینہ منورہ میں دو قسم کے منافق رہتے تھے۔ ایک اہل کتاب اور ایک مشرک۔ اہل کتاب منافق کے لئے نرم لفظ استعمال ہوا ہے اور مشرک منافق کے لئے سخت۔ منشی صاحب اس نکتہ کو سن کر اس قدر مسرور ہوئے کہ اسی وقت اپنی مسند سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور جہاں آپ تھے وہاں آ گئے اور آپ کو فرمایا کہ آپ مسند پر جا بیٹھیں۔ اب آپ ہی قرآن پڑھایا کریں اور ہم آپ سے قرآن سیکھیں گے۔ اس طرح ایک ہی نکتہ پر آپ قرآن مجید کے مدرس ومفسر بن گئے۔

(تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 46-47)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی قادیان کی زندگی کا ایک پہلو یہ تھا کہ آپ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی مقدس اور مبشر اولاد کو قرآن مجید، بخاری اور دینیات پڑھاتے تھے۔ خصوصاً حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے تو خاص طور پر آپ سے یہ علوم سیکھے تھے۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود ہی فرماتے ہیں:

”مجھے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے علوم سے بہت کچھ دیا ہے......مگر اس فضل کے جذب کرنے میں حضرت استاذی المکرم مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا بہت سا حصہ ہے۔ میں چھوٹا تھا اور بیمار رہتا تھا۔ وہ مجھے پکڑ کر پاس بٹھا لیتے تھے اور اکثر یہ فرماتے تھے کہ میاں تم کو پڑھنے میں تکلیف ہوتی ہوگی۔ میں پڑھتا ہوں۔ تم سنتے جاؤ اور اکثر اوقات خود ہی قرآن پڑھتے اور خود ہی تفسیر بیان کرتے اس کے علوم کی چاٹ مجھے انہوں نے لگائی اور اس کی محبت کا شکار بانی سلسلہ نے بنایا۔ بہر حال وہ عاشق قرآن تھے اور ان کا دل چاہتا تھا کہ سب قرآن پڑھیں مجھے قرآن کا ترجمہ پڑھایا اور بخاری کا اور فرمانے لگے لو میاں سب دنیا کے علوم آ گئے ان کے سوا جو کچھ ہے یا زائد ان کی تشریح ہے۔“ (تفسیر کبیر جلد سوم صفحہ 14)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام قرآن کریم کا جو علم بخشا تھا وہ بہت ہی گہرا تھا آپ بعض دفعہ پبلک جلسہ جات میں قرآن کریم کی آیات کی جب تفسیر بیان فرماتے تو سامعین پر ایک سکتہ سا طاری ہو جاتا۔ چنانچہ مشہور مسلم مشنری مکرم مولوی حسن علی صاحب مونگھیری نے انجمن حمایت اسلام لاہور کے جلسہ 1893 میں جب آپ کا پُرمعارف لیکچر سنا تو لکھا کہ:۔

”1893 میں انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسے میں مجھ کو شریک ہونے کا اتفاق ہوا۔ یہاں پر اس عالم ومفسر قرآن سے ملا جو اپنی نظیر اس وقت سارے ہند کیا بلکہ دور دور تک نہیں رکھتا۔ یعنی حکیم مولوی نورالدین صاحب سے ملاقات ہوئی......غرض حکیم صاحب نے انجمن کے جلسے میں قرآن مجید کی چند آیتیں تلاوت کر کے ان کے معنی ومطالب کو بیان کرنا شروع کیا۔ کیا کہوں اس بیان کا مجھ پر کیا اثر ہوا۔ حکیم صاحب کا وعظ ختم ہوا اور میں نے کھڑے ہو کر اتنا کہا کہ مجھ کو فخر ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے اتنے بڑے عالم اور مفسر کو دیکھا اور اہل اسلام کو جائے فخر ہے کہ ہمارے درمیان اس زمانے میں ایک ایسا عالم موجود ہے۔ (تائید حق، صفحہ 69-67)

آپؓ کے صاحبزادے مکرم میاں عبدالحئی صاحب نے 27/جون 1905 کو ختم قرآن کیا اس دن آپ غیر معمولی طور پر خوش تھے۔ آپؓ نے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

”بیٹا ہم تم سے دس باتیں چاہتے ہیں ان میں سے 10 / 1 آج تم نے کر لی ہیں۔ قرآن شریف پڑھو پھر اسکو یاد کرو۔ پھر اسکا ترجمہ پڑھو پھر اس پر عمل کرو۔ پھر اسی عمل میں تمہیں

کے موافق کھلتے جاتے ہیں اور ہر یک زمانہ کے خیالات کو مقابلہ کرنے کے لئے مسلّح سپاہیوں کی طرح کھڑے ہیں اگر قرآن شریف اپنے حقائق ودقائق کے لحاظ سے ایک محدود چیز ہوتی تو ہرگز وہ معجزہ تامّہ نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ فقط بلاغت وفصاحت ایسا امر نہیں ہے جس کی اعجازی کیفیت ہر یک خواندہ ناخواندہ کو معلوم ہو جائے کھلا کھلا اعجاز اس کا تو یہی ہے کہ وہ غیر محدود معارف ودقائق اپنے اندر رکھتا ہے۔ جو شخص قرآن شریف کے اس اعجاز کو نہیں مانتا وہ علمِ قرآن سے سخت بے نصیب ہے ومن لم یؤمن بذالك الاعجاز فواللہ ما قدر القرآن حق قدرہ وما عرف اللہ حق معرفته وما وقر الرسول حق توقیرہ۔ (ازالہ اوہام صفحہ 305)

موت آجائے ۔قرآن پڑھاؤ۔ پھر یاد کراؤ۔ پھر ترجمہ سناؤ۔ پھر عمل کراؤ۔ پھر اسی حالت میں تم کو موت آجائے ۔‘‘

(الحکم 30؍جون 1905، صفحہ 7 تا 10)

آپ رضی اللہ عنہ احباب جماعت کو قرآن کریم جاننے ، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی ہمیشہ تاکید اور نصیحت فرمایا کرتے تھے ۔ اور آپ کی شدید خواہش تھی کہ احباب ہر طرح قرآن کریم پر عمل کرتے رہیں ۔ چنانچہ آپ نے قرآن مجید سیکھنے کا ایک ایسا لطیف طریق بتایا جو آپ کا پوری عمر کا تجربہ شدہ تھا۔اس طریق کا خلاصہ الحکم 30؍مارچ 1908 کے صفحہ 1 کالم 3/2 پر درج ہے۔اس کا خلاصہ یہ تھا کہ قرآن کریم کے پانچ دور کئے جائیں۔

(1) پہلے دَور میں خود تنہا ایک مترجم قرآن شریف لیکر جس کا ترجمہ لفظی ہو...... ہر روز بقدرِ طاقت بلا ناغہ کچھ حصہ قرآن کا پڑھا کرے اور لفظوں کے معنی میں غور کرے سوچے کہ جن نیک لوگوں کے حالات کا ذکر ہے مَیں اُن میں شامل ہوں یا نہیں مجھ میں نیکوں کے خصائل ہیں یا بدوں کے،عذاب کی آیات پر پناہ مانگے اور آیات رحمت پر خوش ہوکر ہر روز درود شریف، دعا، استغفار اور لاحول پڑھ کر شروع کرے اور ایک نوٹ بک میں مشکل مقامات نوٹ کرتا جائے۔

(2) دوسرے دور میں بیوی کو سامنے بٹھا کر سناوے اور یہ جانے کہ قرآن شریف ہم دونوں کے لئے نازل ہوا ہے۔اسی دور میں پہلی نوٹ بک کو بھی سامنے رکھے مشکل مقامات حل ہو جائیں گے۔اور نئی مشکلات کے لئے الگ نوٹ بک بنائے۔

(3) تیسرے دور میں گھر کے بچوں ، عورتوں اور پڑوسیوں کو بھی شامل کرے۔مگر وہ ایسے لوگ ہوں جو کوئی اعتراض نہ کریں۔پہلی دو نوٹ بکیں پیش نظر رکھ کر جو قابل حل آیات سامنے آئیں انکو تیسری نوٹ بک میں درج کرے۔

(4) چوتھا دور مسلمانوں کے مجمع میں شروع کرے اگر کسی اعتراض کا جواب نہ دے سکے تو وہ اپنی نوٹ بک میں لکھ لے۔اور ان کے حل کے لئے خدا تعالیٰ کے حضور درد دل سے دعا میں مصروف ہوجائے۔

(5) پانچویں دور میں بلا امتیاز مذہب و ملت سب کے سامنے قرآن مجید سنائے۔ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل اور فیضان اس کے شامل حال ہوگا۔اور ایک بہت بڑا حصہ قرآن شریف کا اُسے سکھا دیا جائے گا اور باریک در باریک حقائق و معارف اور اسرار کلام ربانی اس پر کھولے جائیں گے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو 1903 میں بذریعہ خواب یہ نظارہ دکھایا گیا تھا کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب گھوڑے پر سے گر پڑے ہیں ۔چنانچہ تشحیذ الاذہان 1910 صفحہ 399 تا 403 اور اصحاب احمد جلد دھم صفحہ 183 کے مطابق 1910 میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ خواب پورا ہوا اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑے پر سے گر پڑے جس سے آپ کے سر میں شدید چوٹیں آئیں اور گہرا زخم ہو گیا۔ان شدید تکالیف کے دوران آپ کا عشق قرآن اور خدمت قرآن کا جذبہ قابل صد تحسین تھا۔ گھوڑے سے گرنے کے کچھ وقت بعد ہی آپنے فرمایا کہ کوئی حافظ ہے تو قرآن سنائے۔ چنانچہ پہلے حافظ سید محمود اللہ صاحب نے پھر حافظ سید عزیز اللہ شاہ صاحب نے قرآن پڑھا۔

قرآن کریم سے عشق کا جذبہ ابتدا سے ہی آپ میں موجزن تھا وہ اس بیماری میں عروج تک پہنچ گیا۔ چنانچہ ان دنوں آپ کا سب سے محبوب مشغلہ قرآن پر غور و تفکر تھا آپ لیٹے لیٹے قرآن مجید کے مضامین پر غور فرماتے تھے ایک دن نماز مغرب کی نیت باندھی اور ساتھ ہی قرآنی آیت پر غور شروع ہو گیا۔قریباً دو گھنٹہ اسی حالت میں گذر گئے اور نماز پوری نہ ہوسکی تو فرمایا کیا کروں نماز نہیں پڑھی گئی۔

(الحکم 7 دسمبر 1910 صفحہ 4 کالم 3)

ایک روز آپ پر سخت رقت طاری ہوئی اور رو پڑے۔ نیز فرمایا کہ کیا قادیان میں کوئی حافظ نہیں ہے؟ کوئی مجھ سے قرآن نہیں سنتا اور نہ سناتا ہے۔

(الحکم 28 جنوری 1911 صفحہ 3 کالم 3)

جب قدرے افاقہ ہوا تو آپ نے لیٹے لیٹے قرآن مجید سنانا اور درس دینا شروع کر دیا۔ ڈاکٹروں نے اس پر عرض کیا کہ اس سے بیماری پر اثر پڑے گا تو آپ نے فرمایا نورالدین کو درس قرآن سے مت روکو۔ یہ نورالدین کی غذا ہے، چنانچہ آپ بیماری کی حالت میں شیخ محمد تیمور صاحب اور ایک غیر احمدی مولوی محمد شفیق کو قرآن اور حدیث پڑھاتے رہے۔

(الحکم 14 فروری 1911 صفحہ 3 کالم 3،2)

1913 میں قادیان میں ایک غیر احمدی صحافی مکرم محمد اسلم صاحب امرتسر سے قادیان آئے اور چند روز قیام کر کے واپس چلے گئے اور حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کے تعلق باللہ اور تعلق بالقرآن کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ:

’’ان کے آئینہ دل میں صداقت اسلام کا ایسا زبردست جوش ہے جو معرفت توحید کے شفاف چشمے کی وضع میں قرآن مجید کی آیتوں کی تفسیر کے ذریعہ ہر وقت ان کے بے ریا سینے سے اُبل اُبل کر تشنگان معرفت توحید کو فیض یاب کر رہا ہے۔ اگر حقیقی اسلام قرآن مجید ہے تو قرآن مجید کی صادقانہ محبت جیسی کہ مولوی صاحب موصوف میں مَیں نے دیکھی ہے اور کسی شخص میں نہیں دیکھی ۔ یہ نہیں کہ وہ تقلیداً ایسا کرنے پر مجبور ہیں۔نہیں بلکہ وہ ایک زبردست فیلسوف انسان ہیں اور نہایت ہی زبردست فلسفیانہ تنقید کے ذریعہ قرآن مجید کی محبت میں گرفتار ہو گیا ہے۔‘‘

(بدر 13 مارچ 1913 صفحہ 11 کالم 9)

اپنے عشق قرآن مجید کے بارے میں آپ خود فرماتے ہیں :’’قرآن شریف کے ساتھ مجھ کو اس قدر محبت ہے کہ بعض وقت تو حروف کے گول گول دائرے مجھے انف محبوب نظر آتے ہیں ۔اور میرے منہ سے قرآن کا ایک دریا رواں ہوتا ہے اور میرے سینہ میں قرآن کا ایک باغ لگا ہوا ہے۔بعض وقت تو میں حیران ہو جاتا ہوں کہ کس طرح اس کے معارف بیان کروں۔‘‘

(بدر 19 اکتوبر 1911 صفحہ 3 کالم 2)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد غیر احمدیوں نے جو اپنے اخبارات میں آپ کی قرآن دانی اور خدمت قرآن مجید پر تبصرے لکھے۔ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

منشی محبوب عالم صاحب ایڈیٹر پیسہ اخبار (لاہور) نے آپ کی وفات پر لکھا کہ سب سے زیادہ شہرت وعزت اپنی جماعت میں آپ کو قرآن شریف کے حقائق و معارف کی تشریح کے باعث حاصل ہوئی ۔جس میں آپ علوم جدیدہ و تازہ تحقیقات فلسفیہ پر نظر رکھتے تھے اور اسلام کو فطرت کے مطابق ثابت کرتے تھے۔(الفضل 18 مارچ 1914 صفحہ 2 کالم 3)

میونسپل گزٹ 19 مارچ 1914 لاہور نے لکھا کہ:

’’مرحوم جیسا کہ زمانہ واقف ہے ایک بے بدل عالم اور زہد اور اتقاء کے لحاظ سے مرزائی جماعت کے لئے تو واقعی پاکباز اور ستودہ صفت خلیفہ تھے ۔لیکن اگر ان کے مرزائیانہ مذہبی عقائد کو نظر انداز کر کے دیکھا جائے تو بھی وہ ہندوستان کے مسلمانوں میں بے شک ایک عالم متبحر وجید فاضل تھے ۔کلام اللہ سے آپ کو جو عشق تھا وہ غالباً بہت کم عالموں میں ہوگا۔اور جس طرح آپ نے عمر کا آخری حصہ احمدی جماعت پر صرف قرآن مجید کے حقائق و معارف آشکارا فرمانے میں گذارا بہت کم عالم اپنے حلقہ میں ایسا عمل کرتے ہوئے پائے جائیں گے۔‘‘

مولانا ابوالکلام آزاد ایڈیٹر الہلال کولکتہ نے لکھا کہ:

’’حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب بھیروی ثم قادیانی وہ علامہ دہر تھے جنکی ساری عمر قرآن شریف کے پڑھنے اور پڑھانے میں گذری ۔ ہر مذہب وملت کے خلاف اسلام کا ردّ آپ نے آیات قرآنی سے کیا ۔آپ کے پاس علم تفسیر کا بہت بڑا ذخیرہ تھا۔‘‘

(18 نومبر 1914 صفحہ 373)

......☆......☆......

قرآن شریف کے عجائبات اکثر بذریعہ الہام میرے پر کھلتے رہتے ہیں اور اکثر ایسے ہوتے ہیں کہ تفسیروں میں اُن کا نام ونشان نہیں پایا جاتا

اے بندگانِ خدا! یقیناً یاد رکھو کہ قرآن شریف میں غیر محدود معارف وحقائق کا اعجاز ایسا کامل اعجاز ہے جس نے ہر ایک زمانہ میں تلوار سے زیادہ کام کیا ہے اور ہر یک زمانہ اپنی نئی حالت کے ساتھ جو کچھ شبہات پیش کرتا ہے یا جس قسم کے اعلیٰ معارف کا دعویٰ کرتا ہے اس کی پوری مدافعت اور پورا الزام اور پورا پورا مقابلہ

جملہ احباب جماعت کو جلسہ سالانہ قادیان 2015 مبارک ہو!

از طرف سیّد طاہر احمد کلیم امیر ضلع کٹک، اڈیشہ
وممبران مجلس عاملہ و جملہ احباب جماعت احمدیہ کٹک
Mob.9437026567
E.mail: zonalameerodisha@gmail.com

جملہ احباب جماعت کو
جلسہ سالانہ قادیان 2015 مبارک ہو!

N.W.ALUMINIUM Co.
CIVIL LINE ROAD
Near : 4 STOREY QADIAN Mob. 9872261951

جملہ احباب جماعت کو جلسہ سالانہ قادیان 2015 مبارک ہو!

از طرف معین الدین، صدر جماعت احمدیہ کاماریڈی، تلنگانہ
وممبران مجلس عاملہ و جملہ احباب جماعت احمدیہ کاماریڈی
Mob.8106026377

جملہ احباب جماعت کو جلسہ سالانہ قادیان 2015 مبارک ہو!

از طرف ابو نعیم امیر ضلع بلاری، کرناٹک
وممبران مجلس عاملہ و جملہ احباب جماعت احمدیہ ضلع بلاری
Mob.9986239362
E.mail: jamatahmadiyyabellary@gmail.com

جملہ احباب جماعت کو جلسہ سالانہ قادیان 2015 مبارک ہو!

از طرف منیر احمد امیر ضلع نظام آباد، تلنگانہ
وممبران مجلس عاملہ و جملہ احباب جماعت احمدیہ نظام آباد
Mob.9550288607
E.mail: zilaiameer.nizamabad@gmail.com

جملہ احباب جماعت کو جلسہ سالانہ قادیان 2015 مبارک ہو!

از طرف نصیب خان امیر ضلع جیند، ہریانہ
وممبران مجلس عاملہ و جملہ احباب جماعت احمدیہ ضلع جیند
Mob.9466572161
E.mail: nasibdja13@gmail.com

جملہ احباب جماعت کو جلسہ سالانہ قادیان 2015 مبارک ہو!

از طرف فہیم الدین امیر جماعت ضلع کھمم، تلنگانہ
وممبران مجلس عاملہ و جملہ احباب جماعت احمدیہ کھمم
Mob.9494244457
E.mail: faheemuddin403@gmail.com

جملہ احباب جماعت کو جلسہ سالانہ قادیان 2015 مبارک ہو!

از طرف سوبیر حسین امیر ضلع بھوانی، ہریانہ
وممبران مجلس عاملہ و جملہ احباب جماعت احمدیہ ضلع بھوانی
Mob. 9812200136
E.mail: subirhussain1234@gmail.com

جملہ احباب جماعت کو جلسہ سالانہ قادیان 2015 مبارک ہو!

از طرف محمد سراج احمد امیر ضلع کرشنا، آندھرا پردیش
وممبران مجلس عاملہ و جملہ احباب جماعت احمدیہ کرشنا
Mob.9849818062
E.mail: sirajwgl1972@gmail.com

جملہ احباب جماعت کو جلسہ سالانہ قادیان 2015 مبارک ہو!

از طرف رئیس احمد امیر ضلع کرنال و کروکشیتر، ہریانہ
وممبران مجلس عاملہ و جملہ احباب جماعت ضلع کرنال و کروکشیتر
Mob. 9416822446

جملہ احباب جماعت کو
جلسہ سالانہ قادیان 2015 مبارک ہو!

از طرف ڈاکٹر نصیر الدین قمر اینڈ فیملی
قادیان دارُالامان

جملہ احباب جماعت کو جلسہ سالانہ قادیان 2015 مبارک ہو!

از طرف محمد اکرم، امیر ضلع سیوان، بہار
وممبران مجلس عاملہ و جملہ احباب جماعت احمدیہ سیوان
Mob. 9852848786

جملہ احباب جماعت کو جلسہ سالانہ قادیان 2015 مبارک ہو!

از طرف کانٹراکٹر داؤد احمد ننگلی اینڈ فیملی
قادیان دارُالامان
Mob-8872630277

جملہ احباب جماعت کو جلسہ سالانہ قادیان 2015 مبارک ہو!

از طرف ابرار احمد امیر ضلع ہمیرپور، یوپی
وممبران مجلس عاملہ و جملہ احباب جماعت ضلع ہمیرپور
Mob. 9450266681
E.mail: abrar.rath@gmail.com

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کا عشقِ قرآن - ارشادات و رِوایات کی روشنی میں

(عبدالمومن راشد، اُستاذ جامعہ احمدیہ قادیان)

قرآن کریم کی تعلیم کا آغاز ماں کی گود میں

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”1258ھ یا 1841ء یا سمت 98 بکرمی کے قریب میرا تولد کا زمانہ ہے۔ ابتداء میں مَیں نے اپنی ماں کی گود میں قرآن کریم پڑھا ہے۔ اور انہیں سے پنجابی زبان میں فقہ کی کتابیں پڑھیں اور سنیں کچھ حصہ قرآن شریف کا والد صاحب سے بھی پڑھا۔“

(مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نورالدین، صفحہ 73)

مزید فرماتے ہیں: ”میری ماں کو قرآن کریم پڑھانے کا بڑا ہی اتفاق ہوتا تھا انہوں نے تیرہ برس کی عمر سے قرآن شریف پڑھانا شروع کیا تھا۔ چنانچہ یہ ان کا اثر ہے کہ ہم سب بھائیوں کو قرآن شریف سے بہت ہی شوق رہا ہے۔“

(مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نورالدین، صفحہ 196)

قرآنی نکات سے آگہی:

والدہ ماجدہ نے آپ کو ناظرہ قرآن کے ساتھ ساتھ قرآنی نکات بھی بتائے۔ آپؓ فرماتے ہیں:

”خدا تعالیٰ رحم کرے میری والدہ پر انہوں نے اپنی زبان میں عجیب عجیب طرح کے نکات قرآن مجھ کو بتائے۔ منجملہ ان کے ایک یہ بات تھی کہ تم اللہ تعالیٰ کی جس قسم کی فرمانبرداری کرو گے اسی قسم کے انعامات پاؤ گے اور جس قسم کی نافرمانی کرو گے اسی قسم کی سزا پاؤ گے۔

از مکافات عمل غافل مشو
گندم از گندم بروید جوز جو

(مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نورالدین، صفحہ 195)

قرآن شریف کے ترجمہ کی طرف توجہ:

کلکتہ کے ایک تاجر کتب کے باعث آپ کی توجہ ترجمہ قرآن کی طرف ہوئی۔ آپؓ فرماتے ہیں:

”جناب الٰہی کے انعامات میں سے یہ بات تھی کہ ایک شخص غدر میں کلکتہ کے تاجر کتب جو مجاہدین کے پاس اس زمانہ میں روپیہ لے کر جایا کرتے تھے ہمارے مکان میں اترے۔ انہوں نے ترجمہ قرآن کی طرف یا یہ کہنا چاہئے کہ اس گراں بہا جواہرات کی کان کی طرف مجھے متوجہ کیا جسکے باعث میں اس بڑھاپے میں نہایت شادمانہ زندگی بسر کرتا ہوں ۔ ذالك من فضل الله علينا وعلى الناس ولكن اكثر الناس لايشكرون۔“

(مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نورالدین، صفحہ 74)

مسئلہ ناسخ و منسوخ سے فطرتاً کراہت

اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں قرآن کریم کی جو محبت ڈالی تھی اس کو دوسرے بھی محسوس کرتے تھے اور اس کی وجہ سے آپ کا احترام واکرام کرتے تھے۔ مدینہ منورہ میں قیام کے ذکر میں آپ فرماتے ہیں:

” مدینہ طیبہ میں ایک ترک کو مجھ سے بہت محبت تھی۔ اس نے کہا کہ اگر کوئی کتاب پسند ہو تو ہمارے کتب خانہ سے لے جایا کریں۔ گو ہمارا قانون نہیں ہے مگر آپ کے اس عشق و محبت کی وجہ سے جو آپ کو قرآن کریم سے ہے۔ آپ کو اجازت ہے۔ میں نے کہا کہ مسئلہ ناسخ و منسوخ کے متعلق کوئی کتاب دو۔ انہوں نے مجھے ایک کتاب دی جس میں چھ سو آیات منسوخ لکھی تھی۔ مجھے یہ بات پسند نہ آئی۔ ساری کتاب کو پڑھا اور مزا نہ آیا۔ میں اس کتاب کو واپس لے گیا اور کہا کہ میں جوان آدمی ہوں اور خدا کے فضل سے یہ چھ سو آیتیں یاد کر سکتا ہوں مگر مجھے یہ کتاب پسند نہیں۔ وہ بہت بوڑھے اور ماہر شخص تھے۔ انہوں نے ایک اور کتاب دی جس کا نام اتقان تھا اور ایک مقام اس میں بتایا جہاں ناسخ و منسوخ کی بحث تھی۔ خوشی ایسی چیز ہے کہ میں نے فوز الکبیر کو جو بمبئی میں پچاس روپے کی خریدی تھی ابھی پڑھا بھی نہیں تھا۔ میں اتقان کو لایا اور پڑھنا شروع کیا۔ اس میں لکھا تھا کہ انیس آیتیں منسوخ ہیں۔ میں اس کو دیکھ کر بہت ہی خوش ہوا اور میں نے سوچا کہ انیس یا بیس آیتوں کو تو فوراً یاد کرلوں گا۔ گو مجھے خوشی بہت ہوئی۔ مگر مجھ کو ایسا قلب اور علم دیا گیا تھا کہ پھر بھی وہ کتاب مجھ کو پسند نہ آئی۔ اب مجھ کو فوز الکبیر کا خیال آیا کہ اس کو بھی تو پڑھ کر دیکھیں۔ اس کو پڑھا تو اس کے مصنف نے لکھا تھا کہ خدا تعالیٰ نے جو علم مجھے دیا ہے اس میں پانچ آیتیں منسوخ ہیں۔ یہ پڑھ کر تو بہت ہی خوشی ہوئی۔ میں نے جب ان پانچ پر غور کی تو خدا تعالیٰ نے مجھے سمجھ دی کہ یہ ناسخ و منسوخ کا جھگڑا ہی بے بنیاد ہے۔ کوئی چھ سو بتاتا ہے کوئی انیس یا اکیس اور کوئی پانچ۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ تو صرف فہم کی بات ہے۔ میں نے خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ قطعی فیصلہ کرلیا کہ ناسخ و منسوخ کا معاملہ صرف بندوں کے فہم پر ہے۔ ان پانچ نے سب پر پانی پھیر دیا۔ یہ فہم جب مجھے دیا گیا تو اس کے بعد ایک زمانہ میں میں لاہور کے اسٹیشن پر شام کو اترا۔ بعض اسباب ایسے تھے کہ چینیانوالی مسجد میں گیا۔ شام کی نماز کے لئے وضو کر رہا تھا کہ مولوی محمد حسین بٹالوی کے بھائی میاں علی محمد نے مجھ سے کہا کہ جب عمل قرآن مجید وحدیث پر ہوتا ہے تو ناسخ و منسوخ کیا بات ہے۔ میں نے کہا کچھ نہیں۔ وہ پڑھے ہوئے نہیں تھے۔ گو میر ناصر کے استاد تھے۔ انہوں نے اپنے بھائی سے ذکر کیا ہوگا۔ یہ ان دنوں جوان تھے اور بڑا جوش تھا۔ میں نماز میں تھا۔ اور وہ جوش سے ادھر ادھر ٹہلتے رہے۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو کہا ادھر آؤ۔ تم نے میرے بھائی کو کہہ دیا کہ قرآن میں ناسخ و منسوخ نہیں۔ میں نے کہا ہاں نہیں ہے۔ تب بڑے جوش سے کہا کہ تم نے ابو مسلم اصفہانی کی کتاب پڑھی ہے۔ وہ احمق بھی قائل نہ تھا۔ میں نے پھر کہا پھر تو ہم دو ہو گئے۔ پھر اس نے کہا کہ سید احمد کو جانتے ہو۔ مراد آباد میں صدر الصدور ہے۔ میں نے جواب دیا کہ میں رامپور، لکھنئو اور بھوپال کے عالموں کو جانتا ہوں ان کو نہیں جانتا۔ اس پر کہا کہ وہ بھی قائل نہیں۔ تب میں نے کہا کہ بہت اچھا۔ پھر ہم اب تین ہو گئے۔ کہنے لگا کہ یہ سب بدعتی ہیں۔ امام شوکانیؒ نے لکھا ہے کہ جو نسخ کا قائل نہیں وہ بدعتی ہے۔ میں نے کہا تم دو ہو گئے۔ میں ناسخ و منسوخ کا ایک آسان فیصلہ آپ کو بتاتا ہوں۔ تم کوئی آیت پڑھ دو جو منسوخ ہو۔ اس کے ساتھ ہی میرے دل میں خیال آیا کہ اگر یہ ان پانچ آیتوں میں سے پڑھ دے تو کیا جواب دوں۔ خدا تعالیٰ ہی سمجھائے تو بات بنے۔ اس نے ایک آیت پڑھی۔ میں نے کہا کہ فلاں کتاب نے جس کے تم بھی قائل ہو، اس کا جواب دیا ہے۔ کہنے لگا ہاں۔ پھر میں نے کہا اور پڑھو تو خاموش ہی ہو گیا۔ علماء کو یہ وہم رہتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہتک ہو۔ اس لئے اس نے یہی غنیمت سمجھا کہ چپ رہے۔ اس کے بعد پھر بھیرہ میں ایک شخص نے نسخ کا مسئلہ پوچھا اور میں نے اپنے فہم کے مناسب جواب دیا اور کہا کہ پانچ کے متعلق میری تحقیق نہیں۔ تو اس دوست نے کہا کہ آپ ان پانچ پر نظر ڈال لیں۔ میں نے تفسیر کبیر رازی میں بہ تفصیل ان مقامات کو دیکھا تو تین مقام خوب میری سمجھ میں آ گئے اور دو سمجھ میں نہ آئے۔ تفسیر کبیر میں اتنا تو لکھا ہے کہ شدت اور خفت کا فرق ہو گیا ہے۔ پھر میں ایک مرتبہ ریل میں بیٹھا ہوا ایک کتاب پڑھ رہا تھا۔ جیسے بجلی کوند جاتی ہے۔ میں نے پڑھا کہ فلاں آیت منسوخ نہیں ہے۔ میں بڑا

> قرآن شریف میں موجود ہے کوئی شخص برہمو یا بدھ مذہب والا یا آریہ یا کسی اور رنگ کا فلسفی کوئی ایسی الٰہی صداقت نکال نہیں سکتا جو قرآن شریف میں پہلے سے موجود نہ ہو۔ قرآن شریف کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہو سکتے اور جس طرح صحیفہ فطرت کے عجائب وغرائب خواص کسی پہلے زمانہ تک ختم نہیں ہو چکے بلکہ جدید درجدید پیدا ہوتے جاتے ہیں یہی حال ان صحفِ مطہّرہ کا ہے تا خدائے تعالیٰ کے قول اور فعل میں مطابقت ثابت ہو اور مَیں اس سے پہلے لکھ چکا ہوں کہ قرآن شریف کے عجائبات اکثر بذریعہ الہام میرے پر کھلتے رہتے ہیں اور اکثر ایسے ہوتے ہیں کہ تفسیروں میں اُن کا نام ونشان نہیں پایا جاتا۔ (ازالہ اوہام صفحہ 309)

خوش ہوا کہ اب تو چار مل گئیں۔ صرف ایک ہی رہ گئی۔ بڑی بڑی کتابوں کا تو کیا، میں چھوٹ بھیّوں کی بھی پڑھ لیتا ہوں۔ اس طرح پر ایک کتاب میں وہ پانچویں بھی مل گئی اور خدا کے فضل سے مسئلہ ناسخ ومنسوخ حل ہو گیا۔''

(مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نورالدین، صفحہ 122)

جموں میں درس قرآن کا دلنشین انداز

جب آپ جموں میں مہاراجہ جموں کے پاس شاہی طبیب مقرر ہوئے اس دوران آپ نے ہندوؤں کو قرآن سنانے کا ارداہ کیا۔ آپؓ فرماتے ہیں:

''وہاں بعض اوقات مجھے خاص خدمت گاروں میں بیٹھنے کا موقع ملتا تھا۔ ایک دفعہ میں نے ان سے کہا آؤ ہم تمہیں قران سنائیں۔ وہ سب ہندو تھے۔ میں نے دو ایک روز انہیں قرآن سنایا ایک شخص جسکا نام رتی رام تھا اور وہ خزانہ کا افسر تھا اور افسر خزانہ کا بیٹا بھی تھا۔ اس نے عام مجلس میں کہا کہ دیکھوان کو قرآن شریف سنانے سے روکو ورنہ میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ قرآن شریف بڑی دلربا کتاب ہے اور اسکا مقابلہ ہرگز نہیں ہوسکتا اور نورالدین کے سنانے کا انداز بھی نہایت دلفریب اور دلربا ہے۔''

(مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نورالدین، صفحہ 173)

ایک ماہ میں چودہ پارے حفظ کئے

جموں وکشمیر میں ایک سفر کے دوران جب آپ کی طبیعت خراب ہوگئی تو آپ کے ایک واقف کار فوجی افسر دیوان لچھمن داس صاحب نے آگے کے سفر کیلئے اپنی پالکی آپ کو دے دی۔ یہ لگ بھگ ایک ماہ کا سفر تھا جس میں آپ نے چودہ پارے قرآن مجید کے حفظ کئے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''ان کا آدمی پالکی لے کر میرے پاس آیا اور کہا کہ آپ پالکی میں سوار ہو جائیں اور یہ پالکی جموں واپس ہونے تک آپ کے ساتھ رہے گی۔ میں نے اس کو خدا تعالیٰ کا فضل سمجھا اور سوار ہو گیا۔ اس میں خوب آرام کا بستر بچھا ہوا تھا۔ میں اس میں لیٹ گیا اور شکریہ میں قرآن شریف کی تلاوت شروع کی. وہ ایک مہینہ کا سفر تھا۔ میں' الحمدللہ' جلدی ہی اچھا ہو گیا اور میں نے پالکی کو رخصت کرنا چاہا۔ لیکن پالکی برداروں اور ان کے ہمراہی افسر نے کہا کہ ہم کو دیوان جی کا حکم ہے کہ جب تک آپ جموں واپس نہ پہنچیں ہم آپ کی خدمت میں رہیں۔ میں نے اس ایک مہینہ میں چودہ پارے قرآن شریف کے یاد کر لئے۔ جب ہم جموں واپس پہنچے تو میں نے پالکی برداروں اور ان کے افسر کو انعام دینا چاہا۔ لیکن انہوں نے کہا کہ ہم انعام لے چکے ہیں۔ ہم کو اسی دن دیوان جی نے انعام اور خرچ کے لئے کافی روپیہ دے دیا تھا اور ان کا حکم ہے کہ آپ سے کچھ نہ لیں۔''

(مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نورالدین، صفحہ 164)

اس کے بعد آپ نے باقی قرآن بھی حفظ کرلیا تھا۔

آپؓ کا فہم قرآن

آپ کو قرآن کریم سے جو عشق تھا اسکے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی جناب سے آپ کو فہم قرآن کی نعمت سے نوازا۔ آپ اسکا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''کشمیر میں ایک مولوی عبدالقدوس صاحب رہتے تھے۔ وہ بڑے بزرگ آدمی تھے۔ اور میرے پیر بھائی بھی تھے۔ کیونکہ وہ شاہ جی عبدالغنی صاحب کے مرید تھے اور میں بھی شاہ صاحب کا مرید تھا۔ ان کو مجھ سے خاص محبت تھی اور باوجود ضعف پیری کے میرے مکان پر ترمذی کا سبق پڑھنے آتے تھے۔ میں نے ایک رؤیا دیکھا کہ انکی گود میں کئی چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ میں نے ایک جھپٹا مارا اور سب بچے اپنی گود میں لے کر وہاں سے چل دیا۔ رستہ میں میں نے ان بچوں سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمارا نام کھٰیٰعص ہے۔ میں اپنے اس رؤیا کو بہت ہی تعجب سے دیکھتا تھا۔ جب میں حضرت مرزا صاحب کا مرید ہوا تو میں نے ان سے اس خواب کا ذکر کیا۔ مرزا صاحب نے فرمایا کہ آپ کو اس کا علم دیا جائے گا اور وہ لڑکے فرشتے تھے۔ دھرم پال نے جب ''ترک اسلام'' کتاب لکھی تو اس سے بہت پہلے مجھے ایک خواب نظر آیا تھا کہ اللہ تعالیٰ مولیٰ مجھ سے فرماتا ہے کہ ''اگر کوئی شخص قرآن شریف کی کوئی آیت تجھ سے پوچھے اور وہ تجھ کو نہ آتی ہو اور پوچھنے والا منکر قرآن ہو تو ہم خود تم کو اس آیت کے متعلق علم دیں گے'' جب دھرم پال کی کتاب آئی اور خدا تعالیٰ نے مجھ کو اس کے جواب کی توفیق دی۔ حروف مقطعات کے متعلق اعتراض تک پہنچ کر ایک روز مغرب کی نماز میں دو سجدوں کے درمیان میں نے صرف اتنا ہی خیال کیا کہ مولا! یہ منکر قرآن تو ہے۔ گو میرے سامنے نہیں۔ یہ مقطعات پر سوال کرتا ہے۔ اسی وقت یعنی دو سجدوں کے درمیان قلیل عرصہ میں مجھ کو مقطعات کا وسیع علم دیا گیا۔ جس کا ایک شمہ میں نے رسالہ نورالدین میں مقطعات کے جواب میں لکھا ہے اور اس کو لکھ کر میں خود بھی حیران ہو گیا۔''

(مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نورالدین، صفحہ 172)

حضرت علیؓ سے قرآنی معارف سیکھنے کی سعادت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قرآن کریم کا خاص فہم حاصل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کو ان سے بعض معارف براہ راست سیکھنے کی سعادت عطا فرمائی۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''جن گھروں میں صبح وشام اللہ کا ذکر ہوتا ہے۔ وہاں لوگ رہتے ہیں۔ وہ تاجر ہیں۔ ان کے گھر چھوٹے ہیں۔ مگر کسی دن اللہ تعالیٰ ان کے گھروں کو بڑا بنادے گا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ پھر حضرت عمرؓ پھر حضرت عثمانؓ اس کو شائع کرنے والے پھر حضرت علیؓ جن سے سچے روحانی علوم دنیا میں پہنچے۔ میں نے خود بلاواسطہ حضرت علی سے قرآن کے بعض معارف سیکھے ہیں۔'' (حقائق الفرقان، جلد3، صفحہ 223)

قرآن شریف سے اظہار محبت

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں:

''میں نے بہت سی کتابیں پڑھی ہیں اور خوب سمجھ کر پڑھی ہیں۔ مجھے قرآن کے برابر پیاری کتاب نہیں ملی۔ اس سے بڑھ کر کوئی کتاب پسند نہیں قرآن کافی کتاب ہے۔''

(حقائق الفرقان، جلد3، صفحہ 342)

آپ فرماتے ہیں:

''قرآن مجید کی سچی فرمانبرادی کرو۔ میرا اعتقاد ہے کہ اس کتاب کا ایک رکوع انسان کو بادشاہ سے بڑھ کر خوش قسمت بنا دیتا ہے۔ جس باغ میں میں رہتا ہوں اگر لوگوں کو خبر ہو جائے۔ تو مجھے بعض دفعہ خیال گذرتا ہے کہ میرے گھر سے قرآن نکال کر لے جاویں۔ مسلمانوں کے پاس ایسی مقدس کتاب ہے اور پھر وہ تکالیف میں پھنسے ہوئے ہوں۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا''(حقائق الفرقان، جلد3، صفحہ 76)

نیز فرماتے ہیں:

''میں جب قرآن شریف پڑھتا ہوں تو اسے نئی شان میں پاتا ہوں۔ قرآن کے بعد کوئی نئی کتاب آنے والی نہیں۔ بس وہی نئی شان میں جلوہ گر ہوتا ہے۔''

(حقائق الفرقان، جلد3، صفحہ 107)

حضور فرماتے ہیں:

''میرے استاد نے مجھ سے کہا کہ تم قانون (قانون شیخ) کس طرح پڑھو گے؟ میں نے کہا کہ میں تو قرآن شریف پڑھ سکتا ہوں۔ قانون کی کیا حقیقت ہے؟ میں نے بائیبل۔ دساتیر۔ ویدوغیرہ تمام مذاہب کی کتابیں پڑھی بھی ہیں۔ سنی بھی ہیں۔ مجھ کو سب سے زیادہ قرآن کریم ہی کی عظمت نظر آئی اور کوئی چیز بھی گمراہی کا موجب نہیں ہوسکی۔ فالحمد للہ رب العالمین۔''

(مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نورالدین، صفحہ 209)

آپؓ فرماتے ہیں:

''میں نے دنیا کے جملہ مذاہب کی کتابیں پڑھیں اور سنی ہیں ژند، پاژند، سفرنگ، دساتیر، بائیبل، وید، گیتا وغیرہ کتابوں پر بہت ہی غور کیا ہے۔ دنیا کی تمام کتابوں کی اچھی باتوں کا خلاصہ اور بہتر سے بہتر خلاصہ قرآن کریم ہے۔

آپ فرماتے ہیں:

''میں نے بہت روپیہ، محنت، وقت خرچ کر کے احادیث کو پڑھا ہے اور اس قدر پڑھا ہے کہ اگر بیان کروں تو تم کو حیرت ہو۔ ابھی میرے سامنے کوئی کلمہ حدیث کا ایک قرآن کا ایک کسی اور شخص کا پیش کرو۔ میں بتادوں گا کہ یہ قرآن کا ہے یہ حدیث کا اور یہ کسی معمولی انسان کا ہے۔''

(مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نورالدین، صفحہ 210)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک آپ کی تفسیر القرآن:

مشہور صحابی پیر سراج الحق نعمانی صاحب بیان کرتے ہیں ''حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام بار بار مجھے فرمایا کرتے تھے کہ مولوی نورالدین صاحب کی تفسیر قرآن آسمانی تفسیر ہے۔ صاحبزادہ صاحب ان سے قرآن پڑھا کرو اور ان کے اگر تم نے دو تین سیپارے بھی حضرت مولوی صاحب سے سنے یا پڑھے تو تم کو قرآن شریف سمجھنے کا مادہ اور تفسیر کرنے کا ملکہ ہو جائیگا۔ یہ بات مجھ سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے شاید پچاس مرتبہ کہی ہوگی۔''

(تذکرۃ المہدی، جلد1 صفحہ 244)

......☆......☆......

جملہ احباب جماعت کو
جلسہ سالانہ قادیان 2015 مبارک ہو!

ازطرف غلام مصطفیٰ امیر جماعت ضلع مرشد آباد
وممبران مجلس عاملہ وجملہ احباب جماعت ہائے احمدیہ ضلع مرشد آباد، بنگال

Mob.9635870739

جملہ احباب جماعت کو
جلسہ سالانہ قادیان 2015 مبارک ہو!

ازطرف فیروز خان امیر جماعت ضلع بالیسور، اُڈیشہ
وممبران مجلس عاملہ وجملہ احباب جماعت احمدیہ ضلع بالیسور

ای میل: firoz.ahmadiyat@gmail.com
Mob.9635870739

جملہ احباب جماعت کو
جلسہ سالانہ قادیان 2015 مبارک ہو!

P.J.SULEMAN & FAMILY
COIMBATORE (T.N.)

جملہ احباب جماعت کو
جلسہ سالانہ قادیان 2015 مبارک ہو!

ازطرف محمد اسد سلطان غوری، امیر جماعت ضلع یادگیر، کرناٹک
وممبران مجلس عاملہ وجملہ احباب جماعت ہائے احمدیہ ضلع یادگیر

ای میل: anghori300@gmail.com
Mob.9480348300

جملہ احباب جماعت کو
جلسہ سالانہ قادیان 2015 مبارک ہو!

ازطرف طارق احمد چوہدری امیر جماعت ضلع گاندھی دھام، گجرات
وممبران مجلس عاملہ وجملہ احباب جماعت ہائے احمدیہ ضلع گاندھی دھام

E.mail : jamateahmadiyyakutch@gmail.com
Mob.9727716377

جملہ احباب جماعت کو
جلسہ سالانہ قادیان 2015 مبارک ہو!

ازطرف الحاج فیروز پاشا اینڈ فیملی
بلّاری (کرناٹک)

Mob.9972239813

جملہ احباب جماعت کو
جلسہ سالانہ قادیان 2015 مبارک ہو!

ازطرف محمد شعیب سلیجہ امیر ضلع کانپور، یوپی
وممبران مجلس عاملہ وجملہ احباب جماعت احمدیہ شہر وضلع کانپور

ای میل: shoebsoleja@yahoo.com
Mob.8009886448

جملہ احباب جماعت کو
جلسہ سالانہ قادیان 2015 مبارک ہو!

ازطرف تنویر احمد، زعیم اعلیٰ مجلس انصاراللہ حیدرآباد
وجملہ اراکین عاملہ واراکین انصاراللہ حیدرآباد، تلنگانہ

Mob.9440707053

جملہ احباب جماعت کو
جلسہ سالانہ قادیان 2015 مبارک ہو!

ازطرف محمد ابراہیم شاہ امیر جماعت سری نگر، کشمیر
وممبران مجلس عاملہ وجملہ احباب جماعت احمدیہ سری نگر

ای میل: shahhnet@gmail.com
Mob.9419003192

جملہ احباب جماعت کو
جلسہ سالانہ قادیان 2015 مبارک ہو!

ازطرف محمد عظمت اللہ غوری & فیملی
حیدرآباد (تلنگانہ)

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ اور عقیدہ ناسخ ومنسوخ کا ردّ

(از مبارک احمد بٹ، ایڈووکیٹ، قادیان)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَھَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ (قمر:18) ضرور ضرور ہم نے قرآن کو آسان بنایا ہے کوئی ہے کہ اس سے نصیحت پکڑے اور اسکو اپنا دستور العمل بنائے۔

جس طرح آج کل کے علماء قرآن کریم کو ادقّ اور مشکل سمجھتے ہیں اسی طرح اپنی کوتاہ فہمی اور کور چشمی سے اس کو مجمل بھی قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ خدا تعالیٰ سورہ نحل آیت 90 میں فرماتا ہے وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ وَّھُدًی وَّرَحْمَۃً وَّبُشْرٰی لِلْمُسْلِمِیْنَ یعنی اے رسول ہم نے تم پر ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں ہر ایک چیز کا بیان ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ مسلمانوں کیلئے ہدایت نامہ اور رحمت کاملہ اور بشارت عظمیٰ ہے۔

دوسری جگہ فرماتا ہے اَفَغَیْرَ اللّٰہِ اَبْتَغِیْ حَکَمًا وَّھُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ اِلَیْکُمُ الْکِتٰبَ مُفَصَّلًا (سورہ انعام:115) یعنی کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو اپنا حکم بناؤں حالانکہ اسنے ایک مفصل کتاب تمہاری طرف بھیجی ہے۔ اس آیت سے اظہر من الشّمس ہے کہ یہ قرآن شریف ایسی کتاب ہے جس میں ہر ایک چیز کا مفصل طور سے ذکر کیا گیا ہے اور کوئی بات مجمل نہیں لکھی گئی سب باتیں تفصیل کے ساتھ بیان کردی گئی ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ اسکی شان میں فرماتا ہے فِیْھَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ (سورۃ البینۃ:4) یعنی اس قرآن کریم میں تمام اوّلین وآخرین کی جس قدر مضبوط اور قوی الدلائل کتابیں ہیں وہ سب اس میں داخل ہیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کل ضروری باتیں اس میں موجود ہیں خواہ قیامت کی باتیں ہوں۔ اس سے بڑھ کر اس قرآن کریم کی نسبت فرماتا ہے لَا یَاْتِیْہِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْہِ وَلَا مِنْ خَلْفِہٖ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَکِیْمٍ حَمِیْدٍ (سورۃ حٰم السجدہ:43) کہ کوئی علم کوئی سائنس، خواہ وہ طبعی ہو یا کوئی ہو خواہ وہ اس وقت موجود ہو یا آئندہ پیدا ہو اسکی کسی بات کو باطل نہیں کرسکتا اس واسطے کہ وہ ایک ایسی مقتدر ہستی کی طرف سے نازل ہوا ہے جو حکیم بھی اور حمید بھی ہے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ قرآن کریم میں کوئی ایسا مسئلہ نہیں پایا جائے گا جس پر کوئی اعتراض وارد ہوسکتا ہو اور نہ ہرگز ہو سکے گا۔

یہاں پر یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جس طرح قرآن کریم ایک مفصل کتاب ہے جس میں ہر قسم کی ضروریات انسانی کا ذکر ہے اسی طرح اس میں یہ خوبی بھی ہے کہ کوئی آیت دوسری آیت کے خلاف نہیں یعنی یہ نہیں کہ ایک جگہ ایک بارہ میں کچھ فرمایا ہو تو دوسری جگہ اس کے برخلاف۔ چنانچہ خود اللہ تعالیٰ اسکی تصدیق یوں کرتا ہے وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا (سورۃ النساء:83) اگر یہ خدا کے سوا کسی اور کی بنائی ہوئی کتاب ہوتی تو ضرور تم اس میں بڑا اختلاف پاتے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس میں کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے جو ایک دوسرے کے مخالف ہو۔ اسکے قوانین سب یکساں اور غیر متبدل اور ہمیشہ رہنے والے ہیں اور اس میں یہ بھی خوبی ہے کہ قوانین قرآن نیچر کے عین مطابق ہیں۔ کیوں نہ ہوں جبکہ وہ خدا کا قول اور یہ خدا کا فعل ہے۔ قول اور فعل میں کیونکر اختلاف ہوسکتا ہے کسی کی سچائی اور راستی پرکھنے کیلئے یہی اصول کافی ہے کہ اسکے فعل اور قول میں مطابقت ہو ورنہ وہ کبھی قابل اعتبار نہیں ٹھہر سکتا۔

امام الزماں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

’’قرآن کریم وہ یقینی اور قطعی کلام الٰہی ہے جس میں انسان کا ایک نقطہ یا ایک شعشہ تک دخل نہیں اور وہ اپنے الفاظ اور معانی کے ساتھ خدائے تعالیٰ کا ہی کلام ہے اور کسی فرقہ اسلام کو اسکے ماننے سے چارہ نہیں۔ اس کی ایک ایک آیت اعلیٰ درجہ کا تواتر اپنے ساتھ رکھتی ہے۔ وہ وحی متلو ہے جسکے حرف حرف گنے ہوئے ہیں وہ بباعث اپنے اعجاز کے بھی تبدیل اور تحریف سے محفوظ ہے۔‘‘

(ازالہ اوہام، صفحہ 529-528)

اسی طرح امام الزماں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب آئینہ کمالات اسلام صفحہ 21 پر فرماتے ہیں:

ترجمہ از عربی عبارت: یعنی ہماری کتاب قرآن کریم ہے جو ہدایت کا ذریعہ ہے۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ہمارا کوئی رسول نہیں، جس کی ہم اقتداء کریں۔ اور نہ ہمارے لئے کوئی کتاب ہے جس کی ہم پیروی کریں۔ مگر فرقان مجید جو تمام صحف سابقہ پر نگران ہے۔ میں اس بات پر ایمان لایا ہوں کہ ہمارا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سید المرسلین اور سید ولد آدم ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ نبیوں پر مہر لگائی ہے۔ اور یہ کہ قرآن کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تحریف کرنے والوں کی تحریف اور خطا کرنے والوں کی خطا سے پاک ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ وہ منسوخ ہوگا۔ نہ اس میں کوئی چیز زیادہ ہوگی۔ اور نہ اس سے کوئی چیز کم ہوگی۔ اور نہ ہی سچے ملہمین کے الہامات اسکے خلاف ہونگے۔ جو کچھ میں نے قرآن کریم کے مشکل مقامات سے سمجھا اور جو کچھ خدائے رحمان کی طرف سے مجھ پر الہام کیا گیا میں نے اسے بشرط صحت وصواب ودرستگی قبول کیا ہے اور مجھ پر یہ بات منکشف ہوئی ہے کہ وہ صحیح خالص اور شریعت کے موافق ہے اس میں کوئی شک وشبہ اور ملونی نہیں۔ اور اگر بفرض محال معاملہ اس کے خلاف ہوتا تو ہم اسے ردّی سامان اور کھانسی پیدا کرنے والی اشیاء کی طرح پھینک دیتے۔

بدقسمتی سے اکثر علماء اسلام اس بات کے قائل رہے ہیں کہ قرآن مجید میں کئی آیات ایسی ہیں جنکا حکم بعض دوسری آیات کے ذریعہ کلیۃً اور ہمیشہ ہمیش کیلئے منسوخ کردیا گیا ہے۔ ان کے نزدیک اب صرف ناسخ آیات واجب العمل ہیں منسوخ آیات کا حکم ہمیشہ ہمیش کیلئے اُٹھ گیا ہے۔ ان کی صرف تلاوت ہی قرآن مجید میں باقی رکھی گئی ہے۔

چونکہ یہ عقیدہ قرآن کریم کی شان اور عظمت کو سخت دھبہ لگاتا تھا اس کی حقیقت اور حقانیت کو غیر مسلمانوں کی نگاہ میں مشتبہ کرتا تھا اور مخالفین اسلام کو حفاظت قرآن کریم کے اس دعویٰ پر کہ:

لَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا (سورۃ النساء:83)

کہ اگر یہ (قرآن) غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت اختلاف ہوتا، کے مقابل پر عقیدہ نسخ کا سہارا لیتے ہوئے اعتراض کا موقع ملا۔

مثلاً 1905 میں پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی لاہور کی طرف سے ایک کتاب مسمی بہ ’’تاویل القرآن‘‘ اردو زبان میں شائع ہوئی تھی، جس کے مصنف نے اپنا نام ظاہر نہ کیا تھا اُسنے حفاظت قرآن پر اعتراض کے ضمن میں مسئلہ ناسخ منسوخ کی بحث کو لاکر بھی قرآن کریم پر حملہ کیا تھا۔ جسکا جواب تفصیلاً دس قسطوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حیات طیبہ میں دیا گیا تھا۔ (تفصیل کیلئے دیکھیں ریویو آف ریلیجنز 1907، جلد نمبر 6)

اسی طرح 1904 کے انگریزی ریویو آف ریلیجنز کے جنوری کے شمارہ میں بھی

کوئی حکیم یا فیلسوف قرآنی علوم ومعارف کا دریافت کرنے والا نہیں گزرا

قرآن شریف میں جس قدر باریک صداقتیں علم دین کی اور علوم دقیقہ الٰہیّات کے اور براہینِ قاطعہ اُصولِ حقّہ کے معہ دیگر اسرار اور معارف کے مُندرج ہیں اگرچہ وہ تمام فی حدّ ذاتہا ایسے ہیں کہ قویٰ بشریہ اُن کو بہ ہیئت مجموعی دریافت کرنے سے عاجز ہیں اور کسی عاقل کی عقل ان کے دریافت کرنے کے لئے بطور خود سبقت نہیں کرسکتی کیونکہ پہلے زمانوں پر نظر استقراری ڈالنے سے ثابت ہوگیا ہے کہ کوئی حکیم یا فیلسوف اُن علوم ومعارف کا دریافت کرنے والا نہیں گزرا۔ لیکن اِس جگہ عجیب بر عجیب اَور بات ہے یعنے یہ کہ وہ علوم اور معارف ایک ایسے اُمّی کو عطا کی گئی کہ جو لکھنے پڑھنے سے ناآشنا محض تھا جس نے عمر بھر کسی مکتب کی شکل نہیں دیکھی تھی اور نہ کسی کتاب کا کوئی حرف پڑھا تھا اور نہ کسی اہل علم یا حکیم کی صحبت میسّر آئی تھی۔ (براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ 470 تا 471)

کسی گمنام معترض پادری کے اس ضمن میں اعتراضات کا جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حیات مبارکہ میں دیا گیا تھا۔

اب موجودہ دور میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ گمنام شخص نام بدل کر قرآن مجید پر اعتراض کرتے ہیں۔ چنانچہ 1995 میں کتاب Why I am not a Muslim? میں حفاظت قرآن کے موضوع پر ایک گمنام مصنف اعتراض پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے جس کا اردو ترجمہ اس طرح ہے:

''کیا نسخ کا عقیدہ بھی اس اسلامی عقیدہ کا تمسخر نہیں اُڑاتا کہ قرآن کریم لوح محفوظ کی دیانت داری اور اخلاص سے کی گئی ناقابل تحریف نقل بمطابق اصل ہے کیا خدا کے بعض اقوال پُرانے اور فرسودہ ہیں؟ کیا خدا کے بعض احکام بعض دوسرے احکام سے زیادہ اہم ہیں؟ (اس عقیدہ کے مطابق) بظاہر تو ایسا ہی لگتا ہے۔ میور کے مطابق لگ بھگ دو سو آیات بعد میں نازل ہونے والی آیات سے منسوخ ہوئی ہیں۔ اب ہم عجیب مخمصہ میں ہیں کہ ایک طرف تو سارے قرآن کریم کی بطور کلام الٰہی تلاوت کی جاتی ہے جبکہ اس میں ایسے حصے بھی ہیں جو کہ حق نہیں ہیں بالفاظ دیگر قرآن کریم کا ایک تہائی حصہ مسلمہ طور پر باطل ہے۔'' (نعوذ باللہ) (بحوالہ الذکر المحفوظ مصنفہ احسان اللہ دانش صفحہ 384)

اس ضمن میں ایک بات تو یہ مدنظر رہنی چاہئے کہ نسخ کا عقیدہ اگر درست بھی تسلیم کر لیا جائے تو بھی قرآن کریم کی لفظی حفاظت کے بارہ میں کوئی شبہ پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ حقیقت بہر حال تسلیم شدہ ہے کہ قرآن کریم جس صورت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے بنی نوع کو عطا ہوا بعینہٖ اسی طرح محفوظ ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''یاد رکھنا چاہئے کہ قرآن کریم کے بدترین دشمنوں میں سے بھی کوئی ایسا نہیں جو حضرت عثمان کے زمانہ سے لے کر آج تک ساڑھے تیرہ سو سال کے متعلق یہ شبہ رکھتا ہو کہ اس عرصہ میں قرآن کریم میں کوئی تبدیلی ہوگئی ہوگی کیونکہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں قرآن کریم کی سات کاپیاں کر کے سات ملکوں میں بھیج دی گئی تھیں اور ہر ملک کے لوگ ان کاپیوں سے نقل کر کے اپنے لئے قرآن کریم کے نسخے تیار کرتے تھے اور لاکھوں آدمی قرآن کریم کو حفظ کرتے تھے۔ پس جو لوگ قرآن کریم کے محفوظ ہونے کے متعلق کسی قسم کا شبہ پیدا کرتے ہیں وہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے لیکر حضرت عثمانؓ کے زمانہ تک کے متعلق اعتراض کرتے ہیں۔''

(دیباچہ تفسیر القرآن، صفحہ 270)

اگر کوئی مسلمان یہ کہتا ہے کہ قرآن کریم میں کوئی لفظ منسوخ ہے تو وہ غلط کہتا ہے! قرآن کریم کلام الٰہی ہے اور اسکا ایک شعشہ بھی منسوخ نہیں اور ہر ایک حرف جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا برحق اور رہتی دنیا تک کیلئے راہنمائی ہے۔

امام الزمان حضرت مسیح موعود ومہدی موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے اور ایک شعشہ یا نقطہ اسکی شرائع اور حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہوسکتا اور نہ کم ہوسکتا ہے اور اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام منجانب اللہ نہیں ہوسکتا جو احکام فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کے تبدیل یا تغییر کرسکتا ہو۔ اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مؤمنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے۔''

(ازالہ اوہام، حصہ اول، صفحہ 170)

نیز فرماتے ہیں:

''جو شخص اپنے نفس کیلئے خدا کے حکم کو ٹالتا ہے وہ آسمان میں ہرگز داخل نہیں ہوگا سو تم کوشش کرو جو ایک نقطہ یا ایک شعشہ قرآن شریف کا بھی تم پر گواہی نہ دے تا تم اسی کیلئے پکڑے نہ جاؤ۔'' (کشتی نوح، صفحہ 23)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل حکیم حافظ حاجی الحرمین مولوی نور الدین رضی اللہ عنہ نے 13 ستمبر 1895 کو رائے بریلی کے ایک مولوی ریاض احمد صاحب کی طرف سے پیسہ اخبار (وسط 1895 کے قریب) میں ایک نئے ترجمہ قرآن کی ضرورت کی طرف توجہ دلانے پر تائید کرتے ہوئے ایک مفصل خط لکھا اور بڑی تفصیل سے 9 ایسے اہم امور کی نشان دہی فرمائی جو زمانہ حاضر میں ایک مترجم کیلئے نہایت درجہ ضروری ہیں۔ آپ نے پنجم نمبر پر فرمایا کہ:

''مسئلہ نسخ پر غور ضروری ہے۔ قرآن مجید میں ہرگز کوئی آیت منسوخ نہیں ہے۔ کیونکہ اگر آیات منسوخہ قرآن میں موجود ہوتیں تو کم از کم کچھ ایسا جناب باری سے یا جناب صادق مصدوق حبیبی وخلیلی سید نا ومولانا رسولنا ونبینا اصفی الاصفیا صلی اللہ علیہ وسلم واز واجہ وذریاتہ واہل بیتہ سے یا حضرات خلفائے راشدین سے یا ابو بکر وعمر سے جو راس رئیس علماء وقت ہیں اس سے کچھ ثابت ہوتا۔ یہ امر نسخ کا دعویٰ علماء نے اپنے خیال سے کیا ہے۔ جب دو آیات میں تطبیق نہیں آئی تو دعویٰ کر دیا کہ ایک آیت منسوخ ہے۔ اس انکشاف نے مجھے قرآن کریم کی شاہراہ پر چلنے کی بڑی راہ کھول دی ہے۔'' (بحوالہ تاریخ احمدیت، جلد 3، صفحہ 153، ایڈیشن 2007 قادیان)

نسخ فی القرآن اس بنا پر مبنی ہے کہ معاذ اللہ قرآن مجید کی آیات کے احکام میں تضاد یا تعارض اور اختلاف پایا جاتا ہے۔

یہ خیال کہ قرآن مجید کے احکام ایک دوسرے کے اس طرح معارض اور متضاد ہیں کہ اگر قرآن مجید کی کسی آیت میں ایک امر کو حلال ٹھہرایا گیا ہے تو کسی دوسری آیت میں اسے حرام ٹھہرا دیا گیا ہے یا کسی آیت میں ایک بات کو حرام ٹھہرایا گیا ہے تو کسی دوسری آیت میں اسی امر کو حلال قرار دیا گیا، سخت رد کرنے کے لائق ہے اگر یہ بات درست ہو تو پھر قرآن کریم کے اوامر ونواہی سے سراسر امان اٹھ جاتا ہے کہ نسخ کے قائلین علماء قرآن مجید میں ایسی آیات موجود مانتے ہیں۔ چونکہ یہ لوگ ایسی دو آیتوں کا جوان کے نزدیک نسخ کے قابل ہیں باہمی تعلق قلت تدبر کی وجہ سے سمجھ نہیں سکے اور انہیں سطحی نظر سے قرآن مجید کی ایسی آیات میں اختلاف نظر آیا اسلئے انہوں نے ایسی دو آیتوں میں تطبیق دینے کی بجائے اس مشکل کا آسان حل یہ خیال کر لیا ہے کہ قرآن مجید میں ناسخ منسوخ آیات قرار دیں۔ گویا ان کے نزدیک خدا تعالیٰ نے پہلے ایک حکم دیا تھا پھر اسے منع فرما دیا ہے یا پہلے ایک بات سے منع کیا تھا تو پھر اسی کا حکم دے دیا ہے۔ اور اس طرح ان کے نزدیک ایک آیت سے دوسری آیت کا حکم ہمیشہ کے لئے اُٹھا دیا گیا ہے۔ اب منسوخ آیات کی تلاوت تو باقی رہ گئی ہے مگر ان کا حکم اُٹھ گیا۔ اگر انسان کی رائے پر اس بات کی بنیاد رکھی جائے کہ کون سی آیت منسوخ ہے اور کون سی آیت منسوخ نہیں تو ایک لحاظ سے سارا قرآن ہی منسوخ ماننا پڑے گا کیونکہ کسی حصہ کو کوئی نہیں مانتا اور کسی کو کوئی نہیں مانتا۔ جس کی سمجھ میں سو آیات نہ آئیں اس نے سو منسوخ قرار دیں اور جس کی سمجھ میں ہزار آیات نہ آئیں اس نے ہزار آیات منسوخ قرار دیں۔

چنانچہ اس امر کی مثال کہ بعض آیات کو اس لیے منسوخ کیا جاتا ہے کہ وہ بظاہر دوسری آیات کے مخالف نظر آتی ہیں۔ ہم مودودی صاحب کے الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

''لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ (البقرہ:257)

یعنی دین میں جبر نہیں مگر اس واضح آیت کے ہوتے ہوئے بھی بعض مسلمان دین میں جبر کو جائز سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک بعد میں نازل ہونے والی جہاد کی آیات نے یہ آیت منسوخ کر دی ہے۔ اگر اس کو منسوخ نہ کیا جائے تو تضاد پیدا ہوتا قرآن میں۔''

(سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ ارتداد کی سزا اسلامی قانون میں، صفحہ 53-54 زیر عنوان ''عقل اور قتل مرتد'' بار اوّل جون 1991 مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی اچھرہ پاکستان)

جبکہ قرآن کریم یہ نہیں کہتا کہ قرآن کی دو آیات میں تضاد ہو تو ایک آیت کو منسوخ قرار دے دو۔ بلکہ خدا تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ اگر تضاد ہو تو سمجھو کہ قرآن کریم خدا کی طرف سے ہے ہی نہیں بلکہ خدا کے سوائے کسی اور کی طرف سے ہے۔ چنانچہ فرمایا: فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ

حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں

سو تم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اُس سے بہت ہی پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو

تم ہوشیار رہو اور خدا کی تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم بھی نہ اُٹھاؤ۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل تھے۔ سو تم قرآن کو تدبر سے پڑھو۔ اور اُس سے بہت ہی پیار کرو۔ ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ کہ تمام قسم کی بھلائیاں

اللہِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا (سورۃ النساء:83) اگر یہ قرآن اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت اختلاف پاتے۔

دوسری مثال : مولانا مودودی سورۃ النساء کی آیت 16۔17: اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا○ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْئٰنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا○ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حاشیے میں لکھتے ہیں:

’’ان دونوں آیتوں میں زنا کی سزا بیان کی گئی ہے‘‘ (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 331)

اور پھر اسی طرح کا تفصیلی حاشیہ سورۃ النور میں بھی دیا ہے جہاں مولانا مودودی صاحب نے الزانیہ و الزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ کی تفسیر میں حاشیہ میں لکھتے ہیں:

’’زنا کو قابل سزا فعل تو 3ہجری میں ہی قرار دیا گیا تھا لیکن اس وقت یہ ایک عام قانونی جرم نہ تھا جس پر ریاست کی پولیس اور عدالت کوئی کارروائی کرے بلکہ اس کی حیثیت ایک معاشرتی یا خاندانی جرم کی تھی جس پر اہل خاندان ہی کو بطور خود سزا دے لینے کا اختیار تھا۔

اس کے ڈھائی تین سال بعد یہ (سورۃ النور کی آیت نمبر 2 کا) حکم نازل ہوا جو آپ اس آیت میں پا رہے ہیں اور اس نے حکم سابق کو منسوخ کر کے زنا کو ایک قانونی جرم قابلِ دست اندازئ سرکار قرار دیا۔

(بحوالہ تفہیم القرآن جلد سوم صفحہ 325)

گویا یہ حکم سن 6ہجری میں نازل ہوا اور اس نے بقول مودودی صاحب پچھلے حکم کو جو 3ہجری میں نازل ہوا تھا منسوخ کر دیا۔ حالانکہ یہ تجزیہ مولانا مودودی صاحب کا غلط اور عدم تدبر کا نمونہ ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ تفسیر صغیر میں سورۃ النساء کی آیت 16-17 کی تشریح میں فرماتے ہیں:

’’اس آیت اور اگلی آیت میں معروف ناپسندیدہ افعال کی سزا مقرر کی ہے۔ عورت کے لئے یہ کہ خاندان کے چار گواہوں کی گواہی پر اسے گھر سے آزاد نکلنے سے روکا جائے اور مردوں کے لئے یہ کہ تمدنی گرفت ان پر کی جائے اس میں ہرگز کسی شہوانی جرم کا ذکر نہیں۔ کیونکہ اس کا ذکر سورۃ نور میں آتا ہے اور وہاں اس کی سزا بھی بیان کی گئی ہے۔ چونکہ سورہ نور میں بیان شدہ سزا اور اس آیت میں بیان شدہ سزا دونوں آپس میں مختلف ہیں۔ اس لئے معلوم ہوا کہ اس آیت مین بیان شدہ جن امور کی سزا ہے وہ ناپسندیدہ افعال اور بُرے اخلاق کی باتیں ہیں۔

حضورؓ آیت نمبر 17 کی تشریح میں فرماتے ہیں: مفسرین کہتے ہیں کہ اس آیت سے مراد بدکاری ہے لیکن قرآن کے الفاظ ظاہر ہیں کہ آیت سے مراد یہ ہے کہ وہ ناپسندیدہ بات کریں اور سیاق وسباق سے ظاہر ہے کہ اس جگہ جھگڑا اوفساد مراد ہے۔‘‘

(تفسیر صغیر سورۃ النساء آیت نمبر 16، صفحہ 110)

اس کے علاوہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض علماء، اسلام میں تو اس قسم کے نسخ کے بھی قائل ہیں کہ قرآن مجید میں ایک آیت نازل ہوئی تھی جو اب قرآن مجید میں موجود نہیں ہے بلکہ مرفوع تلاوت ہو چکی ہے۔ مگر اس کا حکم باقی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں بھی مولانا مودودی صاحب جیسے علما کو اصرار ہے کہ شادی شدہ زانی واجب رجم ہے۔ (بحوالہ تفہیم القرآن جلد سوم صفحہ 336)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ علیہ اپنی تفسیر اتقان کی جلد 2 صفحہ 40 پر لکھتے ہیں کہ:

’’قال ابن الحصار انما یرجع فی النسخ الیٰ نقل صریح عن رسول اللہ اوعن صحابی وقد یحکم بہ عند وجود التعارض المقطوع بہ مع علم التاریخ لیعرف المتقدم المتاخر۔‘‘

کہ ابن الحصار نے کہا ہے کہ نسخ یا تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی واضح قول سے ثابت ہوگا یا کسی صحابی کی نقل صریح (صریح روایت) موجود ہونے کی صورت میں تسلیم کیا جائے گا جبکہ دو آیتوں میں قطعی تعارض پایا جائے اور اس کے ساتھ ہی تاریخ کا بھی علم ہو کہ فلاں حکم پہلا ہے اور فلاں بعد کا۔‘‘

پس ابن الحصار کے قول کے مطابق قرآن وحدیث میں نسخ تب تسلیم کیا جا سکتا ہے جب کسی حکم کے نسخ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث موجود ہو یا صحابی کا قول موجود ہو اور دونوں حکموں میں قطعی تعارض موجود ہو یعنی ایسا تعارض کہ تطبیق کی کوئی صورت پیدا نہ ہو سکے۔ مگر ایسا تعارض پائے جانے پر بھی نسخ ماننے کے لئے اس بات کا تاریخی علم ہونا چاہئے کہ کون سا حکم مقدم ہے اور کون سا مؤخر۔ ابن الحصار کے نزدیک اگر ان صورتوں میں سے کوئی صورت موجود نہ ہو تو نسخ نہیں مانا جائے گا۔

جماعت احمدیہ خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ بات بڑے وثوق سے کہتی ہے کہ قرآن مجید میں کوئی ایسی آیت موجود نہیں ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے کسی آیت کے متعلق خود فرمایا ہو کہ اس کا حکم کلیۃً اُٹھا دیا گیا ہے اور نہ ہی کوئی مرفوع حدیث نبوی ملتی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہو کہ قرآن مجید کی فلاں آیت کا حکم اللہ تعالیٰ نے فلاں دوسری آیت کے ذریعہ ہمیشہ کے لئے اُٹھا دیا ہے۔ اگر نسخ کا عقیدہ درست ہوتا تو کم از کم کوئی روایت تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جاتی کہ قرآن کریم کی فلاں آیت منسوخ کی گئی ہے۔ کسی صحابی کا کوئی قول بھی نسخ اصطلاحی کے بارہ میں ایسی دو آیتوں کے متعلق موجود نہیں جن میں قطعی تعارض موجود ہو۔ نہ ہی تاریخی شہادت موجود ہے کہ فلاں آیت مقدم ہے اور فلاں مؤخر۔

صحابہ کی روایات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نسخ کا خیال محض ذوقی امر رہا ہے۔ ایک نے اپنے مذاق کے لحاظ سے دو آیتوں میں نسخ کی رائے دی تو دوسرے نے ان میں نسخ نہیں مانا لیکن کسی صحابی کے قول پر قرآن مجید میں نسخ اصطلاحی پائے جانے کے خیال کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ خصوصاً جبکہ علما مانتے ہیں کہ صحابی کا قول حجت شرعی بھی نہیں۔ علاوہ ازیں نسخ کے بارہ میں صحابہ کی روایات سب ضعیف ہیں۔ چنانچہ علامہ طبرسی جو بڑے پایہ کے عالم مانے گئے ہیں فرماتے ہیں:

’’اَلرِّوَايَاتُ فِي النَّسْخِ كُلُّهَا ضَعِيْفَةٌ‘‘

مزید برآں صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اور تابعین قرآن مجید میں اصطلاحی نسخ پائے جانے کے قائل نہ تھے۔ بلکہ وہ نسخ کا لفظ صرف اس کے لغوی معنوں میں استعمال کرتے تھے۔ پس قرآن مجید میں نسخ اصطلاحی موجود نہیں (یعنی ایسا نسخ کہ کسی حکم کو اس طرح اُٹھا دیا جائے کہ اس حکم پر عمل کرنا جائز نہ رہے)

چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

’’یہ حضرات نسخ کو اس کے لغوی معنی (یعنی ایک چیز کا ازالہ دوسری چیز کے ذریعہ) میں استعمال کرتے تھے نہ کہ اصطلاح اہل اصول کے موافق۔‘‘

چونکہ ان حضرات کے نزدیک نسخ باب وسیع رکھتا ہے اس لئے عقل کو اس میں جولانی اور اختلاف کی گنجائش مل گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ منسوخ آیات کی تعداد پانچ سو تک بیان کرتے ہیں۔ لیکن اگر مزید غور وخوض کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان کی تعداد حد شمار سے باہر ہے۔ مگر متاخرین کی اصطلاح کے موافق آیات منسوخہ کی تعداد کچھ زیادہ نہیں ہے علی الخصوص اس توجیہہ کی رو سے جس کو ہم نے اختیار کیا ہے۔‘‘

(الفوز الکبیر فی اصول التفسیر مترجم مولوی شبیر احمد انصاری صفحہ 32۔33)

نسخ کے عقیدہ کی کمزوری کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ منسوخ آیات کی تعداد میں بھی بڑا بھاری اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض علماء پانچسو آیتیں ناسخ منسوخ قرار دیتے ہیں اور بعض بیس اور بعض صرف پانچ اور بعض قرآن میں نسخ کے قطعاً منکر ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی

قرآن میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔ افسوس اُن لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اُس پر مقدم رکھتے ہیں۔ تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدّق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے۔ اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلاواسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے۔ اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں دی گئی اگر بجائے توریت کے یہودیوں کو دی جاتی تو بعض فرقے ان کے قیامت سے منکر نہ ہوتے۔ پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے۔ یہ بڑی دولت ہے۔ اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی۔ قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔ (روحانی خزائن، جلد 19، کشتی نوح صفحہ 26)

علیہ الرحمۃ نے علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کی منسوخ قرار دادہ بیس آیتوں میں سے پندرہ آیتوں کو خود حل کر دیا ہے۔ اور صرف پانچ آیتوں میں وہ تطبیق نہیں دے سکے اور لکھتے ہیں کہ علی ماحررت لایتعین النسخ الا فی خمس آیات کہ میری تحریر کے موافق پانچ ہی آیتوں میں نسخ ثابت ہوسکتا ہے۔

(فوز الکبیر صفحہ 21 وصفحہ 38 اردو ترجمہ)

صاف ظاہر ہے کہ آیات قرآنیہ میں نسخ کا عقیدہ محض رائے اور قیاس پر مبنی ہے نہ کسی قطعی دلیل پر۔ اللہ تعالیٰ ہزار ہزار رحمتیں اور برکتیں نازل کرے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اور آپ کے خلفا پر جن کا ہم پر یہ بھاری احسان ہے کہ اس زمانہ میں انہوں نے باذن الٰہی یہ آواز بلند کی کہ قرآن مجید کا کوئی حکم منسوخ نہیں ہے۔

قرآن مجید میں نسخ اصطلاحی پائے جانے کے متعلق قائلین نسخ، قرآن مجید کی دو آیتوں کو دلیل قرار دیتے ہیں اول یہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○

(سورۃ البقرہ آیت نمبر 107)

کہ ہم جو آیت منسوخ کرتے ہیں یا اسے بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر لاتے ہیں یا اس کے مثل لاتے ہیں۔ دوسری آیت یہ ہے:

وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○

(سورۃ النحل آیت 102)

کہ اور جب ہم کسی نشان کی جگہ پر کوئی اور نشان لاتے ہیں اور (اس میں کیا شک ہے کہ) اللہ تعالیٰ جو کچھ اُتارتا ہے اس کی ضرورت کو وہ سب سے بہتر جانتا ہے تو (مخالفین) کہتے ہیں کہ تو مفتری ہے (مگر حقیقت یوں) نہیں بلکہ ان میں سے اکثر علم نہیں رکھتے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح موعودؓ ان آیات کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 107 کے تعلق سے فرمایا کہ:

''یہ آیت ایسی اہم ہے کہ میں سمجھتا ہوں اِس آیت کے متعلق جو غلط فہمی لوگوں میں پائی جاتی تھی اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف اسی کو دُور کرتے تو میرے نزدیک یہی ایک بات آپ کی نبوت اور ماموریت کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہوتی۔ اس کے متعلق مسلمانوں میں جو غلط فہمیاں پیدا ہوگئی تھیں اُن کی موجودگی میں اسلام کو سچا مذہب قرار دینا یا اُسے قلبی تسلی اور اطمینان کا موجب سمجھنا ناممکن تھا۔ کیونکہ اس زمانہ میں اس آیت کے معنے مسلمانوں میں یہ رائج تھے کہ ہم قرآن کریم کی جو آیت بھی منسوخ کر دیں یا اُسے بھلا دیں ہم اُس سے بہتر یا ویسی ہی اور آیت لے آتے ہیں۔ اس آیت کے یہ معنے کر کے وہ اِس سے قرآن کریم میں نسخ کا ثبوت نکالا کرتے تھے اور یہ سمجھا جاتا تھا کہ قرآن کریم کی بعض آیات یقیناً منسوخ ہوگئی تھیں۔ اور منسوخ کے وہ یہ معنے لیتے تھے کہ اُن کے احکام کو معطل کر دیا گیا تھا۔ اور بعض آیات کے متعلق وہ سمجھتے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے بُھلا دیا تھا۔ اِس نسخ کے متعلق مسلمانوں کے مختلف نظریات ہیں۔ اُن کے نزدیک نسخ کی ایک قسم یہ ہے کہ آیت کے معنے تو قائم ہوتے ہیں مگر الفاظ محو کر دیئے جاتے ہیں۔ گویا ایک آیت معناً تو قرآن کریم میں موجود ہوتی ہے مگر اُس کے الفاظ اس میں نہیں ہوتے۔ وہ اس کی مثال یہ بتاتے ہیں کہ قرآن کریم میں پہلے یہ آیت موجود تھی کہ اَلشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ اِذَا زَنَيَا فَارْجُمُوْهُمَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔ (رُوح المعانی جلد اول) یعنی اگر کوئی بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت زنا کریں تو اُن دونوں کو سنگسار کر دو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا کے طور پر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑا غالب اور حکمت والا ہے۔ مگر پھر اسے نکال دیا گیا لیکن اس کا حکم باقی ہے اور اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ دوسری آیت جو اُن کے خیال میں قرآن کریم سے نکال دی گئی تھی وہ یہ ہے کہ لَوْ كَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَّالٍ لَابْتَغٰى وَادِيًا ثَالِثًا وَلَا يَمْلَاُ جَوْفَهٗ اِلَّا التُّرَابُ (فتح البیان جلد اول) یعنی اگر ابن آدم کے پاس مال و دولت سے بھری ہوئی دو وادیاں بھی ہوں تو وہ چاہتا ہے کہ ایسی ہی اُسے ایک تیسری وادی بھی مل جائے۔ اور ابن آدم کا پیٹ سوائے مٹی کے اور کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔

دوسری قسم کا نسخ وہ یہ بتاتے ہیں کہ الفاظ آیت تو قائم رکھے جاتے ہیں۔ مگر اُس کا حکم منسوخ کر دیا جاتا ہے۔ وہ اس کے ثبوت میں آیت لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (بقرہ آیت ۲۵۷) کو پیش کرتے ہیں۔ اس آیت کا حکم اُن کے نزدیک منسوخ ہے مگر الفاظ قائم ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس آیت کو آیات جہاد نے منسوخ کر دیا ہے۔ اور اب کفار کو ڈنڈے مار مار کر اسلام میں داخل کرنا جائز ہے۔ اس کی دوسری مثال وہ یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ۚ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ (مجادلہ آیت ۱۳) یعنی اے مومنو! جب تم رسول سے الگ مشورہ کرنا چاہو تو اپنے مشورہ سے پہلے کچھ صدقہ دے دیا کرو۔ یہ تمہارے لئے اچھا ہوگا اور تمہارے دل کو پاک کرنیکا موجب ہوگا اُن کے نزدیک اس آیت کے حکم کو اگلی آیت نے منسوخ کر دیا ہے کہ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (مجادلہ آیت ۱۴) یعنی کیا تم مشورہ کرنے سے پہلے صدقہ دینے سے ڈر گئے؟ سو چونکہ تم نے ایسا نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ نے تم پر فضل فرما دیا ہے۔ پس تم نمازیں قائم کرو اور زکوٰتیں دو۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے۔

تیسری قسم کا نسخ وہ ہوتا ہے جس میں اُن کے نزدیک آیت کے الفاظ اور معنے دونوں منسوخ ہو جاتے ہیں۔ اس کی مثال وہ تحویلِ قبلہ کا حکم بتاتے ہیں کہ پہلے مسلمان بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ لیکن اب اس کی طرف منہ کرنا جائز نہیں۔ حالانکہ نہ اس کا حکم موجود ہے اور نہ ہی عملاً اب مسلمان اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ مگر ہر شخص معمولی تدبر سے بھی کام لے کر سمجھ سکتا ہے کہ نسخ کا عقیدہ تسلیم کرنے کے بعد قرآن کریم کا کوئی اعتبار نہیں رہ جاتا۔ اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے فلاں آیت کا حکم منسوخ کر کے اُسے قرآن کریم سے نکال دیا ہے تو یہ بات کم ازکم قرآن مجید کے متعلق شبہ پیدا کرنے والی نہ ہوتی۔ یا جن آیات کو خدا تعالیٰ نے تبدیل کرنا تھا اُن کو قرآن کریم میں درج ہی نہ کیا جاتا بلکہ ان کی بجائے جو مستقل حکم دینا تھا صرف اُسے ہی درج کر دیا جاتا تب بھی کوئی بات تھی لیکن اگر اُن کے بجائے کوئی مستقل حکم نہ لانا تھا تو منسوخ شدہ آیات کو قرآن کریم میں رکھنے کی کیا ضرورت تھی؟ بے شک یہ درست ہے کہ بعض وقتی احکام منسوخ بھی ہوتے ہیں جیسا کہ صُحفِ ابراہیمؑ کو صحفِ موسیٰؑ نے منسوخ کر دیا اور صحفِ موسیٰؑ کو قرآن کریم نے منسوخ کر دیا۔ پس احکامِ الٰہیہ کا منسوخ ہونا کوئی قابلِ تعجب امر نہیں جو معیوب بات ہے وہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی طرف جو ایک دائمی شریعت ہے اس بات کو منسوب کیا جائے کہ قرآن کریم میں بعض آیات کو درج کر کے پھر انہیں نکال دیا گیا تھا پھر اگر ان کو خارج کر دیا جاتا تب بھی اتنی خطرناک بات نہ تھی۔ لیکن جب کوئی شخص یہ بات کہے کہ قرآن کریم کی بعض آیات منسوخ ہیں اور اُن کے الفاظ قرآن مجید میں موجود ہیں اور وہ اس کے ثبوت میں کوئی وحی الٰہی پیش نہ کر سکے بلکہ صرف اپنا قیاس پیش کرے تو اس سے بہت بڑا خطرہ پیدا ہوجاتا ہے اور قرآن کریم کا کوئی اعتبار نہیں رہتا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ مزید فرماتے ہیں:

بعض باتوں کو ایک دماغ سمجھتا ہے اور دوسرا نہیں سمجھتا۔ اگر اس بات کا فیصلہ انسانی دماغ پر رکھا جائے کہ قرآن مجید میں سے کونسی

قرآن تم کو نبیوں کی طرح کرسکتا ہے اگر تم خود اس سے نہ بھاگو

قرآن ایک ہفتہ میں انسان کو پاک کرسکتا ہے۔ اگر صوری یا معنوی اعراض نہ ہو۔ قرآن تم کو نبیوں کی طرح کرسکتا ہے اگر تم خود اس سے نہ بھاگو۔ بجز قرآن کس کتاب نے اپنی ابتدا میں ہی اپنے پڑھنے والوں کو یہ دعا سکھلائی اور یہ امید دی کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ یعنی ہمیں اپنی ان نعمتوں کی راہ دکھلا جو پہلوں کو دکھلائی گئی جو نبی اور رسول اور صدیق اور شہید اور صالح تھے پس اپنی ہمتیں بلند کرلو اور قرآن کی دعوت کو رد مت کرو کہ وہ تمہیں وہ نعمتیں دینا چاہتا ہے جو پہلوں کو دی تھیں۔

(روحانی خزائن، جلد 19، کشتی نوح صفحہ 27)

آیت قابِل عمل ہے اور کونسی منسوخ تو ایک رنگ میں سارا قرآن ہی منسوخ ہو جائیگا۔ کیونکہ کسی حصہ کو کوئی نہیں سمجھتا اور کسی کو کوئی۔ یہی وجہ ہے کہ پانچ آیات سے لے کر گیارہ سو آیات تک منسوخ قرار دی جاتی ہیں۔ گویا جس کی سمجھ میں پانچ آیتیں نہ آئیں اُس نے پانچ منسوخ کر دیں اور جس کی سمجھ میں سو نہ آئیں اُس نے سو منسوخ کر دیں اور جس کی سمجھ میں ہزار نہ آئیں اُس نے ہزار منسوخ کر دیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آکر بتایا کہ شروع سے لے کر آخر تک سارا قرآن قابِل عمل ہے بسم اللہ کی باء سے لیکر والناس کی س تک قرآن کریم قائم اور قیامت تک کے لئے قابلِ عمل ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

آپ (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ناقل) کے یہ الفاظ مجھے خوب یاد ہیں کہ جب کوئی انسان اس بات کا قائل ہوگا کہ قرآن کریم کے اندر ایسی آیات بھی موجود ہیں جو منسوخ ہیں تو اُسے کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ قرآن کریم پر غور کرے اور سوچے اور اُس کے احکام پر عمل کرنے کی کوشش کرے۔ وہ تو کہیگا کہ جب اِس میں ایسی آیات بھی ہیں جو منسوخ ہیں تو میں اِن پر غور کر کے اپنا وقت کیوں ضائع کروں۔ ممکن ہے میں جس آیت پر غور کروں مجھے بعد میں معلوم ہو کہ وہ منسوخ ہے لیکن جو شخص یہ کہے گا کہ یہ کلام تمام کا تمام غیر منسوخ ہے اور اس کا ہر شعشہ تک قابلِ عمل ہے وہ اس کے سمجھنے کی بھی کوشش کریگا اور اس طرح قرآن اس کی معرفت کی ترقی کا موجب بن جائیگا۔

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ مزید فرماتے ہیں:

اگر مفسرین اسے سمجھ نہ سکتے تھے تو کم از کم انہیں اسکی طرف اس قسم کی باتیں تو منسوب نہیں کرنی چاہئیں تھیں کہ جن کو کوئی عقل تسلیم نہیں کر سکتی۔ میں جب تفسیریں دیکھتا اور ان میں نسخ کی بحث پڑھتا ہوں تو مجھے تو ایک بھی آیت ایسی نظر نہیں آتی جو منسوخ ہو اور پھر سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ نسخ ماننے سے قرآن کریم کا وجود ہی بیکار ہو جاتا ہے۔ میرے نزدیک اس آیت (سورۃ البقرہ آیت نمبر 107 ناقل) کے جو معنے کئے گئے ہیں قرآن کریم کی رو سے قطعاً غلط ہیں۔ اللہ تعالیٰ واضح الفاظ میں ایک دوسری جگہ فرماتا ہے کہ سَنُقۡرِئُكَ فَلَا تَنۡسٰۤى (سورۃ اعلیٰ آیت 7) یعنی ہم یہ قرآن تجھے اس طرح پڑھائیں گے کہ اس کے نتیجہ میں تو بھولے گا نہیں۔ اگر نُنۡسِهَا کا لفظ قرآن کریم کیلئے ہے تو سَنُقۡرِئُكَ فَلَا تَنۡسٰۤى بھی تو قرآن کریم ہی کیلئے فرمایا گیا ہے۔ اب جو معنی وہ لوگ کرتے ہیں ان کو مدنظر رکھ کر ان دونوں میں سے ایک آیت ضرور منسوخ ہوگی۔ اگر دوسری کو منسوخ قرار دیا جائے تو اس کے معنے یہ ہونگے کہ تو قرآن کریم ہمیشہ بھولا کریگا اور وہ تجھے کبھی یاد نہیں رہیگا حالانکہ اسے کوئی بھی تسلیم نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کے بھی عجیب کام ہوتے ہیں۔ اس نے بھی یہ تدبیر کی کہ فَلَا تَنۡسٰۤى والی آیت کو منسوخ کرنیکا خیال کسی کو بھی نہ سوجھا۔ حالانکہ اگر قرآن کریم میں نسخ قرار دینا تھا تو انہیں سب سے پہلے اس آیت کو منسوخ کرنا چاہئے تھا مگر انہوں نے اسے منسوخ قرار نہیں دیا۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ (سورۃ حجر آیت 10) کہ ہم نے ہی یہ قرآن نازل کیا ہے اور ہم ہی اسکی حفاظت کرتے چلے جائیں گے۔ اس جگہ اللہ تعالیٰ نے اس کی دائمی حفاظت کا خود ذمہ لیا ہے اور فرمایا ہے کہ ہم مستقل طور پر قرآن کریم کی حفاظت کرتے چلے جائیں گے۔

پس جس کلام کی حفاظت کا ذمہ خود خدا نے اٹھایا ہے اس کے بھول جانے یا اس میں کسی آیت کے منسوخ ہونے کے کیا معنے ہیں؟ اور اگر وہ بھول گیا یا اس میں نسخ ہو گیا تو پھر اسکی حفاظت کے کوئی معنی نہیں رہتے۔

حضورؓ مزید فرماتے ہیں:

''جو لوگ قرآن کریم میں نسخ قرار دیتے ہیں وہ اسکے ثبوت کے طور پر اس قسم کی کوئی دلیل پیش نہیں کرتے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ فلاں آیت منسوخ کر دی ہے یا آپؐ نے یہ فرمایا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں آیت منسوخ کر دی ہے۔ یا لوگ آپؐ کی مجلس میں آئے ہوں اور آپؐ نے فرمایا ہو کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ آج رات یہ آیت منسوخ ہو گئی ہے۔ وہ صرف استدلال کرتے ہیں کہ چونکہ فلاں آیت کا فلاں آیت کے مخالف مفہوم ہے اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک ناسخ ہے۔ اور دوسری منسوخ گویا جو آیت بھی ان سے حل نہیں ہوتی اسے وہ منسوخ قرار دے دیتے ہیں اور یہ محض عدم علم کی وجہ سے ہوتا ہے۔ مگر تعجب کی بات ہے کہ ادھر تو وہ یہ کہتے ہیں کہ احاد احادیث قرآن کریم کو منسوخ نہیں کرتیں اور یہ بات صحیح ہے۔ ہم بھی کہتے ہیں کہ ایک چھوڑ کروڑ احاد احادیث بھی قرآن کریم کا کوئی حصہ منسوخ نہیں کرسکتیں۔ مگر دوسری طرف وہ اپنے ظن اور قیاس سے کام لے کر قرآن کریم کی آیات کو منسوخ قرار دینے لگ جاتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔''

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''پھر سوال یہ ہے کہ یہاں نسخ آیات کے ذکر کا موقع ہی کیا تھا۔ یہاں تو یہودیوں کی کتاب کا ذکر ہو رہا ہے اور بتایا جا رہا ہے کہ وہ کہتے ہیں ہم اپنی ہی کتاب مانیں گے۔ پس اگر یہاں نسخ کا ہی ذکر تسلیم کیا جائے تو پھر اس آیت کے یہ معنے ہونگے کہ یہاں صحف ماضیہ کے نسخ کا ذکر ہے۔ یعنی تورات وغیرہ کا۔ مگر مفسرین کہتے ہیں یہاں قرآن کریم کے نسخ کا ذکر ہے۔ حالانکہ اس بات کا پہلے مضمون کے ساتھ کوئی جوڑ نہیں۔ پہلے یہ مضمون ہے کہ یہود کہتے ہیں ہم خدا تعالیٰ کے خاص فضلوں کے وارث ہیں ہم اپنے نبیوں کے کلام کو مانتے ہیں۔ غیر کے کلام کو ماننے کیلئے تیار نہیں۔ اس پر خدا تعالیٰ نے ان کے سامنے یہ کیا دلیل پیش کی کہ میرا قرآن بھی منسوخ ہو جاتا ہے اور بُھلا بھی دیا جاتا ہے اس لئے تم اسے مان لو؟

حقیقت یہ ہے کہ مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰيَةٍ اَوۡ نُنۡسِهَا نَاۡتِ بِخَيۡرٍ مِّنۡهَاۤ اَوۡ مِثۡلِهَا میں قرآن کریم کی آیات کے منسوخ ہونیکا کہیں ذکر نہیں۔ بلکہ جیسا کہ ترتیب مضمون سے ظاہر ہے۔ پچھلی آیت میں یہود کے متعلق یہ ذکر کیا گیا ہے کہ وہ نہیں چاہتے کہ تم پر کسی قسم کی خیر نازل ہو اور سب سے بڑی خیر الہام الٰہی ہے۔ پس اس آیت میں کوئی ایسا ہی ذکر ہوسکتا ہے جو پچھلی آیات کے مطابق ہو۔ کوئی مضمون بلا تعلق نکالنا کسی طرح جائز نہیں ہوسکتا اور وہ مضمون یہی ہے کہ یہود تو پسند نہیں کرتے کہ تم پر کوئی خیر نازل ہو لیکن اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے فضل کرتا ہے۔ پس اس نے تم پر خیر نازل کر دی ہے یعنی قرآن کریم۔

لیکن چونکہ اس پر یہ سوال ہوسکتا تھا کہ پہلے شرائع کے ہوتے ہوئے نئی کتاب کی کیا ضرورت تھی تو اس کا جواب یہ دیا کہ ان کتب کے بعض حصص اس قابل تھے کہ منسوخ کر دئے جاتے اور بعض ایسی باتیں تھیں کہ مرور زمانہ سے لوگوں کو بھول گئیں تھیں۔ اور آہستہ آہستہ کتب سماویہ سے محو ہو گئی تھیں۔ انکا دوبارہ بیان کرنا ضروری تھا۔ پس ایک حصہ کو ہم نے منسوخ کر دیا اور اس سے بہتر تعلیم اس کتاب میں بیان کر دی۔ اور وہ تعلیم جو بھول گئی تھی اس کو پھر اسی طرح بیان کر دیا اور اہل کتاب اس پر اعتراض نہیں کر سکتے کیونکہ خود ان کی کتابوں میں نئی شریعت کی خبر موجود ہے۔ چنانچہ یرمیاہ باب 31 آیت 30 میں لکھا ہے:

''دیکھ وے دن خداوند کہتا ہے میں اسرائیل کے گھرانے اور یہود کے گھرانے کے ساتھ نیا عہد باندھوں گا۔ اس عہد کے موافق جو میں نے ان کے باپ دادا سے کیا۔''

اسی طرح عبرانیوں باب 8 آیت 8،9 میں لکھا ہے:

''دیکھ خداوند فرماتا ہے وے دن آتے ہیں کہ میں اسرائیل کے گھرانے اور یہود کے خاندان کیلئے ایک نیا عہد باندھونگا یہ اس عہد کی

تم شرک سے بکلّی پرہیز کرو کہ مشرک سرچشمۂ نجات سے بے نصیب ہے

تمہاری تمام کوشش اسی میں مصروف ہونی چاہئے کہ تم خدا کے تمام احکام کے پابند ہو جاؤ اور یقین میں ترقی چاہو۔ نجات کیلئے نہ الہام نمائی کیلئے۔ قرآن شریف نے تمہارے لئے بہت پاک احکام لکھے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ تم شرک سے بکلّی پرہیز کرو کہ مشرک سرچشمۂ نجات سے بے نصیب ہے۔ تم جھوٹ نہ بولو کہ جھوٹ بھی ایک حصہ شرک ہے۔　(روحانی خزائن، جلد 19، کشتی نوح صفحہ 28)

مانند نہ ہوگا جو میں نے ان کے باپ دادوں سے اس دن کہ جب میں نے ان کا ہاتھ پکڑا کہ انہیں سرزمین مصر سے نکال لاؤں باندھا تھا۔اس واسطے کہ وے میرے عہد پر قائم نہیں رہے۔‘‘

یہی معنی ہیں جو سیاق آیت اور قرآن کریم کے مضمون کے مطابق ہیں ورنہ وہ معنے جو بعض مفسرین نے کئے ہیں اور جو اوپر بیان ہو چکے ہیں ہرگز درست نہیں نہ تو الفاظ قرآن کریم ان کے متحمل ہیں اور نہ سیاق آیت ان پر شاہد ہے اور نہ عقل انکی تائید کرتی ہے اور نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایسی بات مروی ہے جو انکے خیال کی مؤید ہو۔

(بحوالہ تفسیر کبیر، جلد دوم، صفحہ 95 تا 101)

دوسری آیت جسے نسخ فی القرآن کے ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے یہ ہے:

وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (سورۃ النحل آیت 102) کہ اور جب ہم کسی نشان (آیت) کی جگہ پر کوئی اور نشان لاتے ہیں اور (اس میں کیا شک ہے کہ) اللہ تعالیٰ جو کچھ اُتارتا ہے اس (کی ضرورت) کو وہ سب سے بہتر جانتا ہے۔تو (مخالفین) کہتے ہیں کہ تو مفتری ہے۔(مگر حقیقت یوں) نہیں بلکہ ان میں سے اکثر علم نہیں رکھتے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بعض مفسرین نے اس آیت کے یہ معنی کئے ہیں کہ جب قرآن کریم کی ایک آیت منسوخ کر کے دوسری آیت نازل کی جاتی تو کفار اعتراض کرتے کہ تم جھوٹے ہو۔اگر قرآن خدا تعالیٰ کا کلام ہوتا تو اس کی آیتیں منسوخ کیوں ہوتیں۔

میرے نزدیک یہ معنی درست نہیں کیونکہ تاریخ سے کوئی ایک آیت بھی ثابت نہیں ہوتی جسے بدل کر اسکی جگہ دوسری آیت رکھی گئی ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو قرآن کے سینکڑوں حافظ جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں قرآن کریم کو حفظ کر لیا تھا اس امر کی شہادت دیتے کہ پہلے ہمیں فلاں آیت کے بعد فلاں آیت یاد کروائی گئی تھی۔لیکن اسکے بعد اسے بدل کر فلاں آیت یاد کرائی گئی اس قسم کی شہادت کا نہ ملنا بتاتا ہے کہ اس بارہ میں جس قدر خیالات رائج ہیں انکی بنیاد محض ظنّیات پر ہے نہ کہ علم پر۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

’’میں اسکا منکر نہیں کہ بعض احکام زمانہ نبویؐ میں بدلے گئے ہیں۔مگر مجھے قرآن کریم کے کسی حکم کی نسبت ثبوت نہیں ملتا کہ پہلے اور طرح ہو اور بعد میں بدل دیا گیا ہو۔ میرے نزدیک جو احکام وقتی ہوتے تھے وہ غیر قرآنی وحی سے نازل ہوتے تھے۔قرآن کریم میں اترتے ہی نہ تھے اس لئے قرآن کریم کو بدلنے کی ضرورت ہی نہ ہوتی تھی۔

اس پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ اگر آیات قرآنیہ کو کبھی بدلا نہیں گیا تو اس آیت کے کیا معنے ہوئے؟ تو اسکا جواب یہ ہے کہ اٰیَۃ کے دو معنی جن میں یہ لفظ بالعموم قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے نشان آسمانی کے ہیں اور وہی اس جگہ مراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب ہم ایک نشان بدل کر اس جگہ دوسرا نشان لے آتے ہیں اور ایسا کرنا قابل اعتراض نہیں ہوتا کیونکہ اس امر کو تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ کون سا نشان کس موقع کیلئے مناسب ہے تو کفار اعتراض کرنے لگ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تُو تو جھوٹا ہے۔مگر یہ اعتراض انکا جہالت پر مبنی ہوتا ہے۔

یہ وہ قانون ہے جسکا ظہور ہر نبی کے زمانہ میں ہوتا ہے یعنی ہر نبی کو بعض انذاری باتیں بتائی جاتی ہیں جو درحقیقت مشروط ہوتی ہیں۔ مخاطب قوم کے قلوب کی حالت سے اگر وہ اپنے دل کی حالت بدل لیں تو وہ انذار کی خبر بھی ٹل جاتی ہے۔ جیسے قرآن کریم میں حضرت یونسؑ کی قوم کا واقعہ بیان فرمایا ہے کہ انکی ہلاکت کی خبر حضرت یونسؑ کی معرفت دی گئی۔ مگر بعد میں انکی توبہ کی وجہ سے اسے بدل دیا گیا (سورۃ یونس 10ع)

یہ عام قانون انذاری پیشگوئیوں کے متعلق ہے کہ اگر مخالف توبہ کرلیں تو مقدر عذاب کو روک دیا جاتا ہے۔ ہاں وعدہ کی خبر ضرور پوری ہو کر رہتی ہے۔مگر اس کے متعلق بھی سنت اللہ یہ ہے کہ اگر وہ قوم جس سے وعدہ ہو پوری قربانی سے کام نہ لے یا پوری فرمانبرداری نہ دکھائے تو اس کے پورا ہونے میں تاخیر کردیجاتی ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب انہوں نے متواتر حضرت موسیٰ کی نافرمانی کی تو وہ ارض موعودہ جس میں داخل کرنے کیلئے حضرت موسیٰ علیہ السلام انہیں مصر سے نکال کر لائے تھے چالیس سال تک کیلئے اسکی فتح روک دی گئی۔اس کے موعود ہونے کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ (سورۃ مائدہ آیت 22) اے قوم اس پاک زمین میں داخل ہو جاؤ جو خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ رکھی ہوئی ہے۔اس کے بعد یہود کی نافرمانی کا ذکر کر کے فرماتا ہے:

قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ (سورۃ مائدہ آیت 27) یعنی جب انہوں نے نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اب یہ ملک چالیس سال تک کیلئے بنی اسرائیل پر حرام کر دیا گیا ہے۔پس تو نافرمان قوم کی ہلاکت پر افسوس نہ کر۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ وعدہ کو ٹلا دیا گیا ہے لیکن اسے منسوخ نہیں کیا گیا۔کیونکہ وعدہ خدا تعالیٰ منسوخ نہیں کیا کرتا......مزید آگے فرمایا کہ غرض ایک معنے تو اس آیت کے یہ ہیں کہ ہم وعید کی خبروں کو بعض دفعہ بدل دیا کرتے ہیں۔کفار اس پر اعتراض کرتے ہیں لیکن ان کا اعتراض صحیح نہیں۔ایسا کرنا حکمت کے عین مطابق ہے۔اس میں کسی کا حق نہیں مارا جاتا کہ قابل اعتراض ہو ان معنوں کے رو سے اس آیت کا تعلق ان انذاری آیات سے ہوگا جو پہلے بیان ہو چکی ہیں۔

ایک اور معنے بھی اس آیت کے ہیں اور وہ ترتیب قرآن کو مدنظر رکھتے ہوئے اس مقام پر زیادہ چسپاں ہوتے ہیں اور وہ یہ کہ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں اس سورۃ میں کلام الٰہی کی ضرورت کے دلائل بیان کئے جارہے ہیں اور اس کے ثبوت میں پہلے انبیاء کو بھی پیش کیا گیا ہے۔مثلاً اسی سورہ کے آٹھویں رکوع میں فرماتا ہے کہ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ (النحل:64) ہمیں اپنی ذات ہی کی قسم کہ جو تجھ سے پہلے قومیں گذر چکی ہیں ان میں بھی ہم رسول بھیج چکے ہیں۔پھر رکوع 12 میں فرماتا ہے وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یعنی اس دن کو یاد کرو جبکہ ہم ہر قوم کے خلاف اسی قوم کا نبی گواہ بنا کر کھڑا کریں گے۔

اس میں اس طرف اشارہ تھا کہ سب قوموں میں نبی مبعوث ہو چکے ہیں تو چونکہ گذشتہ انبیاء کے وجود کو کلام الٰہی کی ضرورت کے ثبوت میں پیش کیا گیا تھا۔ جب کفّار ہر طرف سے عاجز آگئے تو انہوں نے یہ دلیل اسلام کے خلاف پیش کی کہ اگر پہلے بھی نبی گزر چکے ہیں تو چاہئے تھا کہ اُن کی تعلیم اور اسلام کی تعلیم ایک ہی ہوتی۔مگر اس میں تو ان کی تعلیموں کے خلاف تعلیم بھی پائی جاتی ہے۔پس معلوم ہوا کہ محمد (رسول اللہ) جو اپنے تسلیم کردہ نبیوں کے خلاف باتیں کہتے ہیں جھوٹے ہیں ورنہ یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ خدا تعالیٰ ان نبیوں کو کچھ کہے اور اس کو کچھ اور کہے۔

(تفسیر کبیر جلد چہارم سورۃ النحل صفحہ 237، 240)

پس اس آیت میں اسی اعتراض کا ذکر ہے اور آیت سے مُراد یہ ہے کہ سابقہ انبیاء کی تعلیم کو بدل کر قرآن کریم میں جو تعلیم آئی ہے اس بناء پر مخالفین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ بدل کر تعلیم لانا ایک افتراء ہے۔

اس کے بعد کی آیات میں ان کے اس اعتراض کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اسے روح القدس نے نازل کیا ہے گویا ساری دُنیا میں ظلمت کا پھیل جانا ایک نئی شریعت کے وجود

قرآن کے رو سے نہ ہر ایک جگہ انتقام محمود ہے اور نہ ہر یک جگہ عفو قابل تعریف ہے

قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ ہر ایک جگہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ وہ کہتا ہے جَزٰۗؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَي اللّٰهِ ۭ یعنی بدی کا بدلہ اُسی قدر بدی ہے جو کی گئی لیکن جو شخص عفو کرے اور گناہ بخش دے اور اِس عفو سے کوئی اصلاح پیدا ہوتی ہو نہ کوئی خرابی تو خدا اس سے راضی ہے۔اور اُسے اُس کا بدلہ دے گا۔ پس قرآن کے رو سے نہ ہر ایک جگہ انتقام محمود ہے اور نہ ہر یک جگہ عفو قابل تعریف ہے۔ بلکہ محل شناسی کرنی چاہئے۔اور چاہئے کہ انتقام اور عفو کی سیرت بپابندیٔ محل اور مصلحت ہو۔نہ بے قیدی کے رنگ میں۔یہی قرآن کا مطلب ہے۔ (روحانی خزائن، جلد 19، کشتی نوح صفحہ 30)

کو چاہتا تھا۔اس میں اشارہ تھا کہ اس تعلیم کے ذریعہ دُنیا کو گندگی سے پاک کرنا مقصود ہے۔ ان معنوں کی تائید امام ابومسلم کے قول سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ امام ابومسلم اصفہانی اس کی تفسیر میں کہتے ہیں:

''تَأْوِيْلُ الْاٰيَةِ اِذَا بَدَّلْنَا اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ فِي الْكُتُبِ الْمُتَقَدِّمَةِ مِثْلَ اِنَّهُ حَوَّلَ الْكَعْبَةَ قَالَ الْمُشْرِكُوْنَ اَنْتَ مُفْتَرٍ فِي التَّبْدِيْلِ۔''

(ملتقط جامع التاویل لمحکم التنزیل صفحہ 10 مرتبہ سعید انصاری، بحوالہ الفرقان جنوری 1958)

کہ اِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ سے مُراد پہلی کتاب کی آیات کا بدلنا ہے۔مثلا خدا تعالیٰ نے قبلہ بیت المقدس کو بدل کر کعبہ مقرر کر دیا تو مشرکوں نے کہا اے نبی تُو اس تبدیلی میں مفتری ہے۔

پس اس آیت سے قرآن مجید کے کسی حکم کو بدل کر اس کی جگہ دوسرا حکم لانا مراد نہیں بلکہ پہلی شریعتوں اور ان کے احکام کا بدلنا مراد ہے۔ یا پھر وعید کی پیشگوئیوں کو ٹالنا مراد ہے۔ بہر حال یہ آیت یہ نہیں بتاتی کہ قرآن کریم میں دو ایسی آیتیں بھی پائی جاتی ہیں جن میں سے ایک آیت دوسری آیت کا حکم امت محمدیہ کیلئے کلیتاً اور ہمیشہ کے لئے اُٹھادے۔

تاریخ اسلام میں بہت کثرت سے احادیث درج ہیں جن میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تفسیر قرآن بالقرآن کے بارہ میں ارشاد فرمایا ہے۔مثلاً: إن القُرْآن لم ينزل يكذب بعضه بعضاً وإنما نزل يصدق بعضه بعضا. فما عرفتم منه فاعملوا به وما جهلتم منه فردوه إلى عالمه.

(مسند احمد بن حنبل مسند المکثرین من الصحابۃ حدیث 6415)

یعنی قرآن کریم اس طرح تو نازل نہیں ہوا کہ اس کا ایک حصہ دوسرے کو جھٹلائے بلکہ اس کا ایک حصہ دوسرے کی تصدیق کرتا ہے۔ پس (اس اصول کو راہنما بناتے ہوئے) جو سمجھ آئے اس کے مطابق عمل کرو اور جو سمجھ نہ آئے تو اُس سے پوچھ لیا کرو جو اس معاملہ میں اہل علم ہو۔

پس آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کو راہنما بناتے ہوئے ہمیں قرآن کریم کی وہی تفسیر کرنی چاہئے جو قرآن کریم کی دوسری آیات کے مطابق ہو نہ کہ اپنی مرضی کے معانی کر کے اُن تمام آیات کو منسوخ قرار دیدینا چاہئے جو ہمارے کئے ہوئے معانی کو ردّ کرتی ہوں۔اگر کسی آیت کے معانی قرآن کریم کی دوسری آیات کے خلاف ہوں تو لازمی نتیجہ یہی ہوگا کہ وہ معانی غلط ہیں کیونکہ قرآن تضاد سے پاک ہے۔ پس درست معانی سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے اور اگر نہ سمجھ آئیں تو اہل علم سے رجوع کرنا چاہئے ۔کسی آیت کو مکمل طور پر نہ سمجھنے کی صورت میں یہ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ وہ آیت منسوخ ہے اور نہ ہی کوئی شخص یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ وہ سب قرآن سمجھ چکا ہے پس نا سمجھی پر کیسے ایک عقیدے کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ اگر درحقیقت قرآن کریم میں کوئی آیت منسوخ نہیں ہے تو پھر کیوں بعض صحابہ نے بعض آیات کو منسوخ قرار دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے یہ لفظ کسی قرآنی آیت کے منسوخ ہونے کے بارہ میں استعمال نہیں کیا بلکہ لفظ ''نسخ'' اسلام کے ابتدائی دینی لٹریچر میں بہت وسیع معنوں میں مستعمل ہوا ہے اور جو معنی اس کے آج کل مخصوص کر لئے گئے ہیں کہ اس سے صرف کسی شئے کا معطل اور بیکار ہو جانا مُراد ہے اُن کے نزدیک اس کا مفہوم اس سے بہت مختلف ہے۔ایک معنے اس کے تعمیم کی تخصیص کرنا ہے۔ صاحب فتح الباری نے شرح صحیح بخاری آیت مَانَنْسَخْ الخ کی تفسیر کے باب میں لکھا ہے :

''وَيَحْتَمِلُ اَنْ يَّكُوْنَ الْمُرَادُ مَانَنْسَخْ فِي الْحَدِيْثِ اَلتَّخْصِيْصُ ۔ فَاِنَّ الْمُتَقَدِّمِيْنَ يُطْلِقُوْنَ لَفْظَ النسخ عَلَيْهِ كَثِيْرًا ۔''

یعنی یہ گمان غالب معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث میں نسخ کے معنی تخصیص کے ہیں کیونکہ متقدمین لفظ نسخ کو ان معنوں میں بکثرت استعمال کرتے تھے۔اسی مصنف نے ایک اور حدیث کی تفسیر کے ضمن میں اسی قسم کا ریمارک لکھا ہے ۔ پس اگر لفظ نسخ سے یہی مُراد سمجھی جاوے تو پھر اُن آراء اور قیاسات پر کوئی اعتراض نہیں رہتا جو بعض صحابیوں نے بعض حدیثوں میں ظاہر کئے ہوئے ہیں۔ کیونکہ اس مفہوم کے اختیار کرنے سے کوئی امر قرآنی بیکار اور معطل نہیں ہوجاتا بلکہ خاص حالات میں مخصوص ہو کر بحال رہتا ہے۔

(بحوالہ ریویو آف ریلیجنز 1907، جلد 6، صفحہ 467، 468)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس بارہ میں رہنمائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

قائلین نسخ کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ حقیقی اور واقعی طور پر حدیث سے آیت منسوخ ہو جاتی ہے بلکہ وہ لکھتے ہیں کہ واقعی امر تو یہی ہے کہ قرآن پر نہ زیادت جائز ہے اور نہ نسخ کسی حدیث سے لیکن ہماری نظر قاصر میں جو استخراج مسائل قرآن سے عاجز ہے یہ سب باتیں صورت پذیر معلوم ہوتی ہیں اور حق یہی ہے کہ حقیقی نسخ اور حقیقی زیادت قرآن پر جائز نہیں کیونکہ اس سے اس کی تکذیب لازم آتی ہے۔(الحق مباحثہ لدھیانہ، روحانی خزائن جلد 4، صفحہ 93)

قرآن کریم کی دائمی حفاظت کا وعدہ ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

یہ آیت کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ بجز اس کے اور کیا معنی رکھتی ہے کہ قرآن سینوں سے محو نہیں کیا جائے گا جس طرح کہ توریت اور انجیل یہود اور نصاریٰ کے سینوں سے محو کی گئی اور گو توریت اور انجیل ان کے ہاتھوں اور ان کے صندوقوں میں تھی لیکن ان کے دلوں سے محو ہوگئی یعنی ان کے دل اس پر قائم نہ رہے اور انہوں نے توریت اور انجیل کو اپنے دلوں میں قائم اور بحال نہ کیا۔غرض یہ آیت بلند آواز سے پکار رہی ہے کہ کوئی حصہ تعلیم قرآن کا برباد اور ضائع نہیں ہوگا اور جس طرح روز اوّل سے اس کا پودا دلوں میں جمایا گیا یہی سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

(شہادت القرآن، روحانی خزائن جلد ششم صفحہ 351)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

''خدا اس شخص کا دشمن ہے جو قرآن شریف کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہے اور محمدی شریعت کے برخلاف چلتا ہے اور اپنی شریعت چلانا چاہتا ہے''(چشمہ معرفت صفحہ 324، 325)

حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

''جب تک قرآن کریم کی پیروی سے مجدد اور مامور اس اُمّت میں آتے رہیں گے یہ ثابت ہوتا رہے گا کہ قرآن کریم محفوظ ہے۔ کیونکہ ذکر کے معنی شرف اور نصیحت کے بھی ہیں۔قرآن کریم کا نام ذکر اس لئے رکھا گیا کہ اس کے ذریعہ سے اس کے ماننے والوں کو شرف اور تقویٰ حاصل ہوگا ۔ پس اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ یہ کلام جس کا یہ دعویٰ ہے کہ میرے ذریعہ سے ماننے والوں کو شرف اور عزت اور تقویٰ ملے گا ہمارا ہی اُتارا ہوا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں یعنی ان صفات کو عملاً پورا کرنا ہمارا ہی کام ہے۔اگر یہ صفات اس کی ظاہر نہ ہوں تو گویا اس کی تعلیم ضائع ہوگئی ۔مگر ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے ......غرض خُدا تعالیٰ نے قرآن مجید کی معنوی حفاظت کا مدار صرف عقل پر ہی نہیں رکھا اور اس کی تشریح کا انحصار صرف انسانی دماغ پر ہی نہیں چھوڑا بلکہ خُدا نے اپنے کلام سے اس کو ظاہر فرمانے کا ذمہ لیا ہے جس کا فائدہ یہ بھی ہے کہ جب اس طرح سے عملی پھل ظاہر ہوتے ہیں تو قرآن مجید محفوظ ہونے کا ایک بیّن ثبوت ملتا رہتا ہے ۔قرآن مجید کے تازہ پھل بھی ثابت کرتے رہتے ہیں کہ قرآن مجید محفوظ اور زندہ کتاب ہے اور یہ قرآن مجید کی حفاظت کا ایسا زبردست ذریعہ ہے جو اور کسی کتاب کو میسّر نہیں اور نہ کبھی ہوگا۔

(تفسیر کبیر جلد چہارم، صفحہ 52 زیر تفسیر الحجر آیت 10)

......☆......☆......

حسب مصلحت بعض اپنے نیک اعمال پوشیدہ طور پر بجالاؤ اور دِکھلا دِکھلا کر بھی

قرآن کہتا ہے کہ تم ایسا مت کرو کہ اپنے سارے کام لوگوں سے چھپاؤ۔ بلکہ تم حسب مصلحت بعض اپنے نیک اعمال پوشیدہ طور پر بجالاؤ۔ جب کہ تم دیکھو کہ پوشیدہ کرنا تمہارے نفس کیلئے بہتر ہے۔اور بعض اعمال دکھلا کر بھی کرو جب کہ تم دیکھو کہ دکھلانے میں عام لوگوں کی بھلائی ہے تا تمہیں دو بدلے ملیں اور تا کمزور لوگ کہ جو ایک نیکی کے کام پر جرأت نہیں کر سکتے وہ بھی تمہاری پیروی سے اُس نیک کام کو کر لیں۔غرض خدا نے جو اپنے کلام میں فرمایا سِرًّا وَّعَلَانِيَةً یعنی پوشیدہ بھی خیرات کرو اور دِکھلا دِکھلا کر بھی ان احکام کی حکمت اس نے خود فرما دی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نہ صرف قول سے لوگوں کو سمجھاؤ بلکہ فعل سے بھی تحریک کرو (روحانی خزائن، جلد 19، کشتی نوح صفحہ 31)

جملہ احباب جماعت کو
جلسہ سالانہ قادیان 2015 مبارک ہو!

ازطرف شیخ فاروق احمد، امیر جماعت ضلع ایسٹ سنگھ بھوم، جھاڑکھنڈ
وممبران مجلس عاملہ و جملہ احباب جماعت احمدیہ ضلع ایسٹ سنگھ بھوم

ای میل:distameereboom@gmail.com
Mob.9572858090

جملہ احباب جماعت کو
جلسہ سالانہ قادیان 2015 مبارک ہو!

ازطرف سید عبدالباقی (ریٹائرڈ مجسٹریٹ) امیر جماعت ضلع بھاگلپور
وممبران مجلس عاملہ و جملہ احباب جماعت احمدیہ بھاگلپور، مونگیر، بہار

ای میل:mohammad.abdul.baqui@gmail.com
Mob.9431071723

جملہ احباب جماعت کو
جلسہ سالانہ قادیان 2015 مبارک ہو!

ازطرف بشارت احمد ڈار، امیر جماعت ضلع کولگام، کشمیر
وممبران مجلس عاملہ و جملہ احباب جماعت احمدیہ ضلع کولگام

Mob.9797170793

جملہ احباب جماعت کو
جلسہ سالانہ قادیان 2015 مبارک ہو!

ازطرف کے. ایم. احمد کویا امیر جماعت ضلع کالیکٹ
وممبران مجلس عاملہ و جملہ احباب جماعت احمدیہ کالیکٹ، کیرلہ

ای میل:mohzina.ahmed@gmail.com
Mob.9440055161

جملہ احباب جماعت کو
جلسہ سالانہ قادیان 2015 مبارک ہو!

ازطرف غلام آصف الدین اینڈ فیملی
جماعت احمدیہ سعید آباد، حیدرآباد (تلنگانہ)

جملہ احباب جماعت کو
جلسہ سالانہ قادیان 2015 مبارک ہو!

ازطرف سی. جی. عبدالکریم، امیر جماعت ضلع لکش دیپ
وممبران مجلس عاملہ و جملہ احباب جماعت احمدیہ لکش دیپ

ای میل:cgakareem@gmail.com
Mob.9440055161

جملہ احباب جماعت کو
جلسہ سالانہ قادیان 2015 مبارک ہو!

ازطرف سیٹھ محمد سہیل، امیر جماعت ضلع حیدرآباد، تلنگانہ
وممبران مجلس عاملہ و جملہ احباب جماعت احمدیہ ضلع حیدرآباد

ای میل:mohd.sohail66@yahoo.com
Mob.9440055161

جملہ احباب جماعت کو
جلسہ سالانہ قادیان 2015 مبارک ہو!

ازطرف ظفر احمد، امیر جماعت ضلع کولکاتہ، مغربی بنگال
وممبران مجلس عاملہ و جملہ احباب جماعت احمدیہ کولکاتہ

ای میل:amjkolwb@gmail.com
Mob.9903268655

جملہ احباب جماعت کو
جلسہ سالانہ قادیان 2015 مبارک ہو!

ازطرف مسرت احمد صدر جماعت احمدیہ ممبئی، مہاراشٹر
وممبران مجلس عاملہ و جملہ احباب جماعت احمدیہ ممبئی

Mob. 9820506606

جملہ احباب جماعت کو جلسہ سالانہ قادیان 2015 مبارک ہو!

ازطرف ناصر ابراہیم & فیملی قادیان

Ahmad Travels, Qadian
Foreign Exchanger - Western Union
Mone Gram - X-Press Money - Air Tichet
Holidays - Rail - Cars - Buses

Mob. 9815665277

حضرت مصلح موعودؓ کی تفسیر کبیر کا تعارف، اِسکے محاسن اور اِسکے متعلق غیروں کی آراء

(جمیل احمد بٹ، ایڈیٹر المصلح، کراچی)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے متعلق الہاماً فرمایا:

’’تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔‘‘

(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء مندرجہ مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ نمبر 95 باردوم ربوہ)

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ چونکہ اس پیشگوئی کے مصداق تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس مقصد کی تکمیل کے لئے خود اپنی جناب سے قرآنِ کریم کا علم اور عرفان عطا فرمایا جس کا آغاز اوائل عمری میں ہی ہو گیا تھا جیسا کہ آپ نے خود ذکر فرمایا:

’’مَیں چھوٹا ہی تھا کہ مَیں نے خواب میں دیکھا......فرشتہ نے مجھے سورۃ فاتحہ کی تفسیر سکھانی شروع کی......جب وہ ختم کر چکا تو میری آنکھ کھل گئی اور جب میری آنکھ کھلی تو مَیں نے دیکھا کہ اس تفسیر کی ایک دو باتیں مجھے یاد تھیں لیکن معاً بعد مَیں سو گیا اور جب اٹھا تو کوئی حصہ بھی یاد نہ تھا اس کے کچھ عرصہ بعد مجھے ایک مجلس میں اس سورۃ پر کچھ بولنا پڑا اور مَیں نے دیکھا کہ اس کے نئے نئے مطالب میرے ذہن میں نازل ہو رہے ہیں اور مَیں سمجھ گیا کہ فرشتہ کے تفسیر سکھانے کا یہی مطلب تھا چنانچہ اس وقت سے لے کر آج تک ہمیشہ اس سورۃ کے نئے نئے مطالب مجھے سکھائے جاتے ہیں۔‘‘

(تفسیرِ کبیر از سیّدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد جلد اوّل صفحہ نمبر ۶ شائع کردہ نظارتِ اشاعت ربوہ)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؓ کو تعلیم القرآن کا یہ سلسلہ آئندہ بھی جاری رہا جیسا کہ ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا :

’’قرآنِ کریم کے سینکڑوں بلکہ ہزاروں مضامین ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے القاء اور الہام کے طور پر مجھے سمجھائے ہیں اور مَیں اس بارہ میں اللہ تعالیٰ کے انعامات کا جس قدر بھی شکر ادا کروں کم ہے۔ اس نے کئی ایسی آیات جو مجھ پر واضح نہیں تھیں ان کے معانی بطور وحی یا القاء میرے دل پر نازل کئے اور اس طرح اپنے خاص علوم سے اس نے مجھے بہرہ ور کیا۔‘‘

(تفسیرِ کبیر از سیّدنا مصلح موعود جلد ہشتم صفحہ نمبر ۴۸۳ شائع کردہ نظارتِ اشاعت ربوہ)

اشاعتِ علمِ قرآن :

اس خداداد علم کو آپ نے خوب نشر کیا۔ بعمر ۲۱ سال وسط فروری ۱۹۱۰ء میں قرآن مجید کا اولین درس دیا۔

(الحکم ۲۱ فروری ۱۹۱۰ء بحوالہ تاریخِ احمدیت جلد نمبر ۳ از مولانا دوست محمد صاحب شاہد صفحہ نمبر ۱۴۳ نیا ایڈیشن)

اور ۱۹۶۲ء میں آپ کی تفسیرِ کبیر کی آخری جلد شائع ہوئی۔ یوں اشاعتِ علمِ قرآن کی یہ تاریخ نصف صدی پر محیط ہے۔ اس عرصہ میں درسِ قرآن کے جاری سلسلے، کم و بیش دو ہزار خطباتِ جمعہ، عیدین کے خطبات، جلسہ ہائے سالانہ ، دیگر تقاریب اور جلسوں میں ہزارہا پر معارف تقاریر میں آپ نے قرآن مجید کے مضامین بیان فرمائے۔ بڑی تعداد میں مختلف النوع مضامین پر مشتمل آپ کی مستقل تصانیف بھی اسی طرح قرآنی انوار سے پر رہیں۔ ان سب پر مستزاد تفسیرِ صغیر اور تفسیرِ کبیر ہیں۔

تفسیر صغیر: حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اس عمر میں جب کمزوریٔ صحت کے سبب ڈاکٹر آپ کو آرام کا مشورہ دے رہے تھے قرآنِ کریم کے ایک بامحاورہ اور سلیس ترجمہ کے بڑے کام کا بیڑا اٹھایا اور عربی زبان کی باریکیوں اور قواعد کے اندر رہ کر ایسا مربوط اور مسلسل ترجمہ کیا اور ساتھ حسبِ ضرورت مختصر تفسیر بھی کہ ہر کوئی اسے پڑھ کر قرآنِ کریم کے حسن کو دیکھ سکتا ہے۔ یہ ترجمہ پہلی بار دسمبر ۱۹۵۷ء میں شائع ہوا۔

تفسیرِ کبیر:

تفسیرِ کبیر حضرت مصلح موعودؓ کے تبحرِ علمی، فہمِ قرآن اور بے انت خداداد علم و عرفان کا حیرت انگیز مظہر ہے۔ اس کا مطالعہ ہر قاری کو جہاں ایک طرف قرآنِ کریم کے بے پایاں بحرِ علم سے ہم کنار کرتا وہیں قرآنی اصول مندرجہ سورۃ واقعہ ۵۶ آیت ۸۰ کے تابع کہ

’’اس کے اعلیٰ درجہ کے مخفی اسرار صرف ان پر ظاہر کئے جاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پاک کئے گئے ہوں۔‘‘

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی پاکیزگی اور تعلق باللہ بھی اس پر روشن ہو جاتی ہے۔

(قرآنِ کریم اردو ترجمہ از حضرت مرزا طاہر احمد رحمۃ اللہ علیہ صفحہ نمبر ۹۹۰ حاشیہ)

حضرت مسیح موعودؑ کا ایک کشف :

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۴ رستمبر ۱۹۰۶ء کے ایک کشف کے ذکر میں فرمایا:

’’ایک چوغہ زریں جس پر بہت سنہری کام کیا ہوا ہے مجھے غیب سے دیا گیا ہے۔‘‘

پھر دیکھا:

’’وہ چوغہ ایک کتاب کی شکل میں ہو گیا جس کو تفسیرِ کبیر کہتے ہیں۔‘‘

اس کشف کی تعبیر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

’’تفسیرِ کبیر جو چوغہ کے رنگ میں دکھائی گئی اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ ہمارے لئے موجبِ عزت اور زینت ہوگی۔ واللہ اعلم۔‘‘

(تذکرہ صفحہ نمبر ۵۶۶۔۵۶۷ ایڈیشن چہارم ۲۰۰۴ء شائع کردہ نظارتِ اشاعت ربوہ)

حتمی طور پر اگر یہ نہ بھی کہا جا سکے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کشف میں جو تفسیر کبیر دیکھی وہ یہی تھی جو بعد میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمائی لیکن اس امر میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ کی یہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کے سلسلہ کے لئے بے حساب موجبِ عزت اور زینت ہوئی۔

تفسیرِ کبیر کا کچھ تعارف حضرت مصلح موعودؓ کی زبانی :

تفسیر کبیر کی شائع ہونے والی پہلی جلد کیلئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ’’کچھ تفسیرِ کبیر کے متعلق‘ کے زیر عنوان ایک دیباچہ بھی تحریر فرمایا جس میں مندرج بہت سی باتیں ایسی تھیں جو تفسیر کبیر کا ایک منفرد تعارف ہیں۔ اس لئے اختصار سے ایسے چند نکات کا دہرانا مفید ہوگا۔

عطیۂ خداوندی: ’’اس تفسیر کا بہت سا مضمون میرے غور کا نتیجہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے مگر بہرحال چونکہ میرے دماغ نے بھی اس کام میں حصہ لیا ہے اس لئے ممکن ہے کہ کوئی بات اس میں ایسی ہو جو قرآنِ کریم کے منشاء کو پورے طور پر واضح نہ کرتی ہو۔ اس لئے مَیں خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اپنے کلام کی خوبیوں سے اپنے بندوں کو نفع پہنچائے اور انسانی غلطیوں کے نقصان سے محفوظ رکھے۔‘‘ (صفحہ الف)

ترتیب مضامین : ’’انشاء اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم کے معانی کا ایک سلسلہ پوری ترتیب کے ساتھ پڑھنے والے کی سمجھ میں آ جائے گا اور وہ کسی سورۃ یا کسی آیت کو بے جوڑ نہ سمجھے گا۔ ترتیب کا مضمون ان مضامین میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے خاص طور پر سمجھائے ہیں۔‘‘ (صفحہ الف)

سات بطن : قرآنِ کریم کے سات بطون کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایک ارشاد کی روشنی میں آپ نے فرمایا:

’’قرآنِ کریم کی کوئی تفسیر جو سب معانی پر مشتمل ہو ناممکن ہے۔‘‘ (صفحہ ب)

ضرورتِ زمانہ کے مطابق : ’’اللہ تعالیٰ

قرآن کریم تمام دنیا کے دینی نزاعوں کے فیصل کرنے کا متکفل ہو کر آیا ہے

سب سے سیدھی راہ اور بڑا ذریعہ جو انوار یقین اور تواتر سے بھرا ہوا اور ہماری روحانی بھلائی اور ترقی علمی کے لئے کامل رہنما ہے قرآن کریم ہے جو تمام دنیا کے دینی نزاعوں کے فیصل کرنے کا متکفل ہو کر آیا ہے جس کی آیت آیت اور لفظ لفظ ہزار ہا طور کا تواتر اپنے ساتھ رکھتی ہے اور جس میں بہت سا آبِ حیات ہماری زندگی کے لئے بھرا ہوا ہے اور بہت سے نادر اور بیش قیمت جواہر اپنے اندر مخفی رکھتا ہے جو ہر روز ظاہر ہوتے جاتے ہیں۔ یہی ایک عمدہ محک ہے جس کے ذریعہ سے ہم راستی اور ناراستی میں فرق کر سکتے ہیں۔ یہی ایک روشن چراغ ہے جو عین سچائی کی راہیں دکھاتا ہے۔ بلاشبہ جن لوگوں کو راہ راست سے مناسبت اور ایک قسم کا رشتہ ہے اُن کا دل قرآن شریف کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے۔ (ازالہ اوہام صفحہ 381)

نے مجھ پر فضل فرما کر موجودہ زمانے کی ضرورتوں کے متعلق بہت کچھ انکشاف فرمایا۔‘‘ (صفحہ ب)

گزشتہ مفسرین کی خدمات کا اعتراف:

’’پہلے مفسرین نے اپنے زمانہ کی ضرورتوں کے مطابق بہت بڑی خدمت قرآنِ کریم کی کی ہے اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔‘‘ (صفحہ ب)

آپ نے گزشتہ مفسرین میں سے علامہ ابنِ کثیر، صاحبِ محیط علامہ ابوحیان، صاحبِ کشاف علامہ زمخشری، طبری اور گزشتہ صدی کی تفسیر روح المعانی کا نام لے کر ذکر فرمایا۔ (صفحہ ب)

نیز لکھا ’علامہ ابو البقاء نے اعرابِ قرآن کے متعلق املاء مامن بہ الرحمٰن لکھ کر ایک احسانِ عظیم کیا ہے)۔ ساتھ ہی آپ نے ان تفاسیر کی چار اصولی غلطیوں کی نشان دہی بھی فرمائی۔ (صفحہ ب)

تفسیرِ کبیر کے ماخذ: اپنے تفسیر کے ماخذوں میں آپ نے سب سے اوّل اللہ تعالیٰ کا ذکر فرمایا کہ:

’’اسی نے اپنے فضل سے مجھے قرآنِ کریم کی سمجھ دی اور اس کے بہت سے علوم مجھ پر کھولے اور کھولتا رہتا ہے۔‘‘ (صفحہ ج)

پھر آنحضرت ﷺ کا یہ خوبصورت ذکر فرمایا:

’’آپ ﷺ نے قرآن کو اپنے نفس پر وارد کیا حتیٰ کہ آپ ﷺ قرآنِ مجسم ہوگئے آپ کی ہر حرکت اور ہر سکون قرآن کی تفسیر تھے۔ آپ کا ہر خیال اور ہر ارادہ قرآن کی تفسیر تھا۔ آپ کا ہر احساس اور ہر ہر جذبہ قرآن کی تفسیر تھا آپ کی آنکھوں کی چمک میں قرآنی نور کی بجلیاں تھیں اور آپ ﷺ کے کلمات قرآن کے باغ کے پھول ہوتے تھے۔‘‘ (صفحہ ج)

تیسرے نمبر پر آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے یہ روشن الفاظ لکھے:

’’حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کے بلند و بالا درخت کے گرد سے جھوٹی روایات کی اکاس بیل کو کاٹ پھینکا اور خدا سے مدد پا کر اس جنتی درخت کو سینچا اور پھر سرسبز و شاداب ہونے کا موقع دیا۔‘‘ (صفحہ ج)

چوتھے نمبر پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل حضرت مولانا حکیم نور الدین بھیروی رضی اللہ عنہ کا ذکر ان محبت بھرے الفاظ میں فرمایا:

’’مجھے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کے علوم سے بہت کچھ دیا ہے اور حق یہ ہے کہ اس میں میرے فکر یا میری کوشش کا دخل نہیں۔ وہ صرف اس کے فضل سے ہے مگر اس فضل کے جذب کرنے میں حضرت استاذی المکرم مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل کا بہت سا حصہ ہے...... اس کے علوم کی چاٹ مجھے انہوں نے لگائی۔‘‘ (صفحہ ج)

(تفسیرِ کبیر از سیّدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد جلد سوم صفحہ نمبر الف، ب، ج نیا ایڈیشن شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ)

تفسیرِ کبیر لکھنے کی وجہ:

تفسیرِ کبیر کی شائع ہونے والی پہلی جلد (موجودہ جلد سوم) کے متذکرہ بالا دیباچہ کے علاوہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے تفسیرِ کبیر کی شائع ہونے والی چوتھی جلد کے لئے بھی ایک دیباچہ بعنوان ’کلام اللہ‘ رقم فرمایا۔ یہ جلد سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرہ کے ابتدائی نو رکوع پر مشتمل تھی (موجودہ جلد اوّل)۔ اس مختصر سے دیباچہ میں آپ نے اس تفسیر لکھنے کی یہ وجہ بیان فرمائی:

’’مَیں نے اس امید کے ساتھ اس کلام اللہ کی تفسیر لکھی کہ جو لوگ عربی نہیں جانتے یا بدقسمتی سے اس کلام پر غور کرنے کا وقت نہیں پاتے یا جن کے دل میں یہ خواہش پیدا نہیں ہوتی انہیں کلام اللہ سمجھنے کا موقع مل جائے اور اس کی اندرونی خوبیوں سے وہ واقف ہو جائیں۔‘‘

(تفسیرِ کبیر از سیّدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد جلد اوّل ابتدائی تیسرا صفحہ (بلانمبر) شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ)

تفسیرِ کبیر کیلئے حضرت مصلح موعود کی غیر معمولی محنت:

پانچ پاروں پر مشتمل تفسیرِ کبیر کی پہلی جلد دسمبر ۱۹۴۰ء میں زیورِ طبع سے آراستہ ہوئی آپ نے اس کام میں اپنے استغراق اور محنت کا ذکر یوں فرمایا:

’’اس کام کی وجہ سے دو ماہ سے انتہائی بوجھ مجھ پر اور ایک ماہ سے میرے ساتھ دوسرے کام کرنے والوں پر پڑا ہے۔ یہ بوجھ عام انسانی طاقت سے بڑھا ہوا ہے اور زیادہ دیر تک برداشت کرنا مشکل ہے جب تک خدا تعالیٰ کا فضل اور تصرف نہ ہو۔‘‘

(خطباتِ محمود جلد نمبر ۲۱ صفحہ نمبر ۴۷۴ شائع کردہ فضلِ عمر فاؤنڈیشن)

مجموعی طور پر تفسیرِ کبیر کے لکھنے کے لئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ایک عرصہ تک بے انتہا محنت کی اور بسا اوقات آپ صبح آٹھ بجے سے لے کر رات کے چار بجے تک اس کام میں منہمک رہتے۔ آپ کی اہلیہ حضرت سیّدہ امِ متین صاحبہ نے اس بارے میں یہ گواہی دی:

’’جن دنوں میں تفسیرِ کبیر لکھی نہ آرام کا خیال رہتا تھا، نہ سونے کا نہ کھانے کا۔ بس ایک دھن تھی کہ کام ختم ہو جائے۔ رات کو عشاء کی نماز کے بعد لکھنے بیٹھتے تو کئی دفعہ ایسا ہوا کہ صبح کی اذان ہوگئی۔‘‘

(الفضل ۲۷ مارچ ۱۹۶۶ء بحوالہ تاریخِ احمدیت جلد ۸ از مولانا دوست محمد صاحب شاہد صفحہ نمبر ۱۳۰ نیا ایڈیشن نظارتِ اشاعت ربوہ)

حضرت مصلح موعودؓ کا تفسیرِ کبیر کی اشاعت کے اخراجات مہیا فرمانا:

آخری پارہ کی تفسیر تین جلدوں میں شائع ہوئی۔ جن کی اشاعت کے لئے آپ نے دس ہزار روپے مرحمت فرمائے۔ اس کا ذکر آپ نے ان میں پہلی جلد کے مختصر دیباچہ میں یوں فرمایا:

’’پارہ عمّ کی تفسیر کی طباعت کے لئے مَیں نے دس ہزار روپیہ دیا ہے اور یہ پارہ اس رقم سے شائع کیا جائے گا۔ یہ رقم اور اس کا منافع بطور صدقہ جاریہ میری مرحومہ بیوی مریم بیگم امِ طاہر غَفَرَاللّٰہُ لَھَا وَ اَحسَنَ مَثْوٰھَا کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے وقف رہے۔‘‘

(تفسیرِ کبیر از سیّدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد جلد ہشتم ٹائٹل کا اندرونی صفحہ شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ)

تفسیرِ کبیر کے مسودات کا فکر:

آخری پارہ کی تیسری جلد ابھی شائع ہونی تھی کہ تقسیم ملک کا واقعہ ہوگیا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو تفسیرِ کبیر کے مسودات کا جو فکر تھا اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی ہو جاتا ہے کہ ۳۱ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان پہنچنے کے چوتھے دن بعد ہی آپ نے امیرِ مقامی قادیان کو جو ہدایات بھجوائیں ان میں تفسیرِ کبیر کے بارے میں یہ ہدایت بھی تھی:

’’جو کنوائے آئے گا اس کے ساتھ تفسیر کے تین بکس دفتر سے ضرور بھجوا دیں اور مولوی محمد یعقوب کو تا کہ دو چار دن میں تفسیر کی آخری جلد مکمل کر دوں تا کہ اس طرف سے دلجمعی ہو جائے۔ باقی کام ہوتا رہے گا کون شخص ہے جس نے سارے دنیا کے کام کئے ہوں۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد ۱۸ از حضرت مولانا دوست محمد شاہد صفحہ نمبر ۱۴۵ نیا ایڈیشن نظارتِ اشاعت ربوہ)

تفسیرِ کبیر کی اشاعت کا مجموعی نقشہ:

اوّل بار ۲۲ سالوں کے دوران تفسیرِ کبیر کی ۵۹۰۷ صفحات پر مشتمل ۱۱ جلدیں شائع ہوئیں جن میں قرآنِ کریم کے ۱۳ پاروں پر پھیلی ۵۹ سورتوں کی تفسیر بیان ہوئی۔ پہلی جلد دسمبر ۱۹۴۰ء میں تفسیرِ کبیر جلد سوم کے نام کے تحت شائع ہوئی اور آخری ۱۹۶۲ء میں۔ پہلی تین کے علاوہ تمام جلدیں پاکستان میں شائع ہوئیں اور پہلی جلد کے علاوہ تمام تفسیرِ کبیر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے دعویٰ مصلح موعود کے بعد شائع ہوئی۔

شائع ہونے کی ترتیب یہ تھی: پہلے گیارھویں سے پندرھویں پارے، پھر آخری پارے کی دو جلدیں پھر سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کے ۹ رکوع پر مشتمل حصہ، پھر آخری پارہ کی مزید دو جلدیں پھر سولھویں سے بیسویں پارے تک کی چار جلدیں اور آخر میں سورۂ بقرہ کے دسویں رکوع سے آخر تک کا حصہ۔ تفسیرِ کبیر میں درج ذیل پارے شامل ہوئے:

پہلے دو پارے، تیسرے پارے کے ابتدائی ۸ رکوع، ابتدائی ۵ رکوع کے علاوہ گیارھویں سے ۲۱ پارے کے ابتدائی ۳ رکوع تک مسلسل اور آخری پارہ اور درج ذیل سورتیں:

سورۂ فاتحہ (۱)، سورۂ بقرہ (۲)، سورۂ یونس (۱۰) سے سورۂ عنکبوت (۲۹) اور سورۃ النبا (۷۸) سے سورۃ الناس (۱۱۴) تک

اس عاجز کا سینہ اس کی چشم دید برکتوں اور حکمتوں سے پُر ہے

بلاشبہ ہماری بھلائی اور ترقی علمی اور ہماری دائمی فتوحات کیلئے قرآن ہمیں دیا گیا ہے

خدا تعالیٰ نے جس قوم کے ساتھ کبھی ہمیں ٹکرا دیا اس قوم پر قرآن کے ذریعہ سے ہی ہم نے فتح پائی

بلاشبہ اس میں ہر یک شخص اور ہر یک زمانہ اور ہر یک استعداد کیلئے علاج موجود ہے

قرآن کریم بلاشبہ جامع حقائق و معارف اور ہر زمانہ کی بدعات کا مقابلہ کرنے والا ہے۔ اس عاجز کا سینہ اس کی چشم دید برکتوں اور حکمتوں سے پُر ہے...... بلاشبہ ہماری بھلائی اور ترقی

بعد میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت پر نظارتِ اشاعت ربوہ نے تفسیرِ کبیر کی ان تمام جلدوں کو قرآنی ترتیب کے مطابق دس جلدوں میں شائع کیا اور اب مزید ایڈیشن اور تراجم اسی سے شائع ہو رہے ہیں۔

تفسیرِ کبیر کے بنیادی اصول :

حضرت مصلحِ موعود رضی اللہ عنہ کی تفسیر میں یہ بنیادی اصول ملحوظ رکھے گئے ہیں کہ قرآن خود اپنی تفسیر کرتا ہے اس میں کوئی تضاد نہیں اور اس کی کوئی آیت منسوخ نہیں۔ ان اصولوں کے تابع قرآنِ کریم میں ایک جیسے مضمون کی آیات ایک دوسرے کی مدد کرتی ہیں اور مجموعی مضمون واضح ہو جاتا ہے پھر مختلف آیات سے متعلق احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات اس باب میں ضروری حوالے ہیں۔

اسی طرح اس تفسیر میں عربی الفاظ کے وہی معنی اختیار کئے گئے ہیں جن کی لغت اجازت دیتی ہے اور اس غرض سے عربی زبان کی مستند لغات تاج العروس، المنجد، کلیات ابو البقاء، اقرب الموارد، لسان العرب اور قاموس کو استعمال کیا گیا ہے اور ہر آیت سے پہلے حل لغات کے تحت ان کا حوالہ دیا گیا ہے۔

تفسیرِ کبیر کے متنوع مضامین :

قرآنِ کریم کے جن مشکل مقامات اور مضامین کی وضاحت تفسیرِ کبیر میں ملتی ہے اس کی ایک طویل فہرست بن سکتی ہے جن کا ذکر آپ کے فاضل سوانح نگاروں نے اپنے مضامین اور کتب میں کیا ہے۔ ایسی دو تحریریں درج ذیل ہیں:

منّ و سلویٰ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہجرت اور گزرگاہ، اصحابِ کہف، عرشِ الٰہی، کلام الٰہی کے امتیاز اور شجرۂ طیبہ سے مماثلت، قومِ عاد، قومِ ثمود، قومِ مدین اور دوسری پرانی اقوام کے متعلق تحقیق، ترتیبِ نزول و موجودہ ترتیب میں اختلاف کی حکمت، پیدائشِ عالم و تخلیق آدم، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عظیم الشان مقام، مسئلہ ارتقاء، آئندہ زمانہ کے متعلق عظیم الشان پیش خبریاں، فلسفہ حلت و حرمت، قرآنی تمثیلات و استعارات کی پر حکمت تشریح، مقطعات، جن و انس کی حقیقت، شیطان اور سجدۂ آدم، ذوالقرنین کے متعلق تحقیق، قرآنی قسمیں وغیرہ۔

(سوانح فضلِ عمر جلد سوم از عبدالباسط شاہد صفحہ نمبر ۱۵۶۔۱۵۷ مطبوعہ فضلِ عمر فاؤنڈیشن ربوہ)

برصغیر کے مشہور نقاد اور ادیب اختر اورنیوی نے تفسیرِ کبیر کے دریائے مضامین میں سے چند کا یوں ذکر فرمایا ہے:

’’قصصِ قرآن کی عارفانہ تعبیریں...... علم و حکمت، روحانیت و عرفان...... تاریخِ عالم، قوموں کے عروج و زوال، اسبابِ زوال، سامانِ عروج، نفسیاتِ اجتماعی، فرد و جماعت کے روابط اور بندے کے اللہ سے تعلق کی اعلیٰ تحقیق و توضیح......، معجزات، پیش گوئیاں، انبیاء اور غیر انبیاء کے خوابوں، رموزِ استعاراتِ قرآنی و مقطعات کی حقیقت، حکمتی اور ایمان افروز تعبیریں...... تعلیماتِ اسلامی کا فلسفہ...... دوسرے مذاہب کی تعلیموں اور معروف فلسفوں سے موازنہ و مقابلہ۔‘‘

(مجلّۃ الجامعہ ربوہ شمارہ نمبر ۹ صفحہ نمبر ۶۵ بحوالہ تاریخِ احمدیت جلد ۸ از مولانا دوست محمد شاہد صاحب صفحہ نمبر ۱۵۶ مطبوعہ نظارتِ اشاعت ربوہ)

تفسیرِ کبیر میں مذکور چند اعلیٰ نکات :

مندرجہ بالا فہرستِ مضامین مکمل نہیں اور درحقیقت تفسیرِ کبیر میں مندرج مضامین کا احاطہ دقّت طلب ہے۔ اور ان کا صحیح ادراک ان جلدوں کے مطالعہ سے ہی ممکن ہے۔ نموناً چند نکات درج ذیل ہیں:

انبیاء کے ذکر کی قرآنی ترتیب کی حکمت

سورۂ مریم کی آیات ۳ تا ۵۶ میں انبیاء کا زمانہ مختلف ترتیب سے ذکر ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت یحیٰ علیہ السلام اور حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کیا گیا پھر حضرت اسحٰق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا ذکر ہے۔ اس میں کیا حکمت ہے؟ اور اس پر عیسائیوں کے اعتراض کا کیا جواب ہے؟ یہ وہ لطیف مضمون ہے جو تفسیرِ کبیر جلد پنجم کے صفحات ۲۶۲ تا ۲۶۴ میں بیان ہوا ہے جس کے آخر میں حضرت مصلحِ موعود رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے کہ:

’’انبیاء کی ترتیب کے بارے میں یہ وہ علم ہے جو خدا تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا ہے چنانچہ تیرہ سو سال میں جس قدر تفاسیر لکھی گئی ہیں ان میں سے کسی تفسیر میں بھی یہ مضمون بیان نہیں کیا گیا اور کوئی نہیں بتاتا کہ نبیوں کا ذکر کرتے وقت یہ عجیب ترتیب کیوں اختیار کی گئی صرف مجھ پر خدا تعالیٰ نے اس نکتہ کو کھولا جس سے اس ترتیب کی حکمت اور اہمیت بالکل واضح ہو جاتی ہے۔‘‘ (تفسیرِ کبیر از سیّدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد جلد پنجم صفحہ ۲۶۴ شائع کردہ نظارتِ اشاعت ربوہ)

سورۂ بقرہ کی کلیدِ تفسیر کی نشان دہی:

’’میرے دل پر القاء ہوا کہ یہ آیت (نمبر ۱۳۰) اس سورۃ کے مضامین کی کنجی ہے اور اس سورۃ کے مضامین اس آیت کے مضامین کے مطابق اور اسی ترتیب سے بیان ہوئے ہیں ...... ان مضامین کو سامنے رکھ کر جب مَیں نے سورۂ بقرہ کو دیکھا تو اس کے مضامین کو لفظاً لفظاً ان مضامین کے مطابق پایا بلکہ مَیں نے دیکھا کہ وہ مضامین بیان بھی اسی ترتیب سے ہوئے ہیں جس ترتیب سے ان کا اس آیت میں ذکر ہے اور ہر حصہ میں اس آیت کے الفاظ کی طرف اشارہ بھی کر دیا گیا ہے۔‘‘

(تفسیرِ کبیر از سیّدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد جلد اوّل صفحہ ۵۵ شائع کردہ نظارتِ اشاعت ربوہ)

حروفِ مقطعات کے بارے میں مفسرین کی آراء، مغربی مصنفین کے کئے گئے معنوں کے ذکر اور پھر اپنی رائے کا اظہار اور اس کے دلائل اور ان کا دیگر حروفِ مقطعات پر اطلاق، اس سارے مضمون کو دن کی طرح روشن کر دیتا ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیرِ کبیر جلد اوّل صفحہ نمبر ۶۱ تا ۷۰ مطبوعہ نظارتِ اشاعت ربوہ۔

۴ دعا کے اصول: تفسیر کبیر میں سورۃ فاتحہ سے دعا کے متعلق اصول سات بیان ہوئے ہیں (تفسیرِ کبیر جلد اوّل صفحہ ۴ تا ۶) اور ان کے بارے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے:

’’سورۃ فاتحہ کی تفسیر لکھتے وقت میرے دل میں خیال گزرا کہ اس موقع پر بھی اللہ تعالیٰ کوئی نئے مطالب اس سورۃ کے کھولے تو فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان سات اصولوں کا انکشاف ہوا جو دعا کے متعلق اس سورۃ میں بیان ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک‘‘

(تفسیرِ کبیر از سیّدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد جلد اوّل صفحہ ۶ شائع کردہ نظارتِ اشاعت ربوہ)

تفسیرِ کبیر کے خصوصی اور منفرد محاسن

تفسیرِ کبیر کئی جہات سے ایک منفرد مقام کی حامل ہے اور اپنی خوبیوں کے لحاظ سے بے نظیر ہے اور اس حیرت انگیز علم و عرفان کا مظہر ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعودؓ کو عطا فرمایا اور خدائی القاء سے لکھے ہوئے ایسے مضامین سے پر ہے جو پڑھنے والوں کو قرآنِ کریم کی عظمت کے زندہ احساس سے بے خود کر دیتے ہیں اور زبان اس خدائے علیم کے ذکر سے تر ہو جاتی ہے جس نے انسان کو وہ سکھایا جو کچھ وہ نہ جانتا تھا۔

عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ (العلق)

ان محاسن کا لطف ہر پڑھنے والا اپنے ذوق، علم اور معرفت کے مطابق اٹھاتا ہے اور اس لحاظ سے نہ ان کا کوئی شمار ہے اور نہ ان کی کوئی ترتیب سب کے حسبِ حال ہو سکتی ہے۔ بطور مثال ایسے چند محاسن درج ذیل ہیں:

(۱) ضعیف روایات سے پاک:

اگر کوئی دردمند قاری دیگر (دینی) تفاسیر میں شامل بائبل کی تاریخ اور دیگر ضعیف روایات کو پڑھنے کے بعد قرآنِ کریم کو تاریخ سے متصادم پاتا ہے تو اس کے لئے تفسیرِ کبیر کا یہ حسن اولیٰ ہے کہ اس میں ایسی روایات اور موسوی تاریخ کا علمِ آثارِ قدیمہ کے حوالے اور مستند تاریخ کی کسوٹی اور عقل و خرد کے پیمانے سے غلط ہونا ثابت کر کے ان آیات کی ایسی تفسیر بیان کی گئی ہے جو قرآن کا حقیقی منشاء ہے اور جس پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔

(۲) ترتیب قرآن کا بیان:

اگر کوئی قاری مغربی مصنفین

علمی اور ہماری دائمی فتوحات کیلئے قرآن ہمیں دیا گیا ہے اور اس کے رموز اور اسرار غیر متناہی ہیں جو بعد تزکیہ نفس اشراق اور روشن ضمیری کے ذریعہ سے کھلتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے جس قوم کے ساتھ کبھی ہمیں ٹکرا دیا اس قوم پر قرآن کے ذریعہ سے ہی ہم نے فتح پائی وہ جیسا ایک اُمّی دیہاتی کی تسلی کرتا ہے ویسا ہی ایک فلسفی معقولی کو اطمینان بخشتا ہے یہ نہیں کہ وہ صرف ایک گروہ کیلئے اترا ہے دوسرا گروہ اس سے محروم رہے۔ بلاشبہ اس میں ہر یک شخص اور ہر یک زمانہ اور ہر یک استعداد کیلئے علاج موجود ہے۔ جو لوگ معکوس الخلقت اور ناقص الفطرت نہیں وہ قرآن کی ان عظمتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ اور ان کے انوار سے مستفید ہوتے ہیں۔ (الحق لدھیانہ صفحہ 108)

Rodwell, Thomas Carlyl وغیرہ کے ترتیبِ قرآن پر کئے گئے اعتراضات کا کوئی رد نہ پا کر دکھی رہتا ہے تو اس کے لئے تفسیرِ کبیر کی یہ خصوصیت مرہم کا کام دیتی ہے کہ اس میں اس بات کا صرف دعویٰ ہی نہیں کیا گیا کہ قرآنِ کریم میں ایک ترتیب پائی جاتی ہے بلکہ آیتوں اور سورتوں کا ایک واضح ترتیب سے باہم مربوط ہونا بیان بھی ہوا ہے اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن کی موجودہ ترتیب الہامی ہے اور اس میں گہری حکمت اور ربط ہے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے تو اس امر کو اپنا اصول ٹھہرا کر فرمایا ہے کہ:

’’میرا ترجمہ اور میری تفسیر ہمیشہ ترتیبِ آیات اور ترتیبِ سَور کے ماتحت ہوتی ہے۔‘‘

(تقریر فرمودہ ۲۸ دسمبر ۱۹۴۵ء برموقع جلسہ سالانہ قادیان ۔انوار العلوم جلد ۱۸ صفحہ نمبر ۲۹۳ فضلِ عمر فاؤنڈیشن ربوہ)

بلکہ آپ نے اس ترتیب کو آیات کے حل کی کلید قرار دیا اور فرمایا:

’’حقیقت یہ ہے کہ اگر قرآنِ کریم کی ترتیب کو مدِ نظر رکھا جائے اور اس پر غور اور تدبر کرنے کی عادت ڈالی جائے تو اس کی بہت سی مشکلات خود بخود حل ہو جاتی ہیں۔‘‘

(تفسیرِ کبیر از سیّدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد جلد پنجم صفحہ ۲۲۳ شائع کردہ نظارتِ اشاعت ربوہ)

(۳) سائنسی ایجادات کے مطالبِ قرآنی کے تابع ہونے کا بیان:

اگر قاری جدید سائنسی ایجادات اور قرآن کی مروجہ تفاسیر کو باہم متصادم پا کر فکرمند رہا ہے تو وہ دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے کہ تفسیرِ کبیر میں کس طرح ان سائنسی ایجادات کو مطالبِ قرآنی کے تابع کیا گیا ہے اور کس طرح پندرہ سو سال پہلے ایک نبیٔ امی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ ان باتوں کی خبر دی گئی جو ترقی کے اس دور میں اہلِ علم تجربات سے سیکھ رہے ہیں ان میں زمین کا گول اور متحرک ہونا، سورج کی روشنی کا ذاتی اور چاند کے نور کا انعکاسی ہونا، آسمانوں اور ستاروں کا ظاہری ستونوں کے بغیر قیام و بقا، اجرامِ فلکی کا متحرک ہونا، تخلیقِ عالم کے مختلف ادوار، آغازِ کائنات کی دخانی حالت، رنگوں کے خواص، ہر چیز کا جوڑا ہونا، اور اعمالِ انسان کی ریکارڈنگ کا نظام وغیرہ انکشافات آیاتِ قرآن کی تفسیر کے ذیل میں بیان ہوئے ہیں۔

(۴) قرآن پر اعتراض کے جواب:

جو قاری مغربی مستشرقین Noldek Theodor, Vahery، William Muir ,JM Rodwell, اور Arnold وغیرہ کے قرآن پر اعتراضات سے دم بخود رہے ہیں۔ ان کے لئے تفسیرِ کبیر کا یہ کمال سرِ فہرست ہے کہ اس میں ان لکھنے والوں کے اعتراضات اور بائبل کی قرآنِ کریم پر فضیلت کے بے بنیاد دعادی کے شافی جواب دئے گئے ہیں اور ثابت کیا گیا ہے کہ قرآنِ کریم ان بودے اعتراضات سے بالا ایک عظیم حقیقت ہے۔ اسی طرح ان لکھنے والوں نے بعض آیاتِ قرآنی سے غلط استدلال کر کے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو اعتراضات اٹھائے ہیں ان کو بھی دلائل سے ردّ کیا گیا ہے۔

(۵) قرآنی پیشگوئیوں کا بیان:

جو قاری بیشتر مروجہ تفاسیر میں ہر قرآنی پیش گوئی کو روزِ قیامت پر چسپاں کرنے کے سبب قرآنِ کریم میں اس دنیا کے لئے پیش گوئیوں کی کمی پاتے رہے ان کے لئے یہ امر ازدیادِ ایمان کا باعث ہے کہ تفسیرِ کبیر میں متعدد ایسی پیش گوئیوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو اس زمانہ میں پوری ہو کر قرآن اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت پر گواہ ٹھہری ہیں ۔ ان بڑی خبروں میں سے چند یہ ہیں:

نہرِ سوئز اور نہر پانامہ کا بننا، دخانی جہازوں اور دیگر نئی سواریوں، ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم اور کاسمک ریز اور بموں کی ایجاد، جمہوری حکومتوں کا بادشاہوں کی جگہ لینا، چڑیا گھروں کا قیام، پریس اور کتابوں کی بکثرت اشاعت، علمِ ہیئت اور علم طبقات الارض کی ترقی، چاند اور مریخ کے زمین سے وابستہ ہونے کا امکان، مغربی اقوام اور روس کی ترقی، فرعونِ موسیٰ کی لاش کی دریافت، وحشی اقوام کا متمدن ہو جانا، اور علمائے ظاہر کا علمِ دین سے بے بہرہ ہونا وغیرہ۔

(۶) تفسیرِ کبیر میں مذکور پیش خبری جو بعد میں پوری ہوئی:

۱۹۴۰ء میں شائع ہونے والی تفسیرِ کبیر کی پہلی جلد میں آپ نے آیتِ قرآن وَّقُلۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِہٖ لِبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اسۡکُنُوا الۡاَرۡضَ فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ الۡاٰخِرَۃِ جِئۡنَا بِکُمۡ لَفِیۡفًا○ (بنی اسرائیل ۱۷:۱۰۵) کی تفسیر میں فلسطین میں یہود کی حکومت کے عارضی قیام کی پیش گوئی کا درج ذیل الفاظ میں ذکر فرمایا:

’’تم (یہود) جلاوطن رہو گے یہاں تک کہ تمہاری مثیل قوم (مسلمان) کے متعلق جو دوسری تباہی کی خبر ہے اس کا وقت آجائے گا اس وقت پھر تم کو مختلف ملکوں سے اکٹھا کر کے ارضِ مقدس میں واپس لایا جائے گا۔‘‘

’’اس جگہ وَعۡدُ الۡاٰخِرَۃِ سے مراد مسلمانوں کے دوسرے عذاب کا وعدہ ہے اور بتایا یہ ہے کہ جب یہ عذاب آئے گا کہ دوسری دفعہ ارضِ مقدس کچھ عرصہ کے لئے ان کے ہاتھ سے نکل جائے گی تو اس وقت اللہ تعالیٰ پھر تم (یہود) کو اس ملک میں واپس لے آئے گا۔‘‘

(تفسیرِ کبیر از سیّدنا مصلح موعود جلد چہارم صفحہ نمبر ۳۹۷، ۳۹۸ شائع کردہ نظارتِ اشاعت ربوہ)

(۷) تفسیر کبیر میں مستقبل کی مزید خبروں کا بیان:

اسی طرح اس تفسیر میں درج ذیل یہ قرآنی پیش گوئیاں بھی درج ہیں جو اپنے وقت پر پوری ہو کر قرآن کی صداقت پر گواہ ہوں گی:

i۔ فلسطین پر دوبارہ مسلمانوں کے اقتدار کی خبر: وَلَقَدۡ کَتَبۡنَا فِی الزَّبُوۡرِ مِنۡۢ بَعۡدِ الذِّکۡرِ اَنَّ الۡاَرۡضَ یَرِثُہَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوۡنَ○ (انبیاء ۲۱:۱۰۶) کی تفسیر کے تحت یہ پیش گوئی کہ (ارضِ مقدس پر مسلمانوں کا) قبضہ پہلے بھی دو دفعہ نکل چکا ہے اور عارضی طور پر اب بھی نکلا ہے اور جب ہم کہتے ہیں عارضی طور پر تو لازماً اس کے معنی یہ ہیں کہ پھر مسلمان فلسطین میں جائیں گے اور بادشاہ ہوں گے اور لازماً اس کے یہ معنی ہیں کہ پھر یہودی وہاں سے نکالے جائیں گے اور لازماً اس کے یہ معنی ہیں کہ یہ سارا نظام جس کو یو۔این۔او کی مدد سے اور امریکہ کی مدد سے قائم کیا جا رہا ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق دے گا کہ وہ اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں اور پھر اس جگہ لاکر مسلمانوں کو بسائیں۔

(تفسیرِ کبیر از سیّدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد جلد پنجم صفحہ نمبر ۵۷۶ شائع کردہ نظارتِ اشاعت ربوہ)

ii۔ ایٹم بم کے توڑ کی خبر: سورۃ نمل ۲۷ کی آیت ۸۸ کی تفسیر میں آپ نے اس پیش خبری کی نشاندہی کہ ایٹم بم کے توڑ کے لئے بھی ایجادات ہوں گی ۔اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ایسے سامان پیدا کرے گا کہ جن کے نتیجہ میں دشمن پر فوقیت بھی حاصل ہو جائے گی اور عام تباہی بھی نہیں آئے گی۔

(تفسیرِ کبیر سیّدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد جلد ہفتم صفحہ ۱۴۱ شائع کردہ نظارتِ اشاعت ربوہ)

iii۔ اردو زبان کی ترقی کی خبر: سورۂ ابراہیمؑ ۱۴ کی آیت ۵ کی تفسیر میں آپ نے یہ اظہار کیا کہ

’’چونکہ اس زمانہ کے مامور حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر عربی کے بعد اردو میں الہام زیادہ کثرت سے ہوا ہے مَیں سمجھتا ہوں کہ اس آیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ آئندہ زبان ہندوستان کی اردو ہو گی اور دوسری کوئی زبان اس کے مقابل پر نہیں ٹھہر سکے گی۔‘‘

(تفسیرِ کبیر از سیّدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد جلد سوم صفحہ نمبر ۴۴۴ شائع کردہ نظارتِ اشاعت ربوہ)

iv۔ چوتھی عالمگیر جنگ کے بعد اسلام کے عروج کی خبر: سورۂ مطفّفین ۸۳ کی آیت ۱۶ کی تفسیر میں آپ نے چوتھی عالمگیر جنگ کے بعد مغربی اقوام کی مکمل تباہی اور اسلام کے عالمگیر غلبہ کی خبر دی ہے۔آپ فرماتے ہیں:

’’یہاں کلّا کا تکرار اسی عذابِ شدید کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کیا گیا ہے (سورۂ مائدہ ۱۵: ۱۱۶ میں عیسائی اقوام کو اس عذابِ شدید کی وعید کا ذکر آپ پہلے کر چکے ہیں) ...... یہاں تین دفعہ کلّا کفر کے ذکر کے بعد آتا ہے اور ایک دفعہ کلّا مومنوں کے ذکر سے پہلے ہے اس میں اس طرف بھی اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ تین جھٹکے عیسائیت کی تباہی کے لئے لگیں گے اور چوتھا جھٹکا اسلام کے قیام کا موجب ہو گا

- مجھے فرمایا گیا ہے کہ تمام ہدایتوں میں سے صرف قرآنی ہدایت ہی صحت کے کامل درجہ پر اور انسانی ملاوٹوں سے پاک ہے۔
(اربعین حصہ اوّل صفحہ 3)
- خدا نے مجھے بھیجا ہے کہ تا مَیں اس بات کا ثبوت دوں کہ زندہ کتاب قرآن ہے اور زندہ دین اسلام ہے اور زندہ رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔
(الحکم 31 مئی 1900)
- ہمارا تو مذہب یہ ہے کہ علوم طبعی جس قدر ترقی کریں گے اور عملی رنگ اختیار کریں گے قرآن کریم کی عظمت دُنیا میں قائم ہو گی۔
(الحکم 16 جولائی 1900)

بظاہر جہاں تک عقل کام دیتی ہے یہی معلوم ہوتا ہے کہ پہلی جنگ عظیم جو ۱۹۱۸ء میں ختم ہوئی پہلا جھٹکا تھا جو عیسائیت کو لگا اب دوسری جنگِ عظیم جو شروع ہے (یہ الفاظ ۱۹۴۵ء میں لکھے گئے) یہ دوسرا جھٹکا ہے اس کے بعد ایک تیسری جنگِ عظیم ہوگی جو مغرب کی تباہی کے لئے تیسرا جھٹکا ہوگا۔ اس کے بعد چوتھا جھٹکا لگے گا جس کے بعد اسلام اپنے عروج کو پہنچ جائے گا اور مغربی اقوام بالکل ذلیل ہوجائیں گی۔''

(تفسیرِ کبیر از سیّدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد جلد ہشتم صفحہ نمبر ۳۰۷ شائع کردہ نظارتِ اشاعت ربوہ)

(۸) قرآن کے مشکل مقامات کی تشریح:

وہ قاری جو تمام تفاسیر کو پڑھ لینے کے بعد بھی یہ جاننے سے قاصر رہتا ہے کہ حروفِ مقطعات سے سورتوں کے مطالب کا کیا تعلق ہے؟ اصحابِ کہف اور ذوالقرنین کون تھے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کب ہوئی؟ دنیا میں مذہبی ادوار کا کیا سلسلہ رہا؟ وحی کی کتنی اقسام ہیں؟ اور قرآنِ کریم کے کتنے بطون ہیں اور ان کے مطابق آیات کے کیا کیا معنی ہو سکتے ہیں؟ تفسیرِ کبیر سے ان سب سوالوں کا جواب پانا اس کے لئے اس تفسیر کی سب سے بڑی خوبی بنتی ہے۔ قرآن کے بطون کا علم حضرت مصلح موعودؓ کو خاص طور پر عطا ہوا جیسا کہ آپ نے فرمایا:

''یہ علم اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے مجھے عطا کیا ہے بعض دفعہ ایک مضمون کا تعلق ابتدائی سورتوں کے ساتھ ہوتا ہے اور بعض دفعہ بعد والی سورتوں کے ساتھ پھر ایک معنی کسی آیت کے منفرداً ہوتے ہیں اور ایک معنی دوسری آیتوں کے ساتھ ملا کر کئے جاتے ہیں۔''

(تفسیرِ کبیر از سیّدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد جلد ہفتم صفحہ ۲۹۳ شائع کردہ نظارتِ اشاعت ربوہ)

حضرت مصلح موعودؓ کا کمال عجز:

تفسیرِ کبیر کی مذکورہ بالا چند عظیم الشان خصوصیات اس تفسیر کو تمام تفاسیر سے منفرد اور اعلیٰ درجہ پر متمیز کر دیتی ہیں اور قرآنِ کریم کے فہم اور ادراک کی ان منازل تک پہنچا دیتی ہیں جو بلا شبہ اور کسی ایک بلکہ تمام تفاسیر کی مدد سے بھی ممکن نہیں۔ اس کے باوجود حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا عجز و خاکساری کا اظہار آپ کی شان اور مرتبہ کو بلند تر کر دیتے ہیں۔ یہ اظہار کئی رنگ میں ہوا۔ جیسے

۱۔ آپ نے گزشتہ تفسیروں کی کم آگہی سے ان مفسرین کو بری کر کے اس کا سبب ان کے زمانہ کے اثر کو قرار دیا جیسا کہ فرمایا:

''پہلے مفسرین نے اپنے زمانہ کی ضرورتوں کے مطابق بہت بڑی خدمت قرآنِ کریم کی ہے اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اگر وہ دو غلطیاں نہ کرتے تو ان کی تفاسیر دائمی خوبیاں رکھتیں......دو اور غلطیاں بھی ان سے ہوئی ہیں مگر مَیں سمجھتا ہوں وہ زمانہ کے اثر کے نیچے تھیں''

(تفسیرِ کبیر از سیّدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد جلد سوم صفحہ ب شائع کردہ نظارتِ اشاعت ربوہ)

۲۔ اسی طرح پہلی تفاسیر میں قرآنی پیش گوئیوں کا پورا اظہار نہ ہونے پر آپ نے ان مفسرین کو حالات کے تحت معذور جانا اور فرمایا:

''پہلوں کے لئے اس کے لکھنے کا موقع ہی کب آیا۔ مثلاً یاجوج ماجوج کے جو معنی آج ظاہر ہوئے ہیں وہ پہلے مفسر کس طرح بیان کر سکتے تھے۔ وہ معذور تھے ان کے سامنے یہ چیز ہی نہ تھی یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہمیں سمجھ دے دی مگر یہ ہماری پہلوں پر فضیلت نہیں...... یہ ان کے زمانہ کی بات ہی نہ تھی......انہوں نے یہود کی ان روایات کو اس لئے مان لیا کہ ان کے پرکھنے کا ذریعہ ان کے پاس نہ تھا آج ہم ان باتوں کو اس لئے حل کر لیتے ہیں کہ یہ امور ہمارے سامنے ہیں۔''

(خطبۂ جمعہ فرمودہ ۲۰ دسمبر ۱۹۴۰ء خطباتِ محمود جلد ۲۱ صفحہ نمبر ۴۷۸-۴۷۹ فضلِ عمر فاونڈیشن ربوہ)

۳۔ آپ نے تفسیر لکھنے کو ایک بھاری ذمہ داری سمجھا اور فرمایا:

''تفسیر کا کام بڑی ذمہ داری ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر اس میں دیر ہوئی ہے تو اس کی وجہ یہی ہے کہ فطرتاً مَیں اس سے بہت گھبراتا ہوں اور مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی ٹڈا ہمالیہ پہاڑ کو اٹھانے کی کوشش کرے اور مَیں نے مجبوراً اور جماعت کے اندر اس کے لئے شدید خواہش کو دیکھتے ہوئے اس میں ہاتھ ڈالنے کی جرأت کی ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اس کے لئے مجبور ہوا ہوں ورنہ قرآن کریم کی تفسیر ایسا کام نہیں جسے مومن دلیری سے اختیار کر سکے۔''

(خطبۂ جمعہ فرمودہ ۲۰ دسمبر ۱۹۴۰ء خطباتِ محمود جلد ۲۱ صفحہ نمبر ۴۷۶ فضلِ عمر فاونڈیشن۔ ربوہ)

۴۔ آپ نے اس خیال کو سختی سے ردّ فرمایا کہ گزشتہ یا اس تفسیر میں سب کچھ بیان ہو گیا ہے۔ اس بارے میں آپ کی رائے دو ٹوک تھی:

''مجھے اس خیال سے شدید ترین نفرت ہے کہ تفاسیر میں سب کچھ بیان ہو چکا ہے ایسا خیال رکھنے والے کو مَیں اسلام کا بدترین دشمن خیال کرتا ہوں اور احمق سمجھتا ہوں گو وہ کتنے بڑے بڑے جبّے اور پگڑیوں والے کیوں نہ ہوں اور جب میرا دوسری تفسیروں کے متعلق یہ خیال ہے تو مَیں اپنی تفسیر کی نسبت یہ کیونکر کہہ سکتا ہوں ہم یہ تو کوشش کر سکتے ہیں کہ اپنے زمانہ کے علوم ایک حد تک بیان کر دیں مگر یہ قرآنِ کریم کے یا اپنے زمانہ کے بھی سارے علوم بیان کر دیں اس کا تو مَیں خیال بھی دل میں نہیں لا سکتا...... یہ مَیں برداشت نہیں کر سکتا کہ ایک شخص بھی یہ خیال کرے کہ اس میں سب کچھ آ گیا ہے۔''

(خطبۂ جمعہ فرمودہ ۲۰ دسمبر ۱۹۴۰ء خطباتِ محمود جلد ۲۱ صفحہ نمبر ۴۸۲، ۴۸۳ فضلِ عمر فاوٗنڈیشن ربوہ)

۵۔ تفسیرِ کبیر کے مضامین کے نسبتی طور پر محدود ہونے کے بارے میں آپ نے فرمایا:

''قرآن غیر محدود خدا کا کلام ہے اس لئے اس کے علوم بھی غیر محدود ہیں اور اس نسبت سے ہم اس کے مطالب کا نہ کروڑواں حصہ اور نہ اربواں حصہ بیان کر سکتے ہیں زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس زمانہ کی ضرورتوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ضروری باتوں پر روشنی ڈالی گئی ہے......مگر چونکہ یہ خدائی تائید سے لکھی گئی ہے اس لئے مَیں کہہ سکتا ہوں کہ اس میں اس زمانہ یا آئندہ زمانہ کے ساتھ تعلق رکھنے والی دینی اور روحانی باتیں جو لکھی گئی ہیں وہ صحیح ہیں ہاں بعض آئندہ ہونے والی باتوں کے متعلق یہ احتمال ضرور ہے کہ ہم ان کے اور معنی کریں اور جب وہ ظاہر ہوں تو صورت اور نکلے۔''

(خطبۂ جمعہ فرمودہ ۲۰ دسمبر ۱۹۴۰ء خطباتِ محمود جلد ۲۱ صفحہ نمبر ۴۸۲ فضلِ عمر فاونڈیشن ربوہ)

۶۔ آپ نے آئندہ زمانوں میں قرآنی معارف کے بیان کے سلسلہ کو جاری قرار دیا اور فرمایا: ''قرآنِ کریم کے نئے نئے معارف ہمیشہ کھلتے رہتے ہیں آج سے سو سال کے بعد جو لوگ آئیں گے وہ ایسے معارف بیان کر سکتے ہیں جو آج ہمارے ذہن میں بھی نہیں آ سکتے اور پھر دو سو سال بعد غور کرنے والوں کو اور معارف ملیں گے۔''

(خطبۂ جمعہ فرمودہ ۲۰ دسمبر ۱۹۴۰ء خطباتِ محمود جلد ۲۱ صفحہ نمبر ۴۸۲ فضلِ عمر فاونڈیشن ربوہ)

۷۔ آپ نے اس امکان کو قائم رکھا ہے کہ آج کی جانے والی بعض تاویلات حالات میں تبدیلی کے سبب درست نہ ٹھہریں اور فرمایا:

''اسی طرح ممکن ہے کہ بعض پیش گوئیاں جو آئندہ کے متعلق ہیں ہم ان کو کوئی تاویل کریں جو غلط ہو اور جب ان کے مطلب نکلیں تو آئندہ زمانہ کے مفسر ہمارے متعلق کہیں کہ کتنے بے وقوف لوگ تھے کہ ان کی حقیقت کو نہ سمجھ سکے۔

(خطبۂ جمعہ فرمودہ ۲۰ دسمبر ۱۹۴۰ء خطباتِ محمود جلد ۲۱ صفحہ نمبر ۴۷۸-۴۷۹ فضلِ عمر فاونڈیشن ربوہ)

۸۔ ہر شخص کو خود غور و فکر کی دعوت:

تفسیرِ کبیر کے مطالعہ کے ساتھ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ہر شخص کو خود بھی غور و فکر کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا:

''ہر انسان خود قرآن پڑھے، سوچے، سمجھے تو صحیح علم حاصل کر سکتا ہے۔ باقی تفاسیر تو ایسی ہی ہیں جیسے کسی جگہ پہنچنے کے لئے کوئی سواری پر چڑھ جاتا ہے......فائدہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ مومن ان ذرائع کو تقریب سے زیادہ اہمیت نہ دے بلکہ خود آگے بڑھے اور سوچے، سمجھے۔''

(خطبۂ جمعہ فرمودہ ۲۰ دسمبر ۱۹۴۰ء خطباتِ محمود جلد ۲۱ صفحہ نمبر ۴۸۰ فضلِ عمر فاونڈیشن ربوہ)

''قرآنِ کریم ایک روحانی سمندر ہے ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص تمہیں کوئی بات اس میں سے بتا سکے اور کوئی تفسیر سنا دے مگر یہ ناممکن ہے کہ قرآنِ کریم کے سارے علوم بیان ہو سکیں اور اگر کوئی قرآنی علوم سمجھنا چاہتا ہے تو اس کے لئے اسے خود ہی غوطہ لگانا پڑے گا۔''

(خطبۂ جمعہ فرمودہ ۲۰ دسمبر ۱۹۴۰ء خطباتِ محمود جلد ۲۱

- ہمارا مذہب یہ ہے کہ ہم سب سے مقدم قرآن کریم کو جانتے ہیں۔ (الحکم 23 جولائی 1900)
- قرآن شریف میں جو کچھ لکھا ہے وہ سب صحیح اور سچ ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں اور یقین کرتے ہیں کہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ (الحکم 24 جون 1902)
- ہمارا صرف ایک ہی رسول ہے اور صرف ایک ہی قرآن شریف اس رسولؐ پر نازل ہوا ہے جس کی تابعداری سے ہم خدا کو پا سکتے ہیں۔ (الحکم 16 جولائی 1900)

صفحہ نمبر ۷۷ ۴ فضلِ عمر فاونڈیشن ربوہ)

تفسیرِ کبیر کے بارے میں آراء

تفسیرِ کبیر کی کسی بھی جلد کا مطالعہ پڑھنے والے کو علم و عرفان کی ایک نئی دنیا سے آشنا کرتا ہے اور وہ حیران و ششدر رہ جاتا ہے کہ کس طرح علام الغیوب خدا نے قرآنِ کریم میں مطالب و معنی کا ایک سمندر پوشیدہ کر رکھا ہے جس تک رسائی انہی کو ہے جو مطہرین میں ہیں اور اپنے قلبِ صافی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔ تاہم ان میں سے چند ہی ہیں جنہوں نے ان کا تحریر میں اظہار کیا۔

یہ گنتی کے قاری اپنے بھی ہیں اور بے گانے بھی۔ بے گانوں میں وہ بھی ہیں جو اسی تفسیر کے مطالعہ کے نتیجہ میں احمدی ہو گئے۔ اور وہ بھی جنہیں قبولِ حق کی توفیق تو نہیں ملی لیکن انہوں نے برملا اس تفسیر کی اعلیٰ خوبیوں کا اعتراف کیا۔ ایسی چند آراء درج ذیل ہیں:

تفسیرِ کبیر کے زیر اثر احمدی ہونے والے

ا۔ مولوی محمد اسد اللہ قریشی صاحب لکھتے ہیں:

''سیّدنا حضرت مصلحِ موعود رضی اللہ عنہ کی تفسیرِ کبیر انقلاب انگیز اثرات کی حامل اور آپ کے لدنی علم کا ایک بابرکت خزانہ ہے خاکسار کی قبولِ احمدیت میں تفسیرِ کبیر (کا) خاصہ حصہ ہے...... جب مَیں نے اسے (جلد اوّل) سے پڑھنا شروع کیا تو اس میں علوم و معارف اور حکمت کی ایسی باتیں پائیں جو نہ مَیں نے اس سے پہلے تفسیر ابن کثیر، تفسیر بیضاوی، تفسیر خازن اور تفسیر جلالین میں دیکھی تھیں اور نہ کہیں دینی مدارس کے علماء سے سنی تھیں۔ سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرہ کے دیگر مشکل مقامات کی تفسیر دیکھ کر قلبی سکون اور روحانی سرور حاصل ہوا جاتا تھا چنانچہ تفسیر کے مطالعہ میں اتنا شغف بڑھنے لگا کہ بعض اوقات کھانا مقررہ اوقات سے مؤخر ہو جاتا مگر تفسیر چھوڑنے کو دل نہ چاہتا۔''

''یہ (سورہ یونس تا سورہ کہف والی) جلد لے کر مطالعہ کی۔ اس میں قرآن شریف کے باقی مشکل مقامات کی لطیف تفسیر دیکھ کر خوشی سے میری روح جھوم جاتی تھی اور پیچیدہ مسائل سے قلب و ذہن اس طرح صاف ہوتے جاتے تھے جیسا کوئی بیمار بیماریوں سے شفاء حاصل کرتا جائے۔ اب تک مَیں جماعتِ اسلامی ...... کے پیش کردہ نظریۂ حکومتِ الٰہیہ کا بھی قائل تھا۔ مگر انہی دنوں جب مَیں نے تفسیرِ کبیر کی وہ جلد مطالعہ کی جو سورۃ ماعون کی تفسیر پر مشتمل ہے جس میں 'الدین' کے مختلف لغوی معانی بیان کرتے ہوئے...... حکومتِ الٰہیہ اور خلافتِ اسلامیہ کی تشریح بھی کی گئی تھی جو پہلی دفعہ حکومتِ الٰہیہ کی ایسی لطیف تشریح میرے سامنے آئی جس نے مجھے شدید طور پر متاثر کیا بلکہ مَیں کہہ سکتا ہوں کہ پیروں سے لے کر سر کی چوٹی تک مجھے ہلا کر رکھ دیا۔''

(مجلّۃ الجامعہ ربوہ مصلح موعود نمبر جلد نمبر ۴ نمبر ۲ صفحہ نمبر ۱۵۸، ۱۶۰)

۲۔ سیّد جعفر حسین صاحب ایڈووکیٹ حیدر آباد دکن:

یہ صاحب تنظیم اتحاد المسلمین کے فعال کارکن تھے اور اسی پاداش میں سکندر آباد جیل میں نظر بند رہے۔ جہاں انہیں تفسیرِ کبیر پڑھنے کا موقع ملا۔ جس کے مطالعہ سے اس درجہ متاثر ہوئے کہ جیل کے اندر ہی مارچ ۱۹۶۱ء میں بیعت کا فارم بھی پر کر دیا۔ رہا ہونے کے بعد انہوں نے اپنے حالات 'صدقِ جدید' لکھنؤ میں چھپوائے جس میں لکھا:

''مَیں نے تفسیرِ کبیر اٹھائی اور چند اوراق الٹ کر دیکھنے شروع کئے یہ **والعٰدِیٰتِ ضبحاً** کی تفسیر کے صفحات تھے۔ مَیں حیران ہو گیا کہ قرآن مجید میں ایسے مضامین بھی ہیں پھر مَیں نے قادیان خط لکھا تفسیرِ کبیر کی جملہ جلدیں منگوائیں...... نو ماہ کے عرصہ میں جب کہ مَیں جیل میں تھا متعدد بار یہی تفسیر پڑھتا رہا۔ جیل ہی میں مَیں نے بیعت کر لی اور جماعتِ احمدیہ کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔''

(صدقِ جدید لکھنؤ ۲۰ راپریل ۱۹۶۲ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۸ از حضرت مولانا دوست محمد صاحب شاہد صفحہ نمبر ۱۵۸۔۱۵۹ نظارت اشاعت ربوہ)

''مجھے اس تفسیر میں زندگی سے معمور اسلام نظر آیا۔ اس میں وہ سب کچھ تھا جس کی مجھ کو تلاش تھی۔ تفسیرِ کبیر پڑھ کر مَیں قرآنِ کریم سے پہلی دفعہ روشناس ہوا۔''

(صدقِ جدید لکھنؤ ۸ تا ۱۵ جون ۱۹۶۳ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ہشتم از حضرت مولانا دوست محمد صاحب شاہد صفحہ نمبر ۱۶۰ نظارتِ اشاعت ربوہ)

تفسیرِ کبیر کے بارے میں چند غیر از جماعت اہلِ علم کے تاثرات

ا۔ علامہ نیاز فتح پوری تفسیرِ کبیر پڑھ کر آپ نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے نام اپنے خط میں لکھا:

''تفسیرِ کبیر جلد سوم آج کل میرے سامنے ہے اور مَیں اسے بڑی نگاہِ غائر سے دیکھ رہا ہوں اس میں شک نہیں کہ مطالعۂ قرآن کا ایک بالکل نیا زاویہ فکر آپ نے پیدا کیا ہے یہ تفسیر اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل پہلی تفسیر ہے جس میں عقل و نقل کو بڑے حسن سے ہم آہنگ دکھایا گیا ہے۔ آپ کے تبحرِ علمی، آپ کی وسعتِ نظر، آپ کی غیر معمولی فکر و فراست، آپ کا حسنِ استدلال اس کے ایک ایک لفظ سے نمایاں ہے۔''

(الفضل ۱۷ نومبر ۱۹۶۳ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۸ از حضرت مولانا دوست محمد صاحب شاہد صفحہ نمبر ۱۵۷ نظارتِ اشاعت ربوہ)

۲۔ برصغیر کی معروف شخصیت نواب بہادر اعظم یار جنگ تفسیرِ کبیر سے اتنے متاثر تھے کہ جناب سیٹھ محمد اعظم حیدر آبادی کے بیان کے مطابق اپنی مجالس میں تفسیرِ کبیر کا اکثر ذکر کیا کرتے تھے۔ اس کی عظمت کا ہمیشہ اعتراف کرتے اور کہا کرتے تھے کہ اس کے بیان کردہ معارف سے انہوں نے بہت استفادہ کیا ہے۔

(تاریخِ احمدیت جلد ۸ از حضرت مولانا دوست محمد صاحب شاہد صفحہ نمبر ۱۵۷ نظارتِ اشاعت ربوہ)

۳۔ پروفیسر عبدالمنان صاحب بیدل سابق صدر شعبہ فارسی پٹنہ یونیورسٹی کو اختر اورینوی صاحب نے تفسیرِ کبیر کی چند جلدیں دیں وہ بیان کرتے ہیں کہ

''وہ ان تفسیروں کو پڑھ کر اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے مدرسہ عربیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے شیوخ کو بھی تفسیر کی بعض جلدیں پڑھنے کے لئے دیں اور ایک دن کئی شیوخ کو بلوا کر انہوں نے ان کے خیالات دریافت کئے ایک شیخ نے کہا کہ فارسی تفسیروں میں ایسی تفسیر نہیں ملتی۔ پروفیسر عبدالمنان صاحب نے پوچھا کہ عربی کی تفسیروں کے متعلق کیا خیال ہے۔ شیوخ خاموش رہے۔۔ پروفیسر صاحب نے قدیم عربی تفسیروں کا تذکرہ شروع کیا اور فرمایا کہ مرزا محمود کی تفسیر کے پایہ کی ایک تفسیر بھی کسی زبان میں نہیں ملتی آپ جدید تفسیریں بھی مصر و شام سے منگوا لیجئے اور چند ماہ بعد مجھ سے باتیں کیجئے عربی اور فارسی کے علماء مبہوت رہ گئے۔''

(مجلّۃ الجامعہ ربوہ شمارہ نمبر ۹ صفحہ ۶۳، ۶۵ بحوالہ تاریخِ احمدیت جلد ۸ از مولانا دوست محمد صاحب شاہد صفحہ نمبر ۱۵۷۔۱۵۸ نظارتِ اشاعت ربوہ)

۴۔ مشہور مفسرِ قرآن مولانا عبدالماجد دریابادی نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی وفات پر جو نوٹ تحریر کیا اس میں لکھا:

''علمی حیثیت سے قرآنی حقائق و معارف کی جو تشریح و تبیین و ترجمانی وہ کر گئے ہیں اس کا بھی ایک بلند و ممتاز مرتبہ ہے۔''

(صدقِ جدید لکھنؤ ۱۸ نومبر ۱۹۶۵ء بحوالہ سوانح فضلِ عمر جلد سوم از عبدالباسط شاہد صفحہ نمبر ۱۶۸ فضلِ عمر فاؤنڈیشن ربوہ)

حرفِ آخر :

تفسیرِ کبیر کی تمام خوبیوں سے استفادہ کے ساتھ یہ حقیقت بہرحال پیشِ نظر رکھنی ضروری ہے کہ قرآنِ کریم عمل کرنے اور اشاعت کے لئے ہے اور یہی وہ بات ہے جس کی طرف خود صاحبِ تفسیرِ کبیر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ان الفاظ میں توجہ دلائی۔ آپ نے تفسیرِ کبیر کی شائع ہونے والی پہلی جلد کے لئے لکھے جانے والے دیباچہ بعنوان 'کچھ تفسیرِ کبیر کے متعلق' کے آخر میں یہ الفاظ تحریر فرمائے:

''اے پڑھنے والو! مَیں آپ سے کہتا ہوں قرآن پڑھنے پڑھانے اور عمل کرنے کے لئے ہے پس ان نوٹوں میں اگر کوئی خوبی پاؤ تو انہیں پڑھو پڑھاؤ، عمل کرو۔ عمل کرواؤ اور عمل کرنے کی ترغیب دو۔ یہی اور یہی ایک ذریعہ اسلام کے دوبارہ احیاء کا ہے۔''

(تفسیرِ کبیر از سیّدنا حضرت مرزا البشیر الدین محمود احمد جلد سوم صفحہ ۷ شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ)

......☆......☆......☆......

● مجھے بھیجا گیا ہے تاکہ مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھوئی ہوئی عظمت کو پھر قائم کروں اور قرآن شریف کی سچائیوں کو دُنیا کو دکھادوں اور یہ سب کام ہو رہا ہے لیکن جس کی آنکھوں پر پٹی ہے وہ اس کو دیکھ نہیں سکتے۔ (الحکم 24 جون 1903)

● میرا یقین کامل ہے کہ قرآن کے سوا جو کامل، اکمل اور مکمل کتاب ہے اور اس کی پوری اطاعت اور بغیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے نجات ممکن ہی نہیں اور قرآن میں کمی بیشی کرنے والے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا جُوا اپنی گردن سے اُتارنے والے کو مَیں کافر اور مُرتد یقین کرتا ہوں۔ (الحکم 18 جون 1908)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی تحریک تعلیم القرآن و وقف عارضی اور اسکے شیریں ثمرات

(اویس احمد نصیر مبلغ سلسلہ، پاکستان)

خلفاء احمدیت کا عشق قرآن تو ان کے تمام خطا بات ،خطبات اور قول و عمل سے چھلکتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک ہی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اس شعر کی عملی تصویر نظر آتا۔

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآن کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی ابتدائی تحریکوں میں سے تحریک تعلیم القرآن و وقف عارضی اس کا ایسا روشن ثبوت ہے جس کی چمک دمک دن بدن مزید بڑھتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ آپ کو خود بھی بہت بچپن میں ظاہری طور پر بھی قرآن کریم کے حفظ کی توفیق ملی اور روحانی طور پر بھی آپ کی زندگی کا ہر حرکت و سکون اور آپ کی سیرت اور اخلاق و شمائل کا ہر گوشہ قرآن کریم کے نور سے روشن تھا اور آپ کی ہر تحریر و تقریر سے بزبان حال اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ کا اعلان عام ہوتا رہا۔ آپ کا قرآن کریم سے یہ عشق بلا مبالغہ آسمانوں کی بلندیوں کو چھور ہا تھا۔

تعلیم القرآن کی تحریک ایک الٰہی تحریک

الٰہی تحریک سے مراد یہ ہے کہ جب خلفاء کے دل میں اللہ تعالیٰ اپنے کسی منشاء کے تحت کسی خاص کام کے لئے جوش پیدا کرتا ہے تو وہ اس کام کو تنظیمی یا ادارتی رنگ دیتے ہیں اور معین ٹارگٹ دیتے ہیں تو اسے جماعت میں الٰہی تحریک کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور پھر اس تحریک کے نتیجہ میں عظیم الشان ثمرات حاصل ہوتے ہیں وہ اس بات کی عملی گواہی بن جاتے ہیں کہ یہ سب نظام اللہ تعالیٰ کی خاص تائید و نصرت سے جاری ہے۔

مکرم مولانا عبد السمیع خان صاحب ایڈیٹر روزنامہ الفضل اس امر کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”اللہ تعالیٰ کی رہنمائی اور وقت کی ضرورت کے تابع مختلف وقتوں پر بعض قرآنی نصائح پر زیادہ شدت سے کاربند ہونے کی ضرورت ہوتی ہے اور یہی عمل صالح کی تعریف ہے یا کسی معاملہ میں کمزوری کی وجہ سے اس کی طرف خصوصی توجہ دلائی جاتی ہے اور خلفاء سلسلہ الٰہی تفہیم کے تحت جماعت کے لئے نئی سکیم یا پروگرام کا اعلان کرتے ہیں اسی کو جماعتی اصطلاح میں خلفائے سلسلہ کی تحریکات کہا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں ائمہ بعض دفعہ نظام جماعت کو مخاطب کرتے ہیں اور نئے دفاتر یا محکموں کا قیام ہوتا ہے جو تمام اعداد و شمار جمع کرتے ہیں اور تدریجی ترقی کا ریکارڈ رکھتے ہیں۔ بعض دفعہ ایک عمومی تحریک ہوتی ہے اور احباب جماعت اپنے طور پر ذمہ دار ٹھہرتے ہیں اور معاشرہ میں ایک عمومی بیداری اور ہلچل نظر آتی ہے۔ الٰہی منشاء کے مطابق کئی دفعہ نئی سکیموں کا اجراء ہوتا ہے اور کئی دفعہ سابقہ سکیموں میں نئے اضافے اور تبدیلیاں ہوتی ہیں اور ان سب کا مقصد ایک ہی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کی روشنی میں جماعت احمدیہ قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ کی سچی اطاعت کرنے والی ہو اور مسابقت فی الخیر میں ہمیشہ قدم آگے بڑھاتی رہے۔“

(ماہنامہ خالد مئی جون خلافت نمبر 2014، صفحہ 101)

1966 میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے الٰہی منشاء کے تحت تعلیم القرآن و وقفِ عارضی کی تحریک جاری کی تو اس کے بے شمار شیریں ثمرات ابتدا سے ہی سے ظاہر ہونا شروع ہو گئے اور آج تک احمدی اس سے مستفیض ہو رہے ہیں۔ اس تحریک کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کو ایک روحانی نظارہ بھی دکھایا جس میں آپ نے دیکھا کہ پوری زمین ایک سرے سے دوسرے سرے تک نور سے منور ہو گئی ہے اور وہ نور ”بشریٰ لکم“ کی عظیم بشارت کے الہامی الفاظ میں ڈھل گیا۔ اس تحریک کے متعلق اس عظیم الشان بشارت کا ذکر کرتے ہوئے حضورؒ فرماتے ہیں:

”جو نور میں نے اس دن دیکھا تھا۔ وہ قرآن کریم کا نور ہے۔ جو تعلیم القرآن کی سکیم اور عارضی وقف کی سکیم کے ماتحت دنیا میں پھیلایا جا رہا ہے۔“ (خطبہ جمعہ 5/ اگست 1966 بحوالہ خطبات ناصر، جلد اول، صفحہ 344)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے تعلیم القرآن کو خلیفہ وقت کا سب سے اہم کام قرار دیا اور باقاعدہ ایک منصوبہ کے تحت تعلیم القرآن کا آغاز فرمایا اور جماعتوں کو معین ٹارگٹ دیا کہ کوئی ایسا بچہ نہ ہو جسے قرآن کریم ناظرہ نہ پڑھنا آتا ہو۔ چنانچہ آپؒ نے خطبہ جمعہ 4/ فروری 1966 میں فرمایا۔

”اس سلسلہ میں جو ابتدائی منصوبہ میں جماعت کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور کے تمام بچوں کو قرآن کریم ناظرہ پڑھانے کا کام مجلس خدام الاحمدیہ کرے۔ اور کراچی کی جماعت کے بچوں کو قرآن کریم ناظرہ پڑھانے کا کام میں مجلس انصار اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ ضلع سیالکوٹ کی دیہاتی جماعتوں میں یہ کام مجلس خدام الاحمدیہ کرے۔ ضلع جھنگ میں جو جماعتیں ہیں ان کے بچوں کو قرآن کریم ناظرہ پڑھانے کا کام مجلس انصار اللہ کے سپرد کیا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ جو جماعتیں ہیں ان میں اس اہم کام کی طرف نظارت اصلاح و ارشاد کو خصوصی توجہ دینی چاہیے۔ ہماری یہ کوشش ہونی چاہیے کہ دو تین سال کے اندر ہمارا کوئی بچہ ایسا نہ رہے جسے قرآن کریم ناظرہ پڑھنا نہ آتا ہو...... اس منصوبہ کی تفاصیل متعلقہ محکمے تیار کریں اور ایک ہفتہ کے اندر اندر مجھے پہنچائیں“

(خطبات ناصر، جلد اول، ص 125)

اس تحریک کے تقریباً ڈیڑھ ماہ بعد حضورؒ نے تعلیم القرآن کے کام کو مزید منظم کرنے کے لئے تحریک وقفِ عارضی کا اجراء فرمایا۔ اسی سال 24 جون تا 16 ستمبر 1966 تقریباً تین ماہ مسلسل قرآنی انوار پر خطبات جمعہ ارشاد فرمائے جو بعد ازاں ”انوار قرآنی“ کے عنوان سے شائع ہوئے۔ حضورؒ نے جماعت کے عہدیداران خصوصاً امراء اضلاع کو اس تحریک کو کامیاب بنانے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

”پس میں آپ کو ایک دفعہ پھر آگاہ کرتا ہوں اور متنبہ کرتا ہوں کہ آپ اپنے اصل مقصد کی طرف متوجہ ہوں اور اپنی انتہائی کوشش کریں کہ جماعت کا ایک فرد بھی ایسا نہ رہے نہ بڑا نہ چھوٹا، نہ مرد نہ عورت نہ جوان نہ بچہ کہ جسے قرآن کریم ناظرہ پڑھنا نہ آتا ہو۔ جس نے اپنے ظرف کے مطابق قرآن کریم کے معارف حاصل کرنے کی کوشش نہ کی ہو“ (خطبہ جمعہ یکم جولائی 1966 بحوالہ خطبات ناصر، جلد 1 صفحہ 299)

تین سال بعد حضور انور نے اس تحریک کا جائزہ لیا اور خطبہ جمعہ 28 مارچ 1969 کو مرکزی نظام میں ایڈیشنل نظارت اصلاح و ارشاد تعلیم القرآن و وقف عارضی کا اضافہ فرمایا۔ جس کا الگ دفتر یکم مئی 1969 میں بنا۔

مجلس موصیان اور تعلیم القرآن

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے 5 اگست 1966 کو انجمن موصیان اور موصیات قائم کرنے کا اعلان فرمایا تھا۔ آپؒ نے فرمایا:

”موصی صاحبان کا ایک بڑا گہرا اور دائمی تعلق قرآن کریم، قرآن کریم کے سیکھنے، قرآن

- میں پورے یقین سے سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کے مقابل پر تمام دوسرے مذاہب ہلاک شدہ ہیں۔ (چشمہ معرفت صفحہ 95)
- بلاشبہ وہ تعلیم جو انسان کو سچی توحید سکھاتی اور حقیقی خدا کی طرف رجوع دیتی ہے وہ قرآن کریم میں پائی جاتی ہے۔ (تبلیغ رسالت جلد 3 صفحہ 198)
- قرآن شریف دہریوں کی طرح تمام اُمور کو اسباب طبعیہ تک محدود رکھنا نہیں چاہتا بلکہ خالص توحید پر پہنچانا چاہتا ہے۔ (الحکم 28 فروری 1902)
- قرآن شریف معقولی رنگ میں اور آسمانی نشانوں کے رنگ میں نہایت سہل اور آسان طریق سے خدائے تعالیٰ کی طرف رہنمائی کرتا ہے (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ 16)
- قرآن شریف تو سارا اس بات سے بھرا پڑا ہے کہ بجز خدا کے کسی کی پرستش جائز نہیں۔ (چشمہ معرفت صفحہ 70)

کریم کے نور سے منور ہونے، قرآن کریم کی برکات سے مستفیض ہونے اور قرآن کریم کے فضلوں کا وارث بننے سے ہے۔ اسی طرح قرآن کریم کے انوار کی اشاعت کی ذمہ داری بھی ان لوگوں پر عائد ہوتی ہے...... اسلئے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تعلیم القرآن اور وقف عارضی کی تحریکوں کو موصی صاحبان کی تنظیم کے ساتھ ملحق کردیا جائے اور یہ سارے کام انکے سپرد کئے جائیں۔
(خطبہ جمعہ 5/اگست 1966، خطبات ناصر جلد 1 ص 346)

خطبہ جمعہ 4/اپریل 1969 میں حضور انور نے تعلیم القرآن کے کام کو موصیان کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا:
''خدا چاہتا ہے کہ یہ تنظیم قرآن کریم کے پڑھنے اور پڑھانے سے اپنا کام شروع کرے۔''
اسی خطبہ میں ان کے معین فرائض کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:
''ایک تو موصیوں کے صدر اور نائب صدر کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنے حلقہ کے موصیوں کا جائزہ لے کر ایک ماہ کے اندر اندر ہمیں اس بات کی اطلاع دیں کہ کس قدر موصی قرآن کریم ناظرہ جانتے ہیں اور جو موصی قرآن کریم ناظرہ جانتے ہیں ان میں سے کس قدر موصی قرآن کریم کا ترجمہ جانتے ہیں اور جو موصی قرآن کریم کا ترجمہ جانتے ہیں ان میں سے کس قدر قرآن کریم کی تفسیر سیکھنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ ہر موصی کو قرآن کریم آتا ہو اور تیسری ذمہ داری آج میں ہر اس موصی پر جو قرآن کریم جانتا ہے یہ ڈالنا چاہتا ہوں کہ وہ دو ایسے دوستوں کو قرآن کریم پڑھائے جو قرآن کریم پڑھے ہوئے نہیں اور یہ کام باقاعدہ ایک نظام کے ماتحت ہو اور اس کی اطلاع نظارت متعلقہ کو دی جائے۔''
(خطبات ناصر، جلد 2، صفحہ 563)

اسی خطبہ میں حضورؒ نے مجلس انصار اللہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ خود قرآن سیکھیں اور جن کے نگران ہیں انہیں بھی سکھائیں اسی طرح حضور نے خدام اور لجنہ کو بھی تعلیم القرآن کی نگرانی کا ارشاد فرمایا۔ آپ نے اس منصوبہ کے لئے 6 ماہ کا عرصہ مقرر فرمایا تھا لیکن اس کے بعد خطبہ جمعہ 20 جون 1969 میں چھ ماہ کے بجائے ڈیڑھ سال کا عرصہ مقرر فرمایا۔ تحریک تعلیم القرآن کے منصوبہ کے تحت ہی حضورؒ نے فضل عمر درس القرآن کلاس کو نظارت تعلیم القرآن کے ساتھ منسلک کردیا جو کہ نظارت اصلاح وارشاد کے تحت 1964 میں شروع ہوچکی تھی۔ تعلیم القرآن کے لئے ہی حضور انور نے خطبہ جمعہ 20 جون 1969 میں تفسیر حضرت مسیح موعود کی پہلی جلد کو پڑھنے کی تحریک فرمائی تھی جو کہ 1969 میں شائع ہوئی تھی۔ اسی طرح حضورؒ نے 12 ستمبر 1969 کو کراچی میں احباب جماعت کو سورۃ بقرہ کی ابتدائی سترہ آیات حفظ کرنے اور سمجھنے کی تحریک فرمائی تھی۔

جماعت احمدیہ کی پہلی صدی کے اختتام تک کے لئے دس سالہ تحریک تعلیم القرآن

جماعت احمدیہ کی صد سالہ جوبلی سے 10 سال قبل حضور انورؒ نے 28 اکتوبر 1979 کو تعلیم القرآن کے لئے دس سالہ تحریک فرمائی جس کے مطابق جماعت احمدیہ کی پہلی صدی کے اختتام تک جماعت کا ہر چھوٹا بڑا قرآن کریم سیکھنے سکھانے کی طرف خاص طور پر متوجہ ہو۔ چنانچہ تعلیم القرآن کے لئے دس سالہ تحریک کرتے ہوئے فرمایا:
''ہماری جماعتی زندگی کے سو سال پورے ہونے میں قریباً دس سال باقی ہیں اور میرے اس پروگرام کا تعلق انہیں دس سالوں سے ہے...... اس پروگرام کا پہلا حصہ علوم روحانی کا سیکھنا ہے۔ اس کے لئے ہر احمدی بچہ خواہ وہ شہر میں رہنے والا ہو یا دیہات میں خواہ وہ بڑی جماعتوں کا طفل ہو خواہ وہ ایسے خاندان سے تعلق رکھنے والا ہو جہاں پر ایک ہی خاندان احمدی ہو اسے جتنا ممکن ہو سکے قاعدہ یسرنا القرآن پڑھا دیا جائے...... عمر کے لحاظ سے ہر طفل، ہر خادم، ہر نیا احمدی، ہر پرانا غافل احمدی قرآن کریم کا ترجمہ سیکھنے کی طرف متوجہ ہو۔ جو افراد قرآن کریم کا ترجمہ جانتے ہیں وہ قرآن کریم کے معانی کی تفسیر پڑھنے کی طرف متوجہ ہوں''۔
(الفضل ربوہ، 24/دسمبر 1980 جلسہ سالانہ نمبر)

تحریک وقفِ عارضی

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دور مبارک میں خاص مواقع پر وقفِ عارضی کی تحریک کی گئی تھی جیسے شدھی کے خلاف تین تین ماہ وقف کی تحریک کی گئی تھی مگر وقفِ عارضی کی تحریک کو مستقل بنیادوں پر خلافت ثالثہ میں جاری کیا گیا۔ اور باقاعدہ نظارت کا قیام فرمایا۔ چنانچہ 18 مارچ 1966 کے خطبہ جمعہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اس تحریک کا آغاز فرمایا۔ اعلان والے دن یعنی 18 مارچ 1966 سے پہلی شب حضور رات دیر تک ڈاک ملاحظہ فرماتے رہے اور اسی رات خدا تعالیٰ نے اپنی تائید و رضا کا اظہار فرمایا۔ حضورؒ نے فرمایا:
''میں نے جماعت کی ترقی اور احباب جماعت کے لئے بھی دعا کی بہت توفیق پائی۔ صبح جب میری آنکھ کھلی تو میری زبان پر یہ فقرہ تھا کہ:
''اینا دیواں گا کہ تو رج جاویں گا''
(خطبہ جمعہ 18/مارچ 1966 بحوالہ خطبات ناصر، جلد اول، صفحہ 182)

اس کے بعد حضورؒ نے تحریک کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا:
''غرض وقت کی قربانی کی طرف زیادہ توجہ کی ضرورت ہے اور اس کے لئے میں جماعت میں یہ تحریک کرتا ہوں کہ وہ دوست جن کو اللہ تعالیٰ توفیق دے سال میں دو ہفتہ سے چھ ہفتہ تک کا عرصہ دین کی خدمت کیلئے وقف کریں، اور انہیں جماعت کے مختلف کاموں کیلئے جس جس جگہ بھجوایا جائے وہاں وہ اپنے خرچ پر جائیں، اور ان کے وقف شدہ عرصہ میں سے جس قدر عرصہ انہیں وہاں رکھا جائے اپنے خرچ پر رہیں، اور جو کام ان کے سپرد کیا جائے انہیں بجالانے کی پوری کوشش کریں۔ میں جانتا ہوں کہ بعض دوست مالی لحاظ سے زیادہ لمبا سفر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اس لئے جو دوست دو ہفتہ سے چھ ہفتہ تک کا عرصہ میری اس تحریک کے نتیجہ میں وقف کریں۔ وہ ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیں کہ ہم مثلاً سو میل تک اپنے خرچ پر سفر کرنے کے قابل ہیں یا دو سو میل یا چار سو میل یا پانچ سو میل اپنے خرچ پر سفر کر سکتے ہیں بہرحال جس قدر بھی ان کی مالی استطاعت ہو وہ ذکر کردیں تا انہیں اس کے مطابق مناسب جگہوں پر بھجوایا جاسکے۔
(خطبہ جمعہ 18/مارچ 1966 بحوالہ خطباتِ ناصر، جلد 1، صفحہ 183)

حضورؒ کی ہدایات کے تحت تحریک وقفِ عارضی نے کام شروع کیا اور مکرم و محترم ابوالعطاء جالندھری صاحب نائب ناظر اصلاح وارشاد اس کے انچارج مقرر ہوئے۔ پھر 1969 میں اسے باقاعدہ نظارت کی شکل دے دی گئی تو آپ ہی پہلے ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد تعلیم القرآن و وقفِ عارضی مقرر ہوئے اور اپنی وفات تک اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ فرائض ادا کرتے رہے۔

ہر احمدی وقفِ عارضی کرے

حضورؒ نے جماعت کے مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے احباب کو اس میں شمولیت کی تحریک فرمائی چنانچہ آپ نے مربیان اور عہدیداران، موصیان، طلباء و اساتذہ گورنمنٹ کے ملازمین اور وکلاء کو اس طرف متوجہ کیا۔ اور اس بات کو واضح فرمایا کہ وقفِ عارضی ہر احمدی کا فرض ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں۔
''مربیوں کو بھی چاہئے اور عام عہدیداروں کو بھی چاہئے بلکہ ہر احمدی کو چاہیے کہ وہ اپنے نفس کو بھی اور اپنے بھائی کو بھی یہ تلقین کرے کہ وہ وقفِ عارضی میں شامل ہو۔ اس میں شک نہیں کہ یہ ایک قربانی کی راہ ہے اور یہ راہ تنگ ہے لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ قربانی کی راہوں پر چلے بغیر ہم اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل نہیں کر سکتے''
(خطبہ جمعہ 15/اگست 1969 بحوالہ خطبات ناصر، جلد دوم، صفحہ 802)

وقفِ عارضی کا بڑا مقصد قرآن کریم سکھانا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

قرآن شریف پر سچا ایمان لانے والا یقین کی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے کہ فی الواقع خدا موجود ہے

قرآن شریف میں ایک برکت اور قوتِ جاذبہ ہے جو خدا کے طالب کو دمبدم خدا کی طرف کھینچتی اور روشنی اور سکینت اور اطمینان بخشتی ہے

قرآن شریف معقولی رنگ میں اور آسمانی نشانوں کے رنگ میں نہایت سہل اور آسان طریق سے خدائے تعالیٰ کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اور اس میں ایک برکت اور قوتِ جاذبہ ہے جو خدا کے طالب کو دمبدم خدا کی طرف کھینچتی اور روشنی اور سکینت اور اطمینان بخشتی ہے اور قرآن شریف پر سچا ایمان لانے والا صرف فلسفیوں کی طرح یہ ظن نہیں

"وقفِ عارضی کی جو تحریک ہے اس کا بڑا مقصد بھی یہ تھا اور ہے کہ دوست رضا کارانہ طور پر اپنے خرچ پر مختلف جماعتوں میں جائیں اور وہاں قرآن کریم سیکھنے سکھانے کی کلاسز کو منظم کریں اور منظم طریق پر وہاں کی جماعت کی اس رنگ میں تربیت ہو جائے کہ وہ قرآن کریم کا جوا بشاشت سے اپنی گردن پر رکھیں اور دنیا کے لئے ایک نمونہ بن جائیں"۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 28/ مارچ 1969 بحوالہ خطبات ناصر، جلد دوم، صفحہ 557)

وقفِ عارضی اور نظامِ وصیت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا کے حکم کے ماتحت نظامِ وصیت جاری فرمایا تھا۔ موصیان و موصیات کے لئے نہ صرف یہ ضروری تھا کہ اپنی جائیدادوں میں سے خدا کی راہ میں مال پیش کیا جائے بلکہ انکے لئے یہ بھی از حد ضروری تھا کہ فنا فی اللہ ہو جائیں اور روحانی اعتبار سے خدا کے محبوب بن جائیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے خطبہ جمعہ 5 / اگست 1966 کو تعلیم القرآن اور وقفِ عارضی کی تحریکوں کو موصیان کی تنظیموں کے ساتھ ملحق کرنے کا اعلان فرمایا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

"عارضی وقف کی تحریک جو قرآن کریم سیکھنے سکھانے کے متعلق جاری کی گئی ہے اس کا تعلق نظامِ وصیت کے ساتھ بڑا گہرا ہے"۔

(خطبہ جمعہ 5/ اگست 1966 بحوالہ خطبات ناصر، جلد اول، صفحہ 345)

آپؒ فرماتے ہیں:

"قرآن کریم کے انوار کی اشاعت کرنا ہر موصی کا بحیثیت فرد اور اب موصیوں کی مجلس کا بحیثیت مجلس پہلا اور آخری فرض ہے اور اس بات کی نگرانی کرنا کہ وقفِ عارضی کی سکیم کے ما تحت زیادہ سے زیادہ موصی اصحاب اور ان کی تحریک پر وہ لوگ حصہ لیں جنہوں نے ابھی تک وصیت نہیں کی۔ (خطبہ جمعہ 5 اگست 1966 بحوالہ خطبات ناصر، جلد اول، صفحہ 347)

حضور نے اسی خطبہ میں فرمایا کہ مجھے ہر سال وقفِ عارضی میں کم از کم پانچ ہزار واقفین چاہئیں اس کے بغیر صحیح رنگ میں جماعت کی تربیت نہیں کر سکتے۔

واقفین عارضی کے کام

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے واقفین عارضی کو ہدایات دیتے ہوئے فرمایا:

1۔ تعلیم القرآن کا کام

بڑے بڑے کام جوان دوستوں کو کرنے پڑیں گے ان میں سے ایک تو قرآن کریم ناظرہ پڑھنے اور قرآن کریم با ترجمہ پڑھنے کی جو مہم جماعت میں جاری کی گئی ہے اس کی انہیں نگرانی کرنا ہو گی اور اسے منظم کرنا ہو گا۔

(خطبہ جمعہ 18 مارچ 1966 بحوالہ خطبات ناصر جلد 1 صفحہ 184)

2۔ غافل افراد کو چست کرنا

دوسرے بہت سی جماعتوں کے متعلق ایسی شکایتیں بھی آتی رہتی ہیں کہ ان میں بعض دوست ایمانی لحاظ سے یا جماعتی کاموں کے لحاظ سے اتنے چست نہیں جتنا ایک احمدی کو ہونا چاہیے ان دوستوں سے ایسے احباب کی اصلاح اور تربیت کا کام بھی لیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ وہ ایسی جماعتوں کے سست اور غافل افراد کو چست کرنے کی کوشش کریں۔

(خطبہ جمعہ 18 مارچ 1966 بحوالہ خطبات ناصر جلد 1 صفحہ 184)

3۔ باہمی جھگڑوں کو نپٹانا

اچھا احمدی ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے وہ اچھا شہری بھی ہو۔ لیکن بہت سے دوست چھوٹی چھوٹی باتوں پر آپس میں جھگڑتے اور لڑتے رہتے ہیں اور یہ بات ایک احمدی کے لئے کسی صورت میں بھی مناسب نہیں۔ جب یہ جھگڑے اور لڑائیاں جاری ہو جاتی ہیں تو جماعت میں کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔ پس جن دوستوں کو اللہ تعالیٰ دو ہفتے سے چھ ہفتہ تک کا عرصہ میری اس تحریک پر وقف کرنے کی توفیق دے انہیں ان باتوں کی طرف بھی توجہ دینا ہو گی اور جماعت کے دوستوں کے باہمی جھگڑوں کو نپٹانے کی ہر ممکن کوشش کرنا ہو گی۔

(خطبہ جمعہ 18 مارچ 1966 بحوالہ خطبات ناصر جلد 1 صفحہ 184)

4۔ تربیت اور محاسبہ نفس

تحریک وقفِ عارضی کا دوسرا بڑا فائدہ یہ ہے کہ جو لوگ وقفِ عارضی پر جاتے ہیں ان کو اپنے نفس کا بعض پہلوؤں سے محاسبہ کرنا پڑتا ہے۔ جانے سے قبل انہیں اپنی بعض کمزوریوں کی طرف توجہ ہو جاتی ہے اور دعاؤں کی طرف ان کی توجہ مائل ہو جاتی ہے...... جہاں یہ وفود جاتے ہیں وہاں بھی لوگوں کو بڑا فائدہ پہنچتا ہے۔ (خطبہ جمعہ 28 جنوری 1977 بحوالہ خطبات ناصر جلد ہفتم ص 20)

5۔ اصلاح نفس

پس تحریک وقفِ عارضی دراصل اصلاح نفس کے لئے اپنے محاسبہ کے لئے اور دوسروں کو اس طرف توجہ دلانے کے لئے جاری کی گئی تھی۔ (خطبہ جمعہ 28 جنوری 1977 بحوالہ خطبات ناصر جلد ہفتم ص 24)

6 باہمی تعلقات بڑھانے کیطرف توجہ

وقفِ عارضی کا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ باہمی تعلقات بڑھیں اور وہ عظیم کام جو خدا تعالیٰ اس وقت جماعت احمدیہ سے لینا چاہتا ہے یعنی یہ کہ نوع انسانی کو ایک خاندان کی طرح بنا دیا جائے اس میں ہماری کوشش بھی شامل ہو۔

(خطبہ جمعہ 28 جنوری 1977 بحوالہ خطبات ناصر جلد ہفتم ص 20)

ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 7 اپریل 2013 کو سپین کی نیشنل مجلس عاملہ کی میٹنگ میں سیکرٹری تعلیم القرآن و وقفِ عارضی سے دریافت فرمایا:

کیا لوگ وقفِ عارضی کرتے ہیں۔ وقفِ عارضی کی تحریک کیا کریں۔ اپنی عاملہ کے ممبران کو کہیں کہ وقفِ عارضی کریں۔ وقفِ عارضی کا ریکارڈ آپ کے پاس ہونا چاہئے اور آپ کو اس کا علم ہونا چاہئے جو اپنے طور پر پروگرام بنا کر چلا گیا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے وقفِ عارضی کی ہے تو یہ وقفِ عارضی نہیں ہے۔

(الفضل ربوہ 29 اپریل 2013)

شیریں ثمرات

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ وقفِ عارضی کے شیریں ثمرات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اس تحریک میں حصہ لینے والے ان پڑھ تھے یا کم پڑھے ہوئے تھے۔ یا بڑے عالم تھے۔ چھوٹی عمر کے تھے یا بڑی عمر کے، اللہ تعالیٰ نے ان پر قطع نظر ان کی عمر، علم اور تجربہ کے (کہ اس لحاظ سے ان میں بڑا ہی تفاوت تھا) اپنے فضل کے نزول میں کوئی فرق نہیں کیا۔ اس عرصہ میں ان سب پر اللہ تعالیٰ کا ایک جیسا فضل ہوتا رہا۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے اور اس کے فضل سے 99 فیصدی واقفین عارضی نے بہت ہی اچھا کام کیا۔ ان میں سے ہر ایک کا دل اس احساس سے لبریز تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس عرصہ میں اس پر اتنے فضل نازل کئے ہیں کہ وہ اس کا شکر ادا نہیں کر سکتا اور اس کے دل میں یہ تڑپ پیدا ہوئی کہ خدا کرے اسے آئندہ بھی اس وقف عارضی کی تحریک میں حصہ لینے کی توفیق ملتی رہے۔ اور بعض جماعتوں نے تو یہ محسوس کیا کہ گویا انہوں نے نئے سرے سے ایک احمدی کی زندگی اور اس کی برکات حاصل کی ہیں۔ انکی غفلتیں ان سے دور ہو گئی ہیں اور ان میں ایک نئی روح پیدا ہو گئی۔ ان میں سے بہتوں نے تہجد کی نماز پڑھنی شروع کر دی۔ اور جو بچے تھے انہوں نے اپنی عمر کے مطابق بڑے جوش اور اخلاص کے ساتھ قرآن کریم، نماز یا نماز کا ترجمہ اور دوسرے مسائل سیکھنے شروع کئے۔ غرض واقفین عارضی کے جانے کی وجہ سے ساری جماعت میں ایک نئی زندگی ایک نئی روح پیدا ہو گئی"۔

(خطبہ جمعہ 23 ستمبر 1966 بحوالہ خطبات ناصر جلد 1 ص 402)

نئی زندگی کا ملنا

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ خطبہ جمعہ فرمودہ 23 ستمبر 1966 میں فرماتے ہیں:

"میں نے ایک بزرگ کو ایک ایسی جماعت میں بھیجا جو تعداد میں بہت بڑی ہے۔ انہوں نے وہاں جا کے مسجد میں ڈیرہ لگا لیا اور دعائیں کرنے لگ گئے۔ انہوں نے جماعت کو قرآن کریم پڑھنے کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی لیکن انہوں نے دیکھا کہ شروع میں

رکھتا کہ اس پُر حکمت عالم کا بنانے والا کوئی ہونا چاہئے بلکہ وہ ایک ذاتی بصیرت حاصل کر کے اور ایک پاک رؤیت سے مشرف ہو کر یقین کی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے کہ فی الواقع وہ صانع موجود ہے اور اس پاک کلام کی روشنی حاصل کرنے والا محض خشک معقولیوں کی طرح یہ گمان نہیں رکھتا کہ خدا واحد لاشریک ہے بلکہ صدہا چمکتے ہوئے نشانوں کے ساتھ جو اُس کا ہاتھ پکڑ کر ظلمت سے نکالتے ہیں واقعی طور پر مشاہدہ کر لیتا ہے کہ درحقیقت ذات اور صفات میں خدا کا کوئی بھی شریک نہیں اور نہ صرف اسقدر بلکہ وہ عملی طور پر دنیا کو دکھا دیتا ہے کہ وہ ایسا ہی خدا کو سمجھتا ہے اور وحدتِ الٰہی کی عظمت ایسی اس کے دل میں سما جاتی ہے کہ وہ الٰہی ارادہ کے آگے تمام دنیا کو ایک مرے ہوئے کیڑے کی طرح بلکہ مطلق لاشئے اور سراسر کالعدم سمجھتا ہے۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ 16، 17)

جماعت پر کوئی اثر نہیں ہو رہا۔ پہلے ہفتہ انہوں نے یہ رپورٹ بھیجی کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جماعت مر چکی ہے اور اس کے زندہ ہونے کی اب کوئی امید نہیں۔ دوسرے ہفتہ کی رپورٹ بھی اس قسم کی تھی۔ تیسرے ہفتہ کی رپورٹ میں انہوں نے لکھا کہ میں نے پہلے جو رپورٹیں بھجوائی ہیں وہ سب غلط تھیں جماعت مری نہیں بلکہ زندہ ہے لیکن خواب غفلت میں پڑی ہوئی ہے۔ اگر اس کی تربیت کی جائے اور اسے جھنجھوڑا جائے تو اس کی زندگی کے آثار زیادہ نمایاں ہو جائیں گے۔ وہ زندگی جو جماعت ہائے احمدیہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بدولت اسلام اور قرآن کریم کے ذریعہ اپنے رب سے حاصل کی ہے۔''

(خطبات ناصر جلد اول ص 404)

آسمانی نشانوں اور تائیدات الٰہی کے نظارے

وقفِ عارضی کے نتیجہ میں وسیع پیمانہ پر تعارف حاصل ہوتا ہے نیز آسمانی نشانوں اور تائیدات الٰہی کے نظارے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اپنا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ:

''بہت پرانی بات ہے۔ غالباً 1966 کی۔ میں سرگودھا کے علاقے میں وقفِ عارضی پر گیا تو ایک دور دراز گاؤں میں جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں ایک بہت بوڑھی عورت ملیں۔ جب ہم نے اپنا تعارف کرایا کہ ربوہ سے آئے ہیں، احمدی ہیں تو انہوں نے بتایا کہ میں بھی احمدی ہوں اور ہم لوگ چاند سورج گرہن کو دیکھ کر اس زمانے میں احمدی ہوئے تھے۔ یہ کہتی ہیں میں چھوٹی تھی اور میرے والدین اس وقت ہوتے تھے تو اس علاقے میں بالکل جنگل میں، دیہات میں، دیہاتی ان پڑھ لوگ بھی چاند سورج گرہن کا نشان دیکھ کر احمدی ہو گئے۔ تو اللہ نے بہت سوں کو اس زمانے میں بھی اس نشان سے ہدایت دی تھی''

(خطبہ جمعہ 23 جون 2006 بحوالہ خطبات مسرور جلد چہارم ص 319)

قبولیت دعا کے نشانات

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''چنانچہ ہمارے وقفِ عارضی کے وفود نے دعاوں کی برکات سے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ جب سے یہ تحریک جاری ہوئی ہے سینکڑوں خطوط ہمارے دفتر میں موجود ہوں گے کہ کس طرح دعاوں کی انکو توفیق ملی۔ اور اللہ تعالی نے انکے ساتھ پیار کا سلوک کیا''۔

(خطبہ جمعہ 28 جنوری 1977 بحوالہ خطبات ناصر جلد ہفتم ص 21)

ایک واقفِ عارضی نے لکھا:

''وقفِ عارضی کی تحریک بے انتہا برکات اور فوائد کا موجب ہے۔ میری عمر ماشاءاللہ 75 سال سے اوپر ہے۔ یو کے آنے سے پہلے پاکستان میں ہی میرے گھٹنوں میں شدید درد شروع ہو گیا تھا اور میں نماز کرسی پر بیٹھ کر پڑھتا تھا۔ یو کے میں آنے کے بعد بھی یہی حالت رہی۔ کرسی پر بیٹھ کر ہی نماز پڑھتا رہا۔ سجدہ میں جانا پھر تشہد کیلئے بیٹھنا نہایت مشکل بلکہ ناممکن تھا جب میرا وقف عارضی منظور ہوا اور مجھے leicester جانے کا ارشاد ہو گیا۔ یکدم عجب طرح کی پریشانی اور سخت اضطراب سا محسوس ہونے لگا خیال آیا کہ وقف عارضی پر جانا ہے وہاں احباب جماعت بہر حال یہ توقع رکھیں گے کہ مرکز کی طرف سے وقف عارضی پر آئے ہوئے نمازیں تو ضرور پڑھائیں گے۔ دل میں بہت گھبراہٹ پیدا ہوئی اللہ تعالی کے حضور دردمندانہ اور عاجزانہ دعا کی کہ خدایا اگر میں وقف پر جا کر دوستوں کو نماز بھی نہ پڑھا سکا تو یہ نہایت افسوس ناک بات ہو گی۔ الٰہی مجھے صحت دے اور اس قابل کر دے کہ میں وہاں احباب کو با قاعدہ نماز پڑھا سکوں۔ میرے بیٹے نفیس مجھے پریشان دیکھ کر کہنے لگے کہ مجبوری ہے، جا کے صدر صاحب سے کہہ دیں کہ جو بھی نماز پڑھاتے ہیں پڑھاتے رہیں مجھے تکلیف ہے۔ میں تو بیٹھ کے نماز پڑھوں گا باقی درس و تدریس اور تربیت کے کام سرانجام دیتا رہوں گا۔ مجھے تسلی نہ ہوئی اللہ تعالی کے حضور یہی دعا کی کے خدایا خارق عادت طور پر میری مدد فرما۔ مجھے کچھ حوصلہ ہوا اور ہمت کر کے باوجود تکلیف کے گھر میں با قاعدہ امامت کروائی اور کھڑے ہو کر نماز پڑھائی۔ میں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ ان شاءاللہ leicester جا کر جو بھی ہو نماز با قاعدہ کھڑا ہو کر پڑھاوں گا۔ سو اللہ تعالی کے فضل و کرم سے وقف عارضی کی پہلی عظیم الشان برکت تو یہ حاصل ہوئی کہ اللہ تعالی مجیب الدعوات نے میری عاجزانہ دعا سنی اور مجھے ہمت دی کہ leicester پہنچتے ہی میں نے با قاعدہ کھڑے ہو کر نماز پڑھانی شروع کر دیا۔ اور میں نے جو یہ سمجھ رکھا تھا کی اب ساری زندگی کرسی پر بیٹھ کر ہی نمازوں کی ادائیگی ہو گی۔ اللہ تعالی کا ہزار ہزار شکر ہے کہ کرسی پر بیٹھے بغیر با قاعدہ نمازیں پڑھ اور پڑھا رہا ہوں۔

(روزنامہ الفضل 28 اکتوبر 2005)

ذاتی تربیت اور عملی اصلاح

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

''کئی دوستوں نے تو جا کر تہجد کی نماز بھی پڑھانی شروع کر دی۔ غرض عملی طور پر بہت سے فائدہ پہنچے کیونکہ جو شخص وقف عارضی پر باہر سے آنے والا ہے وہ سارا دن یا دعا کر رہا ہو گا یا دین کی باتیں کر رہا ہو گا وہ عقائد کے متعلق باتیں کر رہا ہو گا یا خدا تعالی کی ذات اور اس کی صفات کے متعلق باتیں کر رہا ہو گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو دینی خزائن ہمارے ہاتھ میں رکھے ہیں وہ ان کے متعلق باتیں کر رہا ہو گا۔ قرآن کریم کی اس تفسیر اور نہایت ہی حسین تفسیر کے متعلق باتیں کر رہا ہو گا جو مہدی محمد کے طفیل ہمارے ہاتھ میں رکھی گئی ہے۔

(خطبہ جمعہ 28 جنوری 1977 بحوالہ خطبات ناصر جلد ہفتم ص 21)

مکرمہ اسماء بزمی سکردو پاکستان سے تحریر کرتی ہیں: وقف سے اپنی اصلاح کی طرف توجہ پیدا ہوئی اور بہت ساری تربیتی باتوں کی دہرائی اور یاد دہانی ہوئی۔

(روزنامہ الفضل 14 ستمبر 2015)

مکرم شیخ محمد نعیم الدین صاحب فیصل آباد پاکستان تحریر کرتے ہیں:

''وقفِ عارضی میں با قاعدگی سے نماز تہجد تلاوت قرآن کریم اور مطالعہ کتب کا موقعہ ملا۔ خصوصی طور پر اپنی تربیت کا موقع ملا۔ جن احباب سے ملاقات کی، تمام خندہ پیشانی سے ملے۔

(روزنامہ الفضل 15 جون 2015)

دعوت الی اللہ کے مواقع

مکرم میاں سجاد احمد صاحب ربوہ لکھتے ہیں:

''دوران وقفِ عارضی بطور خاص دعوت الی اللہ کا بھی موقع ملا۔ خصوصی رابطوں، زیارت مرکز اور دعا سے دعوت الی اللہ جاری رکھی۔ ایک صاحب جو پہلے سے زیر تبلیغ تھے۔ دوران وقفِ عارضی قبول حق کے لئے تیار ہو گئے۔ اس طرح اللہ تعالی نے ایک پھل بھی عطاء فرمایا۔''

(روزنامہ الفضل 15 جون 2015)

حقیقی خوشی وقف عارضی میں ہے

ایک صاحب نے وقف عارضی کا عرصہ گزارنے کے بعد حضور انور کی خدمت میں لکھا:

''سیدی۔ عاجز کی شادی کو زیادہ عرصہ نہیں ہوا اور تاریخ بارات کے روز جو خوشی ہوئی تھی وہ وقف عارضی کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی قلبی بشاشت کے مقابلہ میں حقیر ترین ہو گئی۔ الحمدللہ زبان پر یہ شعر آ رہا تھا۔

اس جہاں کو چھوڑنا ہے تیرے دیوانوں کا کام
نقد پا لیتے ہیں وہ اور دوسرے امیدوار

خیال آتا تھا کہ وہ مبارک لوگ کس قدر اللہ تعالی کے فضلوں کے مورد ہیں جنہوں نے ساری زندگی دین کے لئے قربان کی ہوئی ہے۔''

(الفضل 31 مارچ 1967)

وقف عارضی ازدیاد ایمان کا باعث

مکرم احسان احمد خان صاحب ربوہ نے لکھا: ''یہ خدا تعالی کا احسان ہے کہ اس نے وقف میں اس قدر برکات رکھی ہیں کہ انسان کی محدود سوچ اس کا عشر عشیر کا بھی احاطہ نہیں کر سکتی۔ خاکسار نے خود ہر روز اس کے نظارے دیکھے۔ واقف اپنے اندر خدا سے تعلق استوار کرنے کے ساتھ ساتھ اور بہت سے فیوض حاصل کرتا ہے۔ لوگوں سے جو عزت اور پذیرائی کا سلوک دیکھا جاتا ہے تو دل خدا تعالی کی حمد سے بھر جاتا ہے۔

(روزنامہ الفضل 15 جون 2015)

اللہ تعالی تمام ابنائے جماعت ہائے احمدیہ کو ان بابرکت تحریکات پر لبیک کہتے ہوئے خدائی انعامات کا وارث بننے کی توفیق دے اور خدا کی راہ میں زندگیاں وقف کر کے قرآن کریم کو پڑھنے اور پڑھانے اور خدائی احکامات پر کما حقہ عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

......☆......☆......☆......

❁ اِس زمانہ میں بجز قرآن شریف کے کوئی ایسی کتاب جو الہامی سمجھی جاتی ہے صفحہ زمین پر پائی نہیں جاتی جو خدا تعالیٰ کو تمام صفات کاملہ سے متصف اور تمام عیوب اور نقصانوں سے پاک سمجھتی ہو۔ (چشمہ معرفت صفحہ 107)

❁ قرآن شریف اِسی وجہ سے ہر ایک دھوکہ دہی کی بات سے محفوظ ہے کہ اُس نے خدا تعالیٰ کے ایسے طور سے صفات بیان کئے ہیں جن سے توحید باری تعالیٰ شرک کی آلائش سے بکلّی پاک رہتی ہے۔ (چشمہ معرفت صفحہ 113)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے ترجمہ قرآن کی امتیازی خصوصیات

(نیاز احمد نائک، استاذ جامعہ احمدیہ قادیان)

قرآن کریم ایک لاثانی آسمانی صحیفہ ہے۔ ہر دور میں ضرورت و احتیاج کے مطابق اس کے حقائق و معارف کھلتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ایسے مطہر وجودوں کو مبعوث فرماتا ہے جو قرآن کریم کے دقائق و حقائق، اسرار و رموز اور روحانی نکات بیان کر کے اس کتاب کے منجانب اللہ ہونے پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہیں۔

اس دور آخر میں اللہ تعالیٰ نے امام آخر الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قرآن کریم کے حقیقی معانی و مطالب اور عرفان سے آگاہ فرمایا۔ آپؑ نے قرآنی علوم و معارف کا ایک دریا بہا دیا۔ انہی آسمانی علوم سے سیراب ہو کر ذہنوں کو وہ جلا ملی جو خلفائے احمدیت کے تراجم اور تفاسیر قرآن میں نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ تاہم 'ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است' کے مطابق حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے ترجمہ و تفسیر کا رنگ الگ ہے اور حضرت مصلح موعودؓ خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ترجمہ و تفسیر کی شان الگ ہے جو حضورؓ کی شاہکار تفسیر صغیر اور تفسیر کبیر میں نمایاں ہے۔

اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے تفسیری نکات ایک منفرد رنگ رکھتے ہیں۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جو قرآنی نکات آجکل بیان فرما رہے ہیں وہ آپ کے خلیفۃ اللہ ہونے کی بین دلیل ہے اور قرآن کریم کی حفاظت معنوی کے تئیں وعدہ الٰہی کا شاندار ایفاء۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے قرآن کریم کا جو بامحاورہ ترجمہ فرمایا وہ آپ کے وسیع مطالعہ، غور و فکر اور سالہا سال کی محنت شاقہ کا نتیجہ ہے۔ اور اس بات کا بین ثبوت ہے کہ قرآنی معارف اس دور میں خلفائے احمدیت پر ہی حقیقی رنگ میں کھلتے ہیں۔ اس ترجمہ قرآن کی خاصیت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ:

''حتی المقدور یہ کوشش کی گئی کہ قرآن کریم کا ایک ایسا ترجمہ تیار ہو جائے جو اپنے رنگ میں تفسیر کا بھی قائمقام ہو تاکہ غور کرنے والے اس میں سے مطالب نکال سکیں۔''
(قرآن کریم اردو ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع، صفحہ V)

اس ترجمۃ القرآن کے ناشر محترم سید عبدالحی ء صاحب ناظر اشاعت صدر انجمن ربوہ کے تاثرات سے اس ترجمۃ القرآن کی اہمیت و افادیت بخوبی ظاہر ہوتی ہے۔ آپ اس ترجمۃ القرآن کے تعارف میں کچھ یوں رقم طراز ہیں:

''یہ ترجمہ آسان، سلیس اور عام فہم ہونے کے باوجود اپنے اندر ایک ندرت رکھتا ہے۔ اس ترجمہ میں اس بات کا خصوصی اہتمام کیا گیا ہے کہ یہ ترجمہ قرآن کریم کے متن کے بالکل مطابق ہو۔ اور کسی صورت میں بھی یہ متن سے تجاوز نہ کرے۔ اس سلسلہ میں اتنی احتیاط برتی گئی ہے کہ اگر متن کے الفاظ کا اردو میں ترجمہ کرنے سے مفہوم واضح نہ ہوتا ہو تو ترجمہ کے ابلاغ اور سلاست کیلئے جو وضاحتی الفاظ ترجمہ میں شامل کئے گئے ہیں انہیں قرآن کریم کے تقدس کے پیش نظر بریکٹ میں رکھا گیا ہے تاکہ پڑھنے والے پر یہ امر واضح رہے کہ اصل عربی متن کا ترجمہ نہیں بلکہ مترجم کے الفاظ ہیں۔ اس لحاظ سے یہ ایک قسم کا لفظی ترجمہ ہے لیکن اس کے باوجود رواں، سلیس اور اردو زبان کے رائج الوقت محاورہ کے بھی عین مطابق ہے...... علوم جدیدہ کے انکشافات کی روشنی میں اس دائمی کتاب کے ایک ایک لفظ کو دوبارہ سمجھنے کی شعوری کوشش کی گئی ہے اور جن مقامات پر بھی عربی لغت اور قواعد صرف و نحو نے اجازت دی ہے وہاں سابقہ تراجم کے بجائے بالکل نئے اور اچھوتے معنی اختیار کئے گئے ہیں۔'' (ماخوذ از ''تعارف'' ترجمۃ القرآن حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا یہ ترجمہ قرآن سائنسی علوم، دیگر علوم جدیدہ اور رائج الوقت معنی سے ہٹ کر نئے معانی کی موجودگی کے اعتبار سے ایک انفرادیت رکھتا ہے۔ ذیل میں چند ایسی مثالوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو سائنسی علوم پر مشتمل ہیں۔

آیت کریمہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسۡتَحۡیٖۤ اَنۡ یَّضۡرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوۡضَۃً فَمَا فَوۡقَہَا ...... کا عموماً یہ ترجمہ کیا جاتا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نہیں شرماتا کہ وہ مچھر کی مثال بیان کرے یا اس سے بھی کمتر (ذی روح) کی مثال۔''

اگرچہ یہ ترجمہ بھی لغت عربی کے مطابق ہے لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اس کے حسب ذیل منفرد معنی اختیار فرمائے ہیں:

چنانچہ حضور فرماتے ہیں:

''فما فوقھا سے مراد ہے کہ مچھر جو چیز اٹھائے ہوئے ہے، جو اس کے اوپر ہے اور وہ ملیریا کے جراثیم ہیں۔ دنیا میں سب سے زیادہ لوگ ملیریا سے پیدا ہونے والی بیماریوں سے مرتے ہیں۔ ''اللہ نہیں شرماتا'' سے مراد یہ ہے کہ اس موقع پر شرمانے کی قطعا کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ بہت ہی اعلیٰ مثال ہے۔''

(۲) جنت کے ذکر میں بہت سے مقامات پر ''تجری من تحتھا الانھار'' کے الفاظ آتے ہیں۔ عربی الفاظ کی مناسبت سے ان الفاظ کا اردو میں عموماً یہ ترجمہ کیا جاتا ہے:

''ان (جنتوں) کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔''

مگر اس سے اردو پڑھنے والے کے ذہن میں یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ باغوں کے نیچے نہریں بہنے کا کیا مطلب ہے۔ کیا وہ زمین دوز نہریں ہیں۔ حالانکہ عربی میں ''تحت'' کے لفظ کا اردو ترجمہ ''نیچے'' کے علاوہ ''نچلی طرف'' یا ''دامن میں'' بھی ہو سکتا ہے۔ قرآن کریم میں اس مفہوم کی مثال سورہ مریم میں بھی آتی ہے۔ جس میں حضرت مریم کو مخاطب کرتے ہوئے فرشتہ کہتا ہے کہ ''قد جعل ربک تحتک سریا'' جس کا مطلب فلسطین کی پہاڑی سرزمین کے تناظر میں یہ بنتا ہے کہ تیرے رب نے تیرے نچلی جانب ایک چشمہ جاری فرمایا ہے۔ چنانچہ حضور نے ترجمہ کی اس مشکل کے پیش نظر ''تجری من تحتھا الانھار'' کا ترجمہ ''ان کے دامن میں نہریں بہتی ہیں'' فرمایا ہے۔

(۳) قرآن کریم میں شجرہ نار کا ذکر کئی جگہ پر آیا ہے عام طور پر اس کے معنی یہ کئے جاتے ہیں کہ درخت لکڑی پیدا کرتا ہے اور لکڑی سے آگ بنتی ہے جو بنی نوع انسان کے لئے ایک روزمرہ کی ضرورت ہے۔ لیکن حضور نے اپنے ترجمۃ القرآن میں اس کا ترجمہ ''شجر (نما شعلہ) کے کئے۔ آگ اپنی ذات میں حرارت تو پیدا کرتی ہے جس کی انسان کو ہر قدم پر ضرورت ہے لیکن آگ کی ایک خاصیت اس میں شعلہ کا بننا ہے۔ اس سے شعلہ زن آگ جہاں درخت سے مشابہ ہو جاتی ہے وہاں اسکی خصوصیت کی بنا پر ہی آج کل سفر اور نقل و حمل میں کام آنے والی ایجادات مثلاً جیٹ انجن اور راکٹ وغیرہ میں کام کرتے ہیں۔ اس نکتہ کو سامنے رکھ کر ہی قرآن کریم کی آیت...... کا ایک نیا مفہوم ہم پر کھلتا ہے کہ شجرہ نار مسافروں کے لئے ایک تحفہ قدرت ہے جس سے ان کے سفر آسان اور تیز رفتار ہو گئے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے ترجمۃ القرآن میں ہر سورۃ سے پہلے اس سورۃ میں بیان شدہ مضامین کا اجمالاً ذکر فرمایا

- مَنۡ خَرَجَ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ فَقَدۡ خَرَجَ مِنَ الۡاِیۡمَانِ۔ (مواہب الرحمٰن صفحہ 68)
- لَا کِتَابَ لَنَا مِنۡ دُوۡنِ الۡقُرۡاٰنِ وَکُلُّ مَنۡ خَالَفَہٗ فَقَدۡ جَرَّ نَفۡسَہٗ اِلَی اللَّظٰی۔ (مواہب الرحمٰن صفحہ 69)
- قَدۡ ہَلَکَ مَنۡ تَرَکَ الۡقُرۡاٰنَ وَعَادٰی اَہۡلَہٗ وَقَلٰی۔ (خطبہ الہامیہ صفحہ 68)
- لَا تَتۡرُکُوا الۡفُرۡقَانَ اِنَّہٗ کِتَابٌ یُسۡئَلُ عَنۡہُ اِنۡسٌ وَجَآنٌّ۔ (اعجاز المسیح صفحہ 178)

ہے اور قرآنی آیات سے استنباط کرتے ہوئے کئی سائنسی مضامین کو بیان کیا ہے۔ ان میں سے نموتاً چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

سورۃ الھمزہ میں ایٹمی آگ کا ذکر:

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے سورۃ الھمزہ کی آیت نمبر ۵ میں مذکور حطمہ کی تشریح کرتے ہوئے آئندہ ہونے والے ایک سائنسی ایجاد کی پیشگوئی کے مذکور ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔

كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ○ وَمَآ أَدْرٰكَ مَا الْحُطَمَةُ ○ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ○ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ○ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ○ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ○

''خبردار وہ ضرور حطمہ میں گرایا جائے گا۔ اور تجھے کیا بتائے کہ حطمہ کیا ہے؟ وہ اللہ کی آگ ہے بھڑکائی ہوئی جو دلوں پر لپٹے گی۔ یقیناً وہ ان کے خلاف بند رکھی گئی ہے۔ ایسے ستونوں میں جو کھینچ کر لمبے کئے گئے ہیں۔''

اس آیت میں مذکور عظیم الشان پیشگوئی کی وضاحت کرتے ہوئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''یہ سوال طبعی طور پر اٹھتا ہے کہ چھوٹے سے ذروں میں آگ کیسے بند کی جا سکتی ہے؟ لازماً اس میں آگ کا ذکر ہے جو ایٹم میں بند ہوتی ہے اور لفظ حطمہ اور ایٹم (atom) میں صوتی مشابہت ہے۔ یہ وہ آگ ہے جو دلوں پر لپکے گی اور ان پر لپکنے کیلئے ایسے ستونوں میں بند کی گئی ہے جو کھینچ کر لمبے ہو جائیں گے۔

یہ ساری سورۃ انسان کو سمجھ ہی نہیں آسکتی جب تک اس ایٹمی دور کے حالات اس پر روشن نہ ہوں۔ وہ ایٹمی مادہ جس میں یہ آگ بند ہے وہ پھٹنے سے پہلے عمد ممدۃ کی شکل اختیار کرتا ہے یعنی بڑھتے ہوئے اندرونی دباؤ کی وجہ سے پھیلنے لگتا ہے اور اس کی آگ انسانوں کے بدن جلانے سے پہلے ان کے دلوں پر لپکتی ہے اور انسانوں کی حرکت قلب بند ہو جاتی ہے۔ تمام سائنس دان گواہ ہیں کہ بالکل یہی واقعہ ایٹم بم پھٹنے سے رونما ہوتا ہے۔ اس کے آتش گیر مادہ کے پہنچنے سے پہلے پہلے نہایت طاقتور ریڈیائی لہریں دلوں کی حرکت بند کر دیتی ہے۔''

علم آثار قدیمہ کا ذکر:

سورۃ العادیات کی آیت نمبر 10، 11 کا ترجمہ کرتے ہوئے حضور انور نے اس میں بیان شدہ علم آثار قدیمہ کا ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے۔

اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ○ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ○

پس کیا وہ نہیں جانتا کہ جب اسے نکالا جائے گا جو قبروں میں ہے؟ یقیناً ان کا رب اس دن ان سے پوری طرح باخبر ہوگا۔

''ان آیات میں آخری زمانہ کی ترقیات کی پیشگوئیاں ہیں۔ بعثر مافی القبور سے مراد یہ ہے کہ زیر زمین دفن شدہ قوموں کے حالات معلوم کئے جائیں گے۔ اس میں علم آثار قدیمہ (ARCHAEOLOGY) کی غیر معمولی ترقی کی پیشگوئی ہے جو فی زمانہ ہماری آنکھوں کے سامنے پوری ہو رہی ہے۔ ماہرین آثار قدیمہ ہزاروں سال پہلے گزری ہوئی قوموں کے حالات ان کے آثار کے ذریعہ حیرت انگیز طور پر دریافت کر لیتے ہیں۔

حصل مافی الصدور اس زمانہ میں سائیکاٹری میں اس بات پر بہت زور دیا گیا ہے کہ نفسیاتی مریض تب تک ٹھیک نہیں ہو سکتا جب تک اس کے دل کے حالات معلوم نہ کئے جائیں۔ اسے نیم بیہوشی کا ٹیکہ دے کر ڈاکٹر جو سوال کرتا ہے اس سے اس کے سینہ کے سارے راز اگلوائے جاتے ہیں۔''

(قرآن کریم اردو ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ 1203)

سرسبز درختوں سے آگ کا ذکر:

سورۃ یٰس کی آیت نمبر 81 میں ذکر ہے کہ خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے سرسبز درختوں سے آگ بنادی۔ اس تعلق سے حضورؒ نے اپنے ترجمۃ القرآن کے صفحہ 772 میں فرمایا کہ:

''آیت نمبر 81 میں سرسبز درخت سے آگ نکالنے کا جو مفہوم بیان فرمایا گیا ہے اس سے لوگ سمجھتے ہیں کہ سرسبز درخت جب خشک ہو جاتا ہے تو پھر اس سے آگ پیدا ہو سکتی ہے۔ یہ مضمون اپنی جگہ درست ہے لیکن واقعۃً سرسبز درختوں سے بھی جبکہ وہ سرسبز ہوں آگ پیدا ہو سکتی ہے اور ہوتی رہتی ہے۔ چنانچہ علم نباتات کے ماہرین بتاتے ہیں کہ چیڑ کے درختوں کے پتے جب تیز ہواؤں میں ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں تو اس مسلسل عمل کے نتیجہ میں ان میں آگ لگ جاتی ہے اور بہت بڑے جنگل اس آگ کی وجہ سے تباہ ہو جاتے ہیں۔''

کائنات کی ہر چیز کا جوڑا ہے:

سورۃ یٰس کی آیت نمبر 37 میں اس بات کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے جوڑے پیدا کئے ہیں۔ اس تعلق سے حضورؒ اپنے ترجمۃ القرآن کے صفحہ 771 میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''نزول قرآن کے زمانہ میں تو عربوں کے نزدیک نر اور مادہ کی صورت میں صرف کھجوروں کے جوڑے ہوا کرتے تھے اور کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف ہر قسم کے پھلوں کے پودوں کو جوڑا جوڑا بنایا ہے بلکہ آیت نمبر 37 یہ دعویٰ کرتی ہے کہ کائنات کی ہر چیز جوڑا جوڑا ہے۔ آج کی سائنس نے اسی حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے یہاں تک کہ مادہ کے اور ایٹمز (atoms) کے بھی اور sub-atomic ذرّات کے بھی جوڑے جوڑے ہیں۔ غرض یہ کہ جوڑوں کا مضمون ایک لامتناہی مضمون ہے اور توحید کے مضمون کو سمجھنے کے لئے اس مضمون کا سمجھنا ضروری ہے۔ صرف کائنات کا خالق ہی ہے جس کو جوڑے کی ضرورت نہیں ورنہ سب مخلوق جوڑے کی محتاج ہے۔''

تمام اجرام فلکی کا اپنے مدار کے گرد گھومنا:

حضورؒ سورۃ یٰس کی آیت نمبر ۳۹ تا ۴۱ میں بیان شدہ علم فلکیات کے تعلق سے فرماتے ہیں کہ:

''ان آیات میں اجرام فلکی کے متعلق ایسی باتیں بیان کی گئیں ہیں جن تک عرب کے ایک اُمّی کا تصور بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ چاند اور سورج کے باہم نہ مل سکنے کے متعلق تو روزمرہ کا مشاہدہ بتاتا ہے لیکن چاند چھوٹا کیوں ہو جاتا ہے اور پھر بڑا بھی ہوتا رہتا ہے۔ اس کا گردش سے تعلق ہے۔ مزید یہ بات بیان فرمائی گئی ہے کہ سورج بھی ایک اجل مسمّٰی کی طرف حرکت کر رہا ہے۔ اس کا ایک معنی تو یہ ہے کہ سورج بھی ایک وقت اپنی مقررہ عمر کو پہنچ کر ختم ہو جائے گا اور ایک معنی جو آجکل ماہرین فلکیات نے معلوم کیا ہے وہ یہ ہے کہ سورج اپنے سارے اجرام کے ساتھ ایک سمت میں حرکت کر رہا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ساری کائنات مجموعی طور پر حرکت کر رہی ہے۔ ورنہ ایک سیارے کا دوسرے سے ٹکراؤ ہو جانا چاہئے تھا۔ باوجود اس کے پوری کائنات متحرک ہے ان اجرام فلکی کے آپس کے فاصلے اتنے ہی رہتے ہیں۔ یہ ماہرین فلکیات کی تازہ ترین دریافتوں میں سے ہے جس سے ضمناً یہ ثابت ہوتا ہے کہ کوئی اور نامعلوم کائنات بھی ہے جس کی کشش کے ساتھ یہ اس کی جانب متحرک ہے۔''

(قرآن کریم اردو ترجمہ صفحہ 777)

کائنات کی عمر:

سورۃ المعارج کی آیت نمبر ۵ کا ترجمہ حضور نے ان الفاظ میں کیا ہے ''فرشتے اور روح اس کی طرف ایک ایسے دن میں صعود کرتے ہیں جس کی گنتی پچاس ہزار سال ہے۔''

اس کی تشریح کرتے ہوئے حضور فرماتے ہیں:

''اب پچاس ہزار سال میں صعود کرنے کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ اول: ظاہراً پچاس ہزار سال۔ اگر یہ معنی لئے جائیں تو اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ دنیا میں ہر پچاس ہزار سال کے بعد ایسی موسمی تبدیلی واقع ہوتی ہے کہ ساری زمین برفانی تودوں سے ڈھک جاتی ہے اور پھر از سرنو تخلیق کا آغاز ہوتا ہے۔

دوسرے یہ قابل توجہ بات ہے کہ یہاں مِّمَّا تَعُدُّوْنَ نہیں فرمایا۔ قرآن کریم کی ایک دوسری آیت جس میں ایک ہزار سال کا ذکر ہے، وہ اس کے ساتھ ملا کر پڑھی جائے تو مطلب یہ بنے گا کہ جو تم لوگوں کی گنتی ہے اسکے اگر ایک ہزار سال شمار کئے جائیں تو اللہ تعالیٰ کا ہر دن اُس ایک ہزار سال کے برابر ہوگا۔ اور اگر ہر دن کو ایک سال کے دنوں سے ضرب دی جائے

اگر قرآن پر کوئی قاضی ہے تو وہ خود قرآن ہے

ہم حدیث کو خادم قرآن اور خادم سنت قرار دیتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ آقا کی شوکت خادموں کے ہونے سے بڑھتی ہے۔ قرآن خدا کا قول ہے اور سنت رسول اللہ کا فعل۔ اور حدیث سنت کیلئے ایک تائیدی گواہ ہے۔ نعوذ باللہ یہ کہنا غلط ہے کہ حدیث قرآن پر قاضی ہے۔ اگر قرآن پر کوئی قاضی ہے تو وہ خود قرآن ہے۔ حدیث جو ایک ظنی مرتبہ پر ہے قرآن کی ہرگز قاضی نہیں ہو سکتی۔ صرف ثبوت مؤید کے رنگ میں ہے۔ (روحانی خزائن جلد 19، کشتی نوح صفحہ 62)

اور پھر اس کو پچاس ہزار سال کے دنوں سے ضرب دی جائے تو جو اعداد بنتے ہیں وہ اللہ کے دنوں کی مدت کی تعیین کرتے ہیں۔ پس اس حساب سے اگر پچاس ہزار سال سے جو اللہ تعالیٰ کے دن ہیں اُسے ضرب دی جائے تو اٹھارہ سے بیس ملین سال بن جائیں گے جو سائنس دانوں کے نزدیک کائنات کی عمر ہے

365X50000X1000

18,250,000,000=

عرش کی تشریح:

والملك على ارجئها

''اور فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے اور اس دن تیرے رب کا عرش اُن سب سے اُوپر آٹھ (اوصاف) اُٹھائے ہوئے ہوں گے۔''

اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے حضور نے فرمایا:

''اس آیت سے کسی کو یہ گمان نہ گزرے کہ فرشتوں کو گویا کوئی مادی طاقت حاصل ہے جس سے انہوں نے اللہ کے عرش کو اُٹھایا ہوا ہے۔ عرش تو کوئی مادی چیز نہیں جسے اُٹھانے کیلئے مادی طاقت کی ضرورت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کو اُٹھائے ہوئے ہے یعنی ہر چیز اسی کے سہارے قائم ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ عرش اللہ تعالیٰ کے تنزہ اور تقدس کے مقام کا نام ہے اور اس کے وراء الوراء ہونے کی حالت ہے۔ سورۃ الفاتحہ میں مذکور چار صفات الٰہیہ یعنی ربّ، رحمٰن، رحیم اور مالک یوم الدین کو چار فرشتوں سے موسوم کیا گیا ہے۔ یہ چاروں صفتیں ہیں جو اس کے عرش کو اُٹھائے ہوئے ہیں۔ یعنی اس کے پوشیدہ وجود کا ان صفات کے ذریعہ سے اس دنیا میں پتہ لگتا ہے اور یہ معرفت عالم آخرت میں دو چند ہو جائے گی۔ گویا بجائے چار کے آٹھ فرشتے ہو جائیں گے۔'' (چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۲۷۹، منقول از قرآن کریم معہ اردو ترجمہ صفحہ 1068)

جینیٹک انجینئرنگ کی ایک مثال سورۃ حٰم سجدہ میں

وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ○

سورہ حٰم سجدہ کی آیت نمبر ۲۳ کا ترجمہ حضور نے اس طرح کیا ہے ''اور تم (اِس سے) چُھپ نہیں سکتے تھے کہ تمہارے خلاف تمہاری سماعت گواہی دے اور نہ تمہاری نظریں (گواہی دیں) اور نہ تمہاری جلدیں۔ لیکن تم یہ گمان کر بیٹھے تھے کہ اللہ کو تمہارے بہت سے اعمال کا علم ہی نہیں ہے۔

اس آیت میں جلدوں کی شہادت کے تعلق سے حضور رحمہ اللہ اپنے ترجمہ قرآن میں فرماتے ہیں:

''ان آیات میں قیامت کے دن مجرموں کے خلاف جن شہادتوں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سب سے پہلے تعجب انگیز شہادت جِلد کی شہادت ہے۔ اُس زمانے میں تو جِلد کی شہادت کی سمجھ نہیں آسکتی تھی مگر فی زمانہ حیوانات کے ماہرین نے قطعی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ انسان کی ظاہری اور اندرونی شکل و شبہات سب سے زیادہ جلد کے ہر خلیہ میں مرتسم کر دی گئی ہے۔ یہاں تک کہ اگر کروڑوں سال پہلے کا کوئی جانور اس طرح مدفون ہو کر اسکی جلد کے خلیے محفوظ رہیں تو ان میں سے صرف ایک خلیہ سے ہی بالکل ویسے ہی جانور کی ازسر نو تخلیق کی جاسکتی ہے۔ جینیٹک انجینئرنگ کے ذریعہ جلد کے خلیوں سے بھیڑوں یا انسانوں کی تخلیق کا عمل بھی اسی قرآنی شہادت کو ثابت کرتا ہے۔''

(قرآن کریم معہ اردو ترجمہ صفحہ 852)

تین اندھیرں میں پیدائش کا ذکر:

سورۃ الزمر کی آیت ۷ میں انسانی پیدائش کا تین اندھیروں میں ہونے کا ذکر ملتا ہے۔ آیت اور اس کا ترجمہ یہ ہے:

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ○

اس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا پھر اسی میں سے اس نے اس کا جوڑا بنایا۔ اور اس نے تمہارے لئے چوپایوں میں سے آٹھ جوڑے نازل کئے۔ وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں تین اندھیروں میں ایک خلق کے بعد دوسری خلق عطا کرتے ہوئے پیدا کرتا ہے۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا رب۔ اسی کی بادشاہی ہے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ پس تم کہاں الٹے پھرائے جاتے ہو؟

ان تین اندھیروں کی وضاحت کرتے ہوئے حضور اپنے ترجمہ قرآن میں فرماتے ہیں:

''جب انسان ماں کے رحم میں بطور جنین اپنی ترقی کی منازل طے کرنے لگا تو وہ جنین تین اندھیروں میں چھپا ہوا تھا۔ پہلا اندھیرا ماں کے پیٹ کا اندھیرا ہے جس نے رِحم کو ڈھانکا ہوا ہے۔ دوسرا اندھیرا خود رِحم کا اندھیرا ہے جس میں جنین پرورش پاتا ہے۔ تیسرا اس پلیسنٹا (placenta) کا اندھیرا ہے جو رحم مادر کے اندر جنین کو سمیٹے ہوئے ہوتا ہے۔''

(قرآن کریم معہ اردو ترجمہ صفحہ 813)

کائنات کی خبریں معلوم کرنے کی پیشگوئی:

سورۃ الصّٰفّٰت کی آیت نمبر ۷ تا۹ کا ترجمہ حضور نے اس طرح کیا ہے ''یقیناً ہم نے نزدیک کے آسمان کو ستاروں کے ذریعہ ایک زینت بخشی۔ اور (یہ) حفاظت کے طور پر ہے ہر دھتکارے ہوئے شیطان سے۔ وہ ملاء اعلیٰ کی باتیں نہیں سن سکیں گے اور ہر طرف سے پتھراؤ کئے جائیں گے۔ ان آیات کی تشریح میں حضور فرماتے ہیں:

''ان آیات میں کائنات کے ظاہری نظام کا بھی ذکر ہے کہ کس طرح زمین کی فضا زمین پر ہمیشہ برسنے والے meteors کو فضا ہی میں جلا کر خاک کر دیتی ہے اور اس کے جلنے سے پیچھے ایک شعلہ دور تک لپکتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی فرمایا گیا کہ ایک زمانے میں انسان کائنات کی خبریں لینے کی کوشش کریگا جس کا کوئی واہمہ بھی اس زمانہ میں نہیں ہوسکتا تھا۔ لیکن محفوظ راکٹوں میں سفر کرنے والے ان انسانوں پر ہر طرف سے پتھراؤ کیا جائے گا اور یہ سماء الدنیا سے آگے نہیں بڑھ سکتے۔ صرف نزدیک کے آسمان تک پہنچنے میں کسی حد تک کامیاب ہو سکتے ہیں۔''

فرشتوں کے دو دو، تین تین، چار چار پر ہونے کا مطلب:

اس تعلق میں پہلے سورہ فاطر کی آیت نمبر 2 اور اس کا ترجمہ پیش ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ؕ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ○

''کامل تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ فرشتوں کو دو دو، تین تین، چار چار، (یعنی طاقتوں) والے پیغامبر بنانے والا ہے۔ وہ خَلق میں جو چاہتا ہے اضافہ کرتا ہے۔ یقیناً اللہ ہر چیز پر جسے وہ چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے۔''

اس آیت میں فرشتوں کے پر ہونے کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے حضورؒ فرماتے ہیں:

''آیت نمبر ۲ میں ان فرشتوں کا ذکر ہے جو دو دو اور تین تین اور چار چار پَر رکھتے ہیں۔ اس سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ فرشتوں کے کوئی ظاہری پَر ہوتے ہیں بلکہ مادہ کی چار بنیادی valencies کا ذکر ہے جس کے نتیجہ میں تمام کیمیاوی کرشمے رونما ہوتے ہیں۔ خصوصاً خدا پرست سائنس دان اس طرف متوجہ کرتے ہیں کہ کاربن کی چار valencies کے دوسرے مادوں سے کیمیاوی ردّ عمل کے نتیجہ میں وہ زندگی وجود میں آئی جسے سائنس دان carbon based life کہتے ہیں۔ قرآن کریم کی اس آیت میں یہ ذکر فرما دیا گیا کہ اس سے زیادہ پَروں والے فرشتے بھی موجود ہیں جن کو تم اس وقت نہیں جانتے اور ان کے اثر کے تابع بہت سے عظیم الشان کیمیاوی تغیرات وجود میں آئیں گے جن کا اس وقت کا انسان تصور بھی نہیں کرسکتا۔ (قرآن کریم معہ اردو ترجمہ صفحہ 759)

کلوروفل کا انسانی پیدائش سے تعلق:

سورۃ الانعام کی آیت نمبر 100 میں بیان فرمودہ انسانی پیدائش کے تعلق سے ایک

قرآن شریف وہ کتاب ہے جو تمام ملکوں کا باہمی رشتہ قائم کرنے کے لئے آئی ہے

جس جس زمانہ میں یہ کتاب مختلف ممالک میں پہنچے اُن کا فرض ہوگا کہ اُس کو قبول کریں اور اُس پر ایمان لاویں

خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت نے تقاضا فرمایا کہ ہر ایک قوم کے لئے جدا جدا رسول اور الہامی کتابیں دی جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور پھر جب نوع انسان نے دُنیا کی آبادی میں ترقی کی اور ملاقات کے لئے راہ کھل گئی اور ایک ملک کے لوگوں کو دوسرے ملک کے لوگوں کے ساتھ ملاقات کرنے کے لئے سامان میسّر آگئے اور اس بات کا علم ہو گیا کہ

عظیم الشان مضمونکی وضاحت کرتے ہوئے حضورؒفرماتے ہیں۔

’’آیت ۹۶ سے شروع ہونے والے رکوع میں ایک بہت ہی عظیم الشان آیت اس مضمون پر مشتمل ہے کہ سبزے سے ہر قسم کے تہہ بہ تہہ بیج پھوٹتے ہیں اور پھر ہر قسم کے ثمرات اُگتے ہیں۔ان ثمرات کے پکنے کے نظام پر غور کرو۔وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان رکھتے ہیں،ان کے لئے اس میں بے شمار نشانات ہیں۔

سبزہ کلوروفل (chlorophyll) سے بنتا ہے جو اپنی ذات میں ایک عظیم الشان نشان ہے جس میں سائنس دانوں کو کوئی بھی ارتقائی منازل دکھائی نہیں دیں۔یہ ایک بہت ہی پیچیدہ کیمیاوی مادہ ہے جو ہر دوسرے کیمیاوی مادہ سے زیادہ پیچیدہ ہے اور زندگی کے آغاز پر ہی کلوروفل کی ضرورت پیش آتی ہے جس سے انسان پیدا ہوا۔اس وقت کلوروفل کن ارتقائی منازل سے گزر کر پیدا ہوا،یہ سوال ابھی تک لا ینحل ہے۔اور خاص طور پر قابل توجہ امر یہ ہے کہ کلوروفل نور سے زندگی بناتا ہے اور آگ سے نہیں ۔وہی نور کا مضمون کہ اس زمین و آسمان میں کیا کیا انقلابات برپا کئے ہیں اس سورۃ کے آخر پر اپنے معراج کو پہنچ جاتا ہے۔‘‘

اضافیت (RELATIVITY) کا تصور:

حضورؒ نے سورۃ الحدید کی آیت 22 سے استنباط کرتے ہوئے قرآن کریم میں اضافیت کے مضمون کے موجود ہونے کا ذکر فرمایا ہے آیت اور اس کا ترجمہ اس طرح ہے چنانچہ حضورؒفرماتے ہیں۔

’’پھر اسی سورۃ میں یہ عظیم الشان آیت ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے یہ بات روشن فرمادی تھی کہ جنت اور جہنم کا ظاہری تصور درست نہیں۔چنانچہ آیت کریمہ نمبر ۲۲ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اس کی اس جنت کی طرف پیش قدمی میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرو جس جنت کی وسعت زمین و آسمان پر محیط ہے۔جب آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی تو ایک صحابی نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ !اگر جنت ساری کائنات پر پھیلی ہوئی ہے جہنم کہاں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ بھی وہیں ہوگی۔یعنی اسی کائنات کی وسعتوں میں موجود ہوگی جس میں جنت ہے لیکن تمہیں اس بات کا شعور نہیں ہے کہ یہ کیسے ہوگا۔ایک ہی جگہ جنت اور جہنم بس رہے ہیں۔اور ایک دوسرے سے تعلق بھی نہیں۔اس سے واضح طور پر ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس زمانہ میں ایک RELATIVITY کا تصور عطا فرمایا گیا تھا یعنی ایک ہی جگہ میں ہوتے ہوئے DIMENSION بدل جانے سے آپس میں کوئی تعلق قائم نہیں رہتا۔‘‘

(قرآن کریم معہ ترجمہ ص993)

جنّات سے مراد بیکٹیریا:

سورۃ رحمٰن کی آیت 16 میں ذکر ہے کہ جنّ کو آگ کے شعلوں سے پیدا کیا۔اس تعلق سے حضورؒ نے فرمایا کہ

’’فی زمانہ جنّ کے لفظ کی مختلف تشریحات کی جاتی ہیں لیکن یہاں جنّ کی ایک تشریح یہ ہے کہ وائرس (VIRUS) اور بیکٹیریا (BACTERIA) بھی جنّات ہیں جو ابتدائے آفرینش میں آسمان سے گرنے والی آتشیں ریڈیائی لہروں کے نتیجہ میں پیدا ہوئے۔فی زمانہ اس بات پر تمام سائنس دان متفق ہو چکے ہیں کہ بیکٹیریا اور وائرسز (viruses) براہ راست آگ سے توانائی پا کر وجود پکڑتے ہیں۔‘‘

(قرآن کریم کا اردو ترجمہ صفحہ 973)

مندرجہ بالا چند مثالوں کے مطالعہ سے قارئین حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے اس اردو ترجمہ قرآن کی عظمت کا اندازہ ہو چکا ہو گا۔ضرورت اس امر کی ہے کہ اس ترجمہ قرآن کا بغور مطالعہ کیا جائے اور جو اس میں تفکر و تدبر سے کام لے گا اس پر اس ترجمہ قرآن کی بے شمار باریکیاں اور فضائل ظاہر ہونگے۔اللہ تعالیٰ ہمارے سینوں کو نور قرآن سے بھر دے اور اس کتاب عظیم کے حقیقی معارف و حقائق سے ہمیں بہرور فرمائے۔آمین۔

......☆......☆......☆......

وہ روشنی جو پاتے ہیں ہم اس کتاب میں
ہوگی نہیں کبھی وہ ہزار آفتاب میں

پاکیزہ منظوم کلام سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ہے شکرِ ربِّ عزّ و جل خارج از بیاں
جس کی کلام سے ہمیں اُس کا ملا نشاں
وہ روشنی جو پاتے ہیں ہم اس کتاب میں
ہوگی نہیں کبھی وہ ہزار آفتاب میں
اُس سے ہمارا پاک دل و سینہ ہوگیا
وہ اپنے منہ کا آپ ہی آئینہ ہوگیا
اُس نے درختِ دل کو معارف کا پھل دیا
ہر سینہ شک سے دھو دیا ہر دل بدل دیا
اُس سے خدا کا چہرہ نمودار ہوگیا
شیطاں کا مکر و وسوسہ بیکار ہوگیا
وہ رہ جو ذاتِ عزّوجل کو دکھاتی ہے
وہ رہ جو دل کو پاک و مطہر بناتی ہے
وہ رہ جو یارِ گم شدہ کو کھینچ لاتی ہے
وہ راہ جو جامِ پاک یقیں کا پلاتی ہے
وہ رہ جو اُس کے ہونے پہ محکم دلیل ہے
وہ رہ جو اُس کے پانے کی کامل سبیل ہے
اُس نے ہر ایک کو وہی رستہ دکھا دیا
جتنے شکوک و شبہ تھے سب کو مٹا دیا
افسردگی جو سینوں میں تھی دُور ہوگئی
ظلمت جو تھی دلوں میں وہ سب نور ہوگئی
جو دَور تھا خزاں کا وہ بدلا بہار سے
چلنے لگی نسیم عنایات یار سے
جاڑے کی رُت ظہور سے اُسکے پلٹ گئی
عشقِ خدا کی آگ ہر ایک دل میں اٹ گئی
جتنے درخت زندہ تھے وہ سب ہوئے ہرے
پھل اس قدر پڑا کہ وہ میووں سے لد گئے
موجوں سے اُس کی پردے وساوس کے پھٹ گئے
جو کُفر اور فسق کے ٹیلے تھے کٹ گئے
قرآں خدا نما ہے خدا کا کلام ہے
بے اُس کے معرفت کا چمن ناتمام ہے
دنیا میں جسقدر ہے مذاہب کا شور و شر
سب قصہ گو ہیں نور نہیں ایک ذرّہ بھر
پر یہ کلام نورِ خدا کو دکھاتا ہے
اسکی طرف نشانوں کے جلوہ سے لاتا ہے

فلاں فلاں حصّہ زمین پر نوع انسان رہتے ہیں اور خدا تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ ان سب کو پھر دوبارہ ایک قوم کی طرح بنا دیا جائے اور بعد تفرقہ کے پھر اُنکو جمع کیا جاوے۔تب خدا نے تمام ملکوں کیلئے ایک کتاب بھیجی اور اس کتاب میں حکم فرمایا کہ جس جس زمانہ میں یہ کتاب مختلف ممالک میں پہنچے اُن کا فرض ہوگا کہ اُن کو قبول کرلیں اور اُس پر ایمان لاویں اور وہ کتاب قرآن شریف ہے جو تمام ملکوں کا باہمی رشتہ قائم کرنے کے لئے آئی ہے۔قرآن سے پہلی سب کتابیں مختص القوم کہلاتی تھیں یعنی صرف ایک قوم کے لئے ہی آتی تھیں۔ چنانچہ شامیؔ ۔فارسیؔ ۔ہندیؔ ۔چینیؔ ۔مصریؔ ۔رومیؔ ۔ یہ سب قومیں تھیں جن کے لئے جو کتابیں یا رسول آئے وہ صرف اپنی قوم تک محدودؔ تھے دوسری قوم سے اُن کو کچھ تعلق اور واسطہ نہ تھا مگر سب کے بعد قرآن شریف آیا جو ایک عالمگیر کتاب ہے اور کسی خاص قوم کے لئے نہیں بلکہ تمام قوموں کے لئے ہے۔ (چشمہ معرفت، صفحہ 67،68)

مخالفین اسلام کی طرف سے قرآن مجید کی توہین پر

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبات وخطابات سے آپ کے ارشادات

(ایچ. شمس الدّین کاواشیری، انچارج ملیالم ڈیسک، قادیان)

آتشی شریعت قرآن مجید

اللہ تعالیٰ نے ہر زمانے میں انسانی استعداد اور وقت کے تقاضہ کے مطابق اپنی تعلیم انسان کو دی ہے۔ حضرت آدمؑ سے لیکر اب تک ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و مرسلین اس مقدس فریضہ کی ادائیگی کیلئے مبعوث ہوئے ہیں۔ جب انسان کی روحانی ارتقاء اپنی تکمیل کو پہنچی اور انسانی استعدادیں آفاقی روحانی تعلیم کے فہم وادراک کی متحمل ہوگئیں تب اللہ تعالیٰ نے انسان کامل سیّد المرسلین خاتم النّبیّین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کامل اور آتشی شریعت قرآن مجید کے ساتھ مبعوث فرمایا۔

اللہ تعالیٰ اس مقدّس کتاب کے بارے میں خود فرماتا ہے:

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ (البقرۃ:3)

یہ وہ کتاب ہے اس میں کوئی شک نہیں۔

نیز اس کی پاکیزگی کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ○ (النساء:83)

پس کیا وہ قرآن پر تدبّر نہیں کرتے حالانکہ اگر وہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو ضرور وہ اس میں بہت اختلاف پاتے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

شکرِ خدائے رحماں جس نے دیا ہے فرقاں
غنچے تھے سارے پہلے اب گُل کھلا یہی ہے
پہلے صحیفے سارے لوگوں نے جب بگاڑے
دنیا سے وہ سدھارے نوشہ نیا یہی ہے

اس آسمانی صحیفہ کے اتارنے والے خدا نے آپ ہی اس کی حفاظت کی ذمہ داری بھی لی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ○ (الحجر:10)

یقیناً ہم نے ہی یہ ذکر اُتارا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

قرآن سے انحراف اور مسلمانوں کا تنزل

مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ مسلمانوں نے کلام اللہ یعنی قرآن شریف کی تعلیم کو پس پشت ڈل دیا۔ اس منحوس دور کا ذکر قرآن کریم نے بطور پیشگوئی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے الفاظ میں یوں بیان فرمایا ہے کہ:

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا (الفرقان:31)

یعنی اور رسول کہے گا اے میرے ربّ! یقیناً میری قوم نے اس قرآن کو متروک کر چھوڑا ہے۔ اسکے لازمی نتیجہ کے طور پر مسلمان ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ کا شکار ہو گئے اور امت مسلمہ کی وحدت پارہ پارہ ہوگئی۔ اور ہر طرف سے ضعف و اضمحلال امت مسلمہ پر طاری ہونے لگی۔ اختلاف اس قدر بڑھ گئے کہ مسلمان آپس ہی میں برسر پیکار ہونے لگے قرآن مجید کی غلط تفاسیر اور تشریح غیر اقوام کو دین اسلام پر حملہ کرنے کا ہتھیار بہم پہنچا رہی تھی۔

مسلمانوں پہ تب ادبار آیا
کہ جب تعلیمِ قرآں کو بھلایا

اسلام کی نشاۃ ثانیہ

اللہ تعالیٰ نے چونکہ حفاظت قرآن کا وعدہ فرمایا ہے اس لئے اس نے قرآن کریم کی حفاظت اور اس کے معارف سے آگاہ کرنے کیلئے ہر زمانے میں مجدّ دین کا سلسلہ بھی جاری فرمایا۔ آخری دور کے حامل قرآن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے خوشخبری دی ہے کہ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بروز کامل مسیح ومہدی بن کر آئے گا۔ چنانچہ فرمایا:

وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (الجمعۃ:4)

اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی اُن سے نہیں ملے۔

اس خوشخبری کی صحابہؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مزید وضاحت چاہی اور اُس خوش نصیب گروہ کے متعلق جاننا چاہا کہ مَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ یعنی یہ کون لوگ ہیں جن کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دوبارہ تشریف لائیں گے؟ جب یہ سوال تین بار دہرایا گیا تو باذن الٰہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ:

لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهٗ رِجَالٌ اَوْ رَجُلٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ یعنی اگر ایمان ثریا ستارے پر بھی چلا جائے تو ان میں سے بعض لوگ یا ایک شخص اس کو دوبارہ زمین پر میں لائے گا۔

چنانچہ عین ضرورت کے وقت پر اس نے اپنے فارسی الاصل بندوں میں سے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو مسیح موعود اور مہدی معہود بنا کر مبعوث فرمایا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”یہ سچ ہے کہ اکثر مسلمانوں نے قرآن شریف کو چھوڑ دیا ہے۔ لیکن پھر بھی قرآن شریف کے انوار و برکات اور اس کی تاثیرات ہمیشہ زندہ اور تازہ بتازہ ہیں چنانچہ میں اس وقت اس ثبوت کے لئے بھیجا گیا ہوں اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے اپنے وقت پر اپنے بندوں کو اپنی حمایت اور تائید کے لئے بھیجتا رہا ہے۔ کیونکہ اس نے وعدہ فرمایا تھا کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ یعنی بے شک ہم نے اس ذکر (یعنی قرآن شریف) کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں“۔

(الحکم 17 نومبر 1905ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدمت قرآن کے میدان میں نہایت عظیم الشان اور نمایاں خدمات سرانجام دینے کی توفیق ملی حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ؎

یا صدقِ محمدِ عربی ہے یا احمدِ ہندی کی ہے وفا
باقی تو پرانے قصے ہیں زندہ ہیں یہی افسانے دو

الغرض سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن مجید کی جو عظیم الشان خدمت کی اسے آگے آپ کے خلفاء کرام نے جاری رکھا۔ ایک طرف قرآن مجید کی تعلیمات کو مسیح موعود کے ماننے والوں کے دلوں میں جاگزیں کرتے رہے اور دوسری طرف قرآن مجید پر ہونے والے اعتراضات اور حملوں کا جواب بھی دیا۔

خصوصاً مخالفین اسلام کی طرف سے قرآن مجید کی توہین پر، حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبات وخطابات ایک طرف جہاں ان مخالفین اسلام کا منہ توڑ جواب ہیں تو وہیں دوسری طرف متلاشیان حق کیلئے ایک مینار ہیں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ، اُمّ مسرور حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہؓ کی تقریب آمین پر تحریر کردہ نظم میں یوں دعا گو ہیں کہ ؎

ثریا سے پھر یہ ایمان لائیں
یہ پھر واپس ترا قرآن لائیں

یہ دعا بھی سیّدنا مسرور پر من وعن پوری ہو رہی ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

استہزاء کرنے والے:

ہر زمانے میں فرزندان ظلمات انبیاء و مرسلین کی مخالفت کرتے رہے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ○ (یٰس:31)

یعنی وائے حسرت بندوں پر! ان کے

❁ یہ قرآن اُس سیدھی راہ کی ہدایت دیتا ہے جس میں ذرا کجی نہیں اور انسانی سرشت سے بالکل مطابقت رکھتی ہے اور درحقیقت قرآن کی خوبیوں میں سے یہ ایک بڑی خوبی ہے کہ وہ ایک کامل دائرہ کی طرح بنی آدم کی تمام قویٰ پر محیط ہو رہا ہے۔ (کرامات الصادقین صفحہ 11)

❁ قرآن شریف قانونِ آسمانی اور نجات کا ذریعہ ہے اگر ہم اس میں تبدیلی کریں تو یہ بہت ہی سخت گناہ ہے۔ (الحکم 17 ستمبر 1904)

❁ قرآن شریف تمام قوتوں کا مربی ہے اور برمحل ہر قوت کے استعمال کی تعلیم دیتا ہے۔ (الحکم 31 مارچ 1902)

پاس کوئی رسول نہیں آتا مگر وہ اس سے ٹھٹھا کرنے لگتے ہیں۔

یہ استہزاء کا سلسلہ ابھی بھی جاری ہے۔ اورمخالفینِ قرآن اپنے منہ کی پھونکوں سے قرآنی نور کو بجھانے میں کوشاں ہیں۔ یہ لوگ کبھی پادری عبداللہ آتھم جیسے بدزبان مقرر کے روپ میں، کبھی سر ولیم میور جیسے مورخین کے لبادے میں، کبھی پادری ویری جیسے معترضین کی شکل میں، کبھی پادری لیفرائے جیسے واعظین کے رنگ میں تو کبھی دیانند جیسے متعصّبین کے زمرہ میں نمودار ہوتے رہے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’فرماتا ہے يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا وَمَا يُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ یعنی بہتوں کو اس کلام سے گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو یہ ہدایت دیتا ہے مگر گمراہ ان کو کرتا ہے جو گمراہ ہونے کا کام کرتے ہیں اور فاسقانہ چالیں چلتے ہیں یعنی انسان اپنے ہی افعال کا نتیجہ خدا تعالیٰ سے پالیتا ہے جیسے کہ ایک شخص آفتاب کے سامنے کی کھڑکی جب کھول دیتا ہے تو یہ ایک قدرتی اور فطرتی امر ہے کہ آفتاب کی روشنی اور اس کی کرنیں اُس کے منہ پر پڑتی ہیں لیکن جب وہ اس کھڑکی کو بند کر دیتا ہے تو اپنے ہی فعل سے اپنے لیے اندھیرا پیدا کر لیتا ہے۔‘‘

(جنگ مقدس، روحانی خزائن، جلد 6، صفحہ 233)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور
ایسا چمکا ہے کہ صد نیّرِ بیضا نکلا
زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اس دنیا میں
جن کا اس نور کے ہوتے بھی دل اعمیٰ نکلا

مخالفین کو جواب دینے کا طریق

امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مخالفین اسلام کو جواب دیتے ہوئے ایک سنہری اصول کو ہمیشہ مدّنظر رکھا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

’’ہمارے اصول میں داخل نہیں کہ اختلافِ مذہبی کے سبب کسی کیساتھ بدخلقی کریں اور بدخلقی مناسب بھی نہیں کیونکہ نہایت کار ہمارے نزدیک غیر مذہب والا ایک بیمار کی مانند ہے جس کو صحتِ روحانی حاصل نہیں۔ پس بیمار تو اور بھی قابلِ رحم ہے جس کے ساتھ بہت خلق اور حلم اور نرمی کیساتھ پیش آنا چاہئے۔ اگر بیمار کے ساتھ بدخلقی کی جاوے تو اس کی بیماری اور بھی بڑھ جائے گی۔ اگر کسی میں کجی اور غلطی ہے تو محبت کے ساتھ سمجھانا چاہئے۔ ہمارے بڑے اصول دو ہیں۔ خدا کے ساتھ تعلق صاف رکھنا اور اس کے بندوں کے ساتھ ہمدردی اور اخلاق سے پیش آنا۔‘‘

(بدر جلد 2 نمبر 29، صفحہ 3، مورخہ 19 ؍جولائی 1906)

اس اصول کے تحت حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’اسلام دشمن طاقتیں ہر قسم کے ہتھکنڈے اور اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرنے پر تُلی ہوئی ہیں، بیہودگی کا ایک طوفان برپا کیا ہوا ہے تو ہمارا کام پہلے سے بڑھ کر اس الٰہی کلام کو پڑھنا ہے، اس کو سمجھنا ہے، اس پر غور کرنا ہے، فکر کرنا، تدبر کرنا ہے اور پہلے سے بڑھ کر اس کلام کے اتارنے والے خدا کے آگے جھکنا ہے تاکہ ان برکات کے حامل بنیں جو اس کلام میں پوشیدہ ہیں۔‘‘

(فرمودہ مورخہ 07؍مارچ 2008ء، مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 28؍مارچ 2008)

ہمارا کام

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ’’ہم بائبل پر بہت سارے اعتراض کر سکتے ہیں لیکن ہمارا یہ کام نہیں ہے کہ فساد پیدا کریں۔ ہاں علمی بحث ہے اور اعتراض کا حق ہر ایک کو حاصل ہے۔ علمی بحث ہم کرتے ہیں۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ 20؍اگست 2010ء، مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 10؍ستمبر 2010ء)

عیسائیوں کا ’فرقان الحق‘ اور حضور انور ایدہ اللہ کا ارشاد

1999ء میں امریکہ کے ایک چرچ کی طرف سے فرقان الحق نامی ایک مصنوعی قرآن شائع ہوا تھا۔ اور اس میں قرآنی آیات کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ اور کویت وغیرہ جیسے مسلم ممالک میں اس کتاب کو تقسیم کر کے باقاعدہ بچوں کو پڑھانا بھی شروع کر دیا گیا تھا۔ ان کا خیال ہے کہ جو آنے والا مسیح ہے اس کے آنے کی خبر دینے کے لئے آسان طریقہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو پہلے ذہنی طور پر تیار کر لیا جائے اور فرقان الحق کے نام سے ایک کتاب ان میں متعارف کروادی جائے۔

اس پر حضور پر نور ایدہ اللہ نے عربک ڈیسک کو اس سلسلہ میں باقاعدہ تحقیق کر کے رپورٹ کرنے کی ہدایت فرمائی تھی۔ اس کتاب کی اشاعت پر قرآن کریم کی حقانیت بیان کرتے ہوئے حضور نے فرمایا:

’’پس یہی وہ کتاب ہے، اَلْکِتٰب ہے جو حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت خاتم الانبیاء پر اتری۔ اس میں تحریف کی نہ پہلے بھی کوئی کوشش کامیاب ہوئی نہ آئندہ ہوسکتی ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ مَیں اس کی حفاظت کروں گا۔ یہ انسانوں کے ذریعہ ہمارے تک نہیں پہنچی بلکہ اللہ تعالیٰ نے انتظام فرمائے تھے کہ اس کی حفاظت کے سامان ہمیشہ ہوتے رہیں۔ اور ان کی کوششوں کے باوجود نہ ہی کبھی یہ الزام لگ سکتا ہے کہ اس میں کسی زمانہ میں بھی کبھی ردّوبدل ہوئی۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ 11؍جنوری 2008ء، مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل یکم؍فروری 2008ء)

مسلمانوں کی طرف سے احکام جہاد منسوخ کرنے کی کوشش

حضور فرماتے ہیں:

’’مسلمانوں کا ایک گروپ ہے جو شریعہ کے خلاف کھڑا ہوا ہے۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ قرآن کریم میں سے جنگ اور جہاد کے بارہ میں جتنی آیات ہیں وہ نکال دی جائیں۔ انتہائی مداہنت اور بزدلی دکھانے والا یہ گروپ ہے جو مغربی معاشرہ کو یا دوسرے لفظوں میں عیسائیوں کو خوش کرنا چاہتے ہیں یا مذہب سے ان کو کوئی لگاؤ ہی نہیں‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 11؍جنوری 2008ء، مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل یکم؍فروری 2008ء)

نیز فرمایا:

’’یہ کوششیں چاہے اب عیسائیوں کی طرف سے ہوں یا اس طبقے کی طرف سے ہوں جو مسلمان کہلاتے ہوئے اپنی ہی جڑیں کاٹنے کی کوشش کر رہے ہیں یا منافقین کا کردار ادا کر رہے ہیں، جن کی طرف سے بھی ہوں، جو بھی قرآن شریف کو بدلنے کی کوشش کر رہے ہیں یہ اس میں تو بہرحال کامیاب نہیں ہوسکتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ فرمایا ہوا ہے۔ یہ لوگ صرف دنیا کی نظر سے دیکھنے والے ہیں۔ سمجھتے ہیں کہ جس طرح بائبل میں انسانی دخل ہوگیا، اسی طرح قرآن کریم میں بھی کر سکتے ہیں۔ جبکہ بائبل کے ساتھ یا کسی بھی اور کتاب کے ساتھ خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ نہیں تھا۔ قرآن کریم وہ واحد کتاب ہے جس کے ساتھ یہ وعدہ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اُس عظیم رسول پہ اتری ہوئی کتاب ہے جس کی تعلیم قیامت تک رہنی ہے......

پس قرآن ایسی کتاب ہے جس کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ بعض مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ اس کی بعض تعلیمات اب منسوخ ہونی چاہئیں۔ جیسا کہ مَیں نے کہا ان کو اِس تعلیم کو جو قرآن کریم میں بیان ہوئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عاشقِ صادق اور اس زمانے کے امام سے سمجھنا چاہئے جس کو اللہ تعالیٰ نے براہ راست اس زمانے میں اس کے لئے مقرر فرمایا ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ 11؍جنوری 2008ء، مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل یکم؍فروری 2008ء)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’قرآن کریم کی تعلیم کے بارے میں یہ اہم بات سمجھنے والی ہے۔ اس میں کتاب کا ایک مطلب احکامات اور فرائض بھی ہیں۔ تو اس میں کچھ فرائض ہیں، کچھ احکامات ہیں اور فرائض ایسی چیز ہیں جو ضروری ہیں، لازمی ہیں ردّوبدل نہیں ہوسکتیں اور ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ کس طرح ان کی ادائیگی کرنی ہے۔ بڑی واضح تعلیم ہے اور دیگر احکامات میں حالات کے مطابق کمی بیشی ہو جاتی ہے۔ ان احکامات میں سے بعض ذاتی نوعیت کے ہیں اور ایسے بھی جو جماعتی اور قومی نوعیت کے بھی ہیں۔ جو ذاتی ہیں ان میں بعض حالات اور مجبوریوں کی وجہ سے فرد کو اختیار دیا گیا ہے۔

معجزہ کی حقیقت سمجھنے کیلئے قرآن شریف کا کلام نہایت روشن مثال ہے

اگرچہ بنظر سرسری انسانی طاقتوں کے اندر معلوم ہوتا تھا لیکن اُس کی نظیر پیش کرنے سے عرب کے تمام باشندے عاجز آ گئے

معجزہ کی اصل حقیقت یہ ہے کہ معجزہ ایسے امر خارق عادت کو کہتے ہیں کہ فریق مخالف اُس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز آجائے خواہ وہ امر بظاہر نظر انسانی طاقتوں کے اندر ہی معلوم ہو۔ جیسا کہ قرآن شریف کا معجزہ جو ملک عرب کے تمام باشندوں کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ پس وہ اگرچہ بنظر سرسری انسانی طاقتوں کے اندر معلوم ہوتا تھا لیکن اُس

مثلاً عبادت ...... پھر جو قومی یا اجتماعی احکامات ہیں مثلاً جہاد یا جنگ کا حکم ہے...... پس اس حکم کی اب یہ تشریح ہے کہ اب جہاد تعلیمی اور علمی جہاد ہے۔ جہاد کا مطلب صرف تلوار چلانا نہیں ہے۔ نہ ہی کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم نے صرف یہی مطلب سمجھا ہے۔ بلکہ جہاد اکبر قرآنی تعلیم پر عمل کرنا اور اپنے آپ کو اس کے مطابق ڈھالنا ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ 11 جنوری 2008ء، مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل یکم فروری 2008ء)

قرآن مخالف ٹی وی پروگرام پر ارشاد

حضور ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

"اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر تشدد کی تعلیم کے حوالے سے حملے ہو رہے ہیں اور آج کے دن تو خاص طور پر دشمن اسلام کا بڑا گھٹیا اور ذلیل ارادہ ہے بلکہ یہ اس کا ارادہ تھا۔ تو آج 28 مارچ کو ہالینڈ کا جو ایم پی وِلڈر ہے اس نے یہ اعلان کیا تھا کہ مَیں ایک فلم قرآن اور اسلام کے بارے میں جاری کروں گا لیکن اُس نے یہ فلم کل 27 مارچ کو ہی جاری کر دی ہے اور ایک چھوٹے ٹی وی چینل نے اس کا کچھ حصہ دیا بھی ہے، پھر انٹرنیٹ پر بھی اس نے دے دی ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ 28 مارچ 2008ء، مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 18 اپریل 2008ء)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

"ہالینڈ کی جماعت کو اس شخص وِلڈر (Wilder) ایم پی پر یہ بات واضح کر دینی چاہئے کہ بے شک ہم قانون اپنے ہاتھ میں نہیں لیتے اور نہ ہی کبھی ہم قانون اپنے ہاتھ میں لے کر تم سے بدلہ لیں گے۔ لیکن ہم اُس خدا کو ماننے والے ہیں جو حد سے بڑھے ہوؤں کو پکڑتا ہے۔ اگر اپنی مذموم حرکتوں سے باز نہ آئے تو اس کی پکڑ کے نیچے آ سکتے ہو۔ پس خدا کا خوف کرتے ہوئے اپنی حالت کو بدلو۔ بے شک ہم تو خدا کے ماننے والے ہیں، اس خدا کے ماننے والے ہیں جو رفیق ہے اور اس صفت کے تحت وہ مہربانی کرنے والا بھی ہے، ہمدردی کرنے والا بھی ہے، رحم کرنے والا بھی ہے، نقصان سے بچانے والا بھی ہے اور امن سے رکھنے والا بھی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی صفات میں رنگین ہونے کی کوشش کرتے ہوئے ہم تمہاری ہمدردی اور تمہیں بچانے کے لئے یہ کہتے ہیں کہ اپنی حالت بدلو۔ یہ ایک آخری کوشش ہے۔ اس کے بعد اَعۡرِضۡ عَنِ الۡجٰہِلِیۡنَ کے حکم کے تحت ہم معاملہ خدا پر چھوڑتے ہیں اور وہ اپنے نبیؐ کے دین کی عزت و توقیر قائم کرنا جانتا ہے اور خوب جانتا ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ 28 مارچ 2008ء، مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 18 اپریل 2008ء)

اس اعتراض کے جواب میں کہ قرآن میں صبر کی تعلیم نہیں حضور ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

"دیکھیں قرآنی احکامات میں برداشت کی انتہا۔ جبکہ الزام لگانے والے الزام یہ لگاتے ہیں کہ اس میں صبر کی تعلیم نہیں ہے۔ برداشت کی تعلیم نہیں ہے......

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بے شک تم بدلہ لینے اور اپنا نقصان پورا کرنے کا حق رکھتے ہو لیکن اعلیٰ ترین اخلاق یہ ہیں کہ تم صبر کرو اور دوسرے کو معاف کرو۔ ان کی بہتری کے لئے کوشش کرو اگر معاف کرنے سے بہتری پیدا ہو سکتی ہے۔ اور اس کی اعلیٰ ترین مثال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات میں ہمیں نظر آتی ہے اور تاریخ نے اسے محفوظ کیا ہے۔ مستشرقین بھی اسے تسلیم کرتے ہیں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ 28 مارچ 2008ء، مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 18 اپریل 2008ء)

امریکہ میں قرآن جلانے کی ناپاک سازش اور حضور انور کا ردّ عمل

حضور فرماتے ہیں "آج کل قرآنِ کریم اور اسلامی تعلیم کو بدنام کرنے کی ایک مذموم کوشش امریکہ کے ایک چرچ کی طرف سے ہو رہی ہے۔ انہوں نے اپنا جو پروگرام بنایا ہے اس میں ایک ظالمانہ کام 11 ستمبر کو قرآنِ کریم کو جلانے کا بھی ہے جسے میڈیا نے ہر جگہ بیان کیا ہے۔"

اور دس اعتراضات قرآن کریم پر ان لوگوں نے کئے ہیں۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ان اعتراضات کو مجموعی رنگ میں بیان کرنے کے بعد فرمایا:

"بہت سی جگہوں پر مسیح کی الوہیت کی تردید بائبل میں موجود ہے۔ خود بائبل تردید کرتی ہے۔ دلائل سے پُر اس بحث اور قرآنِ کریم کی حقیقت بیانی اور برتری کو تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ثابت فرمایا اور عیسائیوں کی ہر دلیل کو ردّ کیا تھا اور آج تک جماعتِ احمدیہ کرتی چلی آ رہی ہے۔ قرآنِ کریم کی تو یہ خوبصورت تعلیم ہے کہ حق کی تبلیغ کرو۔ دنیا کو بتا دو کہ قَدۡ تَّبَیَّنَ الرُّشۡدُ مِنَ الۡغَیِّ (بقرہ: 257) کہ یقیناً ہدایت اور گمراہی کا فرق ظاہر ہو چکا۔ لیکن یہ فرق بیان کرنے اور منوانے کے لئے کسی جبر کی ضرورت نہیں ہے۔ جس کی مرضی ہے مانے، جس کی مرضی ہے نہ مانے۔ فرمایا: اے نبی! تیرا کام صرف اس کلام کو، اس پیغام کو جو قرآنِ کریم کی صورت میں تجھ پر اترا ہے لوگوں تک پہنچا دینا ہے، ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ پس اس خوبصورت تعلیم کو یہ مذموم کوشش کر کے جلانا چاہتے ہیں۔ اس تعلیم کی روشنی میں شدت پسندی اور بدامنی کی تعلیم یہ چرچ دے رہا ہے یا مسلمان؟ یہ چرچ تو اپنی تعلیم پر بھی عمل نہیں کر رہا، جو بائبل میں ان کی اپنی تعلیم ہے۔ بائبل تو کہتی ہے کہ اگر تمہارے ایک گال پر کوئی طمانچہ مارے تو دوسرا بھی آگے کر دو۔"

نیز فرمایا:

"مَیں نے پہلے بیان کیا تھا آج چرچ نے جو اعتراض کئے ہیں یہ پرانے اعتراض ہیں جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اس اقتباس میں سو سال پہلے ہی بیان کر دیا تھا۔ وہ اعتراض تقریباً اس سے ملتے جلتے ہیں جو اس چرچ نے کئے ہیں۔ اور جیسا کہ میں نے کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابل پر کوئی نہیں ٹھہر سکا۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ 20 اگست 2010ء، مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 10 ستمبر 2010ء)

مخالفین اسلام کو اسلام، قرآنِ کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اپنے دلوں کے بغض اور کینے نکالنے کا اُبال اٹھتا رہتا ہے ...... جب ایک بدفطرت امریکی پادری جس نے ستمبر 2010ء قرآن کریم کے بارہ میں بیہودہ گوئی اور دریدہ دہنی کی تھی اور قرآنِ کریم کو جلانے کی باتیں کی تھیں۔ اُس وقت تو وہ کسی دباؤ کے تحت یہ ظالمانہ کام نہیں کر سکا تھا۔ لیکن دو دن پہلے اُس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر قرآنِ کریم کو جلانے کی مذموم حرکت کی ہے۔ اور اپنی اس ناپاک حرکت کو جسٹیفائی (Justify) اس طرح کرتا ہے ڈھکوسلا اس نے بنایا ہے کہ ایک جیوری بنائی جس کے بارہ ممبر تھے اور اُس میں مسلمانوں کی نمائندگی کرنے کے لئے فریق کے طور پر ایک مسجد کے امام کو بھی بلایا گیا کہ قرآنِ کریم کا دفاع کرو۔ اور چھ گھنٹے کے بعد جیوری نے فیصلہ کیا کہ نعوذ باللہ قرآنِ کریم شدت پسندی اور دہشت گردی کی تعلیم دیتا ہے اس لئے اس کو جلایا جائے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ 25 مارچ 2011ء، مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 15 اپریل 2011ء)

حضور پُرنور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مخالفین کے ان مذموم حرکات کا کس طرح جواب دیں اس کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے احباب جماعت کو فرمایا:

"باقاعدہ آرگنائز کر کے امریکہ میں بھی اور دوسری دنیا میں بھی نمائشوں کا اہتمام ہو۔ چاہے ہال کرایہ پر لے کر کیا جائے......تو اگر ہال وغیرہ کرائے پر لئے جائیں اور اُس میں نمائش کی جائے، قرآنِ کریم کے تراجم رکھے جائیں، اُس کی خوبصورت تعلیم کے پوسٹر اور بینر بنا کے لگائے جائیں، خوبصورت قسم کا وہاں ڈسپلے ہو تو یہ لوگوں کی توجہ کھینچے گا، میڈیا کی توجہ بھی اس طرف ہوگی ...... بہرحال ہمیں اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ سٹالوں اور عمومی نمائشوں کے ذریعے بیشک ہم حصہ لیتے ہیں لیکن اس کی کوریج میڈیا پر نہیں ہوتی کیونکہ وہاں اور بڑے بڑے سٹال لگائے ہوتے ہیں لوگ آئے ہوتے ہیں، مختلف قسم کی توجہات ہوتی ہیں، ترجیحات ہوتی ہیں۔ تو خاص طور پر اگر ہم علیحدہ نمائش کریں گے تو اس کا بہرحال زیادہ اثر ہوگا۔ ایک اہتمام سے علیحدہ انتظام ہو تو دنیا کو پتہ چلے گا قرآنِ کریم

کی نظیر پیش کرنے سے عرب کے تمام باشندے عاجز آ گئے۔ پس معجزہ کی حقیقت سمجھنے کیلئے قرآن شریف کا کلام نہایت روشن مثال ہے کہ بظاہر وہ بھی ایک کلام ہے جیسا کہ انسان کا کلام ہوتا ہے لیکن وہ اپنی فصیح تقریر کے لحاظ سے اور نہایت لذیذ اور مصفّٰی اور رنگین عبارت کے لحاظ سے جو ہر جگہ حق اور حکمت کی پابندی کا التزام رکھتی ہے اور نیز روشن دلائل کے لحاظ سے جو تمام دنیا کے مخالفانہ دلائل پر غالب آ گئیں اور نیز زبردست پیشگوئیوں کے لحاظ سے ایک ایسا لاجواب معجزہ ہے جو باوجود گزرنے تیرہ سو برس کے اب تک کوئی مخالف اس کا مقابلہ نہیں کر سکا اور نہ کسی کو طاقت ہے جو کرے۔ قرآن شریف کو تمام دنیا کی کتابوں سے یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ معجزانہ پیشگوئیوں کو بھی معجزانہ عبارات میں جو اعلیٰ درجہ کی بلاغت اور فصاحت سے پر اور حق و حکمت سے بھری ہوئی ہیں، بیان فرماتا ہے۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ 59، 60)

کیا ہے؟ اور اس کی تعلیم کیا ہے؟

جہاد یا قتال کے خلاف دشمن بہت کچھ کہتے ہیں لیکن یہ نہیں بتاتے کن حالات میں اس کی اجازت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں تلوار اٹھانے کی اجازت دی ہے وہاں ساتھ ہی عیسائیوں اور یہودیوں اور دوسرے مذہب والوں کی حفاظت کی بھی تو بات کی ہے۔ صرف مسلمانوں کی حفاظت کی بات نہیں کی۔ پس یہ دجّالی چالیں ہیں جو اسلام کو نقصان پہنچانے کیلئے بعض حلقوں سے وقتاً فوقتاً چلائی جاتی ہیں ہمیں انکے مکمل توڑ کی ضرورت ہے اور مکمل توڑ کیلئے مسلسل کوشش کی ضرورت ہے۔ جماعت احمدیہ ہی ہے جو اس کا حقیقی حق ادا کر سکتی ہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ 25؍مارچ 2011ء، مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 15؍اپریل 2011ء)

قرآنی تعلیم پر اعتراض کے جواب دینے پر حضور انور کا اظہارِ خوشنودی

حضور فرماتے ہیں:

''یہاں دو عورتوں کا آج کل بڑا شہرہ ہے جو اسلامی قوانین پر اعتراض میں حد سے بڑھی ہوئی ہیں۔ مختلف جگہوں پر وہ لیکچر وغیرہ دیتی رہتی ہیں۔ گزشتہ دنوں خدام الاحمدیہ یوکے کی کوشش سے یوسی ایل (UCL) میں ایک مباحثہ ہوا۔ ان کے ساتھ ایک ڈیبیٹ کی صورت پیدا ہوئی۔ جو یونیورسٹی کی انتظامیہ نے آرگنائز کی تھی جس میں ان دو خواتین نے، جو اُن کا طریقہ کار ہے اپنی طرف سے اسلام پر اعتراضات کی بڑی بھرمار کی۔ لیکن ہمارے خدام جن میں سے ایک پاکستانی اوریجن کے ہیں اور یہاں ہمارے یوکے کے جامعہ میں پڑھتے، جامعہ کے طالبعلم، اور دوسرے ایک انگریز نو احمدی۔ ان دونوں نے اُن کو ایسے مسکت اور مدلل جواب قرآنِ کریم سے اور قرآنِ شریف کی تعلیم کی رُو سے دیئے۔ اسلام کی حقیقی تعلیم کی رو سے دیئے کہ وہ اُس وقت غصہ سے پیچ و تاب کھاتی رہیں بلکہ اُن کے حمایتیوں نے بھی اُن کی اس حالت پر جس طرح وہ اعتراض کر رہی تھیں بڑھ بڑھ کے افسوس کا اظہار کیا۔ اور یوں اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدی نوجوانوں کے ذریعہ سے اسلام کی تعلیم کی فتح ہوئی۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ 16؍دسمبر 2011ء، مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 06؍جنوری 2012ء)

قرآن کریم کو پڑھنے سے مخالفین کے منہ بند کئے جاسکتے ہیں

حضور انور ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ ایک اہم نکتہ ہے جسے ہر احمدی کو یاد رکھنا چاہئے کہ اس زمانے میں اس کتاب کو پڑھنے سے مخالفین کے منہ بند کئے جا سکتے ہیں اور یہی اسلام کی عزت بچانا ہے۔ لیکن کیا صرف پڑھنا کافی ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ بڑے واضح ہیں کہ 'اسلام کی عزت بچانے کے لئے اور بطلان کا استیصال کرنے کے لئے۔ یعنی قرآن کریم میں وہ دلائل ہیں جن سے اسلام کی عزت قائم ہوگی اور اُس جھوٹ کی جو مخالفین اسلام پر افتراء کرتے ہیں، جڑیں اکھیڑی جائیں گی۔ اور یہی اصول ہے جس سے اسلام کی عزت بچائی جائے گی۔ جھوٹ کا خاتمہ اس وقت ہوگا جب ہمارے ہر عمل میں اس تعلیم کی چھاپ نظر آ رہی ہوگی اور یہ چھاپ بھی اس وقت ہوگی جب ہم اس پر غور کرتے ہوئے با قاعدہ تلاوت کرنے والے بنیں گے۔''

(خطبہ جمعہ 7 مارچ 2008ء، مطبوعہ اخبار بدر 1؍مئی 2008ء)

اعتراضات کے جوابات شائع کرنے کی ہدایت

حضور پرنور ایدہ اللہ نے اعتراضات کے جوابات تیار کرنے اور شائع کرنے کے سلسلہ میں جماعت ہائے احمدیہ عالمگیر کو ہدایت کرتے ہوئے فرمایا:

''اسلام کے بارے میں، اسلام کی تعلیم کے بارے میں یا آپؐ کی ذات کے بارے میں بعض مضامین انٹرنیٹ یا اخبارات میں بھی آتے ہیں، کتب بھی لکھی گئی ہیں۔ ایک خاتون مسلمان بن کے ان سائیڈ سٹوری (Inside Story) بتانے والی بھی آجکل کینیڈا میں ہیں جب احمدی اس کو چیلنج دیتے ہیں کہ آؤ بات کرو تو بات نہیں کرتی اور دوسروں سے ویسے اپنے طور پر جو مرضی گند پھیلا رہی ہے۔ تو بہرحال آج کل پھر یہ مہم ہے۔ ہر احمدی کو اس بات پہ نظر رکھنی چاہئے...... کوئی بھی اعتراض ایسا نہیں جس کا جواب موجود نہ ہو۔ جن جن ملکوں میں ایسا بیہودہ لٹریچر شائع ہوا ہے یا اخباروں میں ہے یا ویسے آتے ہیں وہاں کی جماعت کا کام ہے کہ اس کو دیکھیں اور براہ راست اگر کسی بات کے جواب دینے کی ضرورت ہے یعنی اس اعتراض کے جواب میں، تو پھر وہ جواب اگر لکھنا ہے تو پہلے مرکز کو دکھائیں۔ نہیں تو جیسا کہ مَیں نے کہا سیرت کا بیان تو ہر وقت جاری رہنا چاہئے۔ یہاں بھجوائیں تا کہ یہاں بھی اس کا جائزہ لیا جا سکے اور اگر اس کے جواب دینے کی ضرورت ہو تو دیا جائے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ 11؍فروری 2005ء، مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 03؍مارچ 2005ء)

ذیلی تنظیمات ٹیمیں بنائیں

اسی طرح حضور انور نے اعتراضات کے جوابات دینے کیلئے ذیلی تنظیمات کو ہدایت دیتے ہوئے ٹیمیں تیار کرنے کا ارشاد فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں:

''بہرحال ایسے لوگ جو یہ لغویات، فضولیات اخبارات میں لکھتے رہتے ہیں۔ اس کے لئے گزشتہ ہفتے بھی میں نے کہا تھا کہ جماعتوں کو انتظام کرنا چاہئے۔ مجھے خیال آیا کہ ذیلی تنظیموں خدام الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ کو بھی کہوں کہ وہ بھی ان چیزوں پہ نظر رکھیں کیونکہ لڑکوں، نوجوانوں کی آج کل انٹرنیٹ اور اخباروں پر توجہ ہوتی ہے، دیکھتے بھی رہتے ہیں اور ان کی تربیت کے لئے بھی ضروری ہے کہ نظر رکھیں اور جواب دیں۔ اس لئے یہاں خدام الاحمدیہ بھی کم از کم 100 ایسے لوگ تلاش کرے جو اچھے پڑھے لکھے ہوں جو دین کا علم رکھتے ہوں اور اسی طرح لجنہ اپنی 100 نوجوان بچیاں تلاش کر کے ٹیم بنائیں جو ایسے مضمون لکھنے والوں کے جواب مختصر خطوط کی صورت میں ان اخبارات کو بھیجیں جن میں ایسے مضمون آتے ہیں یا خطوط آتے ہیں۔

آج کل پھر اخباروں میں مذہبی آزادی کے اوپر ایک بات چیت چل رہی ہے۔ اسی طرح دوسرے ملکوں میں بھی جہاں جہاں یہ اعتراضات ہوتے ہیں۔ وہاں بھی اخباروں میں یا انٹرنیٹ پر خطوط کی صورت میں لکھے جا سکتے ہیں۔ یہ خطوط گو ذیلی تنظیموں کے مرکزی انتظام کے تحت ہوں گے لیکن یہ ایک ٹیم کی Effort نہیں ہوگی بلکہ لوگ اکٹھے کرنے ہیں۔ انفرادی طور پر ہر شخص خط لکھے یعنی 100 خدام اگر جواب دیں گے تو اپنے اپنے انداز میں خط کی صورت میں کوئی تاریخی، واقعاتی گواہی دے رہا ہوگا اور کوئی قرآن کی گواہی بیان کر کے جواب دے رہا ہوگا۔ اس طرح کے مختلف قسم کے خط جائیں گے تو اسلام کی ایک تصویر واضح ہوگی۔ ایک حسن ابھرے گا اور لوگوں کو بھی پتہ لگے گا کہ یہ لوگ کس حسن کو اپنے ذرائع ابلاغ کے ذریعہ سے ماند کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ 18؍فروری 2005ء، مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 10؍مارچ 2005ء)

مخالفین قرآن کا انجام

مخالفین قرآن کے انجام کے سلسلہ میں حضور فرماتے ہیں:

''ہم دیکھتے ہیں کہ ایک دعویدار، بہاء اللہ اٹھا۔ اگر اس کا دعویٰ نبوت مانا جائے تو اس کی سچائی اس لئے ثابت نہیں ہو سکتی کہ اللہ تعالیٰ کی تائیدات اس کے ساتھ نہیں تھیں۔ کسی بھی موقع پر ہمیں نظر نہیں آئیں۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو کوئی روشن نشان پیش نہیں کیا۔ پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ شریعت اسلامی کو جو آخری شریعت ہے جس نے قیامت تک رہنا ہے، اس کو ناقص ثابت کرنے کی کوشش کی اور اس وجہ سے بے شک ایک وقت میں کافی تعداد میں اس کے ماننے والے بھی اس کے ساتھ ہو گئے۔ لیکن اس کی مقبولیت، قرآن کریم کی مقبولیت اور شریعت کی مقبولیت کے مقابلے میں کوئی بھی حیثیت نہیں رکھتی۔ بلکہ اب تو بہاء اللہ کی شریعت ماننے والے اِکّا دُکّا اِدھر اُدھر نظر آتے ہیں۔ ان لوگوں کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔''

(خطبہ جمعہ 23 جنوری 2009ء، مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 27؍فروری 2009ء)

قرآن شریف عربی زبان میں اترا جو اپنے ہر یک پہلو کے رو سے کامل ہے

اس کتاب میں بڑی صفائی سے اور بڑے روشن اور بدیہی دلائل سے فیصلہ کیا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کا پاک اور کامل اور روشن اور پر اسرار اور پر حکمت کلام جو دائمی ہدایت لیکر دنیا میں آیا ہو وہ صرف اسی زبان میں آ سکتا ہے جو ان معارف اور حقائق کو بیان کرنے کیلئے اپنے اندر کامل وسعت رکھتی ہو اس فیصلہ کے مطابق صرف قرآن شریف ہی اللہ تعالیٰ کی وہ کامل کتاب ٹھہرتی ہے جو حقیقی اور کامل اور ابدی تعلیم لے کر دنیا میں آئی اور دوسری کتابیں جو آسمانی کہلاتی ہیں اگر مان بھی لیں کہ کوئی ان میں سے خدا تعالیٰ کی طرف سے تھی تو وہ ایک قانون مختص القوم یا مختص القوم کی طرح صرف چندروزہ مصلحت کیلئے آئی ہوگی۔ لھٰذا جیسا کہ وہ خود ناقص تھیں ایسا ناقص بولی میں اتریں۔ مگر کامل کتاب کے لئے کامل بولی میں اترنا ضروری تھا کیونکہ کامل اور ناقص کا پیوند درست بیٹھ نہیں سکتا لھٰذا قرآن شریف عربی زبان میں اترا جو اپنے ہر یک پہلو کے رو سے کامل ہے۔ (آریہ دھرم صفحہ 7، 8 حاشیہ)

قرآن کریم کی عملی تصویر بننے کی کوشش کریں

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''جب ہم خدا تعالیٰ سے قرآن کریم کی حکومت اور اس کی عظمت اور تمام دنیا میں اس کی حکومت کے قیام کے دعا مانگ رہے ہوں گے تو یقینا خدا تعالیٰ اپنے زور آور حملوں سے نشانات کا ایک نیا سلسلہ اور دور شروع فرمائے گا۔ اور قرآن کریم کی تعلیم اپنی تمام تر عظمتوں کے ساتھ حق کے قیام اور باطل کے فرار کے نظارے ہمیں دکھائے گی۔ لوگ زمانے کے امام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عاشق صادق اور خدا تعالیٰ کے فرستادے کی آواز سننے کی طرف توجہ دیں گے۔ جو عین قرآنی تعلیم کے مطابق دنیا کو ہدایت اور حق کی طرف دعوت دے رہا ہے۔ آج اگر کوئی حفاظت قرآن کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھڑا ہے تو وہ یہی مسیح موعود ہے اور آج اگر کوئی جماعت یہ کام احسن رنگ میں سرانجام دے سکتی ہے اور دے رہی ہے تو وہ جماعت احمدیہ ہے۔ جس کے لئے ہمیں پہلے سے بڑھ کر کمربستہ ہونے کی ضرورت ہے۔ جس کے لئے ہمیں اپنی دعاؤں میں شدت پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ ورنہ ہم اپنے فرائض سے کوتاہی کر رہے ہوں گے یا کوتاہی کرنے والے بن رہے ہوں گے۔ پس ہر احمدی کا فرض ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم کی عملی تصویر بننے کے لئے اپنی استعدادوں کے لحاظ سے بھی بھرپور کوشش کرے۔''

(خطبہ جمعہ 20 اگست 2010ء، مطبوعہ اخبار بدر 21/ اکتوبر 2010ء)

اشاعت قرآن :

قرآن کریم کے دفاع میں اپنے خون کا آخری قطرہ بھی بہانے اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ عطا شدہ اس عظیم کتاب کو پھیلانے میں احمدی اپنے امام کے پیچھے صف آراء ہیں۔ چنانچہ جماعت احمدیہ ہی وہ واحد اسلامی جماعت ہے کہ جس کو دنیا کی 100 کے قریب زبانوں میں قرآن کریم کا ترجمہ پیش کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ نیز سیکڑوں جگہوں پر ہر سال قرآن کریم کی نمائش کے ذریعہ بھی پیغام قرآن کی ترویج میں احمدی ہمہ تن مصروف ہیں۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی دلی تمنّا

حضور فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بھی عقل دے اور وہ اس عاشقِ رسول اور عاشقِ قرآن اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کی حفاظت پر مامور کے پیغام کو سن کر اس کے مددگار بنیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق دے کہ ہم بھی اپنی تمام استعدادوں کے ساتھ اس جری اللہ کے سلطانِ نصیر بنیں اور قرآن کریم کے پیغام کو دنیا میں پھیلانے کا باعث بنیں۔''

(خطبہ جمعہ 20/ اگست 2010ء بحوالہ اخبار بدر 21/ اکتوبر 2010ء)

اسلام دشمنی میں قرآن کریم پر نکتہ چینی کرنا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتراضات کرنا عالمی سطح پر ایک فیشن بن گیا ہے۔ اور مخالفین اسلام اس سلسلہ میں تمام حدود پار کر چکے ہیں۔ جبکہ نام نہاد مسلم تنظیمیں اور ان کے رہنما اپنی غلط حرکات کے باعث مخالفت کی آگ میں تیل ڈالنے کا کام کر رہے ہیں۔

آج جماعت احمدیہ کے خلیفہ اور فارسی الاصل حارث ہی محاسن قرآن اور مکارم محمدی کے ذریعہ مخالفین اسلام کو جواب دینے اور دنیا کے چپہ چپہ میں تعلیم قرآن پھیلانے کا عظیم الشان مشن لیکر شاہراہِ غلبۂ اسلام پر گامزن ہیں اور اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر حضور انور دن رات مصروف عمل ہیں۔ اس کارِ خیر میں ہاتھ بٹانے کیلئے مسیح پاک علیہ السلام ہمیں ان الفاظ میں آواز دے رہے ہیں:

اے بے خبر بخدمت فرقاں کمر بہ بند
زاں پیشتر کہ بانگ بر آئد فلاں نہ ماند

کہ اے بے خبر انسان قرآن کی خدمت کیلئے کمر کس لے، پیشتر اس کے کہ یہ ندا آئے کہ فلاں مر گیا ہے۔

پھیلائیں گے صداقت اسلام کچھ بھی ہو
جائیں گے ہم جہاں بھی کہ جانا پڑے ہمیں
محمود کر کے چھوڑیں گے ہم حق کو آشکار
روئے زمین کو خواہ ہلانا پڑے ہمیں

......☆......☆......☆......

دِل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

پاکیزہ منظوم کلام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

شکر خدائے رحماں جس نے دیا ہے قرآں — غنچے تھے سارے پہلے اب گُل کھلا یہی ہے
کیا وصف اُس کے کہنا ہر حرف اُس کا گہنا — دلبر بہت ہیں دیکھے دل لے گیا یہی ہے
دیکھی ہیں سب کتابیں مجمل ہیں جیسی خوابیں — خالی ہیں اُن کی قابیں خوانِ ہدیٰ یہی ہے
اُس نے خدا ملایا وہ یار اُس سے پایا — راتیں تھیں جتنی گزریں اَب دن چڑھا یہی ہے
اُس نے نشاں دکھائے طالب سبھی بُلائے — سوتے ہوئے جگائے بس حق نما یہی ہے
پہلے صحیفے سارے لوگوں نے جب بگاڑے — دنیا سے وہ سدھارے نوشہ نیا یہی ہے
کہتے ہیں حسنِ یوسف دلکش بہت تھا لیکن — خوبی و دِلبری میں سب سے سوا یہی ہے
یوسف تو سُن چکے ہو اِک چاہ میں گرا تھا — یہ چاہ سے نکالے جس کی صدا یہی ہے
دِل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں — قرآں کے گِرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

☆......☆......☆

گلے کا تعویذ اِسے بناؤ
ہمیں یہی حکم مصطفیٰ ؐ ہے

پاکیزہ منظوم کلام سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ

گناہگاروں کے درد دل کی بس ایک قرآن ہی دوا ہے
یہی ہے خِضرِ رہِ طریقت یہی ہے ساغر جو حق نما ہے
ہر اِک مخالف کے زور و طاقت کو توڑنے کا یہی ہے حَربہ
یہی ہے تلوار جس سے ہر ایک دیں کا بدخواہ کانپتا ہے
تمام دنیا میں تھا اندھیرا کیا تھا ظلمت نے یاں بسیرا
ہوا ہے جس سے جہان روشن وہ معرِفت کا یہی دیا ہے
نِگاہ جن کی زمین پر تھی نہ آسماں کی جنہیں خبر تھی
خُدا سے اُن کو بھی جا مِلایا دکھائی ایسی رہِ ہُدیٰ ہے
بھٹکتے پھرتے ہیں راہ سے جو اُنہیں یہ ہے یار سے ملاتا
جواں کے واسطے یہ خِضرِ رہ ہے تو پیر کے واسطے عصا ہے
مصیبتوں سے نکالتا ہے، بلاؤں کو سر سے ٹالتا ہے
گلے کا تعویذ اسے بناؤ، ہمیں یہی حکم مصطفیٰ ؐ ہے
یہ ایک دریائے معرفت ہے، لگائے اس میں جو ایک غوطہ
تو اس کی نظروں میں ساری دنیا فریب ہے جھوٹ ہے دغا ہے

☆......☆......☆

❁ اگر کوئی قرآن کے زمانہ پر ایک نظر ڈال کر دیکھے کہ دنیا میں تعدد ازدواج کس افراط تک پہنچ گیا تھا اور کیسی بے اعتدالیوں سے عورتوں کے ساتھ برتاؤ ہوتا تھا تو اسے اقرار کرنا پڑے گا کہ قرآن نے دنیا پر یہ احسان کیا کہ ان تمام بے اعتدالیوں کو موقوف کر دیا۔ (آریہ دھرم صفحہ 39)

❁ یاد رہے کہ کسی قرآنی آیت کے معنے ہمارے نزدیک وہی معتبر اور صحیح ہیں جس پر قرآن کے دوسرے مقامات بھی شہادت دیتے ہوں کیونکہ قرآن کی بعض آیات بعض کی تفسیر ہیں۔ (آریہ دھرم صفحہ 63)

ضروری اعلان بابت منتقلی ریسیور MTA(K U BAND)

تمام احباب جماعت ہندوستان کو مطلع کیا جارہا ہے کہ مورخہ 31 دسمبر 2015 سے K U BAND کی ڈش پر جس ریسیور (DVBS) کے ذریعہ ایم۔ٹی۔اے مشاہدہ کیا جارہا تھا وہ اب سیٹالائیٹ کی منتقلی کی وجہ سے بند ہو جائے گا۔ احباب جماعت 30 دسمبر 2015 سے پہلے پہلے اپنے پرانے ریسیور (DVBS) بدل کر نئے DVB-S2 جس کو Mpeg4 ریسیور بھی کہا جاتا ہے خرید کر لگالیں تاکہ مستقبل میں ایم۔ٹی۔اے کے مشاہدہ میں کسی قسم کی دقت کا سامنا نہ ہو۔

(ناظر نشر و اشاعت قادیان)

اعلان برائے کارکنان درجہ دوم صدر انجمن احمدیہ قادیان

صدر انجمن احمدیہ قادیان میں محرر کے طور پر خدمت کے خواہش مند احباب کی اطلاع کیلئے تحریر ہے کہ:

1۔امیدوار کی عمر 25 سال سے کم ہونی ضروری ہے اور امیدوار کی تعلیم کم از کم 10+2 سیکنڈ ڈویژن کم از کم 45% فیصد نمبر حاصل کئے ہوں۔ اس سے تعلیم زائد ہونے کی صورت میں بھی کم از کم سیکنڈ ڈویژن یا اس سے زائد نمبر ہوں۔ 2۔امیدوار کا خوش خط ہونا لازمی ہوگا اور اردو Inpage کمپوزنگ جاننا اور رفتار کم از کم 25 الفاظ فی منٹ ہونی چاہئے۔ 3۔صرف وہ امیدوار خدمت کے اہل ہوں گے جو صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے محررین کیلئے لئے جانے والے امتحان اور انٹرویو میں پاس ہوں گے۔ 4۔جو دوست صدر انجمن احمدیہ میں بطور محرر خدمت کے خواہش مند ہوں اور مندرجہ بالا شرائط پر پورا اُترتے ہوں وہ درخواست دے سکتے ہیں۔ درخواست فارم نظارت دیوان صدر انجمن احمدیہ قادیان سے منگوالیں۔ اپنی درخواست مجوزہ فارم کی تکمیل کر کے نظارت دیوان میں بھجوادیں۔ درخواست فارم ملنے پر امتحان کا انعقاد کیا جائے گا۔ اس اعلان کے بعد 2 ماہ کے اندر جو درخواستیں آئیں گی انہیں پر غور ہوگا۔ 5۔نصاب امتحان کمیشن برائے کارکنان درجہ دوم کے ہر جز میں کامیاب ہونا لازمی ہے جو درج ذیل ہے۔

- قرآن کریم ناظرہ مکمل۔ پہلا پارہ باترجمہ
- چالیس جواہر پارے، ارکان اسلام، نماز مکمل باترجمہ
- کشتی نوح، برکات الدعا، دینی معلومات
- مضمون بابت عقائد جماعت احمدیہ
- نظم از درثمین (شان اسلام)
- انگریزی بمطابق معیار انٹرمیڈیٹ (10+2)
- حساب بمطابق معیار میٹرک، عام معلومات

6۔تحریری امتحان میں کامیاب ہونے والوں کا انٹرویو ہوگا۔ خدمت کے لئے انٹرویو میں کامیابی لازمی ہے۔ 7۔تحریری امتحان و انٹرویو دونوں میں کامیابی کی صورت میں امیدوار کو نور ہسپتال قادیان سے طبی معائنہ کروانا ہوگا اور صرف وہی امیدوار خدمت کے اہل ہوں گے جو نور ہسپتال کی طبی بورڈ کی رپورٹ کے مطابق صحت مند اور تندرست ہوں گے۔ 8۔اگر کسی امیدوار کی جماعت کی کسی آسامی میں سلیکشن ہوتی ہے تو اس صورت میں اس کو قادیان میں اپنی رہائش کا انتظام خود کرنا ہوگا۔ 9۔سفر خرچ قادیان آمد و رفت امیدوار کے اپنے ہوں گے۔

اعلان برائے کارکنان درجہ چہارم صدر انجمن احمدیہ قادیان

صدر انجمن احمدیہ قادیان کے بعض ادارہ جات میں کارکن درجہ چہارم کی آسامی پُر کی جانی مقصود ہے۔ جو دوست صدر انجمن احمدیہ میں بطور درجہ چہارم خدمت کے خواہش مند ہوں وہ درج ذیل شرائط کے مطابق درخواست دے سکتے ہیں۔

1۔امیدوار کیلئے تعلیم کی کوئی شرط نہیں ہے۔ 2۔امیدوار کی عمر 25 سال سے کم ہونی ضروری ہے۔ برتھ سرٹیفکیٹ پیش کرنا ضروری ہوگا۔ 3۔وہی امیدوار خدمت کیلئے لئے جائیں گے جو انٹرویو بورڈ تقرر کارکنان میں کامیاب ہوں گے۔ 4۔وہی امیدوار خدمت کیلئے لئے جائیں گے جو نور ہسپتال قادیان کے میڈیکل بورڈ کی رپورٹ کے مطابق صحتمند اور تندرست ہوں گے۔ 5۔امیدوار کے اخراجات سفر خرچ قادیان آمد و رفت اپنے ہوں گے۔ 6۔اگر کسی امیدوار کی آسامی میں سلیکشن ہوتی ہے۔ اس صورت میں اس کو قادیان میں اپنی رہائش کا انتظام خود کرنا ہوگا۔ مجوزہ درخواست فارم نظارت دیوان صدر انجمن احمدیہ سے منگوالیں۔ اس اعلان کے 2 ماہ کے اندر جو درخواستیں آئیں گی اس پر غور ہوگا۔

(ناظر دیوان صدر انجمن احمدیہ قادیان)

مزید معلومات کیلئے رابطہ کر سکتے ہیں:
موبائل: 09815433760 دفتر: 01872-501130
E-mail: nazaratdiwanqdn@gmail.com

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ مسلمانوں کے غلط عقائد کی اصلاح

(شیخ محمد زکریا، مبلغ سلسلہ، نظارت نشر و اشاعت قادیان)

قارئین کرام ہمارے پیارے آقا و مطاع فخر موجودات سرورکونین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وجود باجود سے تکمیل شریعت ہوگئی۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَ رَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا (المائدۃ 4) آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر میں نے اپنی نعمت مکمل کر دی ہے اور میں نے اسلام کو تمہارے لئے دین کے طور پر پسند کرلیا ہے۔

اس کے باوجود آخری زمانہ میں کامل شریعت قرآن شریف کے ساتھ مسلمانوں کے سلوک کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَقَالَ الرَّسُوۡلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوۡمِی اتَّخَذُوۡا ھٰذَا الۡقُرۡاٰنَ مَھۡجُوۡرًا (الفرقان 31) اور رسول کہے گا اے میرے ربّ! یقیناً میری قوم نے اس قرآن کو متروک کر چھوڑا ہے۔ آخری زمانہ کے متعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ:

یَاۡتِیۡ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یَبۡقٰی مِنَ الۡاِسۡلَامِ اِلَّا اسۡمُہٗ وَلَا یَبۡقٰی مِنَ الۡقُرۡاٰنِ اِلَّا رَسۡمُہٗ

(مشکوٰۃ کتاب الفتن واشراط الساعۃ)

چودھویں صدی میں مسلمانوں کی زبوں حالی کا ذکر کرتے ہوئے مولانا حالی نے لکھا:

رہا دین باقی نہ اسلام باقی
اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

علامہ اقبال نے کہا:

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

قرآن وحدیث میں جہاں مسلمانوں کے تنزل وادبار کی انذاری پیشگوئی کی گئی تھی وہاں مسلمانوں کے لئے تبشیری پیشگوئی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَآخَرِیۡنَ مِنۡھُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِھِمۡ وَھُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ

(سورۃ جمعہ:4)

اور انہیں میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی اُن سے نہیں ملے وہ کامل غلبہ والا (اور) صاحبِ حکمت ہے۔

اسی آیت کی تشریح کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پیشگوئی فرمائی کہ:

لَوۡ کَانَ الۡاِیۡمَانُ عِنۡدَ الثُّرَیَّا لَنَالَہٗ رِجَالٌ اَوۡ رَجُلٌ مِنۡ ھٰؤُلَاءِ

(بخاری کتاب التفسیر باب تفسیر سورۃ الجمعۃ)

چنانچہ اس آخری زمانہ میں مندرجہ بالا پیشگوئیوں کے عین مطابق حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر امام مہدی اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا آپ فرماتے ہیں:

”مجھے اس خدا کی قسم ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جس پر افتراء کرنا لعنتیوں کا کام ہے کہ اس نے مسیح موعود بنا کر مجھے بھیجا ہے اور میں جیسا کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے خدا کی اس کھلی کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے ہوئی جسکی سچائی اس کے متواتر نشانوں سے مجھ پر کھل گئی ہے اور میں بیت اللہ میں کھڑے ہو کر یہ قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے وہ اسی خدا کا کلام ہے جس نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا کلام نازل کیا تھا۔“

(ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۳)

چنانچہ آپ نے جہاں بیشمار عظیم الشان خدماتِ اسلام سرانجام دیں وہاں مسلمانوں میں پائے جانے والے لاتعداد غلط عقائد کی اصلاح بھی فرمائی۔ مسلمان یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی اور الہام کا سلسلہ بند کر دیا ہے، دعا کا اللہ تعالیٰ جواب نہیں دیتا بلکہ صرف ثواب عطا فرمائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد ہر قسم کی نبوت کا سلسلہ تا قیامت مسدود ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا معراج جسمانی تھا۔ قرآن کریم میں بعض آیتیں ناسخ اور بعض آیتیں منسوخ ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کا رفع بجسم عنصری آسمان پر ہوا اور نزول بھی جسمانی ہوگا آنے والا امام مہدیؑ اور حضرت مسیح موعودؑ الگ الگ وجود ہونگے وغیرہ وغیرہ۔ حضرت مسیح موعودؑ نے مسلمانوں میں پائے جانے والے تمام غلط عقائد کی اصلاح فرمائی نمونۃً چند کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

ناسخ ومنسوخ کا باطل عقیدہ

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری اور دائمی شریعت ہے۔ بسم اللہ کی ’ب‘ سے والناس کے ’س‘ تک کوئی شک وشبہ اور تغیر تا قیامت واقع نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم کے آغاز میں ہی فرماتا ہے ذٰلِکَ الۡکِتٰبُ لَا رَیۡبَ فِیۡہِ ھُدًی لِّلۡمُتَّقِیۡنَ (البقرۃ 3) یہ وہ کتاب ہے اس میں کوئی شک نہیں ہدایت دینے والی ہے متقیوں کو اور دائمی شریعت کا دعویٰ کرتے ہوئے فرماتا ہے فِیۡھَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ (البینۃ:4) اُن میں قائم رہنے والی اور قائم رکھنے والی تعلیمات ہیں۔ اس کے باوجود اس زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ سے قبل تک حضرت المصلح الموعودؓ کے مطابق علماء نے پانچ آیات سے لے کر گیارہ سو آیات کو منسوخ قرار دے دیا تھا۔

(تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۹۷)

حضرت مسیح موعودؑ اس عقیدہ کی اصلاح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”حق یہی ہے کہ حقیقی نسخ اور حقیقی زیادت قرآن پر جائز نہیں کیوں کہ اس سے اس کی تکذیب لازم آتی ہے۔“

(الحق مباحثہ لدھیانہ، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 93)

اسی طرح فرماتے ہیں:

” ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ خدا تعالیٰ قرآن کریم کے بعض احکام کو منسوخ کر دے یا ان میں اضافہ کرے اور اپنے وعدہ کی خلاف ورزی کرے اور بھول جائے کہ وہ قرآن کریم کو کامل کر چکا ہے اور اس طرح دین متین میں فتنے پیدا ہونے کی راہ کھول دے۔“

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 377)

نیز نہایت تحدی کے ساتھ یہ پُرشوکت اعلان فرمایا:

”قرآن کریم کا ایک شعشہ یا نقطہ منسوخ نہیں ہوگا۔“ (نشان آسمانی، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 390)

پھر قرآن کریم کے بےنظیر ہونے کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ:

”قرآن شریف وہ کتاب ہے جس نے اپنی عظمتوں، اپنی حکمتوں، اپنی صداقتوں، اپنی بلاغتوں، اپنے لطائف ونکات، اپنے انوار روحانی کا آپ دعویٰ کیا ہے اور اپنا بےنظیر ہونا آپ ظاہر فرما دیا ہے۔ یہ بات ہرگز نہیں کہ صرف مسلمانوں نے فقط اپنے خیال میں اس کی خوبیوں کو قرار دے دیا ہے بلکہ وہ تو خود اپنی خوبیوں اور اپنے کمالات کو بیان فرماتا ہے اور اپنا بےمثل ومانند ہونا تمام مخلوقات کے مقابلہ پر پیش کر رہا ہے اور بلند آواز سے ھل من معارض کا نقارہ بجا رہا ہے اور دقائق حقائق اس کے صرف دو تین نہیں جس میں کوئی نادان شک بھی کرے بلکہ اسکے دقائق تو بحر ذخّار کی طرح جوش مار رہے ہیں اور آسمان کے ستاروں کی طرح جہاں نظر ڈالو چمکتے نظر آتے ہیں۔ کوئی صداقت نہیں جو اس سے باہر ہو، کوئی حکمت نہیں جو اس کے محیطِ بیان سے رہ گئی ہو۔ کوئی نور نہیں جو اس کی متابعت سے نہ ملتا ہو اور یہ باتیں بلا ثبوت

قرآن مجید کی تعلیم انسان کی فطرت میں پہلے سے منقوش

یاد رہے کہ قرآن شریف صرف سماع کی حد تک محدود نہیں ہے کیونکہ اس میں انسانوں کے سمجھانے کے لئے بڑے بڑے معقول دلائل ہیں اور جس قدر عقائد اور اصول اور احکام اس نے پیش کئے ہیں ان میں سے کوئی بھی ایسا امر نہیں جس میں زبردستی اور تحکم ہو جیسا کہ اس نے خود فرما دیا ہے کہ یہ سب عقائد وغیرہ انسان کی فطرت میں پہلے سے منقوش ہیں اور قرآن شریف کا نام ذکر رکھا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے ھٰذَا ذِکۡرٌ مُّبٰرَکٌ یعنی یہ قرآن بابرکت کوئی نئی چیز نہیں لایا بلکہ جو کچھ انسان کی فطرت اور صحیفہ قدرت میں بھرا پڑا ہے اس کو یاد دلاتا ہے۔ (روحانی خزائن جلد 10، اسلامی اصول کی فلاسفی، صفحہ 433)

نہیں۔ کوئی ایسا امر نہیں جو صرف زبان سے کہا جاتا ہے بلکہ یہ وہ متحقق اور بدیہی الثبوت صداقت ہے کہ جو تیرہ سو برس سے برابر اپنی روشنی دکھلاتی چلی آئی ہے۔"

(براھین احمدیہ حصہ چہارم، روحانی خزائن جلد ا صفحہ 662-664 حاشیہ نمبر 11)

آپؑ فرماتے ہیں:

نور فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلیٰ نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا
کس سے اس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ
وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا
ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور
ایسا چمکا ہے کہ صد نیر بیضا نکلا

حیاتِ مسیح کے عقیدے کا ردّ

چودھویں صدی میں مسلمانوں کا عام عقیدہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰؑ زندہ بجسم عنصری آسمان پر موجود ہیں اور قربِ قیامت میں اسی طرح بجسم عنصری آسمان سے زمین پر نازل ہونگے اور مسلمانوں کی اصلاح کرینگے اور اسلام کو غالب کریں گے وغیرہ وغیرہ۔ آج بھی مسلمان یہی عقیدہ رکھتے ہیں جیسا کہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

"قرآن مجید اور احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جملہ تصریحات اس امر پر شاہد وعادل ہیں کہ سیّدنا عیسیٰؑ زندہ آسمان پر اٹھا لئے گئے احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق قربِ قیامت میں حضرت عیسیٰؑ دجّال اکبر کے خاتمہ کے لئے سیّدنا امام مہدیؑ کے زمانے میں دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی گوشہ میں نمازِ فجر کے وقت نازل ہونگے۔ آپ حضرت امام مہدیؑ کی امامت میں نماز پڑھیں گے اور ان تمام امور کو سرانجام دینگے جن کی تفصیل احادیث میں بیان ہوئی ہے پھر طبعی عمر کو پہنچ کر آپ کا وصال ہو جائیگا اور آپ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلوِ مبارک میں دفن ہونگے۔" (مسئلہ حیات وممات مسیحؑ صفحہ 831)

چنانچہ اس فاسد عقیدہ سے اسلام کو شدید نقصان پہنچا اور عیسائی حضرات اسلام کی بیخکنی کرنے میں لگ گئے اس دلیل سے کہ تمہارا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین میں مدفون اور ہمارے حضرت عیسیٰؑ آسمان پر زندہ ہیں۔ اس ترکیب سے انہوں نے مسلمانوں کو لاکھوں کی تعداد میں عیسائیت میں داخل کر دیا اور مسلمانوں نے بھی ہتھیار ڈال دیئے کیوں کہ مسلمان خود حضرت عیسیٰؑ کو زندہ تسلیم کرتے تھے۔ اس فاسد عقیدہ کی اصلاح **حضرت مسیح موعودؑ** نے اپنی متعدد کتب میں بارہا فرمائی ہے۔

آپ نے اپنی معرکۃ الاراء تصنیف ازالہ اوہام میں وہ تیس آیات درج فرمائیں جن سے حضرت عیسیٰؑ کی وفات ثابت ہوتی ہے۔ اس جگہ ان میں سے چند یہاں درج کی جاتی ہیں۔

آیت کریمہ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ (المائدۃ 118) یعنی جب تو نے مجھے وفات دے دی تو تو ہی ان پر نگہبان تھا کے متعلق آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ہم پہلے ثابت کر آئے ہیں کہ تمام قرآن شریف میں توفّی کے معنے یہ ہیں کہ روح کو قبض کرنا اور جسم کو بیکار چھوڑ دینا۔ جیسا کہ اللہ جلّ شانہ فرماتا ہے کہ قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ (السجدۃ 12) اور پھر فرماتا ہے وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰكُمْ (یونس 105) اور پھر فرماتا ہے حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ (النساء 16) اور پھر فرماتا ہے حَتّٰى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ (الاعراف 38) اور پھر فرماتا ہے تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا (الانعام 62) ایسا ہی قرآن شریف کے تیئیس مقام میں برابر توفی کے معنے اماتت اور قبض روح ہے۔ لیکن افسوس کہ بعض علماء نے محض الحاد اور تحریف کی رو سے اس جگہ توفّیتنی سے مراد رفعتنی لیا ہے اور اسطرف ذرہ خیال نہیں کیا کہ یہ معنے نہ صرف لغت کے مخالف بلکہ سارے قرآن کے مخالف ہیں۔ پس یہی تو الحاد ہے کہ جن خاص معنوں کا قرآن کریم نے اوّل سے آخر تک التزام کیا ہے انکو بغیر کسی قرینہ قویہ کے ترک کر دیا گیا ہے۔ توفی کا لفظ نہ صرف قرآن کریم میں بلکہ جابجا احادیث نبویہ میں بھی وفات دینے اور قبض روح کے معنوں پر ہی آتا ہے۔ چنانچہ جب میں نے غور سے صحاح ستّہ کو دیکھا تو ہر ایک جگہ جو توفّی کا لفظ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلا ہے یا کسی صحابی کے منہ سے تو انہی معنوں میں محدود پایا گیا۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ کسی ایک صحیح حدیث میں بھی کوئی ایسا توفّی کا لفظ نہیں ملیگا جس کے کوئی اور معنے ہوں۔ میں نے معلوم کیا ہے کہ اسلام میں بطور اصطلاح کے قبض روح کیلئے یہ لفظ مقرر کیا گیا ہے تا روح کی بقاء پر دلالت کرے۔ افسوس کہ بعض علماء جب دیکھتے ہیں کہ توفّی کے معنے حقیقت میں وفات دینے کے ہیں تو پھر یہ دوسری تاویل پیش کرتے ہیں کہ آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي میں جس توفّی کا ذکر ہے وہ حضرت عیسیٰ کے نزول کے بعد واقع ہوگی۔ لیکن تعجب کہ وہ اس قدر تاویلات رکیکہ کرنے سے ذرہ بھی شرم نہیں کرتے۔ وہ نہیں سوچتے کہ آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي سے پہلے یہ آیت ہے وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ...الخ (المائدۃ 117) اور ظاہر ہے کہ قَالَ کا صیغہ ماضی کا ہے اور اس کے اوّل اِذْ موجود ہے جو خاص واسطے ماضی کے آتا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ قصّہ وقت نزول آیت زمانہ ماضی کا ایک قصہ تھا نہ زمانہ استقبال کا اور پھر ایسا ہی جو جواب حضرت عیسیٰ کی طرف سے ہے یعنی فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي وہ بھی بصیغہ ماضی ہے اور اس قصہ سے پہلے جو بعض دوسرے قصے قرآن کریم میں اسی طرز سے بیان کئے گئے ہیں وہ بھی انہیں معنوں کے موید ہیں۔ مثلاً یہ قصہ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً (البقرۃ 31) کیا اس کے یہ معنے کرنے چاہئے کہ خدائے تعالیٰ کسی استقبال کے زمانہ میں ملائک سے ایسا سوال کرے گا ماسوا اسکے قرآن شریف اس سے بھرا پڑا ہے اور حدیثیں بھی اس کی مصدق ہیں کہ موت کے بعد قبل از قیامت بھی بطور باز پرس سوالات ہوا کرتے ہیں۔" (ازالہ اوہام صفحہ 424)

اسی طرح آیت کریمہ: مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ (المائدۃ 76) یعنی مسیح صرف ایک رسول ہے اس سے پہلے نبی فوت ہو چکے ہیں اور ماں اس کی صدیقہ ہے جب وہ دونو زندہ تھے تو طعام کھایا کرتے تھے، کے متعلق آپ فرماتے ہیں:

"یہ آیت بھی صریح نص حضرت مسیح کی موت پر ہے کیونکہ اس آیت میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ مریم طعام نہیں کھاتے ہیں کسی زمانہ میں کھایا کرتے تھے جیسا کہ کانا کا لفظ اس پر دلالت کر رہا ہے جو حال کو چھوڑ کر گزشتہ زمانہ کی خبر دیتا ہے۔ اب ہر یک شخص سمجھ سکتا ہے کہ حضرت مریم طعام کھانے سے اسی وجہ سے روکی گئی کہ وہ فوت ہوگئی اور چونکہ کانا کے لفظ میں جو تثنیہ کا صیغہ ہے حضرت عیسیٰ بھی حضرت مریم کے ساتھ شامل ہیں اور دونوں ایک ہی حکم کے نیچے داخل ہیں لہٰذا حضرت مریم کی موت کے ساتھ ان کی موت بھی ماننی پڑی کیونکہ آیت موصوفہ بالا میں ہرگز یہ بیان نہیں کیا گیا کہ حضرت مریم تو بوجہ موت طعام کھانے سے روکے گئے لیکن حضرت ابن مریم کسی اور وجہ سے۔ اور جب ہم اس آیت مذکورہ بالا کو اس دوسری آیت کے ساتھ ملا کر پڑھیں کہ مَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ (الانبیاء 9)......اس آیت کا پہلی آیت کے ساتھ ابھی بیان ہو چکا ہے اور درحقیقت یہی اکیلی آیت کافی طور پر مسیح کی موت پر دلالت کر رہی ہے کیونکہ جب کہ کوئی جسم خاکی بغیر طعام کے زندہ نہیں رہ سکتا یہی سنّت اللہ ہے تو پھر حضرت مسیح کیونکر ابتک بغیر طعام کے زندہ موجود ہیں اور اللہ جل شانہ فرماتا ہے وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا (الاحزاب 63) اور اگر کوئی کہے اصحاب کہف بغیر طعام کے زندہ موجود ہیں تو میں کہتا ہوں کہ ان کی زندگی بھی اس جہان کی زندگی نہیں۔ مسلم کی حدیث سو برس والی انکو بھی مار چکی ہے۔ بیشک ہم اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ

❁ میں سامعین کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ خدا جس کے ملنے میں انسان کی نجات اور دائمی خوشحالی ہے، وہ بجز قرآن شریف کی پیروی کے ہرگز نہیں مل سکتا۔ کاش جو میں نے دیکھا ہے لوگ دیکھیں اور جو میں نے سنا ہے وہ سنیں اور قصوں کو چھوڑ دیں اور حقیقت کی طرف دوڑیں۔ (روحانی خزائن جلد 10، اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ 442)

❁ یقیناً سمجھو کہ جس طرح یہ ممکن نہیں کہ ہم بغیر آنکھوں کے دیکھ سکیں یا بغیر کانوں کے سن سکیں یا بغیر زبان کے بول سکیں اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ بغیر قرآن کے اس پیارے محبوب کا منہ دیکھ سکیں۔ میں جوان تھا اب بوڑھا ہوا مگر میں نے کوئی نہ پایا جس نے بغیر اس پاک چشمہ کے اس کھلی کھلی معرفت کا پیالہ پیا ہو۔ (ایضاً)

اصحاب کہف بھی شہداء کی طرح زندہ ہیں۔ان کی بھی کامل زندگی ہے۔مگر وہ دنیا کی ایک ناقصہ کثیفہ زندگی سے نجات پا گئے ہیں۔ دنیا کی زندگی کیا چیز ہے اور کیا حقیقت۔ایک جاہل اس کو بڑی چیز سمجھتا ہے اور ہر یک قسم کی زندگی کو جو قرآن شریف میں مذکور و مندرج ہے اسی کی طرف گھسیٹتا چلا جاتا ہے۔وہ یہ خیال نہیں کرتا کہ دنیوی زندگی تو ایک ادنیٰ درجہ کی زندگی ہے۔جسکے ارذل حصہ سے حضرت خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پناہ مانگی ہے اور جس کے ساتھ نہایت غلیظ اور مکروہ لوازم لگے ہوئے ہیں۔اگر ایک انسان کو اس سفلی زندگی سے ایک بہتر زندگی حاصل ہو جائے اور سنّت اللہ میں فرق نہ آوے تو اس سے زیادہ اور کون سی خوبی ہے۔“(ازالہ اوہام صفحہ 425 تا 427)

پھر حضرت مسیح موعودؑ آیت کریمہ: وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ ۚ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوۡ قُتِلَ انۡقَلَبۡتُمۡ عَلٰۤى اَعۡقَابِكُمۡ (آل عمران 145) یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم صرف ایک نبی ہیں ان سے پہلے سب نبی فوت ہو گئے ہیں۔اب کیا اگر وہ بھی فوت ہو جائیں یا مارے جائیں تو ان کی نبوت میں کوئی نقص لازم آئے گا جس کی وجہ سے تم دین سے پھر جاؤ، پیش کر کے فرماتے ہیں:

”اس آیت کا ماحصل یہ ہے کہ اگر نبی کیلئے ہمیشہ زندہ رہنا ضروری ہے تو ایسا نبی پہلے نبیوں میں سے پیش کرو جو اب تک زندہ موجود ہے اور ظاہر ہے کہ اگر مسیح ابن مریم زندہ ہے تو پھر یہ دلیل جو خدائے تعالیٰ نے پیش کی صحیح نہیں ہوگی۔“

(ازالہ اوہام صفحہ 427)

اسی طرح آیت کریمہ: وَمَا جَعَلۡنَا لِبَشَرٍ مِّنۡ قَبۡلِكَ الۡخُلۡدَ ؕ اَفَا۟ئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الۡخٰلِدُوۡنَ (الانبیاء 35) یعنی ہم نے تجھ سے پہلے کسی بشر کو ہمیشہ زندہ اور ایک حالت پر رہنے والا نہیں بنایا۔پس کیا اگر تو مر گیا تو یہ لوگ باقی رہ جائینگے، کی تشریح میں آپؑ فرماتے ہیں:

”اس آیت کا مدعا یہ ہے کہ تمام لوگ ایک ہی سنت اللہ کے نیچے داخل ہیں اور کوئی موت سے بچا نہیں اور نہ آئندہ بچے گا۔اور لغت کے رو سے خلود کے مفہوم میں یہ بات داخل ہے کہ ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہے۔ کیونکہ تغیّر موت اور زوال کی تمہید ہے پس نفی خلود سے ثابت ہوا کہ زمانہ کی تاثیر سے ہر ایک شخص کی موت کی طرف حرکت ہے اور پیرانہ سالی کی طرف رجوع اور اس سے مسیح ابن مریم کا بوجہ امتداد زمانہ اور شیخ فانی ہو جانے کی باعث سے فوت ہو جانا ثابت ہوتا ہے۔“

(ازالہ اوہام صفحہ 427، 428)

حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے نماز اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا تھا۔اس ضمن میں آپ نے درج ذیل آیت کریمہ پیش فرمائی:

وَاَوۡصٰنِىۡ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمۡتُ حَيًّا (مریم 32) کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نماز اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے جب تک میں زندہ رہوں، حضورؑ فرماتے ہیں:

”اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ انجیلی طریق پر نماز پڑھنے کے لئے حضرت عیسیٰ کو وصیت کی گئی تھی اور وہ آسمان پر عیسائیوں کی طرح نماز پڑھتے ہیں اور حضرت یحییٰ ان کی نماز کی حالت میں ان کے پاس یونہی پڑے رہتے ہیں مردے جو ہوئے۔اور جب دنیا میں حضرت عیسیٰ آئینگے تو برخلاف اس وصیت کے امّتی بنکر مسلمانوں کی طرح نماز پڑھیں گے۔“(ازالہ اوہام صفحہ 428)

اسی طرح یہ آیت بھی حضرت عیسیٰؑ کی وفات پر دلالت کرتی ہے: وَالسَّلٰمُ عَلَىَّ يَوۡمَ وُلِدْتُّ وَيَوۡمَ اَمُوۡتُ وَيَوۡمَ اُبۡعَثُ حَيًّا (مریم 34) حضورؑ اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں:

”اس آیت میں واقعات عظیمہ جو حضرت مسیح کے وجود کے متعلق تھے صرف تین بیان کئے گئے ہیں۔حالانکہ اگر رفع اور نزول واقعات صحیحہ میں سے ہیں تو ان کا بیان بھی ضروری تھا۔کیا نعوذ باللہ رفع اور نزول حضرت مسیح کا مورد اور محل سلام الٰہی نہیں ہونا چاہیے تھا۔سو اس جگہ پر خدائے تعالیٰ کا اس رفع اور نزول کو ترک کرنا جو مسیح ابن مریم کی نسبت مسلمانوں کے دلوں میں بسا ہوا ہے صاف اس بات پر دلیل ہے کہ وہ خیال ہیچ اور خلاف واقعہ ہے بلکہ وہ رفع یوم اموت میں داخل ہے اور نزول سراسر باطل ہے۔“(ایضاً صفحہ 428)

اللہ تعالیٰ کا یہ قاعدہ ہے کہ جسم خاکی آسمان پر نہیں جا سکتا۔اس ضمن میں آپؑ نے قرآن مجید کی درج ذیل آیت پیش فرمائی:

وَلَكُمۡ فِى الۡاَرۡضِ مُسۡتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيۡنٍ (البقرۃ 37) یعنی تم اپنے جسم خاکی کے ساتھ زمین پر ہی رہو گے یہاں تک کہ اپنے تمتع کے دن پورے کر کے مرجاؤ گے۔یہ آیت جسم خاکی کو آسمان پر جانے سے روکتی ہے کیونکہ لَكُمۡ جو اس جگہ فائدہ تخصیص کا دیتا ہے اس بات پر بصراحت دلالت کر رہا ہے کہ جسم خاکی آسمان پر جا نہیں سکتا بلکہ زمین سے ہی نکلا اور زمین میں ہی رہیگا اور زمین میں ہی داخل ہوگا۔“

(ازالہ اوہام صفحہ 429)

دنیا میں جس قدر رسول آئے وہ سب کھانا کھاتے اور بازاروں میں چلتے تھے۔ آیت کریمہ: وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا قَبۡلَكَ مِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ اِلَّاۤ اِنَّهُمۡ لَيَاۡكُلُوۡنَ الطَّعَامَ وَيَمۡشُوۡنَ فِى الۡاَسۡوَاقِ (الفرقان 21) یعنی ہم نے تجھ سے پہلے جس قدر رسول بھیجے ہیں وہ سب کھانا کھایا کرتے تھے اور بازاروں میں پھرتے تھے، اسی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”اور پہلے ہم بہ نص قرآنی ثابت کر چکے ہیں کہ دنیوی حیات کے لوازم میں سے طعام کا کھانا ہے سو چونکہ وہ اب تمام نبی طعام نہیں کھاتے لہٰذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ سب فوت ہو چکے ہیں جن میں بوجہ کلمہ حصر مسیح بھی داخل ہے۔“(ایضاً صفحہ 431)

سورہ رحمن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر چیز فنا ہونے والی ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: كُلُّ مَنۡ عَلَيۡهَا فَانٍ وَّيَبۡقٰى وَجۡهُ رَبِّكَ ذُو الۡجَلٰلِ وَالۡاِكۡرَامِ (الرحمن 27-28) یعنی ہر یک چیز جو زمین میں موجود ہے اور زمین سے نکلتی ہے وہ معرض فنا میں ہے۔حضورؑ اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں:

”یعنی دمبدم فنا کی طرف میل کر رہی ہے مطلب یہ کہ ہر یک جسم خاکی کو نابود ہونے کی طرف ایک حرکت ہے اور کوئی وقت اس حرکت سے خالی نہیں۔وہی حرکت بچہ کو جوان کر دیتی ہے اور جوان کو بوڑھا اور بوڑھے کو قبر میں ڈال دیتی ہے اور اس قانون قدرت سے کوئی باہر نہیں۔خدائے تعالیٰ نے فانٍ کا لفظ اختیار کیا یفنی نہیں کہا تا معلوم ہو کہ فنا ایسی چیز نہیں کہ کسی آئندہ زمانہ میں یکدفعہ واقعہ ہوگی بلکہ سلسلہ فنا کا ساتھ ساتھ جاری ہے لیکن ہمارے مولوی یہ گمان کر رہے ہیں کہ مسیح ابن مریم اسی فانی جسم کے ساتھ جس میں بموجب نص صریح کے ہر دم فنا کام کر رہی ہے بلا تغیّر و تبدّل آسمان پر بیٹھا ہے اور زمانہ اس پر اثر نہیں کرتا۔حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بھی مسیح کو کائنات الارض میں سے مستثنیٰ قرار نہیں دیا۔“(ازالہ اوہام صفحہ 434)

اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ بشر رسول آسمان پر نہیں جا سکتا۔جیسا کہ کفار نے آپؐ سے مطالبہ کیا کہ: اَوۡ تَرۡقٰى فِى السَّمَآءِ ؕ وَلَنۡ نُّؤۡمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيۡنَا كِتٰبًا نَّقۡرَؤُهٗ ؕ یعنی کفار کہتے ہیں کہ تو آسمان پر چڑھ کر ہمیں دکھلا تب ہم ایمان لے آئیں گے۔اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا کہ:

قُلۡ سُبۡحَانَ رَبِّىۡ هَلۡ كُنۡتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوۡلًا (بنی اسرائیل 94)

حضرت مسیح موعودؑ اس آیت کا ترجمہ اور تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ان کو کہہ دے کہ میرا خدا اس سے پاک تر ہے کہ اس دار الابتلاء میں ایسے کھلے کھلے نشان دکھاوے اور میں بجز اس کے اور کوئی نہیں ہوں کہ ایک آدمی۔اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آسمان پر چڑھنے کا نشان مانگا تھا اور انہیں صاف جواب ملا کہ یہ عادت اللہ نہیں کہ کسی جسم خاکی کو آسمان پر لے جاوے۔اب اگر جسم خاکی کے ساتھ ابن مریم کا آسمان پر جانا صحیح مان لیا جائے تو یہ جواب مذکورہ بالا سخت اعتراض کے لائق ٹھہر جائے گا اور کلام الٰہی میں تناقص اور اختلاف

قرآن شریف کے رو سے انسان کی طبعی حالتوں کو اسکی اخلاقی اور روحانی حالتوں سے شدید تعلقات ہیں

اگر یہ سوال ہو کہ انسان کی طبعی حالتوں پر قرآن شریف کا کیا اثر ہے اور وہ ان کی نسبت کیا ہدایت دیتا ہے اور عملی طور پر کس حد تک انکو رکھنا چاہتا ہے تو واضح ہو کہ قرآن شریف کے رو سے انسان کی طبعی حالتوں کو اسکی اخلاقی اور روحانی حالتوں سے نہایت ہی شدید تعلقات واقع ہیں۔ یہاں تک کہ انسان کے کھانے پینے کے طریقے بھی انسان کی اخلاقی اور روحانی حالتوں پر اثر کرتے ہیں۔اور اگر ان طبعی حالتوں سے شریعت کی ہدایت کے موافق کام لیا جائے تو جیسا کہ نمک کی کان میں پڑ کر ہر ایک چیز نمک ہی ہو جاتی ہے۔ایسا ہی یہ تمام حالتیں اخلاقی ہی ہو جاتی ہیں اور روحانیت پر نہایت گہرا اثر کرتی ہیں۔اسی واسطے قرآن شریف نے تمام عبادات اور اندرونی پاکیزگی کے اغراض اور خشوع اور خضوع کے مقاصد میں جسمانی طہارتوں اور جسمانی آداب اور جسمانی تعدیل کو بہت ملحوظ رکھا ہے۔ (روحانی خزائن جلد 10، اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ 319)

لازم آئیگا لہٰذا قطعی اور یقینی یہی امر ہے کہ حضرت مسیح بجسدہ العنصری آسمان پر نہیں گئے ۔ بلکہ موت کے بعد آسمان پر گئے ہیں۔ بھلا ہم ان لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ کیا موت کے بعد حضرت یحییٰ اور حضرت آدم اور حضرت ادریس اور حضرت ابراہیم اور حضرت یوسف وغیرہ آسمان پر اٹھائے گئے تھے یا نہیں ۔ اگر نہیں اٹھائے گئے تو پھر کیوں کر معراج کی رات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو آسمانوں میں دیکھا اور اگر اُٹھائے گئے تھے تو پھر ناحق مسیح ابن مریم کی رفع کے کیوں اور طور پر معنے کئے جاتے ہیں۔ تعجب کہ توفّی کا لفظ جو صریح وفات پر دلالت کرتا ہے جا بجا انکے حق میں موجود ہے اور اٹھائے جانے کا نمونہ بھی بدیہی طور پر کھلا ہے کیوں کہ وہ انہیں فوت شدہ لوگوں میں جا ملے جو ان سے پہلے اٹھائے گئے تھے ۔ اور اگر کہو کہ وہ لوگ اٹھائے نہیں گئے تو میں کہتا ہوں کہ وہ پھر آسمان پر کیوں کر پہنچ گئے آخر اٹھائے گئے تبھی تو آسمان میں پہنچے ۔ کیا تم قرآن شریف میں یہ آیت نہیں پڑھتے وَرَفَعۡنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا (مریم 58) کیا یہ وہی رفع نہیں ہے جو مسیح کے بارہ میں آیا ہے ؟ کیا اس کے اٹھائے جانے کے معنے نہیں ہیں فانّٰی تصرفون۔ (ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 423 تا 438)

ختم نبوت کے متعلق
غلط عقائد کی اصلاح

قارئین کرام! فی زمانہ مسلمانوں کا عام عقیدہ یہ ہے کہ رسول مقبول ﷺ کے بعد باب نبوت و رسالت تا قیامت مسدود ہے اور دلیل کے طور پر آیت خاتم النبیین پیش کرتے ہیں کہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِكُمۡ وَلٰكِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (الاحزاب 41) محمد تمہارے (جیسے) مَردوں میں سے کسی کا باپ نہیں بلکہ وہ اللہ کا رسول ہے اور سب نبیوں کا خاتم ہے۔

اس آیت سے غلط استدلال کرتے ہوئے غیر احمدی حضرات یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے بعد کسی بھی قسم کا کوئی بھی نبی نہیں آسکتا۔ جیسا کہ مفتی محمد شفیع صاحب دیو بند لکھتے ہیں:

’’آپ ﷺ کا سلسلہ ابوت تا قیامت چلنے والا ہے کوئی نبی آپکے بعد پیدا ہونے والا نہیں۔‘‘ (ختم نبوت کامل ۔ صفحہ ۷۹)

امام رازی اپنی کتاب مفاتیح الغیب میں آیت خاتم النبیین کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

’’وذالك لان النبی الذی یکون بعدہ نبی ان ترك شیئاً من النصیحة والبیان یستدرکه من یأتی بعدہ واما من لا نبی بعدہ یکون اشفق علی امته۔ (نبی اکرم ﷺ خاتم النبیین ہیں) وہ اس وجہ سے کہ وہ نبی جس کے بعد دوسرا کوئی نبی ہوتو اگر وہ نصیحت اور بیان میں کچھ چھوڑ دیتا ہے تو اس کے بعد آنے والا اس کو پورا کرتا ہے ۔ لیکن وہ جس کے بعد کوئی نبی نہیں وہ امت پر بہت مہربان ہوگا۔ گویا امام رازی کے نزدیک چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت اور بیان میں سے کچھ بھی نہیں چھوڑا لہٰذا آپؐ کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں۔

یہ نہ صرف آیت خاتم النبیین کے خلاف ہے بلکہ آنحضرت ﷺ کی شان خاتمیت کے بھی منافی ہے اور آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے بابِ رحمتِ نبوت کو ہمیشہ کیلئے بند کرنے والا قرار دیتا ہے ۔ حضرت مسیح موعودؑ نے آنحضرت ﷺ کی شان خاتمیت کی حقیقت کو اہل دنیا پر آشکار کیا اور یہ ثابت فرمایا کہ آپ ﷺ بابِ رحمتِ نبوت کو ہمیشہ کیلئے بند کرنے والے نہیں بلکہ آپ ﷺ کی مہر خاتمیت سے ہی انبیا کرام کی نبوت ثابت ہوسکتی ہے اور آئندہ بھی اگر کوئی نبی آئے گا تو وہ آپ ﷺ کی متابعت، پیروی اور غلامی میں ہی آئے گا۔ آپؑ فرماتے ہیں:

’’ختم نبوت کو یوں سمجھ سکتے ہیں کہ جہاں پر دلائل اور معرفت طبعی طور پر ختم ہو جاتے ہیں وہ وہی حد ہے جس کو ختم نبوت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 186)

نیز فرمایا:

’’ہمیں اللہ تعالیٰ نے وہ نبیؐ دیا جو خاتم المومنینؐ خاتم العارفینؐ اور خاتم النبیینؐ ہے اور اسی طرح پر وہ کتاب اس پر نازل کی جو جامع الکتب اور خاتم الکتب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو خاتم النبیین ہیں اور آپؐ پر نبوت ختم ہوگئی تو یہ نبوت اس طرح پر ختم نہیں ہوئی جیسے کوئی گلا گھونٹ کر ختم کر دے۔ ایسا ختم قابل فخر نہیں ہوتا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے سے مراد یہ ہے کہ طبعی طور پر آپؐ پر کمالات نبوت ختم ہو گئے یعنی وہ تمام کمالات متفرقہ جو آدم سے لیکر مسیح ابن مریم تک نبیوں کو دیئے گئے تھے کسی کو کوئی اور کسی کو کوئی وہ سب کے سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع کر دیئے گئے۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 227)

پھر فرماتے ہیں:

’’جسمانی طور پر جس قدر ترقیات آج تک ہوئی ہیں کیا وہ پہلے زمانوں میں تھیں؟ اسی طرح روحانی ترقیات کا سلسلہ ہے کہ ہوتے ہوتے پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوا۔ خاتم النبیین کے یہی معنی ہیں۔‘‘ (ملفوظات جلد دوم صفحہ 515)

ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لا جرم شد ختم ہر پیغمبرے

(براہین احمدیہ جلد اول صفحہ 10)

تَمَّتۡ عَلَيۡهِ صِفَاتُ كُلِّ مَزِيَّةٍ
خُتِمَتۡ بِهٖ نَعۡمَاءُ كُلِّ زَمَانٖ

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ 593)

ترجمہ ہر قسم کے فضائل کی صفتیں آپ کے وجود میں اپنے کمال کو پہنچی ہوئی ہیں اور ہر زمانہ کی نعمتیں آپ پر ختم ہیں۔ ایک مقام پر آپ فرماتے ہیں:

’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں ہے مگر وہ رسول اللہ ہے اور خاتم الانبیاء ہے اب ظاہر ہے کہ لکن کا لفظ زبان عرب میں استدراک کیلئے آتا ہے یعنی تدارک مافات کے لئے۔ سو اس آیت کے پہلے حصے میں جو امر فوت شدہ قرار دیا گیا تھا یعنی جس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے نفی کی گئی تھی وہ جسمانی طور سے کسی مرد کا باپ ہونا تھا۔ سو لکن کے لفظ کے ساتھ ایسے فوت شدہ امر کا اس طرح تدارک کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا گیا جس کے یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد براہ راست فیوض نبوت منقطع ہو گئے اور اب کمال نبوت صرف اس شخص کو ملیگا جو اپنے اعمال پر اتباع نبوی کی مہر رکھتا ہوگا۔‘‘

(روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 214 ریویو بر مباحثہ بٹالوی وچکڑالوی)

آپ فرماتے ہیں:

’’حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین و خیر المرسلین ہیں جن کے ہاتھ سے اکمالِ دین ہو چکا اور وہ نعمت بمرتبہ اِتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہ راست کو اختیار کر کے خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔‘‘

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 169)

اسی طرح فرمایا:

’’وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اسکے کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذریت شیطان ہے۔ کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اس کو عطا کیا گیا ہے۔‘‘ (حقیقۃ الوحی صفحہ 116)

فرمایا:

’’مسلمانوں میں سے سخت نادان اور بد قسمت وہ لوگ ہیں جو .... آنحضرت ﷺ کے ابدی فیض سے ایسا اپنے تئیں محروم جانتے ہیں کہ گویا آنحضرت ﷺ نعوذ باللہ زندہ چراغ نہیں ہیں بلکہ مردہ چراغ ہیں جن کے ذریعہ سے دوسرا چراغ روشن نہیں ہوسکتا۔ وہ اقرار رکھتے ہیں کہ موسیٰؑ نبی زندہ چراغ تھا جسکی پیروی سے صدہا نبی چراغ ہو گئے ۔ اور مسیحؑ اسی کی پیروی تیس برس تک کر کے اور توریت کے احکام کو بجا لا کر اور موسیٰؑ کی شریعت کا جوا اپنی گردن پر لے کر نبوت کے انعام سے مشرف ہوا۔ مگر ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کسی کو کوئی روحانی انعام عطا نہ کر سکی بلکہ ایک طرف تو آپ حسب

منجملہ محاسن وخوبیوں قرآن کے جس پر اہل اسلام کو ناز کرنا بجا ہے دو باتیں نہایت عمدہ ہیں
اوّل قرآن شریف کی وہ خوش بیانی جس میں خدائے تعالیٰ کا ذکر ہے اور جس کے سننے سے آدمی کے دل پر ایک طرح کا اثر پیدا ہوتا اور خوف آتا ہے
دوسرے قرآن تمام ان خیالات سے مبرا ہے جو خلاف تہذیب خیال کئے جاسکتے ہیں

جان ڈیون پورٹ قرآن شریف کی مدح و تعریف میں لکھتا ہے :

’’مسلمان قرآن شریف کی ایسی عظمت کرتے ہیں کہ عیسائیوں نے اپنی انجیل کی کبھی ایسی تکریم ہوتے نہیں دیکھی قرآن شریف میں صرف احکام مذہبی و تہذیب اخلاق ہی کا ذکر نہیں

آیت مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ (الاحزاب 41) اولادِ نرینہ سے جو ایک جسمانی یادگار تھی محروم رہے اور دوسری طرف روحانی اولاد بھی آپ کو نصیب نہ ہوئی جو آپ کے روحانی کمالات کی وارث ہوتی۔ اور خدا تعالیٰ کا یہ قول۔ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (الاحزاب 41) بے معنی رہا۔ ظاہر ہے کہ زبان عرب میں لٰکن کا لفظ استدراک کیلئے آتا ہے یعنی جو امر حاصل نہیں ہو سکا اس کے حصول کی دوسرے پیرایہ میں خبر دیتا ہے جس کے رو سے اس آیت کے یہ معنے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی نرینہ اولاد کوئی نہیں تھی مگر روحانی طور پر آپ کی اولاد بہت ہوگی اور آپ نبیوں کیلئے مہر ٹھہرائے گئے۔ یعنی آئندہ کوئی نبوت کا کمال بجز آپ کی پیروی کی مہر کے کسی کو حاصل نہیں ہوگا۔ غرض اس آیت کے یہ معنے تھے جن کو الٹا کر نبوت کے آئندہ فیض سے انکار کر دیا گیا۔ حالانکہ اس انکار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سراسر مذمت اور منقصت ہے کیونکہ نبی کا کمال یہ ہے کہ وہ دوسرے شخص کو ظلی طور پر نبوت کے کمالات سے متمتع کر دے اور روحانی امور میں اس کی پوری پرورش کر کے دکھلاوے۔ اسی پرورش کی غرض سے نبی آتے ہیں اور ماں کی طرح حق کے طالبوں کو گود میں لے کر خدا شناسی کا دودھ پلاتے ہیں۔ پس اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ دودھ نہیں تھا تو نعوذ باللہ آپ کی نبوت ثابت نہیں ہو سکتی۔ مگر خدا تعالیٰ نے تو قرآن شریف میں آپ کا نام سراج منیر رکھا ہے جو دوسروں کو روشن کرتا ہے اور اپنی روشنی کا اثر ڈال کر دوسروں کو اپنی مانند بنا دیتا ہے۔ اور اگر نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں فیض روحانی نہیں تو پھر دنیا میں آپ کا مبعوث ہونا ہی عبث ہوا۔ اور دوسری طرف خدا تعالیٰ بھی دھوکا دینے والا ٹھہرا جس نے دعا تو یہ سکھلائی کہ تم تمام نبیوں کے کمالات طلب کرو مگر دل میں ہرگز یہ ارادہ نہیں تھا کہ یہ کمالات دیئے جائیں گے۔ بلکہ یہ ارادہ تھا کہ ہمیشہ کیلئے اندھا رکھا جائے۔ لیکن اے مسلمانو! ہشیار ہو جاؤ کہ ایسا خیال سراسر جہالت اور نادانی ہے۔ اگر اسلام ایسا ہی مردہ مذہب ہے تو کس قوم کو تم اس کی طرف دعوت کر سکتے ہو؟ کیا اس مذہب کی لاش جاپان لے جاؤ گے یا یورپ کے سامنے پیش کرو گے؟ اور ایسا کون بیوقوف ہے جو ایسے مردہ مذہب پر عاشق ہو جائیگا جو بمقابلہ گزشتہ مذہبوں کے ہر ایک برکت اور روحانیت سے بے نصیب ہے۔ گزشتہ مذہبوں میں عورتوں کو بھی الہام ہوا جیسا کہ موسیٰ کی ماں اور مریم کو۔ مگر تم مرد ہو کر ان عورتوں کے برابر بھی نہیں بلکہ اے نادانو!! اور آنکھوں کے اندھو!!! ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارے سید و مولیٰ (اس پر ہزارہا سلام) اپنے افاضہ کی رو سے تمام انبیاء سے سبقت لے گئے ہیں۔ کیونکہ گذشتہ نبیوں کا افاضہ ایک حد تک آکر ختم ہو گیا۔ اور اب وہ قومیں اور وہ مذہب مردہ ہیں۔ کوئی ان میں زندگی نہیں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی فیضان قیامت تک جاری ہے۔ اسی لئے باوجود آپ کے اس فیضان کے اس امت کیلئے ضروری نہیں کہ کوئی مسیح باہر سے آوے۔ بلکہ آپ کے سایہ میں پرورش پانا ایک ادنیٰ انسان کو مسیح بنا سکتا ہے جیسا کہ اس نے اس عاجز کو بنایا۔"

(چشمۂ مسیحی، روحانی خزائن، جلد ۲۰، صفحہ ۳۸۷)

اسی طرح فرماتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ایک خاص فخر دیا گیا ہے کہ وہ ان معنوں سے خاتم الانبیاء ہیں کہ ایک تو تمام کمالات نبوت ان پر ختم ہیں اور دوسرے یہ کہ ان کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا رسول نہیں اور نہ کوئی ایسا نبی ہے جو ان کی امت سے باہر ہو۔ بلکہ ہر ایک کو جو شرف مکالمہ الٰہیہ ملتا ہے وہ انہی کے فیض اور انہی کے وساطت سے ملتا ہے اور وہ امتی کہلاتا ہے نہ کوئی مستقل نبی۔" (چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 380)

"اللہ جلشانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا یعنی آپ کو افاضہ کمال کیلئے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ 97 حاشیہ)

آپ فرماتے ہیں:

"ہمارے مخالف الرائے مسلمانوں نے یہی غلطی کھائی ہے کہ وہ ختم نبوت کی مہر توڑ کر اسرائیلی نبی کو آسمان سے اُتارتے ہیں اور میں یہ کہتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کی قوتِ قدسی اور آپؐ کی ابدی نبوت کا یہ ادنیٰ کرشمہ ہے کہ تیرہ سو سال کے بعد بھی آپؐ ہی کی تربیت اور تعلیم سے مسیح موعودؑ آپ کی امت میں وہی مہر نبوت لیکر آیا ہے۔ اگر یہ عقیدہ کفر ہے تو پھر میں اس کفر کو عزیز رکھتا ہوں۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 468)

"اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے مگر وہی جو پہلے امتی ہو۔"

(تجلیات الٰہیہ صفحہ 25)

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا یہ بھی ایک پہلو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اس امت میں بڑی بڑی استعدادیں رکھ دی ہیں یہاں تک کہ عُلَمَآءُ اُمَّتِيْ كَاَنْبِيَآءِ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ بھی حدیث میں آیا ہے..... علماء عالم کی جمع ہے اور علم اس چیز کو کہتے ہیں جو یقینی اور قطعی ہو اور سچا علم قرآن شریف سے ملتا ہے۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ 231)

"آپ کی مہر کے بغیر کسی کی نبوت تصدیق نہیں ہو سکتی۔ جب مہر لگ جاتی ہے تو وہ کاغذ سند ہو جاتا ہے اور مصدقہ سمجھا جاتا ہے اسی طرح آنحضرت ﷺ کی مہر اور تصدیق جس نبوت پر نہ ہو وہ صحیح نہیں ہے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 314)

پھر فرمایا:

"میں بڑے یقین اور دعویٰ سے کہتا ہوں آنحضرت ﷺ پر کمالات نبوت ختم ہو گئے وہ شخص جھوٹا اور مفتری ہے جو آپ کے خلاف کسی سلسلہ کو قائم کرتا ہے اور آپ کی نبوت سے الگ ہو کر کوئی صداقت پیش کرتا ہے اور چشمہ نبوت کو چھوڑتا ہے۔ میں کھولکر کہتا ہوں کہ وہ شخص لعنتی ہے جو آنحضرت ﷺ کے سوا آپ کے بعد کسی اور کو نبی یقین کرتا ہے اور آپ کی ختم نبوت کو توڑتا ہے یہی وجہ ہے کہ کوئی ایسا نبی آنحضرت ﷺ کے بعد نہیں آسکتا جس کے پاس مہر نبوت محمدی نہ ہو...... یہ وہ بات ہے جس سے آنحضرت ﷺ کا کمال اور آپ کی زندگی کا ثبوت ہوتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 468)

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

"کہتے ہیں کہ یہ دروازہ مکالمات و مخاطبات کا اس وجہ سے بند ہو گیا کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (الاحزاب 41) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ خاتم النبیین ہیں اس لئے آپ کے بعد یہ فیض اور فضل بند ہو گیا۔ مگر ان کی عقل اور علم پر افسوس آتا ہے کہ یہ نادان اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ اگر ختم نبوت کے ساتھ ہی معرفت اور بصیرت کے دروازے بھی بند ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (معاذ اللہ) خاتم النبیین تو کجا نبی بھی ثابت نہ ہوں گے۔ کیونکہ نبی کی آمد اور بعثت تو اس غرض کے لئے ہوتی ہے تا کہ اللہ تعالیٰ پر ایک یقین اور بصیرت پیدا ہو اور ایسا ایمان ہو جو لذیذ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے تصرفات اور اس کی قدرتوں اور صفات کی تجلی کو انسان مشاہدہ کرے اور اس کا ذریعہ بھی اس کے مکالمات و مخاطبات اور خوارق عادات ہیں۔ لیکن جب یہ دروازہ ہی بند ہو گیا تو پھر اس بعثت سے فائدہ کیا ہوا؟ میں بڑے افسوس سے کہتا ہوں کہ ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہرگز قدر نہیں کی اور آپ کی شان عالی کو بالکل نہیں سمجھا ورنہ اس قسم کے بیہودہ خیالات یہ نہ تراشتے۔ اس آیت کے اگر یہ معنے جو یہ پیش کرتے ہیں تسلیم کر لئے جاویں تو پھر گویا آپ کو نعوذ باللہ ابتر ماننا ہوگا۔ کیونکہ جسمانی اولاد کی نفی تو قرآن شریف کرتا ہے اور روحانی کی یہ نفی کرتے ہیں تو پھر باقی کیا رہا۔

بلکہ گبن صاحب کا قول ہے کہ اوقیانوس سے گنگا تک قرآن شریف مجموعہ قوانین مانا جاتا ہے۔ قرآن میں قوانین دیوانی و فوجداری و سلوک باہمی پائے جاتے ہیں اور وہ مسائل نجات روح و حقوق عامہ و حقوقِ شخصی و نفع رسانی خلائق وغیرہ پر حاوی ہے۔ منجملہ محاسن و خوبیوں قرآن کے جس پر اہل اسلام کو ناز کرنا بجا ہے دو باتیں نہایت عمدہ ہیں اوّل قرآن شریف کی وہ خوش بیانی جس میں خدائے تعالیٰ کا ذکر ہے اور جس کے سننے سے آدمی کے دل پر ایک طرح کا اثر پیدا ہوتا اور خوف آتا ہے۔ دوسرے قرآن تمام ان خیالات سے مبرا ہے جو خلاف تہذیب خیال کئے جا سکتے ہیں اور اس کے تمام اصول ایسے ہیں جو کوئی ان میں سے خلاف عقل نہیں مگر افسوس کہ یہ عیب یہودیوں کی مقدس کتابوں میں اکثر واقعہ ہیں۔ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس کے اصول میں سب کو اتفاق ہے اور کوئی ایسی بات نہیں جو زبردستی مان لینی پڑے اور سمجھ میں نہ آوے۔" (رُوحانی خزائن جلد 2، سرمہ چشم آریہ صفحہ 195)

اصل بات یہ ہے کہ اس آیت سے اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم الشان کمال اور آپ کی قوت قدسیہ کا زبردست اثر بیان کرتا ہے کہ آپ کی روحانی اولاد اور آپ کی روحانی تاثیرات کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوگا۔ آئندہ اگر کوئی فیض اور برکت کسی کو مل سکتی ہے تو اسی وقت اور اسی حالت میں مل سکتی ہے جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع میں کھویا جاوے اور فنا فی الرسول کا درجہ حاصل کر لے۔ بدوں اس کے نہیں۔ اور اگر اس کے سوا کوئی شخص ادعائے نبوت کرے تو وہ کذّاب ہوگا۔ اس لئے نبوت مستقلہ کا دروازہ بند ہو گیا اور کوئی ایسا نبی جو بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور ورزش شریعت اور فنی فی الرسول ہونے کے مستقل نبی صاحب شریعت نہیں ہوسکتا۔ ہاں فنا فی الرسول اور آپ کے امتی اور کامل متبعین کے لئے یہ دروازہ بند نہیں کیا گیا۔ اسی لئے براہین میں یہ الہام درج ہے **كل بركت من محمد صلى الله عليه وسلم فتبارك من علم و تعلّم** یعنی یہ مخاطبات اور مکالمات کا شرف جو مجھے دیا گیا ہے یہ محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا طفیل ہے اور اسی لئے یہ آپ ہی سے ظہور میں آرہے ہیں۔ جس قدر تاثیرات اور برکات و انوار ہیں وہ آپ ہی کے لئے ہیں۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 428)

قارئین کرام حضرت مسیح موعودؑ نے مسلمانوں میں پائے جانے والے غلط عقائد کی نہ صرف اصلاح کی بلکہ ایک ایسی جماعت قائم فرمائی جو ان عقائدِ باطلہ کی آلودگیوں سے پاک اور اس کے منفی اثرات سے منزہ ہے اور یہ پاکیزہ جماعت روز افزوں ترقی پزیر ہے۔ عقائد صحیحہ کی متلاشی تشنہ روحیں جوق در جوق آغوشِ احمدیت میں داخل ہو کر عقائد صحیحہ کے شیریں چشمہ سے سیراب ہو رہی ہیں۔ آپؑ نے مسلمانوں میں پائے جانے والے غلط عقائد سے بکلی پاک اور منزہ ایک نئی زمین اور ایک نیا آسمان بنایا۔ آج یہ پاکیزہ جماعت دنیا کے 207 ممالک میں پھیلی ہوئی ہے اور اپنی شاہ راہِ غلبۂ اسلام پر برق رفتاری سے رواں دواں ہے۔

آپؑ فرماتے ہیں:

"دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا۔"

(روحانی خزائن، جلد ۱۱، ص ۳۴۷)

نیز فرماتے ہیں:

"مسیح موعود کا آسمان سے اترنا محض جھوٹا خیال ہے یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اتریگا۔ ہمارے سب مخالف جو اب زندہ موجود ہیں وہ تمام مرینگے اور کوئی ان میں سے عیسیٰؑ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مریگی اور ان میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰؑ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گی تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گزر گیا۔ اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی مگر مریم کا بیٹا عیسیٰؑ اب تک آسمان سے نہ اترا۔ تب دانشمند یک دفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائینگے۔ اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰ کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔"

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن، جلد ۲۰، ص ۶۷)

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے
جس بات کو کہے کہ کرونگا یہ میں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

(درِثمین۔ ۱۵۸)

بالآخر دعا ہے کہ اللہ ہمیں حضرت مسیح موعودؑ کے بتائے ہوئے صحیح اسلامی تعلیم پر مضبوطی سے قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے دیگر مسلمان بھائیوں کو عقائد صحیحہ رکھنے والی حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کو قبول فرمانے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین یا ارحم الراحمین۔

......☆......☆......☆......

قرآں کو یاد رکھنا پاک اعتقاد رکھنا

پاکیزہ منظوم کلام سیدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

تو نے سکھایا فرقاں جو ہے مدارِ ایماں
جس سے ملے ہے عرفاں اور دور ہووے شیطاں
قرآں کتاب رحماں سکھلائے راہ عرفاں
جو اس کو پڑھنے والے اُن پر خدا کے فیضاں
اُن پر خدا کی رحمت جو اس پہ لائے ایماں
یہ روز ہے مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَّرَانِيْ
ہے چشمۂ ہدایت جس کو ہو یہ عِنایت
یہ ہیں خدا کی باتیں ان سے ملے وِلایت
یہ نور دل کو بخشے دِل میں کرے سَرایت
یہ روز ہے مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَّرَانِيْ
قرآں کو یاد رکھنا پاک اعتقاد رکھنا
فِکرِ معاد رکھنا پاس اپنے زاد رکھنا
اکسیر ہے پیارے صِدق و سَداد رکھنا
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَّرَانِيْ

☆......☆......☆

قرآن دل کی قوت قرآن ہے سہارا

منظوم کلام ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ عنہ

قرآن سب سے اچھا قرآن سب سے پیارا
قرآن دل کی قوت قرآن ہے سہارا
اللہ میاں کا خط ہے جو میرے نام آیا
اُستانی جی پڑھاؤ جلدی مجھے سپارہ
پہلے تو ناظرے سے آنکھیں کروں گی روشن
پھر ترجمہ سکھانا جب پڑھ چکوں میں سارا
مطلب نہ آئے جب تک کیونکر عمل ہے ممکن
بے ترجمے کے ہر گز اپنا نہیں گزارا
یارب تو رحم کر کے ہم کو سکھا دے قرآں
ہر دُکھ کی یہ دَوا ہو ہر درد کا ہو چارا
دل میں ہو میرے ایماں سینے میں نور قرآں
بن جاؤں پھر تو سچ مچ میں آسماں کا تارا

☆......☆......☆

قرآن شریف صادق کا کلام ہے اور صداقت سے پُر ہے

قرآن شریف کے مسائل علومِ عقلیہ کے خلاف نہیں ہیں اور کوئی اس میں ایسا اعتقاد نہیں جو زبردستی ماننا پڑے

ایسا ہی کارلل صاحب (سکاٹش فلاسفر Thomas Carlyle) اپنی کتاب کی جلد ۶ صفحہ ۲۱۴ میں لکھتے ہیں کہ قرآن شریف کے پڑھنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ صادق کا کلام ہے اور صداقت سے پُر ہے۔ اب دیکھئے کہ یوروپ کے بڑے بڑے فلاسفر جن کے گھر میں گویا آج طبعی اور ہیئت نے جنم لیا ہوا ہے اور جو سورج اور چاند وغیرہ کی کیفیت

نظارت تعلیم القرآن بھارت کے تحت

قرآن مجید کی خدمت اور اس کے سیکھنے سکھانے کی مساعی کا تذکرہ

(محمد عنایت اللہ، ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد تعلیم القرآن ووقف عارضی قادیان)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ۔ (حم السجدہ 43،42)

اور یہ قرآن یقیناً ایک غالب اور عزت والی کتاب ہے باطل اس کے پاس نہ آگے سے آسکتا ہے نہ پیچھے سے اور اس کتاب کو حکمتوں والے اور تعریفوں والے خدا نے نازل کیا ہے۔

قرآن نام وہ ہے جو خدا تعالیٰ نے خود اپنے رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے والی اس کتاب کو دیا ہے جو نسل انسانی کے لئے آخری شریعت پر مشتمل ہے۔ لفظ قرآن کے معنی ایسی کتاب کے ہیں جو خصوصیت سے پڑھنے کے لئے اُتاری گئی ہو اور واقعتاً قرآن ہی وہ کتاب ہے جو دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہے۔

قرآن کے لفظ میں یہ مفہوم بھی شامل ہے کہ ایسی کتاب یا پیغام جس کی نشر واشاعت کسی خاص زمانہ اور مقام سے مخصوص نہیں۔ دوسری تمام کتب خاص اوقات اور خاص اقوام کے لئے نازل کی گئی تھیں جبکہ قرآن مجید کو تمام زمانوں اور دنیا کے تمام انسانوں کے لئے ہدایت قرار دیا گیا ہے۔

ہر چیز کا کمال یہ ہے کہ جس غرض کے لئے اسے بنایا گیا ہو اسے وہ کما حقہ پورا کرتی ہو اس لحاظ سے آسمانی کتاب جو لوگوں کو ہدایت دینے کا دعویٰ کرتی ہے اس کی غرض کیا ہونی چاہئے اور کون سی کتاب اس غرض کو پورا کر رہی ہے؟ اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’اصلی غرض آسمانی کتاب کی یہی ہونی چاہئے کہ اپنی پیروی کرنے والے کو اپنی تعلیم اور تاثیر اور قوت اصلاح اور اپنی روحانی خاصیت سے ہر ایک گناہ اور گندی زندگی سے چھڑا کر ایک پاک زندگی عطا فرماوے اور پھر پاک کرنے کے بعد خدا کی شناخت کے لئے ایک کامل بصیرت عطا کرے اور اس ذات بے مثل کے ساتھ جو تمام خوشیوں کا سرچشمہ ہے محبت اور عشق کا تعلق بخشے کیونکہ یہی محبت نجات کی جڑ ہے اور یہی وہ بہشت ہے جس میں داخل ہونے کے بعد تمام کوفت اور تلخی رنج وعذاب دور ہو جاتا ہے۔‘‘ (روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 305)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام صاحب کتاب نبی کے مقام کے حوالہ سے قرآن مجید کے اعلیٰ مقام اور بے مثل ہونے کو یوں بیان فرماتے ہیں:

’’خاتم النبیین کا لفظ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بولا گیا ہے بجائے خود چاہتا ہے اور بالطبع اس لفظ میں رکھا گیا ہے کہ وہ کتاب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے وہ بھی خاتم الکتب ہو اور سارے کمالات اس میں موجود ہوں اور حقیقت میں وہ کمالات اس میں موجود ہیں۔ کیونکہ کلام الٰہی کے نزول کا عام قاعدہ اور اصول یہ ہے کہ جس قدر قوت قدسی اور کمال باطنی اس شخص کا ہوتا ہے جس پر کلام الٰہی نازل ہوتا ہے اسی قدر قوت اور شوکت اس کلام کی ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی اور کمال باطنی چونکہ اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کا تھا جس سے بڑھ کر کسی انسان کا نہ کبھی ہوا اور نہ آئندہ ہوگا۔ اس لئے قرآن شریف بھی تمام پہلی کتابوں اور صحائف سے اس اعلیٰ مقام اور مرتبہ پر واقع ہوا ہے جہاں تک کوئی دوسرا کلام نہیں پہنچا...... آپ خاتم النبیین ٹھہرے اور آپ کی کتاب خاتم الکتب ٹھہری۔ جس قدر مراتب اور وجوہ اعجاز کلام کے ہو سکتے ہیں ان سب کے اعتبار سے آپ کی کتاب انتہائی نقطہ عروج پر پہنچی ہوئی ہے۔ یعنی کیا باعتبار فصاحت وبلاغت، کیا باعتبار ترتیب مضامین، کیا باعتبار تعلیم، کیا باعتبار کمالات تعلیم، کیا باعتبار ثمرات تعلیم۔ غرض جس پہلو سے دیکھو اسی پہلو سے قرآن شریف کا کمال نظر آتا ہے اور اس کا اعجاز ثابت ہوتا ہے......الغرض قرآن شریف ایک کامل اور زندہ اعجاز ہے۔ اور کلام کا معجزہ ایسا ہوتا ہے کہ کبھی اور کسی زمانہ میں وہ پرانا نہیں ہو سکتا اور نہ فنا کا ہاتھ اس پر چل سکتا ہے...... ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ایسے ہیں کہ وہ ہر زمانہ میں اور ہر وقت تازہ بتازہ اور زندہ موجود ہیں۔ ان معجزات کا زندہ ہونا اور ان پر موت کا ہاتھ نہ چلنا صاف طور پر اس امر کی شہادت دے رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی زندہ نبی ہیں اور حقیقی زندگی یہی ہے جو آپ کو عطاء ہوئی ہے اور کسی دوسرے کو نہیں ملی۔ آپ کی تعلیم اس لئے زندہ ہے کہ اس کے ثمرات اور برکات اس وقت بھی ویسے ہی موجود ہیں جو آج سے تیرہ سو سال پیشتر موجود تھے۔ دوسری کوئی تعلیم ہمارے سامنے اس وقت ایسی نہیں جس پر عمل کرنے والا یہ دعویٰ کر سکے کہ اس کے ثمرات اور برکات اور فیوض سے مجھے حصہ دیا گیا ہے اور میں ایک آیت اللہ ہو گیا ہوں۔ لیکن ہم خدا کے فضل وکرم سے قرآن شریف کی تعلیم کے ثمرات اور برکات کا نمونہ اب بھی موجود پاتے ہیں۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 26-27)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن مجید کے مقام کمال کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

قرآن کریم کی ابتداء اس دعویٰ سے کی گئی ہے کہ بہترین نسخہ وہی ہو سکتا ہے جو علم کامل رکھنے والی ہستی کی طرف سے تجویز ہوا اور وہ خدا تعالیٰ کی ذات ہے۔ اور اس نے دنیا کی روحانی تکمیل کے لئے قرآن کریم کا نسخہ تجویز کیا ہے۔ جو (1) تمام کمالات کا جامع ہے (2) تمام قسم کے ریبوں سے یعنی عیوب سے پاک ہے (3) کمال کے کسی ایک مقام پر نہیں ٹھہرتا بلکہ جس مقام کا بھی متقی ہوا سے اس کے اوپر کے درجہ تک پہنچاتا ہے اور غیر متناہی ترقیات کے راستے کھولتا ہے۔ (تفسیر کبیر جلد اوّل صفحہ 203)

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ (بخاری)

کہ تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن مجید پڑھتا اور دوسروں کو پڑھاتا ہے۔ یہ ارشاد فرما کر آپ نے واضح فرما دیا کہ اللہ اور اللہ کے رسول کے نزدیک بہتر اور خیر کا مستحق وہ ہے جو قرآن مجید کا علم حاصل کرتا اور اس سے دوسروں کو مستفیض کرتا ہے۔

تلاوت قرآن مجید سے متعلق ارشادات الٰہیہ:

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ۭ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا (بنی اسرائیل آیت 79)

ترجمہ: سورج کے ڈھلنے سے لے کر رات کے خوب تاریک ہو جانے (کے وقت) تک (مختلف گھڑیوں میں) نماز کو عمدگی سے ادا کیا کر۔ اور صبح کے وقت (قرآن) کے پڑھنے کو بھی (لازم سمجھ) صبح کے وقت (قرآن کا پڑھنا) یقیناً اللہ کے حضور میں ایک مقبول عمل ہے۔

فرمایا: وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ

آپ لوگوں سے بہتر جانتے اور سمجھتے ہیں وہ کس قدر قرآن شریف کے معقولانہ مسائل کے قائل اور مداح ہیں اور کیسی اپنی صاف طینتی کی وجہ سے صاف اقرار کرتے ہیں کہ قرآن شریف کے مسائل علوم عقلیہ کے خلاف نہیں ہیں اور کوئی اس میں ایسا اعتقاد نہیں جو زبردستی ماننا پڑے پس جس حالت میں ایسے لوگ جو فلاسفی کے پتلے خیال کئے جاتے ہیں۔ قرآن شریف کے حکیمانہ طور وطریق کی کھلی کھلی شہادتیں دیتے ہیں تو پھر اگر آپ اے ماسٹر صاحب یا آپ کا کوئی اور بھائی جن کی آنکھیں انہیں لوگوں کے علوم پڑھنے سے کچھ کچھ کھلی ہیں اور یہی لوگ آپ کے معلم اور استاد ہیں فضائل قرآنی سے انکاری رہیں تو اس سے قرآن شریف کا کیا نقصان ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اگر یورپ اور ایشیا کے تمام مخالف فضائل قرآنیہ سے انکار کرتے تو بھی کچھ نقصان کی بات نہ تھی آفتاب بہرحال آفتاب ہی ہے چاہے کوئی اس کی روشنی کا اقراری ہو یا نہ ہو۔ (روحانی خزائن جلد 2، سرمہ چشم آریہ صفحہ 195)

الْمُسْلِمِیْنَ وَاَنْ اَتْلُوَ الْقُرْاٰنَ (النمل۔آیت 92۔93)

اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہو جاؤں اور یہ بھی کہ میں قرآن پڑھ کر سناؤں ۔فرمایا وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا (المزمل:5)

ترجمہ: اور قرآن کو خوش الحانی سے پڑھا کر۔

سیّدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جذب کرنے کے لئے اور فرشتوں کے حلقوں میں آنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم میں سے ہر ایک قرآن کریم پڑھے اور اس کو سمجھے اپنے بچوں کو پڑھائیں انہیں تلقین کریں کہ وہ روزانہ تلاوت کریں اور یاد رکھیں کہ جب تک ان چیزوں پر عمل کرنے کے ماں باپ کے اپنے نمونے بچوں کے سامنے قائم نہیں ہونگے اس وقت تک بچوں پر اثر نہیں ہوگا اس لئے فجر کی نماز کے لئے بھی انہیں اٹھائیں اور اس کے بعد تلاوت کے لئے اپنے پر فرض کریں کہ تلاوت کرنی ہے پھر نہ صرف تلاوت کرنی ہے بلکہ توجہ سے پڑھنا ہے اور پھر بچوں کی بھی نگرانی کریں کہ وہ بھی پڑھیں انہیں بھی پڑھائیں جو چھوٹے ہیں ان کو بھی پڑھایا جائے۔

(خطبہ جمعہ 16 ستمبر 2005ء)

تعلیم القرآن سے متعلق دورہ جات:

قرآن مجید کی تلاوت کے تعلق سے مذکورہ ارشادات اور تلاوت قرآن مجید کی برکات وفضائل کی روشنی میں نظارت اصلاح وارشاد تعلیم القرآن ووقف عارضی ہندوستان بھر کی جماعتوں میں قرآن مجید کو پڑھنے پڑھانے کے سلسلہ کو احمدیوں میں جاری وساری رکھنے بارے کاروائی جاری رکھے ہوئے ہے۔

اس تعلق سے جماعتوں کے دورے کر کے ان میں میٹنگز اور اجلاسات کر کے احباب جماعت کو قرآن مجید کو پڑھنے دوسروں کو پڑھانے اور اس کی تلاوت سے متعلق ارشادات خداوندی سے آگاہ کیا جاتا ہے۔

تلاوت قرآن مجید کی برکات وفضائل جو قرآن مجید اور احادیث نبوی میں بیان ہوئے ہیں انہیں بیان کر کے ایسے انصار، خدام، لجنہ اور ناصرات جو تا حال ناظرہ قرآن مجید نہیں جانتے انہیں ناظرہ قرآن مجید سیکھنے بارے تلقین و تحریک کی جاتی ہے۔ جماعتوں میں، انصار، خدام، اطفال، لجنہ اور ناصرات کو قرآن مجید سکھانے کے لئے ان میں متعین مبلغین و معلمین کرام نہایت خلوص اور محنت سے کام کرتے ہیں۔احباب جماعت میں سے وہ انصار و خدام اور لجنات جو ناظرہ سیکھ چکے ہوں اور ان کا تلفظ درست ہو ان سے بھی اس سلسلہ میں تعاون لیا جاتا ہے اللہ کے فضل سے بہت سے انصار خدام اور لجنات بھی تعلیم القرآن کے سلسلہ میں نہایت اخلاص اور محنت سے تعاون کرتے ہیں۔

تقریبات بسم اللہ وآمین:

جماعت میں قرآن مجید کو پڑھنے قرآن مجید کا علم حاصل کرنے کے شوق کو ابھارنے کے لئے تقریبات بسم اللہ و تقریبات آمین کا انعقاد کیا جاتا ہے۔

سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی موجودگی میں تقریبات آمین:

احباب جماعت عالمگیر کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ذات بابرکات کی موجودگی میں ایسی تقریبات کا انعقاد کریں، چنانچہ حضور کے بابرکت دورہ جات کے مواقع پر جماعتوں میں ایسی تقریبات منعقد کی جاتی ہیں۔

مراسلاتی کورس اردو:

نظارت اصلاح وارشاد تعلیم القرآن ووقفِ عارضی قادیان کی طرف سے ترجمہ قرآن کریم سکھانے کے سلسلہ میں مراسلاتی کورس کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔ ہر کورس میں قرآن کریم کے چند رکوع کا تحت اللفظ ترجمہ دیا جاتا ہے۔ اسی طرح سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی تفسیر سے مختصر تفسیر پیش کی جاتی ہے اور ہر کورس میں اس سے پہلے والے کورس سے چند سوالات پر مشتمل سوالنامہ دیا جاتا ہے جسے حل کر کے نظارت میں بھجوانے کی ہدایت ہوتی ہے۔

تا حال یہ کورس اردو ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ پیش کیا جاتا رہا ہے ماہ نومبر میں کورس نمبر 42 بھجوایا گیا ہے یہ کورس سورۃ الحج کے رکوع نمبر 1 تا 5 پر مشتمل ہے۔

مراسلاتی کورس ہندی:

آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ بزبان ہندی اس کورس کو شروع کرنے کا پروگرام ہے جس کی تیاری جاری ہے۔

تجوید وترتیل:

قرآن مجید کی صحیح تلفظ کے ساتھ تلاوت یہ بہت ہی ضروری امر ہے اس تعلق میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے جامعہ احمدیہ قادیان میں باقاعدہ طلباء کو ٹریننگ دی جاتی ہے۔ چنانچہ فیلڈ میں خدمت بجالانے والے مبلغین کرام احباب کو قرآن مجید کے درست تلفظ کے ساتھ تلاوت بارے تعلیم القرآن کلاسز میں مفصّل تعلیم دیتے ہیں۔

آٹھ سال کی عمر تک کے بچوں بچیوں کو قرآن مجید مکمل کرنے پر تحفہ:

نظارت اصلاح وارشاد تعلیم القرآن ووقفِ عارضی کی طرف سے سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے جماعت ہائے احمدیہ بھارت کے بچوں اور بچیوں میں قرآن مجید سے رغبت قرآن مجید کو پڑھنے اور اس کا عرفان حاصل کرنے کا شوق و ذوق پیدا کرنے کے لئے انہیں آٹھ سال کی عمر کے اندر قرآن مجید کا ناظرہ مکمل کرنے پر قرآن مجید بطور تحفہ اور سند بھی دی جاتی ہے۔ الحمد للہ نظارت میں ایسی درخواستیں آتی رہتی ہیں جن میں آٹھ سال یا اس سے کم عمر کے بچوں و بچیوں کے قرآن مجید مکمل کرنے کا ذکر ہوتا ہے۔اور پھر انہیں قرآن مجید کا تحفہ اور سند بھجوائی جاتی ہے اور انتظامیہ کو لکھا جاتا ہے کہ ایسے بچوں اور بچیوں کو یہ تحفہ کسی جماعتی تقریب کے موقع پر پیش کیا جائے تا دوسروں کو بھی اس سے قرآن مجید سیکھنے سکھانے اور اسکی تلاوت کی تحریک و ترغیب ہو۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن مجید سے عشق ومحبت اس کی معرفت عطا فرمائے اور قرآن مجید کو پڑھنے پڑھانے اس کی تلاوت کرنے اور اسکی برکات و افضال سے وافر حصہ عطا فرمائے۔آمین اللّٰھم آمین

تحریک وقفِ عارضی:

قرآن مجید کو سیکھنے سکھانے اور پڑھنے پڑھانے کے سلسلہ میں سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے وقف عارضی کی عظیم الشان الٰہی تحریک جماعت کو عطا فرمائی جس کا اصل اور بنیادی مقصد یہ بیان فرمایا کہ ایسے لوگ جنہیں قرآن کریم پڑھنا آتا ہے وہ دوسری جماعتوں میں جا کر قرآن کریم پڑھائیں اور یہ کوشش کریں کہ کوئی ایک فردِ جماعت بھی ایسا نہ رہے جو قرآن کریم پڑھنا نہ جانتا ہو۔

سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے ارشاد **خیر کم من تعلم القرآن و علمه** (بخاری) میں قرآن مجید کا علم حاصل کرنے والوں اور پھر اس علم سے دوسروں کو واقف کرنے والوں کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ آپ چاہے کتنے بڑے ڈاکٹر، انجینئر، سائنسدان یا سیاست دان ہوں آپ اللہ کے رسول ﷺ کے نزدیک بہتر تبھی ہیں جب آپ قرآن مجید کا علم رکھتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو محض اپنے فضل سے اسکی توفیق عطا فرمائے۔

……★……★……★……

قرآن شریف سے توحید کے معارف آفتاب عالمتاب کی طرح ظاہر ہوتے ہیں

تمام دنیا کے پردے میں گھوم آؤ تمام قوموں کو پوچھ کر دیکھ لو کوئی قوم ایسی نہ پاؤ گے کہ جو وید کو پڑھے اور اس کو مؤحدانہ تعلیم سمجھے۔ہم سچ سچ کہتے ہیں اور زیادہ باتوں میں وقت کھونا نہیں چاہتے کہ جو کچھ قرآن شریف کے دس ورق سے توحید کے معارف آفتاب عالمتاب کی طرح ظاہر ہوتے ہیں اگر کوئی شخص وید کے ہزار ورق سے بھی نکال کر دکھلاوے تو ہم پھر بھی مان جائیں کہ ہاں وید میں توحید ہے اور جو چاہے حسب استطاعت ہم سے شرط کے طور پر مقرر بھی کرا لے ہم قسمیہ بیان کرتے ہیں اور خدائے واحد لاشریک کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہم بہر حال ادائے شرط مقررہ پر جس طور سے فیصلہ کرنا چاہیں حاضر ہیں۔(رُوحانی خزائن جلد 2، سرمہ چشم آریہ، صفحہ 216)

بہترین امام

حضرت عوف بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: ''تمہارے بہترین امام وہ ہیں جن سے تم محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت کرتے ہیں۔ تم ان کے لئے دعا کرتے ہو اور وہ تمہارے لئے دعا کرتے ہیں''۔
(صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب خیار الائمۃ حدیث نمبر 3447)

طالب دُعا: برہان الدین چراغ ولد مکرم چراغ الدین صاحب مرحوم۔ قادیان

اخبار بدر سے متعلق اپنی آراء
badrqadian@rediffmail.com
پر بھی feedback کر سکتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

احادیث نبوی ﷺ

حضرت ایوب اپنے والد اور پھر اپنے دادا کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھی تربیت سے بڑھ کر کوئی بہترین اعلیٰ تحفہ نہیں جو باپ اپنی اولاد کو دے سکتا ہے (ترمذی ابواب البر والصلۃ باب فی ادب الولد)

طالب دعا: ایڈوکیٹ آفتاب احمد تیاپوری مرحوم مع فیملی، حیدر آباد

کلام الامام

''خدا کا دامن پکڑنے والا کبھی محتاج نہیں ہوتا اس پر کبھی بُرے دن نہیں آ سکتے۔''
(ملفوظات جلد 3، صفحہ 263)

طالب دُعا: سکینۃ الدین صاحبہ، اہلیہ مکرم سلطان محمد الدین صاحب آف سکندر آباد

احادیث نبوی ﷺ

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جس میں یہ تین باتیں ہوں اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت کا سایہ عطا فرمائے گا اور اسے جنت میں داخل کرے گا۔ وہ کمزوروں پر رحم کرے۔ ماں باپ سے محبت کرے اور خادموں اور نوکروں سے حسن سلوک کرے۔ (جامع ترمذی کتاب صفۃ القیامہ حدیث نمبر 2418)

طالب دعا
ایڈوکیٹ منور احمد خان، صدر جماعت احمدیہ پوری اڈیشہ مع فیملی و افراد خاندان

ارشاد حضرت امیر المومنین

''عبادت کا مقصد صرف خدا کو پہچاننا نہیں بلکہ تقویٰ پیدا کر کے اپنی روحانی بلندیوں کو حاصل کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کا ادراک حاصل کرنا ہے۔''
(بیان فرمودہ خطبہ جمعہ حضرت امیر المومنین مورخہ 3 جولائی 2015)

طالب دُعا: سید عبید السلام صاحب مرحوم اینڈ سنز مع فیملی سونگڑہ اڈیشہ

اخبار بدر اپنی ویب سائٹ www.akhbarbadrqadian.in پر بھی دستیاب ہے قارئین استفادہ کر سکتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

ارشادِ نبوی ﷺ

اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْن

(نماز دین کا ستون ہے)

طالب دُعا از: اراکین جماعت احمدیہ ممبئی

کلام الامام

سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام فرماتے ہیں: ''انسان اصل میں اُنسان سے ہے یعنی دو محبتوں کا مجموعہ ہے۔ ایک اُنس وہ خدا سے کرتا ہے دوسرا اُنس انسان سے۔'' (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۶)

طالب دُعا: قریشی محمد عبداللہ تیما پوری۔ صدر و ضلعی امیر جماعت احمدیہ گلبرگہ، کرناٹک

کلام الامام

سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''اللہ کا لفظ اسی ہستی پر بولا جاتا ہے جس میں کوئی نقص ہو ہی نہیں۔'' (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۴۸)

منجانب: امیر جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک

کلام الامام

''یہ خوب یاد رکھو کہ روحانیت صعود نہیں کرتی جب تک دل پاک نہ ہو'' (ملفوظات جلد 4 صفحہ 481)

طالب دُعا: الٰہ دین فیملیز
انکے بیرون ممالک کے عزیز رشتہ دار و دوست نیز مرحومین کرام

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسخہ

سرمہ نور۔ کاجل۔ حبّ اٹھرہ (شادی کے بعد اولاد سے محروم کیلئے)
زدجام عشق (اعصابی کمزوری و شوگر کیلئے) رابطہ کریں۔

دُکان چوہدری بدرالدین عامل صاحب درویش مرحوم، احمدیہ چوک قادیان ضلع گورداسپور پنجاب
رابطہ: عبدالقدوس نیاز 098154-09445

Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badr, at Fazle-Umar Printing Press Qadian, Harchowal Road Po. Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab, India. And published at office of the Weekly Badr Moh- Ahmadiyya, Harchowal Road P.o Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India. Editor: Mansoor Ahmad

جلسہ سالانہ جرمنی 2015ء کے چند دلکش مناظر

حضور انور کے دورۂ ہالینڈ 2015ء کے چند دلکش مناظر

6/اکتوبر 2015 کو ہالینڈ کی نیشنل پارلیمنٹ میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ خطاب فرماتے ہوئے

EDITOR
MANSOOR AHMAD

Tel : (0091) 82830-58886

Website : akhbarbadrqadian.in
: www.alislam.org/badr

E-mail :
badrqadian@rediffmail.com

Registered with the registrar of the newspapers for India at No. RN 61/57

هفت روزہ بدر قادیان

Weekly BADAR Qadian

Qadian - 143516 Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA

Vol. 64 Thursday 24-31 December 2015 Issue No. 52-53

MANAGER
NAWAB AHMAD
Tel : (0091) 94170-20616

SUBSCRIPTION
ANNUAL: Rs. 550
By Air : 50 Pounds or 80 U.S $
: 60 Euro or 80 Canadian Dollars

جلسہ سالانہ برطانیہ 2015 کے موقع پر جلسہ گاہ ’’حدیقۃ المہدی‘‘ (آلٹن) کی ایک خوبصورت تصویر

جلسہ سالانہ جرمنی 2015 کے موقع پر جلسہ گاہ (Karlsruhe) کا ایک خوبصورت منظر

حضور پُرنُور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی منظوری سے اس وقت ہفت روزہ اخبار بدر اُردو کے علاوہ ہندوستان کی چھ علاقائی زبانوں میں بھی شائع ہو رہا ہے
27، 28/ اکتوبر 2015 کو جملہ ایڈیٹران وانسپکٹران کا پہلا دوروزہ ریفریشر کورس منعقد ہوا اس موقع پر محترم ناظر اعلیٰ صاحب کے ساتھ لی گئی ایک تصویر

جمیل احمد ناصر، پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر:۔نگران بدر بورڈ قادیان